۷۸۶

حصہ اول

فتاۃ غسان

علامہ جرجی زیدان اڈیٹر الہلال قاہرہ (مصر) مصنف تاریخ تمدن اسلام ارمانوسہ وغیرہ وغیرہ کا تاریخی ناول جسمین اسلام کے تمام تفصیلی حالات اسکے ظہور سے فتوح عراق و شام تک نہایت شرح و بسط سے بیان کیے گئے ہین اور اہل عرب کے آخری زمانہ جاہلیت ابتدائے قبول اسلام اور انکے اخلاق و عادات پر بھی ایک دل آویز قصہ کے پیرایہ مین خاص خوش اسلوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے

جسے

بفرمایش شیخ غلام محمد صاحب مالک مطبع روزبازار و اڈیٹر اخبار وکیل مولوی محمد حلیم صاحب انصاری ردولوی نے عربی سے سلیس اردو مین ترجمہ کیا اور ۱۹۰۵ء مین

روزبازار پریس امرتسر مین کارپردازان مطبع کے اہتمام سے چھپا

قیمت . . . مجلد . . . . . غیر مجلد

تازہ تصانیف

تمدن اسلام - علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر نے مندرجہ بالا عنوان سے چند جلدون مین ایک نہایت مبسوط تذکرہ عربی مین لکھکر شائع کیا ہے اور اسمین مسلمانون کے تمدن اور ملکداری سے بحث کی ہے یہ اپنی طرز کی بالکل نئی کتاب ہے اسی واسطے ہم نے اسکا ترجمہ اردو مین کرایا ہے۔ اور فی الحال حصہ اول شایع کیا ہے۔ تمدن اسلام کے اس حصہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ عربونکی حکمران نسلین کیسے پُرنے کس قسم کے تہے اور کیونکر عمل کرتے تہے پہلے سو صفحون مین متعدد اسلامی حکومتون کا تذکرہ بطور تقریب ملیگا لیکن اسکے بعد ۲۰۰ صفحے تک جس قدر مضامین ہین وہ بالکل انوکہے ہین ابتدا سے آجتک اسلامی دنیا کی مردم شماری کی تدریجی رفتار۔ رموز و امور مملکت کے سرکاری صیغے اور محکمے۔ خلافت کی ماہیت اور علامات اور خلیفہ کے فرائض و حقوق۔ بیعت کا طریقہ اور اقسام خطبہ اور سکہ دار الضرب ولایات کی گورنری۔ وزارت اور اسکے اختیارات۔ سلطنت کے دیگر مناصب اور انکے فرائض۔ فوجی قوت۔ قواعد۔ دفاتر تنخواہین اسلامی جہنڈے باجے۔ آلات حملہ۔ محاصرہ۔ فوجی نظام بحالت جنگ۔ کیمپ کی وضع قطع اور ترتیب لشکر۔ بحری صیغہ کے مفصل حالات جہازون کے بیڑے۔ طریقہ جنگ۔ سامان سفر۔ بیت المال اور اسکے مداخل صدقہ۔ جزیہ۔ خراج اراضی اور جاگیرات کی تقسیم اور انکے محاصل رفاہ عام کے صیغے مثلاً ڈاک۔ صفائی تعمیرات۔ عدالت گستری۔ پولیس محکمہ۔ دیوان الانشاء۔ لوازم تحریر۔ نقابت۔ حجابت وغیرہ کے نہایت تفصیلی حالات اور انکی ابتدائی تاریخ کے تذکرے قلمبند ہین قیمت حصہ اول ۱عہ -

تربیت اولاد - اس کتاب مین تربیت اولاد کے سبجکٹ پر ہر پہلو سے حکیمانہ بحث کیگئی ہے۔ اور بچون کی جسمانی اخلاقی اور روحانی غور پرداخت کی ایسی سہل اور کارآمد ترکیبین بتائی گئی ہین کہ غالباً اور کسی کتاب مین نہونگی عبارت بالکل سلیس و عام فہم ہے تاکہ خاص و عام اچھی طرح سمجہین اور پورا پورا فایدہ اوٹھا سکین۔ ضخامت ۹۲ صفحے اور قیمت لاگت سے بہی کم یعنی ۳ر اسلئے رکھی گئی ہے کہ امیر غریب ہر ایک اسے خرید سکے اور ملک و قوم کے بچون کی تعلیم و تربیت مین والدین اور استادون کو مصنف کے قیمتی خیالات و معلومات سے فائدہ اوٹھانیکا پورا موقعہ ملے - *

بشارت فاطمہ - ایک عدیم النظیر دلچسپ مذہبی ناول ہے جسمین ایک عیسائی لیڈی کے مشرف باسلام ہونے کی تفصیلی کیفیت اس انداز سے بیان کیگئی ہے کہ ایک دفعہ شروع کر دیجئے پہر ختم کئے بدون کتاب ہاتھ سے چھوڑنیکو ہرگز جی نچاہیگا۔ مصنف نے واقعی کمال کیا ہے کہ مذہبی مناظرہ کو جو بظاہر ایک خشک مضمون تہا نہایت دلچسپ بنا دیا ہے۔ قصہ اول سے لیکر آخر تک سارا واقعات پر مبنی ہے اور چونکہ قابل مصنف نے اس مین اسلام کی صداقت کے بڑے بڑے زبردست اور لاجواب کر دینے والے ثبوت عقلی دلائل اور خود عیسائیون کی کتب مقدسہ سے دیئے ہین لہذا یہ کہنا ذرا مبالغہ نہین کہ بشارت فاطمہ کی تصنیف اسلام کی ایک قابل قدر خدمت ہے جسکی مسلمانان اسلام کو خاص قدر کرنی چاہئے۔ محض اس خیال سے کہ اشاعت عام ہو قیمت صرف ۳ر رکہی گئی ہے -

حقیت اسلام - اس مین لایق مصنف نے نہایت متانت اور خوبی سے یہ امر ثابت کیا ہے کہ اسلام انسان کا فطرتی مذہب ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ماننے اور یقین کرنیکے واسطے کسی معجزہ یا خرق عادت کی ضرورت ہے اور نہ اسکے واسطے فلسفہ اور منطق کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب (۱)

غسّان کے حکمران

بنو غسّان نصرانی عرب اور ملک شام مین رومی قیصرون کے عامل (گورنر) تھے۔ دراصل یہ لوگ "یمن" کے رہنے والے اور "قحطان" کی نسل سے تھے۔ انہون نے سیل عرم کے بعد اپنا وطن اصلی چھوڑ دیا تھا۔ "عرم" ایک بند تھا۔ جو قحطانی عربون نے ملک یمن کے مشہور شہر "مارب" کے قریب دیوار مین باندھا تھا۔ یہ بند تقریباً دوسری صدی عیسوی مین ٹوٹ گیا۔ اور جو پانی اس سے رکا ہوا تھا۔ وہ ایک بربادکن سیلاب کی شکل مین آس پاس کے شہرون اور دیہات کو ویران کرتا ہوا۔ ہر چار طرف پھیل گیا۔ "یمن" کے باشندے جو اس بند سے بارش کے پانی کو جمع کر کے سال بھر تک اس سے اپنے کھیتون کو سیراب اور باغون کو ترو تازہ رکھتے تھے۔ انتظام آبرسانی سے معذور ہوکر ترک وطن کر کے کسب معاش کی خاطر جہان تھان چلے جانے پر مجبور ہو گئے۔ غسّانی لوگ بھی "تارکان وطن" مین سے تھے۔ انہون نے اطراف شام مین ایک چشمہ کے قریب۔ جس کا نام غسّان تھا۔ سکونت اختیار کی۔ اس لئے وہ اس چشمہ کیجانب منسوب ہوکر غسّانی کہلانے لگے (۱) ان لوگون نے دین مسیحی اختیار کر لیا تھا۔ مؤرخین اسلام ان لوگون کو "عرب متنصرہ" کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ اور یہ لوگ غسانی بادشاہون کے لقب سے مشہور ہین۔ ان بادشاہون مین سب سے اوّل "جفنہ" نامی ایک حکمران کے سر پر شہرت کا تاج رکھا گیا۔ جو دوسری صدی عیسوی مین گزرا ہے۔ جفنہ کے بعد حکومت اُسکی نسل مین رہتی چلی آئی۔ اور آغاز اسلام کے زمانہ تک تقریباً ستائیس حکمران پے در پے فرمان روائی

(۱)۔ ابوالفدا ۱۲ مصنف

کر چکے تھے۔ سب سے آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا۔ اُسکے عہد میں اسلام کا ظہور ہوا اور خلیفہ ابو بکر صدیق رضہ کے وقت میں ملک شام مفتوح ہونے سے غسانی فرمانروائون کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن یہ بلقاء، تبوک، اور حمص کے اطراف میں انکی نسل کی یادگارین ابتک باقی پائی جاتی ہین۔ (۱)۔

جن لوگون نے دین نصرانیت اختیار کر لیا تھا۔ انہی مین سے عراق عجم اور حیرہ کے فرمانروا بھی تھے جنکو مناذرہ (منذر کی جمع) یا لخمی بادشاہون کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور انکی نسبت لخم بن عدی کیجانب تھی۔ یہ لوگ اصل مین یمن کے باشندے تھے۔ اور سیلاب عرم کے آنے کے بعد وہان سے ترک اقامت کر کے ملک عراق مین آ بسے تھے۔ یہ لوگ وہان شاہان فارس کے عامل تھے۔ اور جو نسبت غسانی حکمرانون کو رومی قیصرون کے ساتھ تھی وہی نسبت انکو شاہان فارس کے ساتھ حاصل تھی۔ یعنی دونون مین سے ہر ایک مذکورہ بالا دو زبردست حکومتون کا دست و بازو اور انکا عامل تھا۔

غسانی خاندان کے لوگ حوران، اور بلقاء، اور انکے آس پاس کے مقامات مین آباد تھے۔ یہ لوگ رومانی سلطنت کے زیر اثر خود سر حکمرانون کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور اپنی اندرونی مستقل حکومت کے لحاظ سے بقابلہ دوسرے رومانی والیان ملک کے ممتاز و ممیز تھے۔ بعض چند ظاہری شرطون کی پابندی کے باعث انکی لوگ برائے نام ماتحت معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ ضرورت کے وقت یہ لوگ اپنے قبیلے کی فوجون سے رومانی قیصرونکی مدد کیا کرتے تھے۔ خصوصاً ان لڑائیون مین ضرور شریک ہوتے تھے جو رومانیون کو اہل فارس سے لڑنی پڑتی تھین (۲)

اسلام سے قبل دنیا کی یہ حالت تھی کہ مشرق (ایشیا) مین فارسی حکومت۔ اور مغرب (یورپ) مین رومانی حکومت "عظیم الشان" قوتین تھے اپنے اپنے تحت تصرف مین کر لینے پر جھگڑتی رہتی تھین۔ انکی نزاع کبھی کم نہوتی تھی۔ اور فارس والے مناذری گھرانے کے حکمرانون سے اور رومی قیصر غسانیون سے مدد لیا کرتے تھے۔ اسکی وجہ سے ان دونون عربی النسب عربی قبیلون مین بھی باہم اس قسم کی کشمکش اور عداوت پیدا ہو گئی تھی جو باپ بیٹون کو اور بیٹون سے پوتون کو وراثتہً ملا کرتی تھی۔ ایک قبیلہ دوسرے گھرانے کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ اور اکثر ان دونو قبیلون کے مابین سخت جنگ برپا ہو جایا کرتی تھی اور بیقدر کشت و خون ہوتا تھا کہ خیال کیا جاتا

(۱) نہایۃ الارب فی معرفۃ قبائل العرب ۱۲ مصنف (۲) تاریخ العرب مصنفہ نول کی ورج ۱۲ مصنف

کہ اب ایک دوسرے کو بالکل نیست و نابود کر ڈالے گا۔

فارسیون اور رومیون مین نزاع کا وجود قدیم زمانہ سے چلا آتا تہا۔ گویا یہ عداوت انکی فطرت مین داخل ہوچکی تہی اور مشرق و مغرب مین اسکا سلسلہ مدتون سے قائم چلا آتا تہا۔ کیونکہ رومانی حکمرانون سے پیشتر فارس والونکی لڑائیان یونانیون کے ساتہہ ہوا کرتی تہین۔ مگر جب یونانی تباہ ہوچکے تو انکے جانشین رومانیون سے جنگون کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چہڑ گیا۔ اہل فارس کا پایۂ تخت ملک عراق مین "مدائن" تہا۔ اور رومی حکمرانون کا دارالسلطنت یورپ مین "قسطنطنیہ" ان دونون قومون نے متواتر بہت سی صدیان جنگ و پیکار مین اسطرح بسر کردی تہین کہ کبہی لڑائی رہتی۔ اور کبہی چند روز کیلئے صلح ہوجاتی۔ چنانچہ چہٹی صدی عیسوی کے آخری نصف زمانہ مین جبکہ شاہ فارس "کسریٰ پرویز" تہا۔ اور قیصر روم "موریسیوس" بلاد فارس مین اس قسم کا اندرونی فساد پہوٹ پڑا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کسریٰ سلطنت سے معزول کردیا گیا۔ اور اس بیکسی کے عالم مین اسنے "موریسیوس" کے پاس پناہ لی۔ موریسیوس نے کسریٰ کو مدد دی اور اسے اسکی مملکت واپس دلادی۔ اس احسان نے کسریٰ کو اسکا ممنون بنادیا اور اسوقت ان دونون حکومتون کے مابین ایک صلحنامہ دائمی قیام امن کی بابت لکہا گیا۔ سنہ ۶۰۲ء مین موریسیوس کو "فوکاس" (فوکا) نامی ایک افسر نے قتل کر ڈالا اور خود اسکی جگہہ قیصر بن بیٹہا۔ اس زمانہ مین فارس کا شاہنشاہ کسریٰ پرویز مقتول "موریسیوس" کا بندہ احسان اور اسکا داماد تہا۔ کیونکہ موریسیوس کی لڑکی ماریا اسکے ساتہہ منسوب ہوئی تہی۔ کسریٰ پرویز نے جب اپنے خسر کے قتل کی خبر پائی تو اسے عہد صلح توڑ دینے کی ایک وجہ قوی ہاتہہ آئی۔ اسنے فوراً اپنی فوجون کو جمع کرکے "قسطنطنیہ" پر حملہ کردیا۔ اور بظاہر اپنے خسر کے قتل کا بدلہ لینا اپنا مقصود قرار دیا۔ حالانکہ دلمین صرف رومانی مملکت کو قبضۂ تصرف مین لانے کا آرزومند تہا۔

"فوکاس" کے عہد مین شہر قسطنطنیہ دائمی محاصرہ مین مبتلا رہا جسکی وجہ سے عام لوگ "فوکاس" کی حکومت سے ناراض ہوگئے اور اسکے معزول کردینے کا قصد کرکے ایک رومی سردار "ہرکلیوس" (ہرقل) نامی کو جو حاکم "قیروان" کا فرزند تہا۔ ملک روم سے خفیہ طور پر بلا بہیجا۔ ہرقل سنہ ۶۱۰ء مین دریائی بیڑے کے ذریعہ سے "قسطنطنیہ" آیا اور بزور شمشیر شہر مین داخل ہوکر "فوقا" کو قتل کردیا۔ اسکی جگہہ خود قیصر بن بیٹہا۔ جس زمانہ کا ہم واقعہ لکہہ رہے ہین اُندنون اہل فارس نے روم والون کا

(۱) اہل عرب اسکو "موریقی" کے نام سے یاد کرتے ہین۔ تاریخ عرب مصنفہ "منوئیل ڈی دوبیچ" ۱۲ مصنف

قافیہ تنگ کر رکہا تہا۔ وہ ایک سرے سے رومیون پر ٹوٹ پڑے تہے۔ چنانچہ کسریٰ بذات خاص قسطنطنیہ کا محاصرہ کیئے ہوئے تہا۔ اسکا ایک سپہ سالار بیت المقدس کا اور دوسرا اسکندریہ کا۔ رومانی لوگ اہل فارس کے مقابلہ سے بہاگ بہاگ کر ہر جانب منتشر ہوتے جاتے تہے اور ملک مین ایک عام تہلکہ مچ رہا تہا۔ اور قتل و غارت کا بازار گرم تہا۔ یہانتک کہ ہرقل کی حکومت کا پانچوان برس بہی شروع نہونے پایا تہا کہ فارس والے بیت المقدس کے صوبہ پر قابض ہوگئے۔ اور آٹھوین سال (۶۱۸ء) مین اسکندریہ مین داخل ہوکر ملک مصر کے زیرین حصہ پر تسلط جما چکے تہے مصر و شام کے لوگون نے فارسیون کو نہایت خاطر و مدارات سے ہاتھون ہاتہ لیا۔ کیونکہ انکو خود اہل فارس اور انکی فوجون کے ساتہ جو لخم کے قبیلون سے تہین ہم ملک اور ہم قوم ہونے کا تعلق تہا۔ یہ بہی مشرقی ممالک کے باشندے تہے اور شام و مصر والے بہی مشرقی ہی تھے۔ دس برس تک مصر و شام کے لوگون نے فارسی گورنمنٹ کے زیر سایہ نہایت اطمینان اور مسرت کی زندگی بسر کی۔ لیکن اسکے بعد فارس والون کو اپنے اصلی ملک کے بعض صوبونکی خود سری و بغاوت فرو کرنے مین مصروف ہونے کی ضرورت پیش آگئی اور وہ ادہر مشغول ہوگئے۔ رومیون نے موقعہ کو غنیمت سمجہا اور دشمن کی کمزوری سے فائدہ اٹہانے مین سبقت کر گئے۔ ہرقل مستعد ہوکر اوٹہا اور ہر طرف سے اپنی افواج قاہرہ کو سمیٹ کر بقیہ اہل فارس کو مصر و شام سے نکال باہر کیا۔ یہ دونون صوبے پہر رومانی حکومت کے دائرہ اقتدار مین آگئے۔ ابہی ہرقل ان لڑائیون سے فارغ بہی نہین ہوا تہا کہ یکایک ایک اور تازہ دم غنیم اسکے سامنے آگیا۔ یہ کون تہے؟ مسلمان فاتح جو ہجرت کے اوائل مین فتوحات کا سیلاب پہیلاتے ہوئے بڑہے چلے آرہے تہے۔ ہرقل اس وقت تک سوریا (ملک شام) ہی مین موجود تہا۔ اور اسکے قلعے ابتک بے مرمت اور شکستہ پڑے تہے۔ فوجین چارون طرف پراگندہ تہین اور اسکی تمام قوتین کمزور ہورہی تہین۔(۱)

غسانی قبیلہ کے لوگ اس رومانی گورنر کے ماتحت تہے جو مشرقی رومن امپائر کے امپرر کے حکم سے دمشق مین مقیم رہتا تہا۔ شاہی احکام پہلے دمشق کے حاکم کو موصول ہوا کرتے تہے۔ اور وہ انہین ملک غسان کو پہنچا دیا کرتا تہا۔

غسانیون کا دار السلطنت اس زمانہ مین بدلتا رہتا تہا۔ چنانچہ کبہی ملک عمان کے شہر بلقاد مین اور کبہی تدمر مین اور کسی وقت جولان اور گاہے شہر بصریٰ مین رہتا جو اس زمانہ مین حوران کا پایۂ تخت تہا۔

چنانچہ سنہ ۸ھ (مطابق سنہ ۶۲۹ء) مین ملک شام کے اندر ایک ہی وقت مین غسانیون کے دو حکمران تہے

(۱) سموئل شارپ ۱۲ مصنف

ایک حارث بن ابی شمر؛ اور دوسرا جبلہ بن ایہم، تھا (۱) حارث کا قیام بصریٰ مین رہتا تہا جسکی جگہہ آجکل ایک چھوٹا سا گانون ہے اسکی "شام"؛ نامی باقی رہگیا ہے جسکے معنے شام قدیمہ کے ہین اسکا ذکر آگے چلکر آئیگا (۲) - اسی بصریٰ کے جوار مین وہ "دیر بحیرا" بہی تہا جسکے قریب ابوطالب ٹھیرے تھے۔ اسوقت جبکہ وہ ملک شام مین تجارت کی غرض سے آئے اور اُنکے ساتھ اُنکے بھتیجے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) بہی تھے۔ یہ واقعہ ظہور دعوت اسلام سے بیس پچیس برس قبل کا ہے۔

اور جبلہ جو مذکورہ بالا حارث بن ابی شمر کا چچازاد بہائی تہا "بلقاء" مین رہا کرتا تھا۔

دوسرا باب

"نقاۃ غسان"

سنہ ۶۲۹ عیسوی مطابق سنہ ۸ ہجری کا زمانہ اور بہار کا سہانا موسم ہے فصل بہاری کے جوش نے طبیعتون کو گدگدایا ہے۔ جوان تو جوان عمر رسیدہ بڈہون تک کے دلون مین امنگون کا طوفان آرہا ہے اس موسم مین یون تو دن اور رات دونون لطف سے گزرتے ہین۔ مگر تڑکا کچھ ایسا پیارا ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت اکثر تفریح پسند طبیعتین بستر خواب سے اٹھکر کہساروں اور کھلے میدانوں یا سبزہ زارون کے خوشنما منظر کی فضا دیکھنے اور اُسکے فرحت لینے کیجانب مائل ہوتی ہین۔ آغاز موسم گرما مین جبکہ بہاگن کا مہینہ شروع ہوتا ہے۔ اُسوقت صبح کی سرد ہوا صحت مین اعتدال اور مزاج مین تازگی پیدا کرنیکے علاوہ جسم کی پرورش اور اُسکو آیندہ گرمی کی سختی سے راحت پہنچانے کیلئے حفظ ماتقدم کا کام دیجاتی ہے۔ ایسا ہی پُرلطف وقت ہے۔ رات کی کالی چادر افق کے کنارے سے سمٹتی اور گلہائے انجم کو تہ کرتی ہوئی تیزی کے ساتھ لگا ہوا سب غائب ہورہی ہے۔ شاہ خاور کی لین ڈوری یعنے صبح صادق کا دورا سرعت کے ساتھ مشرقی اُفق کو منور بنا رہا ہے۔ بنو غسان کے نامور بادشاہ۔ جبلہ بن ایہم کے محل "صرح غدیر" کے سامنے جو بہت بڑا وسیع میدان منتہائے نظر تک پہیلتا چلا گیا ہے۔ اُس مین اکیلے دوکیلے اور غول کے غول پیدل اور سوار لوگ چارون طرف سے آآن کر جمع ہورہے ہین۔ انمین ہر درجے اور طبقے اور ہر ایک ملک و قوم کے لوگ نظر آتے ہین۔ کوئی عمامہ اور شملہ کی وضع سے اپنا بدوی ہونا عیان کر رہا ہے اور کسی نے عربی عباؤن اور یمنی چادرون کی پوشش سے اپنا عربی قبائل کے سردارونکی وضع مین ہونا ظاہر کیا ہے۔ بعض ایسے لوگ بہی ہین جو حریر کے خوشنما کوٹ اور لنبی

لبنی رومانی ٹوپیان پہنے ہین جنکی وضع رومانی سردارونکی ساتھہ ملتی ہوئی ہے۔ بنو غسان کے امیرونکی جماعت بہی موجود ہے اور اطراف شام کے لوگ بہی نظر آتے ہین۔ ان لوگون کے ساتھ عمدہ نسل کے برق دم گہوڑے ہین جنکی باگڈورین سائیس تھامے ہوئے کوتل لا رہے ہین۔ اس سامان کو دیکھکر قیاس مین آتا ہے کہ ان آنیوالونکا مقصود محض سیر و تفریح نہین۔ پہر کیا غرض ہوسکتی ہے؟ آخاہ! اب معلوم ہوا یہ سب لوگ اُس گھوڑ دوڑ مین شریک ہونے کے واسطے آئے ہین جو بنو غسان کا بادشاہ "جبلہ" سال مین کئی مرتبہ ترتیب دیا کرتا ہے اور اپنی مہ لقا دختر ہند کی خاطر اس دوڑ کا بہت کچھہ اہتمام کرتا ہے۔ دوڑ مین جیتنے والون کو مختلف قسم کے انعام اور خلعتین بہی تقسیم کیا کرتا ہے۔

جبلہ کو اگرچہ خداوند پاک نے اس بیٹی کے علاوہ کوئی اولاد نہین دی ہے لیکن ساتھہ ہی قدرت کے فیاض ہاتھون نے اس لڑکی کو وہ اوصاف عطا فرمادیئے ہین۔ جو اولاد نرینہ کے نہونے کی تلافی کرتے ہین اور اکثر لڑکون مین بہی ایسے پاکیزہ خصائل نہین پائے جاتے۔ ظاہری حسن و جمال جو فرقہ اناث کی اعلے صفت ہے اُسکے اعتبار سے ملک حوران مین کیا دور دور تک اسکا جواب نہین۔ اور مزید بران اسکی دانائی و متانت اور اخلاق و مروت۔ اور ہمت و جرأت نے اور بہی اُسکو یکتائے زمانہ بنا دیا ہے۔ یہ لڑکی بچپن ہی سے گھوڑے کی سواری کا بیحد شوق رکھتی تہی اور بتدریج عمر کی ترقی کے ساتھہ اسکے اس شوق مین بہی اضافہ ہوتا گیا۔ اسی وجہ سے اکثر گہوڑ دوڑ کے میدان قائم کرتی اور نامی نامی شہسوارونکے مقابل میدان مین اُتر کر اُنسے بازی لیجایا کرتی تہی۔ ایک عورت اس پایہ کی شہسوار ہو اور ملک مین اُسکی شہرت نہو یہ ناممکن تہا۔ لہذا قبل اسکے کہ ہند کی عمر پورے بیس سال کی ہو وہ صرف ملک عرب ہی مین نہین بلکہ اطراف و جوانب کے دوسرے ملکون مین بہی عام شہرت حاصل کرچکی تہی اور بڑے بڑے شہسوار اسکا لوہا مان گئے تہے۔

جبلہ اگرچہ خود اسقدر شائق نہ تہا۔ کہ وہ گہوڑ دوڑ کے لئے میدان مقرر کرتا اور انمین انعام و خلعت دیتا لیکن چاہیتی اور اکلوتی بیٹی کا شوق پورا کرنے کیلیے اس کام کو شروع کرنیکے بعد رفتہ رفتہ وہ اس سے پوری دلچسپی لینے لگا تہا۔ اور اب بلا تحریک خود ہی سال مین کئی دفعہ گہوڑ دوڑین کراتا تہا۔ میدان شروع ہونے سے پیشتر ایک مقرر انعام مشتہر کردیا جاتا تہا کہ جو شخص "قصب السبق" حاصل کریگا وہ اسکا مستحق ہوگا۔ بازی ختم ہونے کے بعد شام کو ایک شاہانہ جلسہ کیا جاتا تہا جسمین شاعر دوڑ مین سبقت لیجانے والے کی بہادری اور ملک "جبلہ" کی سخاوت کی تعریف مین پُرزور قصائد سُناتے اور آخر مین خود "ہند" اپنے ہاتھون سے "قصب السبق" حاصل کرنیوالیکو

انعامی خلعت پہناتی تھی ۔

ایک پری جمال دوشیزہ شہزادی کے ہاتھوں خلعت پہنتے ہوئے اسکے گلزار حسن کی بہارین لوٹنے کیلئے شوقین دور دور کے منچلے جوان اس میدان مین تحریک ہونے کیلئے آتے اور قسمت آزمائی کیا کرتے تھے۔ اور جسوقت گھوڑ دوڑ کے دنکا تقرر مشتہر ہوتا تو جوق جوق "بلقاء" حوران اور ملک شام کے شہسوار دنکی تماشین ٹوٹی پڑتی تھین ۔

ہند کا قیام اکثر اوقات میں "صرح غدیر" مین رہا کرتا جو ایک شاندار اور پرفضا محل تھا۔ یہ محل چوتھی صدی عیسوی مین "ثعلبہ بن عمرو" بنو غسان کے ایک نامور حکمران نے "حوران" کے اطراف مین شہر بلقاء کے متصل تعمیر کرایا تھا ۔ اسکی تعمیر مین تمام خوبی یا صنعت محض اس بات کی رکھی گئی تھی۔ کہ علم جرثقیل کی ہنرمندی کا اظہار اور سنگتراشی مین معمارونکی اعلے دستگاہ نمایان ہو۔ بہت بڑے بڑے پتھرون کو اسطرح وصل کیا تھا کہ ہر ایک عمارت ثابت پتھر سے ترشی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ علاوہ اسکے کمرے۔ دالان" اور "شہ نشینین" سب نہایت فراخ ہوادار اور خوشنما باقاعدہ بنائی تھین۔ محل کے چارون طرف پائین باغ اور سرسبز درختون کے جھنڈونکا سلسلہ تھا۔ جنکے نیچے سال کے اکثر حصہ تک نہرون اور چشمون کا بہتے رہنا انکی طراوت قائم رکھتا تھا۔ یہ سبزہ و شاداب حلقہ محل کی دلفریبی اور فرح بخشی کو اور بھی دوبالا کررہا تھا۔ باغ کے گرد بھی فصیل بنی ہوئی تھی اور محل کے صدر دروازہ کے مقابل باغکی فصیل بڑا پہاٹک تھا فصیل کے پاس سے اس میدان کا کنارہ شروع ہوتا تھا جو گھوڑ دوڑ کیلیے مخصوص اور دور تک پہیلتا چلا گیا تھا۔

بڑے پہاٹک کے مقابل میدان مین کسیقدر جگہ چھوڑ کر خیمون کا سلسلہ نصب کیا گیا ہے۔ جنکے وسط مین "جبلہ" کا درباری خیمہ اور چارون طرف چھوٹے چھوٹے "قناتی خیمون اور راوٹیون کی قطار ہے۔ یہ خیمے اور راوٹیان اس غرض سے استادہ کیگئی ہین کہ دہوپ کی تیزی کے وقت گھوڑے اور سوار انکے نیچے آرام پاسکین۔ جبلہ کا درباری خیمہ بہت وسیع ہے اور ایک جانب سے اسکی قناتین کہلی ہوئی ہین۔ اندر کیطرف تمام سرخ ریشمی نفیس کپڑے کا استر دیا ہوا ہے۔ زمین پر چٹائیان ڈالکر سفید جہک فرش کردیا ہے۔ صدر مقام پر "عرعر" (درخت سرو۔) کی لکڑی سے بنا ہوا اور سونے کے پترون سے منڈہا ہوا خوشنما تخت بچھا ہے۔ اور اسکی بغل مین معزز لوگون کی نشست کیلئے چند چوکیان پڑی ہین۔ اسی خیمہ کی ایک چوب مین وہ خوشنما اور مضبوط زرہ بہی لٹکی ہوئی ہے جو آجکی دوڑ مین اول نکلنے والے کو انعام مین ملیگی۔ پہلے ہی سے لوگون مین انعام کا شوق اور رقابت کا جوش

پیدا کرنے کے لئے اُسے منظر عام پر لٹکا رکھا ہے۔
صبح کی دلفریب بہار پورے طور پر جلوہ گر ہو چکی ہے زمزمہ سنج چڑیاں جو باغ کے درختوں پر
رات کو آرام سے آ بیٹھتی تھیں۔ اسوقت اپنی اپنی بولیاں بول رہی ہیں۔ اور اُنکی قسم قسم کی آوازوں نے
مل ملا کر ایک عجیب دلکش قدرتی ارگن چھیڑ رکھا ہے جو نیند کے متوالے دن چڑھے تک سوتے رہنے
والوں کو سننا نہیں نصیب ہو سکتا بلکہ وہ اُنہی سحر خیزوں کا حصہ ہے جو طلوع آفتاب سے قبل بستر استراحت
کو چھوڑ کر یاد خالق میں مصروف ہونے کی تیاریاں کرتے ہیں اور باغ قدرت کے اس عجیب منظر کا
مزہ لوٹتے ہیں۔ بادشاہ جبلہ جو شب کو صرح غدیر میں اس ارادہ سے آگیا ہے کہ سویرے گھوڑ دوڑ کا
انتظام واہتمام کرے ذرا خواب سے بیدار ہوکر برامد ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے اور باہر کے لوگ بڑی بےصبری
سے اُسکی آمدآمد کے منتظر ہیں۔ اُدھر شاہ خاور اُفق مشرق سے نکلتا ہے اور ادھر جبلہ مع اپنے خواص اور
حشم وخدم کے محل سے برآمد ہوتا ہے جسوقت پائیں باغ کی حدود سے نکلکر صدر دروازہ میں قدم رکھتا
ہے نقیب اور چاؤش آگے بڑھکر صدائے "طرِقوا" لگاتے اور شاہی رعب وجلال کے اظہار کے لئے
نقابت کرتے ہیں۔ میدان کے لوگ جو ابھی تک بےترتیب و منتشر ادھر اُدھر پھر رہے تھے ادب اور
قرینہ سے صفیں بنا لیتے ہیں اور سب کی نگاہیں شاہی جلوس پر جم جاتی ہیں۔ وہ دیکھتے
ہیں کہ آگے آگے دو نقیب اُنکے پیچھے چند عربی سردار برہنہ تلواریں علم کئے ہوئے اور انکے بعد غسان
کا نامور حکمران "جبلہ بن ایہم" جواہرات کا مرصع "تاج" زیب سر کئے اور باقی عہدہ دار یا معزز
لوگ اوسکے پیچھے آرہے ہیں۔ بادشاہ ایک طویل القامت بھرے بھرے بدن کا آدمی ہے۔ رنگت
سرخ وسپید مونچھیں بڑی بڑی۔ بلند اور کشادہ پیشانی ستوان ناک چہرے سے شاہی رعب
وداب برستا ہے۔ ایک عمدہ قسم کی دیبا کی زرکار چادر کندھوں پر پڑی ہوئی ہے جو اُسکے ہاتھوں
اور لباس کو چھپائے ہوئے پشت کی جانب زمین پر لوٹتی آتی ہے۔ سب سے پیچھے سائیس لوگ
شاہی گھوڑوں کو کوتل لارہے ہیں جو سازو براق اور سنہری روپہلی جڑاؤ زیوروں سے سجے ہوئے ہیں
چند لمحوں میں یہ جلوس شاہی خیمہ کے قریب آگیا۔ حاضرین نے شاہی سلامی دی اور جبلہ اشارہ سے
سبکو سلام کا جواب دیتا ہوا خیمہ میں داخل ہوکر تخت پر جلوس فرما ہوگیا۔ خیمہ کے دروازہ پر حاجب
اور دربان قرینے سے استادہ ہوگئے اور باقی لوگ قرینے اور قاعدے کے موافق اپنے اپنے مقام پر
جا ٹھہرے۔ اور گھوڑے شامیانوں میں باندھ دیئے گئے۔ بادشاہ کے جلوس سے تھوڑی دیر بعد عرض
بیگی (حاجب نے) اطلاع دی کہ جادو بیان شاعروں کی جماعت حاضر ہے۔ اور حضوری کی اجازت چاہتی ہے۔

جبلہ نے چند شاعرون کو ملنے کی اجازت دی۔ اور حاجب انکو لیے آیا۔ شاعر لوگ بادشاہ
کو مجرا کرکے خیمہ کے اندر پہنچے ہوئے فرش پر پالتیان مار مار کر بیٹھ گئے۔ جبلہ کو شاعرونکی صورت
دیکھکر حسان بن ثابتؓ یاد آتے تھے جو اکثر اسکے پاس آتے تھے اور اسکی مدح کیا کرتے اور بہت کچھ انعام و
اکرام پاتے تھے مگر جب سے انہون نے اسلام قبول کیا تھا تمام دنیاوی بادشاہون اور امیرون سے
منہ پھیر کر صرف سلطان دین کی حضوری کا شرف کافی سمجھا تھا اور مدینہ سے کہین نہ جاتے تھے۔
کچھ دیر کے بعد جبلہ کی عزیز دختر ہند کی آمد آمد شروع ہوئی۔ تمام لوگون کی نظرین باغ کے
صدر دروازے پر جم گئین اور پیر و جوان سب کے سب اسکی گلزار حسن کی بہارین لوٹنے کے شوقین
ڈٹے ہوئے اسی طرف کو دیکھنے لگے۔ شہسوار دن مین اکثر منچلے نوجوان تو اسی غرض سے
اس میدان مین آیا کرتے تھے کہ ہند کی پیاری پیاری صورت کی زیارت کرلینگے اور اسکی ایک
دزدیدہ نگاہ کا لطف اٹھا لینگے۔ مشتاقون کی آرزوئین پوری ہوئین۔ اور شہزادی ہند نے پری وش
لونڈیون کے جھرمٹ مین باغ کے دروازہ سے قدم نکالا۔ اگرچہ خدا داد حسن و جمال اور نقاش قدرت کی
بنائی ہوئی شکل و صورت کی تصویر الفاظ کے ذریعہ سے کھینچنا اور اسکی صفت احاطہ تحریر مین لانا غیر
ممکن ہے۔ لیکن ہم کوشش کرتے ہین کہ ناظرین کے سامنے اس مہ جبین دوشیزہ کا حلیہ زبان قلم
سے کھینچین گو وہ نا مکمل سا نا کیون نہو۔ لیجیے پڑھیے۔ بوٹا سا قد۔ گداز بدن۔ گول چہرہ۔ گندم
گون رنگ جسمین نمک کی سرخی کی ایک جھلک آتی ہے۔ سیاہ اور بڑی بڑی آنکھون مین قدرتی دنبال
جو بلا سرمہ لگائے ہر شخص کو آنکھ والے سرمگین ہونے کا یقین دلا رہا ہے۔ لمبے لمبے سیاہ اور ملائم
بال جن کی عربی وضع پر چھوٹی چھوٹی مینڈھیان گوندھکر ایک چوٹی بنائی ہے۔ اور وہ چوٹی کینچلی
مین بھری ہوئی مار سیاہ کی طرح سوباف مین گندھی ہوئی پشت پر پڑی ہے۔ سوباف کے کنارون
مین طلائی سکے اور مختلف قسم کے خوشنما زیور ٹکے ہوئے ہین۔ دونون کانون مین دو آویزے پہنے
ہوئے جنمین سے ہر ایک مین بڑا سا را ایک اک آبدار موتی پڑا ہوا۔ سر پر چھوٹا سا سنہری جڑاؤ تاج
بانکپن کے ساتھ داہنی جانب جھکا کر رکھے ہوئے۔ گلے مین بیش بہا مونگون کا ہار۔ کلائیون مین سونے
کے جڑاؤ چوڑی پٹہری کے کنگن۔ انگلیون مین عقیق اور زمرد کی خوشنما انگوٹھیان۔ کندھون
سے پیر کی ایڑیون تک مختلف خوشنما رنگتون کی دھاری دار ریشمی چادر پڑی ہوئی جسکے نیچے تمام جسم اور
لباس پوشیدہ ہے۔ اس آن بان دلبرانہ انداز کے ساتھ جس وقت اسنے باہر قدم نکالا ہے سب دیکھنے
والے محو حیرت اور نقش بدیوار بنگئے۔ ہر شخص سکتہ کے عالم مین کھڑا ہوا ٹکٹکی باندھے اسکی شکل و

شمائل کا تماشا کر رہا تھا اور قدرت کی صنعت پر عش عش کرتا تھا جسنے زنانہ حسن و جمال کے ایسے کامل نمونے کو پیدا کیا۔ ہند بہت ہی متانت اور وقار کے ساتھ خرام معشوقانہ کا انداز دکھاتی ہوئی اور حیا و تمکنت کی وجہ سے نیچی نگاہ کئے ہوئے شاہی خیمہ تک آئی اور ساتھ کی کنیزوں کو دروازہ پر چھوڑ کر خود دربار میں داخل ہوگئی۔

جبلہ نے پیاری بیٹی کی صورت دیکھکر اسکو دعائے جان درازی دی اور محبت پدری کے جوش مین خیریت مزاج دریافت کر کے اپنے قریب تخت پر بٹھا لیا۔ جبلہ کو اس لڑکی سے جو الفت تھی اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہند کی زیرکی اور دانشمندی اور اسکی جچی ہوئی رائے جو وہ ہر معاملہ کی بابت ظاہر کیا کرتی تھی۔ اکثر جبلہ کے تجربہ مین آچکی تھی اور اس لئے اب جبلہ کی یہ کیفیت تھی کہ وہ بغیر ہند سے مشورہ لئے کوئی کام نہین کیا کرتا تھا۔

ہند کے آنے کے بعد ہی پہر کے شور۔ اور گھوڑونکی ٹاپونکی آواز کے ساتھ خبرداروں نے۔ حارث بن ابی شمر۔ حاکم۔ بصریٰ۔ کے فرزند ثعلبہ۔ کے آنیکی اطلاع دی۔ جبلہ بن ایہم۔ تخت پر سے اٹھکر دہلیز تک ثعلبہ کو لینے گیا اور استقبال کر کے بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ لاکر تخت کی داہنی جانب اپنے پہلو مین جگہہ دی۔ لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ ہند نہ تو اسکی پیشوائی کو اٹھی اور نہ اسنے معمولی سلام کے علاوہ اس سے کسی قسم کی بات چیت کرنے کی زحمت گوارا کی۔ بلکہ جسوقت ثعلبہ کی آمد کی اطلاع ہوئی ہے اسوقت ہند کے چہرے پر ناخوشی اور ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہونے ہوتے رہ گئے اور لوگوں نے دوسری جانب متوجہ ہونے کی وجہ سے کوئی پتہ اس بات کا نہ پایا۔

ثعلبہ اب آرام سے کرسی پر بیٹھ گیا ہے۔ اسکے حلیہ مین شاہی اور شہزادگی کی کوئی علامت نہین پائی جاتی ہے نہایت کم رو اترا ہوا چہرہ۔ دبلا پتلا اور پستہ قامت۔ بالکل منحنی جسم۔ آنکھین اور کان بڑے بڑے غرضکہ شکل و شمائل مین شاہی رعب و داب کا کوئی اثر نہ تھا۔ صرف اسکے بیش بہا۔ اور اعلے درجہ کے کپڑے اسکے تمول یا شہزادگی پر دلالت کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ ایک حریر کی زرکار قبا پہنے تھا۔ جسکے لنبے دامن رومانی سرداروںکے دامنوں کی طرح زمین پر لوٹ رہے تھے۔ بائین جانب پر تلے مین ایک مرصع ہلالی تلوار لٹک رہی تھی۔ غرور اور بد دماغی کے اظہار اور اپنے باپ کے منصب کا گھمنڈ دکھانے کو مونچھوں پر تاؤ دیتا جاتا تھا۔

اگرچہ قبیلہ غسان کے لوگ اکثر اسبات کے چرچے کرتے رہتے تھے کہ ہند اور ثعلبہ کے مابین زن اور شوہر کا تعلق ایکدن ضرور ہوگا کیونکہ جو قرابت ان دونوں کے خاندانوں مین تھی اسکا ایک

مانعی نتیجہ تہا۔ لیکن ابتک اس بات کی کچھہ گفتگو ہند اور ثعلبہ کے بزرگون مین نہین ہوئی تہی۔ علاوہ اسکے ثعلبہ کی بدماغی سے تو یہ امید نہو سکتی تہی کہ وہ اپنے جیسے عالی مرتبہ شہزادہ کی بیوی ہند کو بنا سکیگا اور شاید اس بات کا ذکر آنے پر وہ انکار ہی کر بیٹھتا۔ اور ہند کی یہ حالت تہی کہ اول تو اُسے شادی بیاہ کا کوئی خیال ہی نہ تھا۔ دوسرے وہ اپنے چچازاد بہائی ثعلبہ کی عادات اور چال چلن سے اتنی متنفر تہی کہ اُس سے کچھہ اُنس نہ رکھتی تہی۔ اور اگر قرابت کا واسطہ نہوتا۔ تو ممکن تھا کہ اُسکی بات پوچہنا۔ یا اُسکے پاس بیٹھہ جانا بہی ناپسند کرتی۔

جبلہ نے ثعلبہ کی مزاج پرسی کرنے کے بعد اُسکے والد کی خیریت دریافت کی اور پوچہا کہ وہ اس گھوڑ دوڑ کی سیر کو کیون تشریف نہین لائے جسکے جواب مین ثعلبہ نے اپنے باپ کی جانب سے معذرت پیش کی کہ وہ چند ضروری کامون مین مصروف ہوجانے کی وجہ سے نہین آسکے۔ جبلہ کو ثعلبہ کی خاطرداری یا اُسکا اعزاز و اکرام محض اسلئے مدنظر تھا کہ ثعلبہ کے والد کی تعظیم کا لحاظ اور بادشاہون کے مابین باہمی حفظ مراتب کا خیال ضروری تھا۔ ہند کہلے میدان اور اُسکے گرد کے پہاڑونکے منظر کا تماشا دیکھہ رہی تہی۔ اور ثعلبہ کی طرف متوجہ بہی نہوتی تہی اور ثعلبہ اگرچہ اپنے چچا بادشاہ جبلہ سے ہمکلام تہا۔ لیکن اُسکی نگاہ ہند پر جمی ہوئی تہی۔ یہ نگاہ کچھہ الفت کی نظر سے نہ تہی۔ بلکہ وہ اُسکو اپنا گرویدہ اور اپنی شان و شکوہ سے متاثر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ہند کہچی جاتی تہی اور اُسے بالکل خاطر مین نہ لاتی تہی۔ آخرکار جسوقت ثعلبہ اپنے چچا کی گفتگو سے فارغ ہوا تو خود ہی ہند کی طرف متوجہ ہوکر دریافت کرنے لگا۔

"کیا اس دفعہ آپکا ارادہ میدان مین اُترنے کا ہے؟"

ہند — (میدان کی طرف دیکھتے ہوئے لاپروائی کے ساتھہ) جی نہین۔ مین گھوڑ دوڑ مین شریک ہونے کو تیار تو نہین ہون۔ لیکن اگر کوئی ایسی صورت ہوگئی جسنے اتفاقاً شوق دلایا تو خیر۔

انہی باتون مین پہر بہر دن چڑہ گیا اور دس بجے کا وقت آگیا۔ جبلہ کے بعض مقرب امیر اور درباری سردار خیمہ سے نکلکر دوڑ کا سامان درست کرنے لگے۔ خیمہ کے سامنے میدان کے عرض مین ایک رسّی تان دیگئی جسکے پاس سوار لوگ گھوڑون کو لاکر کھڑا کرینگے اور صف برابر کرکے اشارہ پاتے ہی گھوڑے چھوڑ دینگے۔ ایک شخص ایک لنبا سا بانس لیکر جو پہلے سے درست کر رکھا تھا میدان کے آخری کنارہ کو چلا گیا اور وہان اُسے مضبوط گاڑ آیا۔ تاکہ جو شخص اول رہے وہ اُس نیزہ کو اکھاڑ لائے اور دیکھنے والون پر اپنی سبقت کا اظہار کرسکے۔ جو شخص اس نیزہ کو اکہاڑ کر لاتا تہا اُسکے دوڑ مین اول ماننے کی بابت کوئی نزاع یا فساد باقی نہ رہتا تھا اور اس نیزہ کے اکہاڑ لانے والے کی نسبت کہا جاتا تہا کہ

کہ اُسنے تقلب سبق حاصل کر لیا" (۱)

---

(۳) تیسرا باب

گھوڑ دوڑ کی بازیان

دوڑ کا میدان تیار ہوگیا اور منادی نے بلند آواز سے اعلان کردیا کہ شہسوار لوگ میدان مین اُترنے کے واسطے تیار ہوجائین۔ سوارون کی جماعت سامنے [illegible] گھوڑونکو تیاری کا حکم دیکر شاہی خیمہ کی طرف چلا اور دروازہ پر جا ٹھہری۔ ایک ایک شخص [illegible] بادشاہ نبیلہ شہزادی ہند۔ امیر ثعلبہ سے دست بوس ہوکر [illegible] اُس [illegible] سوارونکی صف بندی کرنے لگا۔ [illegible]

ہند آنے والون کے چہرے [illegible] جس سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ اسے کسی خاص شخص کا انتظار ہے اور جیسے وہ اس کی [illegible] کر رہی ہے۔ لیکن وہ آنکھ بچا بچا کر لوگون کو غلط انداز نظرون سے اسطرح دیکھتی تہی کہ [illegible] جانے [illegible] مین یکایک اُسکی نظر ایک سوار پر جا پڑی جو تمام لوگون مین زیادہ حسین تھا اور کوئی بیس برس کا جوان ہوگا۔ اُسکے چہرے مہرے اور لباس سے یہ ظاہر ہو رہا تہا کہ وہ شخص بنو غسان کے قبیلہ سے نہین۔ بلکہ کوئی اجنبی ہے۔ یہ جوان کشیدہ قامت اور نہایت وجیہ و شکیل تہا۔ اُسکی چوڑی پیشانی اور بڑی بڑی سیاہ آنکھین دلفریبی کا آلہ تہین۔ اُس کا پُر رعب چہرہ اُسکے جری اور بہادر ہونے کا پتا دیتا تہا۔ وہ تن مین [illegible] قبا اور سر پر ایک زرکار حریر کی کوفیہ پہنے ہوئے تھا جسپر مختصر سا عمامہ بندھا تھا۔

جونہی ہند نے اُسکو دیکہا۔ فوراً چہرہ پر بشاشت برسنے لگی اور مسرت کی سُرخی جھلک آئی لیکن وہ سنبھلی اور انجان بنکر معاً دوسری طرف متوجہ ہوگئی۔ وہ جوان بھی حسب دستور آگے بڑھا اور نبیلہ کا ہاتھ چومکر باہر چلا گیا۔ اُسنے بھول جانے کی وجہ سے یا جان بوجھکر معلوم نہین کیون ثعلبہ کی طرف ذرا بھی نگاہ تک نہین کی۔ امیر ثعلبہ جیسے پہلے درجہ کے مرتبہ شخص سے کیونکر ممکن تہا کہ اس بات کا خیال نہ کرتا۔ وہ دلمین نہایت پیچ و تاب کھا کر رہگیا اور ہند کی طرف گھور کر دیکھنے لگا۔ آہ! اُس نے دیکھا کہ ہند اُس جوان کی طرف دیکھکر اپنی پیاری پیاری نگاہون کو خیرہ کے

[illegible] شایعت کیلئے بیچ رہی ہے۔ ثعلبہ کے دلمین اور بھی آگ لگ گئی اور غیرت کی [illegible] کو بالکل کباب کردیا۔ اس غیرت کی وجہ صرف اسکا تکبر اور حسد تھا جو اسکی سرشت مین داخل تھا۔ لیکن بیچارہ کیا کرتا ہے۔ خون جگر پی کر خاموش رہگیا۔

سوار یکے بعد دیگرے آتے رہے اور چلتے گئے۔ یہانتک کہ انکی تعداد پوری ہوگئی اور سبھون نے اپنے گھوڑون پر سوار ہوکر درست محاذ مین صف بندی کرلی۔ اسوقت لگامونکے کھڑکھڑانے اور گھوڑونکے ہنہنانے کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی تہی۔ تیزدم اور غیور گھوڑے زمین پر ٹاپین مار رہے تہے اور کنوتیان بدل رہے تہے۔ یہ معلوم ہوتا تہا کہ میدان مین باگ چھوڑ دینے اور دل کھولکر دوڑنے کی اجازت مانگنے پر اصرار کر رہے ہین۔ انمین ہر وضع اور رنگ کے گھوڑے موجود تھے۔ مشکی ابلق تحجیل(1)۔ مجنب(2)۔ مجبب(3)۔ یعبوب(4)۔ اور کمیت(5) وغیرہ قسمون کے بادپا آراستہ کھڑے تھے۔

ادھر سوار دوڑ کی تیاریان کر رہے تہے۔ ادھر جبلہ ہند اور ثعلبہ اسبارہ مین رائے زنی کر رہے تہے کہ آج لوگون مین سے کون شخص اول آئیگا۔ "تمہارا کیا خیال ہے۔ بتاؤ آج ان شہسوارون مین سے کون شخص سبقت حاصل کریگا اور یہ انعامی زرہ لیگا؟" جبلہ نے ہند اور ثعلبہ سے دریافت کیا۔ ثعلبہ نے اسبات کا زبان سے تو کچھ جواب نہین دیا لیکن سنبھل کر بیٹھ جانے اور تیوریون کو مروڑ کر تاؤ دینے سے بزبان حال ظاہر کیا کہ "وہ سبقت حاصل کرنیوالا مین ہون میرے سوا اگر کوئی شخص اس میدان کو سر نہیں کرسکتا" ثعلبہ اس قسم کے میدانون مین اکثر قصب السبق حاصل کیا کرتا تھا۔ لیکن یہ صورت بہت کم پیش آئی ہوگی کہ اسنے اصلی استحقاق کے ساتھ سبقت حاصل کی ہو جسکی وجہ یہ تہی کہ دوڑ مین شریک ہونیوالے شہسوار جسوقت اسکی صورت اور مرتبے سے مطلع ہوجاتے اور انہین پتہ لگتا کہ یہ جبلہ کا بہتیجا ہے تو وہ لوگ اسکے ساتھ چلنے مین تساہل کرجاتے اور ثعلبہ انکی اس بزدلی سے فائدہ اٹھاکر قصب السبق حاصل کرلیتا اور اپنے دلمین خیال کرتا کہ مینے محض اپنی شہسواری اور اپنے گھوڑے کی سرعت کی وجہ سے یہ بات حاصل کی ہے۔ چنانچہ جب ثعلبہ نے کوئی جواب نہین دیا تو جبلہ نے خود کہا "اچھا اس محجل گھوڑے والے سوار کو کیسا خیال کرتے ہو۔ دیکھو وہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے کی پشت سے اڑ جائیگا۔ پچھلی دوڑ مین بھی اسنے انعام حاصل کیا تھا"۔

---

(۱) محجل۔ جسکے چارون سم سفید ہون لیکن سفیدی ٹخنون سے آگے نہ بڑھی ہو ۱۲ مترجم۔ (۲) مجنب۔ ایسا گھوڑا جسکی ٹانگین رگڑ نہ کھاتی ہون ۱۲ منہ (۳) مجبب۔ جس گھوڑے کے دست کی سفیدی تحجیل کی حد سے بڑھگئی ہو (۴) یعبوب۔ تیزرو گھوڑا ۱۲ منہ (۵) کمیت۔ سرخ سیاہی مائل رنگت والا ۱۲ منہ

جبلہ کی اس گفتگو نے ہند کے دل پر ایک عجیب فوری مسرت کا اثر پیدا کر دیا۔ لیکن اس نے نہایت متانت کے ساتھ اپنے دل کو قابو میں رکھا اور ادہر اودہر دیکھنے کے ساتھ بات کو ٹال گئی۔ مگر ثعلبہ نے اس گفتگو کو مذاق سمجھکر سر ہلایا اور نہایت حقارت کے لہجے میں کہنے لگا: "یہ تو ایک بے سلیقہ اور ناتجربہ کار لونڈا ہے۔ اسکو شہسواری کا دعویٰ ہو نہیں سکتا۔ اسنے یہ جو کچھ آج کیا ہے وہ کہیں اندھے کی لاٹھی کی طرح ایک مرتبہ انعام لے لیا۔ اگر میں "بلقاء" کے شاہنشاہ (جبلہ) کی جگہہ ہوتا اور یہ دوڑ میرے زیر اہتمام ہوتی تو میں کبھی اس بات کو پسند بھی نہ کرتا کہ میری دوڑ میں شریک ہونے والے شہسواروں کے زمرے میں کوئی ایسا اجنبی شامل ہو جائے۔ جسکی اصل و نسل سے ہمیں کچھہ واقفیت نہیں۔ ہمکو یہ بات ہرگز زیبا نہ تھی کہ ہم اسے ایسی حالت میں شاہی خیمے کے اندر بلا لیں جبکہ شاہزادی "ہند" یہاں جلوہ افروز ہے۔ وہ شاہی حفظ مراتب کے لوازم سے بالکل نابلد ہے ــــــ"۔ اس گفتگو کا اصل "ہند" نے یہ سمجھا کہ ثعلبہ بوجہ اس غیرت کے جو اُسے اپنی مجلس میں کسی غیر کی مدح ہونے پر پیدا ہوتی ہے ایسے جوش کے ساتھ باتیں کر رہا ہے ✦

مگر جبلہ نے اُسکے ملامت آمیز کلام سے دفعتہً متاثر ہوکر بھی دلکو قابو میں رکھا اور خیال کیا کہ اپنی قدر و منزلت کے لحاظ سے اور نوجوانی کی تیز مزاجی و ناتجربہ کاری کی وجہ سے اسنے ایسی گفتگو کی۔ نرمی کے ساتھہ اُسکو جواب دیا ــــ "وہ کون سی بات اس امر کی مانع ہے کہ وہ اجنبی ہونے کی وجہ سے ہماری محفل میں آئے۔ حالانکہ ہم بنو غسان پردیسیوں کا اکرام کرنے اور لوگوں کے ساتھہ خلق و مروت سے پیش آنے میں ضرب المثل ہیں؟"

یہ جواب سنکر ثعلبہ خاموش رہگیا اور اُسنے شرمندہ ہوکر سر جھکا لیا۔ جبلہ پھر سلسلۂ کلام جاری کر کے بولا:- "مگر باوجود اس بات کے میں اس جوان کے معاملہ میں نہایت حیرت زدہ ہوں۔ یہ ہمارے ملک میں بالکل پردیسیوں کی طرح قیام پذیر ہے۔ میں نے اسے شکار کے لئے نکلتے دیکھا ہے۔ اسکے ساتھہ حاشیے کے لوگ ہوتے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امراء کی اولاد سے ہے۔ معلوم نہیں کس قبیلہ کا آدمی ہے؟ میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی حالت مخفی رکھنے میں بیحد مبالغہ کرتا ہے۔ میں نے اسکی بابت اپنے درباری امراء سے بھی کئی دفعہ پوچھا لیکن کسی نے مجھے اُسکی اصل و نسل نہ بتلائی اور کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ مقیم کہاں ہے؟ لیکن ہاں اتنا میں نے ضرور سنا ہے کہ لوگ اُسے "حماد" کے نام سے پکارتے ہیں"۔

ثعلبہ ــــ (جبلہ کی گفتگو کو اپنے مفید مطلب سمجھکر) "چچا جان یہی بات تو اُسے میری

رنگا ہون مین سخت حقیر بنا رہی ہے۔ کچھ عجب نہین کہ وہ کوئی جاسوس ہو اور بادشاہان حیرہ کا بھیجا ہوا آیا ہو۔ جو ہماری قدیم دشمن اور تشنۂ خون ہین اور دو سال سے بوجہ اُس شکست فاش کے جو اُنہون نے رومی افواج اور ہماری دلیر سپاہ سے کھائی ہے اور بھی کھسیانے ہو رہے ہین۔

جبلہ نے بات ٹال دی اور دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ کیونکہ ایک خبردار نے آکر اطلاع دی تھی کہ گھوڑے سب تیار ہین بادشاہ سلامت دوڑ کی ترتیب کسطرح رکھنا پسند فرماتے ہین؟ بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچ پانچ سوارونکی ٹولی ایک بار میدان مین اُتاری جائے۔ اور اُنمین سے اول آنے والے کو علیحدہ کھڑا کیا جائے۔ جب کوئی سوار باقی نہ رہے تو اول آنیوالون کو پھر اُتارا جائے اور اُنمین سے جو شخص قصب السبق حاصل کرلے انعام اُسکا حق ہوگا۔ خبردار نے شاہی حکم کی اطلاع اُن امیرون کو دی جنکے سپرد بازیونکی ترتیب اور دوڑ کا انتظام تھا اور اونھون نے سوارونکی جماعت کو پانچ پانچ پر تقسیم کر کے پہلی جماعت کو میدان مین اُتارا۔ سوارون نے گھوڑے چھوڑ دیئے اور باد پا گھوڑے طرارے بھرتے ہوئے میدان کو طے کرنے لگے۔ یہانتک کہ نظرون سے غائب ہو گئے۔ کیونکہ دوڑ کا میدان دو میل سے زیادہ لنبا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ایک سوار قصب السبق کی چھڑ ہاتھ مین لئے واپس آیا اور ایک نیزہ رو شخص جو خاص اس خدمت پر مامور تھا اُسکے ہاتھ سے چھڑ کو لیکر دوڑا ہوا گیا اور پھر اُسے اُسکے مقام پر گاڑ آیا۔ اول نکلنے والا سوار ایک طرف کو علیحدہ بٹھا دیا گیا اور اسکے بعد ایک ایک کر پانچ پانچ آدمیونکی جماعتین روانہ ہونے لگین۔ اور اول آنے والون کو ایک جگہ بٹھاتے گئے۔

ہند کی نگاہین "حماد" پر پڑ رہی تہین۔ چنانچہ جب اُسکی باری آئی تو ہند نے ٹکٹکی باندھ کر اُسے دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ وہ معہ اپنے ساتھیون کے نظرون سے غائب ہو گیا۔ ہند کو اس جماعت کی واپسی کا جو انتظار تھا وہ اُسکے بار بار میدان کیجانب گردن بڑھا بڑھا کر دیکھنے سے معلوم ہو سکتا تھا۔ یہ جماعت بھی واپس آگئی اور سبقت کی چھڑ حماد کے ہاتھون مین تھی جو اول آنے والون کے برابر کھڑا کر دیا گیا۔ جبلہ نے ثعلبہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا "مین دیکھتا ہون کہ یہ شخص (حماد) سبقت لے گیا"؟ ثعلبہ نے (حسد کی وجہ سے پیچ و تاب کھا کر) جواب دیا "کیا جو شخص صرف پانچ سوارون پر سبقت لیجائے وہ سابق سمجھا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہین۔ پھر تیے تاکہ ہم انجام تک سب باتونکو دیکھ لین اور اول آنے والون کے ساتھ مین اُسے سب سے آگے پائین"!! ہند!! اس گفتگو کو سنکر ان لوگون کی طرف متوجہ ہوئی اور اُسنے نہایت آہستگی

اور اطمینان کے لہجہ مین جس سے معلوم ہوتا تہا۔ کہ اُسکو حماد کے اول آنے یا نہ آنیکا کوئی غم نہین ہے۔ کہا ـــ ”اس بات کا مانع کیا ہے کہ وہ (حماد) سب لوگون مین اوّل آجائے؟ ہم ابہی سے اُسپر کیون حکم لگادین؟ ہمکو اسوقت اُسکی قوت یا کمزوری کا کچھہ علم نہین ہے۔ ماننا ہین یہ بات ضرور بُری معلوم ہوتی ہے کہ ایک غیر اور پردیسی شخص اوّل نکلے۔ لیکن بالفرض اگر وہ اوّل آگیا تو ہم کیا ․ ․ ․ ․ تدبیر کرسکتے ہین؟ کیا ہم اس عار کو بنی غسّان پر واقع ہونا پسند کرلینگے․․ ․!!“

ہند کی گفتگو کا ایک ایک لفظ ثعلبہ کے دلپر تیر و خنجر کا کام کرگیا۔ اُسکے سینے مین غیرت کی آگ بہڑک اُٹہی اور اُسنے حقارت آمیز تبسّم کے ساتہہ کہا ـــ ”میرے سوا اُسکے ساتہہ کوئی مسابقت نہ کرسکیگا۔ مین آج اُسکو شہسواری سکہادونگا!“ چونکہ اس گفتگو کے اثناء مین دغا اور فریب قصد کی علامتین ثعلبہ کے چہرہ سے ظاہر ہورہی تہین۔ لہذا ہند اس خوف سے کہ مبادا ثعلبہ نے اُس شخص کے ساتہہ کسی بدسلوکی کا ارادہ دلمین ٹہان لیاہو اور میری ممانعت یا بچاؤ سے اسکو غصّہ اور حسد کی آگ اور بہی بہڑک جائے۔ خاموش ہوگئی۔

زوال کو قریب چہوٹی چہوٹی بازیان ختم ہوگئین اور بیس سوار ایسے جمع ہوگئے جو باری باری اوّل آچکے تہے۔ جبلہ نے حکم دیا کہ اب لوگ آرام کرین گہوڑونکو دانہ چارہ اور آدمیون کو کہانا کہلایا جائے ”صرح غدیر“ مین دعوت کا سامان تیار تہا۔ طرح طرح کے کہانے پک رہے تہے۔ شاہی خدام کہانونکے خوان خیمون مین لانے لگے۔ ہر خوان پر چند قابین ہوتی تہین جنمین رنگ برنگ کے عربی اور رومی کہانے چُنے ہوئے تہے۔ عمدہ عمدہ شرابین بہی رکہی جاتی تہین۔

جبلہ نے حکم دیا کہ اوّل آنیوالے لوگ اُسکے دسترخوان پر بٹہائے جائین جسکی تعمیل کیگئی حماد بہی منجملہ انہی لوگونکے تہا۔ جو دسترخوان بادشاہ کے روبرو بچہا تہا اُسپر عمدہ عمدہ کہانے سونے چاندی کے ظروف مین چنے گئے تہے (۱)

ثعلبہ غور اور عیب چینی کی نگاہ سے حماد کی صورت دیکہہ رہا تہا اور حماد اُسکی طرف دیکہتا بہی نہ تہا۔ سب لوگ دسترخوان کے گرد دوزانو بیٹھ گئے۔ اور کہانے لگے۔ جبلہ نے قصد کیا تہا۔ کہ حکام عرب کی طرز پر اپنے مہمانونکی خدمت مین کہڑا رہے۔ لیکن مہمانون نے اُسسے کہانے مین شریک ہونے کا اصرار کیا اور کہا کہ آپ جلوس فرما ہونگے تو ہم لوگ کہانا کہائینگے اس لئے مجبورًا اُسے بہی بیٹھنا پڑا۔

(۱) ـ اغانی ۱۱

جبلہ کے دائین جانب اُسکی پیری وش بیٹی ہند اور بائین پہلو مین ثعلبہ کی نشست تہی۔ لوگون نے کہانا کھانے کے بعد کسیقدر شیرینی بہی تناول کی اور سب سے آخر مین شراب کا دور چلا۔ مئے ناب نے داغون کو گرم کیا۔ تو کچھہ شاعرون نے استادہ ہوکر مدحیہ قصائد پڑھے جن مین غسانی حکمرانون کے جود وسخا اور مہمان نوازی کا وصف مذکور تہا۔ جبلہ نے اپنی تعریف سنکر شرم سے سر جہکا لیا اور اہل کرم کی وضع پر اپنے کانون اپنی تعریف سننے کو حیا کا موجب خیال کیا۔ شاعرون نے جبلہ کی یہ حالت دیکھی تو انمین سے ایک زبان آور شخص نے استادہ ہوکر کہنا شروع کیا "ہم خواہ کتنا ہی مبالغہ کرین اور غسانی فرمانروا ؤن کی مدح مین داد سخن دین لیکن اُس مدح سے زیادہ نہ کہہ سکینگے جو کہ حسان بن ثابت نے اونکی شان مین کہی ہے" یہ کہکر اسنے حسب ذیل اشعار پڑہے:-

لِلّٰہ درُّ عصابۃ نادمتہم ٭ یوماً بجلّق فی الزمان الاول ٭
اولاد جفنۃ عند قبر ابیہم ٭ قبر ابن ماریۃ الکریم المفضل
بیض الوجوہ کریمۃ احسابہم ٭ شم الانوف من الطراز الاول ٭
یسقون من ورد البریص علیہم ٭ کاساً یصفق بالرحیق السلسل ٭

وہ جماعت نہایت عمدہ تہی جنکی ایکدن کی ہمنشینی مجکو ابتدائی زمانہ مین نصیب ہوئی اور مین جلّق مین انکا ہمصحبت تھا۔ جفنہ کی اولاد اپنے بزرگ باپ اور صاحب جود وسخا حکمران ابن ماریہ کی قبر کے گرد بیٹھی تہی۔ جنکے چہرے سرخ و سفید اور جنکے حسب نہایت بزرگ تہے اور شروع ہی سے انکی ممتاز اونچی ناکین انکے جود وکرم اور شرف وعطا پر دلالت کرتی تہین۔ وہ لوگ بریص کے چشمہ کا عمدہ پانی قند وغیرہ ملاکر اپنے مہمانونکو پلاتے تہے اور وہ پانی اس قسم کا تہا کہ آلائش سے پاک شراب کی شراب کو بھی مات کرتا تہا۔

حاضرین نے دلی جوش کے ساتہہ ان اشعار کی داد دی اور جبلہ نے اپنے حاجب کو حکم دیا کہ ہر شاعر کو دو سو درم کی ایک تہیلی اور پانچ تہان کپڑے دن کے دیے جائین (۱)

اب آفتاب ڈہلتے ڈہلتے مغربی اُفق کیجانب مائل ہوگیا تہا اور دن کے آخری حصہ کی زردی جو شام کی آمد آمد کی خبر دیتی ہے اُسکے آتشین چہرہ کی تابش کو ماند کر رہی تہی۔ گہوڑے اور سوار سب بخوبی دم لے چکے تہے۔ اسواسطے دوبارہ منادی نے آواز دی کہ لوگ دوڑ کے میدان مین آنے کو تیار ہوجائین۔ یہ آخری بازی کی باری تہی اور اسمین اُن شہسوارونکا باہم مقابلہ تھا جو قصب السبق حاصل کرکے اپنی جرأت اور شہسواری کے نمونے دکہا چکے تہے۔ تماشائیون مین اسبات کے چرچے ہو رہے تہے کہ دیکہین ان مین سے آج کون

(۱) - اغانی جز ۱۴۲ - مصنف

ہین کسکے سر پر کامیابی کا تاج رکھا جاتا ہے۔ حماد تمام لوگون مین کم سخن اور متامل تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسکے دلمین کوئی اس قسم کی بات کھٹک رہی ہے جسکو وہ مخفی رکھنا چاہتا ہے اور دلی جوش ابھر ابھر کر اسکے چہرہ سے اندرونی خلش کا پتا دیجاتا ہے کہانے کا تمام وقت ہند نے کنکھیون سے دیکھتے ہوئے اسکی حرکات و سکنات کو بغور نظر کرنے مین صرف کیا تہا۔ وہ دزدیدہ نگاہون سے اسکی ایک ایک حرکت کو دیکھتی اور اسکے جمال و کمال۔ فہم و فراست اور وضعداری سے خوش ہوتی تہی۔ ثعلبہ ہند کے خیالات اور رغبت کی جستجو کرنے مین منہمک تہا اور حماد کو غیظ و غضب کی نگاہون سے دیکھتا جاتا تہا۔ اسنے کھانا کہاتے ہوئے بہت سی باتین بھی کہین لیکن وہ باتین بالکل لغو اور فضول گوئی کا نمونہ تہین۔ وہ اپنی شیخی اور جوانمردی کے اظہار کے لئے گھڑ گھڑا کر جہوٹ بول رہا تھا اور لوگون کو اپنی اور اپنے والد کے خاندان کی عجیب عجیب باتین سنا رہا تھا۔ کبھی کہتا کہ مین ایکدفعہ شکار کو گیا وہان مجہے ایک شیر ملا جسنے مجہپر حملہ کیا۔ مین اسکے آگے سے بہاگا نہیں بلکہ نہایت دلیری کے ساتھ اسپر ایسا ہاتہہ رسید کیا کہ ایک ہی وار مین اسکے دو ٹکڑے کر ڈالا اور کبھی ایسی ہی اور کوئی بنائی ہوئی بات کہہ دیتا۔ بعض حاضرین اسکی باتین سن سن کر بوجہ اسکے والد کی عزت و مرتبت کے سچ خیال کرتے اور ہان مین ہان ملاتے جاتے اور اکثر جہوٹ سمجہکر چپکے سن لیتے تہے۔

ثعلبہ نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور ان تمام باتون سے اسکا مقصد صرف یہ تہا کہ کسیطرح ہند اسکی بہادری اور اسکی جرأت و مردانگی کی قائل ہو۔ مگر ہند اسکی ذرہ برابر بھی پروا نہ کرتی تہی۔ حماد بھی ان لغویات کو نیر خیال نہ کرتا تھا اور چونکہ وہ آزاد خیال اور شریف مزاج آدمی تھا اسلئے خوشامدیون کی طرح لغو باتین سنکر انہیں سچ ماننے سے اسکو عار معلوم ہوتا تہا۔

جس وقت دوبارہ میدان کے آراستہ ہونے کی منادی کیگئی تو سب جوان اول آچکے تھے سوار تیار ہو گئے۔ ثعلبہ نے حکم دیا کہ ان لوگون کو بھی پانچ پانچ کی چار ٹولیون مین تقسیم کرکے سابق کی طرح میدان مین اتارا جائے۔ اور ان مین سے جو اول آئے اسے الگ کیا جائے۔ اور سب سے آخر مین وہ چار شخص جو ان بیس جوانون مین اول نکلے ہون میدان مین اتارے جائین۔ ان چارون مین جو شخص اول نکلیگا وہ انعام کا مستحق قرار پائیگا۔ پانچ پانچ سوارون کی بازیان شروع ہوئین اور کچھ عرصہ مین ختم ہوگئین چار شخص جو بازی مین ایک ایک کرکے اول آئے تہے حماد بھی انہی مین تھا۔

اسقدر بازیان ہوئین مگر ثعلبہ ابہی تک گہوڑے پر سوار نہ ہوا اور درحقیقت وہ اپنے گھمنڈ کی وجہ سے میدان مین نہین اترا تہا۔ اسکی دلی آرزو یہ تہی کہ حماد سبقت لیجانے والون مین نہو۔ مگر جب اسنے دیکھا کہ وہ اول آنے والون کی جماعت مین بے طرح شریک ہوتا جاتا ہے تو اسکے دلمین فی الجملہ خوف سما گیا۔ اگر ثعلبہ کو

یہ علوم ہوجاتا کہ حماد آخری باری مین ہی سبقت لیجائیگا تو وہ ہرگز اُسکے مقابل ہوکر میدان مین نہ اترتا۔ لیکن وہ ابتک اسی توقع مین تہا کہ حماد کے دوسری سانہہ سبقت لیجائینگے تو وہ ہزیمت کے خطرہ سے بچ جائے گا۔

اب آخری باری جسپر تمام گہوڑ دوڑ کا خاتمہ تہا اور اُسکا نتیجہ برآمد ہونے والا تہا۔ شروع ہونے کو تہی۔ تمام تماشائی اور ہاسے ہوئے شہسوار میدان کے دونوں جانب صف باندہے استادہ تہے اور اس بازی کا انجام دیکہنے کے لئے بیجین ہورہے تہے۔ چارون بہادر جوان اپنے اپنے گہوڑونکی پشت پر سنبہل کر سوار ہوگئے اور سبّ کے برابر ایک قطار مین جا کہڑے ہوئے۔ جبلہ۔ ہند۔ اور ثعلبہ یہ تینون ہی اپنی نشستگاہون سے اٹہکر خیمہ کے دروازہ پر آگئے تہے۔ اور اس بازی کا نتیجہ دیکہنے کے لئے اُنکے دل نہایت بیصبری کے ساتہہ منتظر تہے۔ سوارون نے گہوڑونکی باگ اُٹہائی اور دیکہنے والون کی نگاہین اُن کی متابعت کے لئے میدان کی طرف بڑہین۔ حماد کا گہوڑا اُسکے ساتہیون سے پیچہے تہا اور ثعلبہ اُسکے پیچہے رہجانے سے دلمین خوش ہورہا تہا۔ اور خیال کرتا تہا کہ اب یہ ناکام رہیگا۔ مگر هند سمجہتی تہی کہ حماد کا پیچہے رہنا ہی شہسواری کا ایک ہنر ہے۔ چنانچہ جب سوارونکی جماعت میدان کے دامن مین پنہان ہوکر نظروں سے غائب ہوگئی اور لوگ اُنکی واپسی کا انتظار کرنے لگے تو تہوڑی ہی عرصہ مین حماد قصب السبق ہاتہ مین لئے واپس آپہنچا اور جبلہ کے خیمہ کے قریب جاکر هند کے پیارے ہاتہون مین دیدیا۔ تماشائیون کے حلقہ مین بازی کے ختم ہونے پر مسرت کا نعرہ بلند ہوا۔ هند نے چہڑ اپنے ہاتہہ مین لیلی۔ حماد نے گہوڑے سے اُتر کر اُسکی پیشانی چومی اور پیار کی تہپکی دی۔ خیمہ کے دروازہ پر ایک شخص سرخ رنگ سے بہرا ہوا ظرف لئے کہڑا تہا تا کہ اوّل آنے والے گہوڑے کے سینہ پر رنگ ڈال کر اُسکی سبقت و سرخ روئی کا نشان کرے (۱) جسوقت یہ آدمی حماد کے گہوڑے کا سینہ رنگین کرنیکے لئے بڑہا۔ ثعلبہ نے اُسکو روک کر کہا۔ ٹہرجا! ابہی بازی ختم نہین ہوئی۔ حماد ثعلبہ کی تند گفتگو سے نہایت متعجب ہوا اور اُسکے چہرہ سے حیرت کے آثار عیان ہوتے دیکہکر جبلہ نے کہا۔ ہمارے بہتیجے ثعلبہ نے ہمسے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ سبقت لیجانیوالے کے ساتہہ مقابلہ کریگا۔"

حماد بغیر اسکے کہ اس بات کا کوئی جواب دے لپک کر گہوڑے کی زین پر جم گیا اور ثعلبہ کے سوار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ ثعلبہ کا گہوڑا جو اعلے نسل کا نہایت شکیل و حسین اور مرصع ساز و سامان سے آراستہ تہا حاضر کیا گیا اور وہ غصہ مین تہراتا ہوا سوار ہوگیا۔ اس اثنا مین هند جسکو حماد کی کامیابی مسرت سے مالا مال کررہی تہی پہر کسیقدر رنجیدہ ہوچلی کیونکہ اُسکو اپنے چچیرے بہائی کا اس سے مقابلہ کرنا

(۱) صناجۃ الطرب ۱۲ مصنف

ناگوار گزرا۔ لیکن اُسنے اپنے دلمین خیال کرلیا۔ کہ باغی کور وسیاہی نصیب ہوگی۔ اُسکو اسبات کا سخت تعجب تہا۔ کہ ثعلبہ حماد کو دیکہکر اسقدر کیون جلا جاتا ہے؟ حماد کے اور اسکے مابین عداوت کی کوئی وجہ بہی نہین مگر چونکہ وہ بلند حوصلہ اور عالی ظرف تہی۔ اسلیئے ایسی کمینہ باتونکی جانب اُسکا تصور نہ جاسکا جو ثعلبہ کے دلمین جوشزن ہوکر اُسے حماد کا دشمن بنا رہی تہین۔ جبلہ نے حکم دیا کہ لوگون مین منادی کرا دی جائے کہ اس مرتبہ دوڑ کا مقابلہ حماد اور "امیر ثعلبہ بن حارث" کے مابین ہوگا۔ لوگ ٹہہرے ہین اور اسکا بہی انجام دیکہہ لین۔ سب لوگ جو منتفرق ہو چلے تہے۔ پہر جمکر کہڑے ہوگئے۔ حماد اور ثعلبہ دونوں میدان مین آترے۔ بعض ایسے لوگ جنپر حماد کا غالب آچکا تہا اوسکے ہارنے کی دعا کر رہے تہے۔ اور بہت سے لوگ حماد کی سبقت کی آرزومند تہے تاکہ حارث، حاکم بصریٰ کے فرزند ثعلبہ کو اپنے فخر کرنا نصیب نہو اور یہ اُسکی برابری کے درجہ سے نہ گرجائین۔

دونوں شہسوار میدان مین گہوڑے کو خیز کئے ہوئے جارہے تہے اور ہند کا دل اس خوف سے بیقرار ہورہا تہا۔ کہ حماد کا گہوڑا تہک چکا ہے۔ اور ثعلبہ کا رہوار ابہی تازہ دم ہے۔ مگر تہوڑی ہی دیر مین انکی واپسی پر معلوم ہوا کہ حماد چہڑا تہہ مین لئے آرہا ہے۔ اور ثعلبہ اُسکے پیچہے خاک پہانکتا ہوا آتا ہے۔ ثعلبہ گہوڑا بڑہاکر خیمہ کیطرف چلاگیا اور اپنے چچا (جبلہ) سے کہنے لگا۔ حماد مجہ سے سبقت نہین لیگیا۔ بلکہ اسکا گہوڑا سبقت لے گیا ہے یہ گہوڑا تو جنون کا گہوڑا ہے یا قیس بن زہیر کے مشہور گہوڑے "داحس" کی نسل سے ہے۔ اگر مین اسپر سوار ہوتا تو کیا مجال تہی کہ کوئی شخص مجہ سے آگے نکل جاتا۔" حماد نے ثعلبہ کی یہ بات سنی تو وہ فوراً اپنے گہوڑے پر سے اُترپڑا اور ثعلبہ سے کہا۔ "لیجئے آپ میرا گہوڑا لیجیے اور اپنا راہوار مجہے عطا فرماکر اسطرح بہی مقابلہ فرما لیجئے آپکے دلمین یہ ہوس بہی باقی نہ رہے!!"

ہند ان دونوں کی صورتین دیکہہ رہی تہی۔ اُسے ڈر تہا کہ مبادا حماد پر کوئی افتاد آپڑے۔ کیونکہ اسی تہوڑی دیر مین حماد کی اُلفت نے اسکے دلکو مسل ڈالا تہا اور جو بات برسون مین پیدا ہوسکتی تہی وہ صرف ایکدم مین حاصل ہوگئی تہی۔

ثعلبہ نے جو کچہہ کہا تہا وہ محض دفع الوقتی کے طور پر اپنی شرم مٹانے کے واسطے اور کسے خیال مین کہان آسکتا تہا کہ حماد اپنا گہوڑا اسے دیدیگا۔ مگر جب حماد نے گہوڑا پیش ہی کردیا تو اب ثعلبہ سے کچہہ بن نہ آیا۔ مجبوراً سوار ہوکر دوبارہ سباق کے میدان مین آترا۔ دونوں سوار جاتے جاتے نگاہون سے غائب ہوگئے۔ اور لوگ انکی واپسی کا انتظار دیکہنے لگے۔ آفتاب غائب ہوچکا

قریب آگیا تہا اور اپنی باقی ماندہ دہیمی دہیمی ارغوانی شعاعون کو اُن میدانون اور پہاڑونکی چوٹیون پر ڈال رہا تھا۔ طبیعتون مین قرار پیدا ہوچلا تہا اور دنکی گرما گرمی مین سکون آگیا تہا۔ لوگ نہایت گہبرا گئے تہے اور بے چینی کے ساتھہ بار بار گردنین اُٹہا اٹہا کر انکی واپسی کا انتظار کررہے تہے۔

ثعلبہ اور حماد کی واپسی مین معمول سے زائد دیر ہوتے دیکہکر لوگ اور بھی زیادہ گہبرا گئے اور بعض لوگون نے قصد کیا کہ بڑہکر جائین اور دیکہین کہ اتنی تاخیر کا کیا سبب ہے۔ تماشائیون کے گروہ مین کھلبلی پڑنے لگی تہی۔ اور سب سے زیادہ قلق ہند کو تھا جو حماد کو اپنا دل نذر کرچکی تہی اور اس خوف سے کہ مبادا ثعلبہ اسکے ساتہہ بیوفائی کرے بار بار آنکہین پہاڑ پہاڑ کر دوڑ کے وسیع میدان کو دیکھ رہی تہی۔ خدا خدا کرکے انتظار کا زمانہ ختم ہوا اور اڑتے ہوئے غبار سے سوارونکی واپسی کا پتا لگا۔ پنجہ ہوا نے گرد کا دامن چاک کیا تو اُسکے اندر سے دو سوار نمایان ہوئے۔ جو حماد اور ثعلبہ تھے۔ اور قصب السبق حماد کے قابو مین تھا۔ ہند نے حماد کو آتا دیکہا تو اُسے معلوم ہوا کہ میرا دل خوشی سے پہولا نہین سماتا۔ جبلہ کو یہ بات ناگوار گزری کہ ایک پردیسی شخص ہم ہہون پر سبقت لیجائے۔ لیکن چار ناچار اُسنے حماد کو مبارکباد دی اور دونون سوار گہوڑون سے اُتر کر خیمہ مین داخل ہوئے۔ حماد نے ثعلبہ کی جانب معذرت کے طور پر کہا۔ "واللہ مین امیر ثعلبہ سے ہرگز سبقت نہین لیجا سکتا تہا۔ مگر قضا و قدر کے حکم کو ٹالنا غیر ممکن ہے۔ اگر اُنکو میرے گہوڑے پر سوار ہونے کی عادت ہوتی تو یہ بیشک مجہہ سے آگے بڑہ جاتے۔ یہ ایک اعلی درجہ کے شہسوار ہین اور غسان کو انپر فخر و ناز کرنا زیبا ہے۔" ثعلبہ نے اس بات کا کوئی جواب نہین دیا۔ بلکہ زبان تک نہ ہلائی۔ حماد نے وہ چہڑی ہند کے حوالہ کی۔ ہند نے دیکہا کہ چہڑی معمول سے چہوٹی ہے غور سے دیکہا تو پتہ لگا کہ وہ کسی تیز آلہ سے کٹی ہوئی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے اُسکو قلم کے طور پر تراشا ہے۔ ہند کا ارادہ ہوا کہ اسکی وجہ دریافت کرے مگر حماد نے اُسے آنکہون ہی آنکہون مین اشارہ سے منع کردیا اسلئے وہ باز رہی۔ لیکن دلمین اسبات کی خلش باقی رہی کہ اسکے تراشے جانیکا سبب دریافت کرنا چاہیئے۔

جو شخص سرخ رنگ لئے موجود تھا اُسنے بڑہکر حماد کے گہوڑے کا سینہ رنگدیا۔ اندہیرا جہک آیا تہا۔ اور رات کی تاریکی غالب آتی جاتی تہی۔ جبلہ نے دیر ہوتے دیکہکر حکم دیا کہ محل کے صحن مین انعام پہنانے کا جلسہ مرتب کیا جائے۔ شعلین روشن کردی گئین اور سب آدمی پیادہ یا گہوڑون کو سائیسون کے حوالہ کرکے اُنہین خیمون کے قریب چہوڑ۔ بادشاہ کے جلو مین محل کی جانب چلے۔ یہ جماعت باغ سے ہوتی ہوئی ایک وسیع اور پر فضا میدان مین جو پائین باغ کے وسط مین محل کے مقابل واقع تہا۔

شام کا کھانا کھانے کے بعد اپنے اپنے مقام کی واپسی کا قصد کیا۔ جبلہ اور ثعلبہ بدستور اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ لوگ انکو سلام کرتے ہوئے ادب کے ساتھ خیمہ سے باہر جا رہے تھے۔ شاہی خیمہ سے نکلنے والے لوگ آج کی دوڑ کا ذکر اور حماد کی کامیابی کا چرچا کرتے جاتے تھے۔ ثعلبہ اپنے چچا جبلہ کے پاس موجود تھا اور اس فکر میں ڈوب رہا تھا کہ کوئی ایسا طریقہ نکالنا چاہئے جس سے اپنی ناکامی اور ہزیمت کا داغ مٹ سکے۔

سب لوگوں کے رخصت ہو چکنے کے بعد ہند نے تھکان کا عذر پیش کر کے اپنے محل میں جانے کی اجازت چاہی اور اپنے باپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیکر اور ثعلبہ سے رخصت ہو کر وہ چلی گئی۔ اب صرف جبلہ اور ثعلبہ تنہا رہ گئے۔

ثعلبہ (تنہائی کا موقع دیکھکر) "چچا جان مجھکو اس شخص (حماد) کا سبقت لیجانا آپ کو برا نہیں معلوم ہوا جسقدر کہ امر باعث رنج ہے کہ وہ ایک پردیسی اور مجہول النسب ہو کر انعام لے گیا اور ہماری قوم غسان کے بڑے بڑے امیر اس سے محروم رہے"۔

جبلہ۔ (بے پروائی کے ساتھ مگر نرم لہجہ میں) "مجھکو اس بات کا ذرا بھی رنج نہیں ہے کہ وہ انعام لے گیا اس لئے کہ کسی دوسری دوڑ میں کوئی اور شخص اس انعام کو حاصل کر سکیگا۔ مگر ہاں مجھکو اس بات کا سخت تعجب ہے کہ وہ اپنے تئیں چھپاتا کیوں ہے؟ (کچھ یاد کر کے تأسف کے لہجہ میں) اُف۔ میں اس سے اسکی اصل و نسل کا حال دریافت کرنا بھول گیا۔ خیر پھر عنقریب کسی کو بھیجکر اسے بلواؤنگا اور موقع سے اسکا حال دریافت کرونگا۔"

ثعلبہ۔ (اصرار کے انداز سے) "نہیں آپ ضرور اُسکی حالت کا پتہ لگائیں مبادا کہ وہ کوئی جاسوس ہو یا لخمی بادشاہوں کی جانب سے جو حیرہ کے فرمانروا ہیں ہماری طاقت و حالت کا اندازہ کرنے آیا ہو۔ مجھے اسکے لہجہ میں لخمی زبان کا رنگ نظر آتا ہے۔ اور اسکی باتوں سے سراغ ملتا ہے کہ وہ کوئی بھیدی ہے جو ہمارا بھید بھاؤ لینے کو اس ملک میں آیا ہے"۔

جبلہ۔ "مگر عراق کا ملک لخمیوں کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ مجھکو معلوم ہو گیا ہے کہ "نعمان بن منذر" حیرہ کا فرمانروا قتل ہو گیا اور اسکی جگہ پر قبیلہ بنی طے کا سردار "ایاس بن قبیصہ" حکمران ہوا ہے اور اسے بھی جانے دو۔ اس نوجوان کی شکل و شباہت سے اسکے جاسوس ہونیکا ہرگز گمان نہیں ہوتا وہ تو امیر زادوں کی اولاد سے معلوم ہوتا ہے کسی عام آدمی کی اولاد ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر اہل حیرہ میں سے ہے تو یقیناً وہاں کے امیروں میں سے کسیکا فرزند ہے کیونکہ اسکی صورت پر ہیبت اور جلالت برستی ہے"۔

ثعلبہ۔ (حماد کی تعریف ہونے سے رنجیدہ ہو کر اور دوسری چال چلنے کی نیت سے بات بنا کر) "تو کیا لوگوں کی ظاہری شکل و صورت سے انکی اندرونی حالت کا پتہ لگایا جا سکتا ہے؟ بہتیرے ایسے لوگ بھی ہوتے

کھینچے ہوئے تھے۔ جنمین سے اکثر بیت المقدس کی بنی ہوئی قدیسیون (مقدس لوگون) کی تصویرین تھین۔ مثلاً حضرت مسیح ؑ کی ولادت مصلوب ہونے اور آسمان پر جانے کی تصویرین جو بہت صاف اور طبیعی رنگ آمیزی کے ساتھ بنائی گئی تھین۔ ایک طرف دیوار مین بڑا سا آئینہ لگا ہوا تھا۔ یہ چاندی کا ایک گول تختہ تھا۔ جسپر کچھ اسطرح سے صیقل کیگئی تہی کہ بالکل شیشے کیطرح شفاف ہوگیا تھا۔ اُس مین روشنی کا عکس پڑتا تھا اور صورتیں نظر آتی تھین۔ بس بالکل جیسے آجکل کے آئینون کی حالت ہے یہی کیفیت اسکی تہی اور جس زمانہ کا ہم یہ قصہ لکھ رہے ہین اُسوقت تک کانچ کے آئینے بنانے کی صنعت کسیکو معلوم بھی نہوئی تھی ؎

ہند نے شب خوابی کا کرتا زیب بر کرنیکے بعد آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے بالون کو درست کیا اور کپڑے کو درست کرکے مسہری پر بیٹھ گئی۔ ہند جسوقت سی محل مین آئی ہے اُسوقت سے ابتک بالکل خاموش تھی اور اُسکی شفیق ماں جسکے بہت سی اولاد مین یہ ایک ہی لڑکی زندہ رہی تھی۔ اسی لئے وہ اس سے نہایت اُلفت رکھتی تھی جب سے اُسکو کمرہ مین لائی ہے برابر اسکی صورت تکتی اور اُسکے حسن وجمال۔ عقل وکمال اور صحت ومتانت کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تہی۔ مگر اُسکے چہرہ سے پتا چلتا تھا کہ اُسکے دلمین کسی بات کی خلش ہے جسکو وہ موقع پاکر ہند سے کہنے کی منتظر ہے۔ ہند کپڑے بدلتے وقت اور اُسکے بعد سے ابتک آج دن کی باتون کا تصور کرکے دلمین سوچ رہی تہی۔ کہ آج عجیب عجیب امور نظر سے گزرے ہین۔ جب وہ حماد و ثعلبہ کا مقابلہ اور ثعلبہ کا شکست اُٹھانے پر اظہار بغض وحسد یاد کرتی تو اُس سے اَور بھی زیادہ نفرت کرنے لگتی اور حماد کی محبت کو اپنے دلپر قابو کئے ہوئے پاتی۔ لیکن اُسکے ساتھ ہی اس خیال سے دلمین ڈرتی بھی جاتی تہی کہ خدانخواستہ اگر حماد کوئی کمینہ شخص نکلا تو اسکی الفت میرے باپ کی عزت ومرتبت اور میرے قبیلہ کی شرف ومنزلت مین بٹا لگائیگی اور مجھکو خون جگر کھلائیگی اور کبھی دلکو سمجھا کر خوش کرلیتی کہ ایسا خلیق وبہادر اور دلیر آدمی جسکے چہرہ سے جلالت اور وقار برستا ہے۔ کمینہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ گا ہے اسبات سے تسکین خاطر کرتی کہ دیر بحیرا ؓ مین چلکر اُس سے تمام حالات اور حسب ونسب دریافت کرلونگی ؎

ہند کی ماں جسکا نام سعدی تھا اگرچہ پینتالیس برس کے سن مین قدم رکھ چکی تہی لیکن حسن وجمال کی شعاعین اسوقت تک اُسکے چہرہ سے ابھی تک اپنا جلوہ دکھا رہی تھین۔ سعدی قبیلہ غسان کی لڑکیون مین سب سے زیادہ جمیل اور شکیل تہی اور ایک زمانہ مین غسانی شاعرون نے اُسکے حسن وجمال کی بہت کچھ تعریف کی تہی اور جبکہ جبلہ بن ایہم نے اُسے اپنے عقد نکاح مین لیا ہے تو اُسکے تمام خاندان نے

اسپر حسد کیا تھا۔

ہند لمبا کرتا پہنے ہوئے مسہری پر اس وضع سے بیٹھی ہوئی کہ اُسکے نرم اور لمبے سیاہ بال جھکی ہوئی پشت پر پڑے ہیں۔ دونوں بازوؤں پر سے آستینیں الٹ دی ہیں۔ گول اور بھرے ہوئے شفاف بازو کھل گئے ہیں۔ جنپر نیلے گدنے گدے ہوئے ہیں۔ داہنے بازو پر صلیب بنائی گئی ہے۔ جیسپر حضرت مسیح مصلوب کیے گئے اور بایاں بازو مقدس کنواری مریم کی تصویر سے مزین ہے جو اپنے بیٹے (مسیح) کو گود میں لئے ہیں۔ آہ۔ اگر حماد اسوقت یہاں موجود ہوتا اور ہند کی یہ دلکش صورت دیکھتا تو کسی شاعر کا یہ قول اپنے حسب حال پاتا ؎

نیلگوں گدنا نہیں اس شوخ کے بازو پہ ہے ✤ میرا مرغ دل پھنسانے کو بچھا یا جال ہے

یا خیابانِ سمن میں ہیں گل سوسن بھی چند ✤ وصف خوبی کر سکے کب انکا خامہ لال ہے

ہند نے شتر مرغ کے پروں سے بھرے ہوئے تکیہ پر جو حاکم دمشق کی بیوی نے اُسے ہدیۃً بھیجا تھا سہارا لگا کر اپنا سر آرام حاصل کرنے کی نیت سے ہتھیلی پر رکھ لیا ہے۔ دن کو مردوں کے جلسہ میں تمام دن سنبھل کر بیٹھے رہنے سے تھک کر چور ہو گئی ہے اسلئے اب آرام کرنا چاہتی ہے۔ اور چپ چاپ بیٹھی ہوئی فکر کے دریا میں غوطہ زن ہے۔ یکایک اسبات کو یاد کر کے چونک پڑتی ہے کہ جو جھڑ حماد نے بازیوں کے اختتام پر اُسکے حوالہ کی وہ کس طرح کٹی ہوئی تھی؟ اور اسکے ساتھ ہی اُسنے ثعلبہ کے چہرہ پر حسد و عداوت کے آثار عیاں دیکھے تھے۔ اور وہ اسکی بابت کچھ پوچھنے والی تھی۔ تو حماد نے اُسکو اشارہ سے منع کر دیا تھا۔

ہند کی والدہ (سُعدیٰ) نے بیٹی کو خلاف معمول چپ پاکر اپنی جانب سے سلسلہ کلام اسطرح شروع کیا۔

سُعدیٰ "ہند! آج تم خود دوڑ میں کیوں نہیں شریک ہوئیں؟"

ہند "اماں جان! مینے اُسکا موقع نہیں دیکھا۔ سوار بکثرت تھے اور سبقت لیجانیوالوں میں بہت جھگڑا ہوا۔ یہانتک کہ بازیوں کے سلسلہ ہی میں دن تمام ہو گیا۔ شام پڑ گئی۔ میرے سوار ہونے کا وقت کہاں تھا"

سُعدیٰ "آخر یہ جھگڑا کیوں پیدا ہوا تھا؟"

ہند "جب دوڑ کی بازیاں ختم ہو چکیں تو ثعلبہ نے سب میں اول آنیوالے کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اور دوبارہ ہزیمت اُٹھا کر ہمیں شرمندہ کرایا"

سُعدی۔ (پوشیدہ تبسّم کرکے) "مینے بہت سی سوار دیکھے تھے۔ انمین سے قصب السبق کسنے حاصل کیا؟"

ہند۔ (اگرچہ وہ متانت کو قائم رکہنا چاہتی تہی لیکن خود بخود ایکبارہ مسکرا پڑی اور پہر سنبہلکر کہنے لگی) "وہ قصب السبق ایک پردیسی نوجوان نے حاصل کیا جسکا نام حماد ہے۔ یہان کسی کو اُسکے حسب نسب کا حال معلوم نہ تہا اسلیئے والد ماجد اور بہائی صاحب (ثعلبہ) کو یہ بات ناگوار ہوئی کیونکہ دوڑ تو ہو ہماری کنبہ اور گہرانے مین اور قصب السبق لیجائے ایک پردیسی شخص یہ بات مناسب نہین ہے!"

سُعدی۔ (بات کا رُخ بدلکر) "اور وہ دونون سوار کون تہے جو سب سے پیچہے مقابلہ کررہی تہے؟"

ہند۔ "وہ حماد اور بہائی صاحب تھے"

سُعدی۔ "مینے دیکہا وہ دو دفعہ آئے گئے؟"

ہند۔ "جی ہان۔ پہلی باری بین حماد سبقت لیگیا۔ (حقارت آمیز لہجہ مین) تو بہائی ثعلبہ نے اپنی ہار سے انکار کیا اور کہا کہ حماد کا گھوڑا سبقت لیگیا۔ اگر مین پر سوار ہوتا تو حماد کی مجال کیا تہی جو مجہہ سے بڑہجاتا۔ حماد نے اسبات کو سنا تو اپنے گہوڑے سے اترکر اُسے بہائی صاحب کے حوالہ کردیا اور خود اُنکے گہوڑے پر سوار ہوکر دوبارہ سبقت کرنے چلا۔ (کسیقدر حقارت اور زیادہ تر افسوس کے لہجہ مین) آہ۔ اگر ہم اُسی پہلی ہی شرمندگی پر بس کرجاتے تو بہی غنیمت تہا۔ کیونکہ ثعلبہ دوسری دفعہ بھی ناکام واپس آیا۔ (تعجب کے انداز سے) "اور اماجان! مجکو اسبات کی دیکھنے سے سخت تعجب پیدا ہوا کہ اسدفعہ حماد جو چہرلایا وہ کٹی ہوئی تہی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تلوار سے کاٹی گئی ہے!!؟؟

سُعدی۔ (قہقہ لگاکر) "کیا تمسے اُس چہر کے کٹ جانیکا سبب کسینے بیان نہین کیا؟"

ہند۔ (حیرت سے) "جی نہین!۔ بلکہ مینے دریافت کرنا چاہا تہا۔ لیکن جب مینے دیکہا کہ حماد اشارہ سے منع کرتاہے۔ تو مین رک گئی!"

سُعدی۔ (متعجب ہوکر جوش مسرت کے طرز سے) "سُبحان اللہ! شاباش! کچھ شک نہین کہ حماد بڑا جوانمرد اور کریم الاخلاق شخص ہے۔ بیشک وہ کوئی عالی نسب جوان ہے"

ہند۔ (اپنی مان کی زبان سے حماد کی تعریف سنکر مسرت آمیز تعجب کے ساتہہ) "امان جان! اسکے کیا معنے ہین؟ کیا آپکو اُس چہر کی بابت کچہہ علم ہے؟!"

سُعدیٰ۔ (ہند کے کان مین چپکے سے) "ہان. ہان. ہند! مین جانتی ہون۔ وہ چہرہ تیرے چچیرے بھائی ثعلبہ کی تلوار سے کٹی ہے!!"

ہند۔ (گھبرا کر اور مفصل کیفیت دریافت کرنے کے لئے مشتاق بنکر سنبھل بیٹھی اور بولی) "امان جان! یہ معاملہ کیونکر ہوا؟"

سعدیٰ۔ (آہستہ آہستہ) "تیرا چچیرا بھائی تو اُس جوان کو دھوکے مین مار ہی ڈالنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ خدا اُسے معاف کرے اور خدا کی قسم اگر وہ ایسا فعل کر بیٹھتا تو ہماری پیشانی پر ایسا کلنک کا ٹیکا لگتا۔ جسے گردش زمانہ کا ہاتھ بھی نہ مٹا سکتا!"

ہند۔ (نہایت پریشان و متحیر ہو کر) "اور امان جان! آپکو اسکی اطلاع کیونکر ہو گئی" "

سُعدیٰ۔ (متانت کے ساتھ) "اے لو! مینے اپنی آنکھون سے جو دیکھا۔۔۔۔۔۔"

ہند۔ (بیصبری سے قطع کلام کرکے) "این! آپنے انکو کیسے دیکھا؟ آپ تو بڑی دور تہین ہم لوگ تو دیکھہ ہی نہ سکے جو بہت قریب تھے"

سُعدیٰ "ٹھیر جا مین تجھہ سے سارا ماجرا کہے دیتی ہون"۔ اُٹھکر دروازہ بند کر تی آئی گئی اور ہند سراپا گوش بنکر یہ بات سننے کیلئے منتظر بیٹھی رہی۔ سعدیٰ (واپس آکر بیٹھہ جانے کے بعد سلسلۂ کلام شروع کرکے اور آہستہ آہستہ تاکہ کوئی سُن نہ لے) "سنو! تم سب لوگ تو خیمون کو چلے گئے اور میں اور سلیمہ! سولدہ[۱] اور کچھہ اور لونڈیان محل میں آگئین ہم سوارونکو بازی کے شروع مین روانہ ہوتے تو دیکھتی تھے۔ لیکن بازی کا انجام دیکھنے سے مجبور تھے۔ اسلئے ہم لوگ محل کے اُس دروازہ سے باہر نکلے جو باغ کی جانب ہے۔ اور باغکی کھڑکی سے نکلکر پاس پاس کے باغون مین جو نہر کے کنارہ پر واقع ہین چھپتے ہوئے ایک ایسی جگہ پر پہنچ گئے جہان سے دوڑ کا میدان بخوبی نظر آتا تھا۔ اور ہمین کوئی نہ دیکھہ سکتا تھا۔ میرے دِلمین یہ بات آئی تہی کہ مین دوڑ کا پورا میدان دیکھون اور اسپات کو ملاحظہ کرون کہ اول آنیوالا شخص چہرہ کو کیونکر اُکھاڑتا ہے؟ کیونکہ یہ ایک ایسا منظر ہے جو دلکو فرحت اور مسرت سے مالامال کر دیتا ہے اسلئے کہ فتحمندی سے بڑھکر پر لطف شئے کوئی نہیں ہوتی۔ غرضکہ مین اور میری ساتھی لونڈیان سب تماشا اچھی طرح دیکھہ رہی تھین۔ جب آخری بازی کی نوبت آئی تو مینے دیکھا کہ تیرا عزیز بھائی (ثعلبہ) حماد سے پیچھے ہے (حقارت کے لہجہ مین) اور اُسکا پیچھے رہنا کچھہ گھوڑے کی کمزوری کی وجہ سے نہ تھا۔ کیونکہ ہمکو معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑا اپنے سوار کو باگ ڈھیلی کرنے پر اُبھار رہا تہا۔ اور وہ (سوار)

[۱] لونڈی غلامون کی اولاد خانہ زاد ۱۲ مترجم

لگام کو اس قدر سخت کرتا جاتا تھا گویا کہ اسپر گر پڑنے کا ڈر غالب آگیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ثعلبہ ضرور سبقت لیجاتا کیونکہ دوڑ کے میدان میں سبقت لیجانا گھوڑون کا کام ہے۔ بشرطیکہ انکے سوار شہسواری مین اچھے ماہر ہون اور انکی پشت پر جمے رہین۔ (افسوس اور تحقیر کے لہجہ مین) پس ثعلبہ کے اس خوف نے کہ وہ حماد کے گھوڑے پر گر پڑیگا اُسے اور بہی ذلیل و خوار کیا اگر وہ پیچھے رہجاتا تو کوئی بدنامی کی وجہ نہین ہوسکتی تہی۔ اور حماد کی یہ حالت تہی کہ گھوڑے کی باگ چھوڑ کر فراٹے بھرتا ہوا میدان کو طے کر رہا تہا۔ یہانتک کہ وہ جھنڈے کے قریب پہنچگیا۔ جسوقت کہ حماد جھنڈے کو اُکھاڑنے لگا ہے ہمنے دیکھا کہ ثعلبہ اسپر حملہ آور ہوا اور اپنی تلوار علم کر کے اُسکے قتل کا ارادہ کیا۔ حماد ہوشیار تھا اُسنے تلوار کا وار اُسی بہالے پر روک کر رد کیا جسکی وجہ سے وہ کٹ گئی۔ پھر ہمنے دیکھا کہ حماد نے ثعلبہ کو اوسکے گھوڑے کی زین سے اُٹھا کر زمین پر دے پٹکا اور اوسکے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ ہمین یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا وہ ثعلبہ کو قتل کر ڈالے لیکن ہمنے معًا ایک آواز سنی جس سے پتہ چلا کہ ثعلبہ پناہ مانگتا ہے اور حماد کو اپنی حالت پر رحم دلا رہا ہے۔ حماد اُسکے سینے سے اُتر کر الگ ہوگیا۔ پہر دونون نے مصافحہ کیا اور گلے ملکر واپس چلے "

سُعدی نے ابہی اپنی بات پوری بہی نہ کی تہی کہ ہند کا دل حماد کی جرأت اور دلیری سنکر تڑپ گیا اور ثعلبہ کیجانب سے اُسکی نفرت و حقارت بڑھ گئی۔ اُسنے نہایت حقارت آمیز لہجہ مین کہا "اماں جان ابہی ثعلبہ بن حارث ہے ..؟! کیا غسّان کی معزز قوم کا شہزادہ ایسا کمینہ ہونا چاہیئے ..؟۔ کیا اُسے یہ بات مناسب تہی کہ ایک ایسے جوان کے ساتہ بیوفائی کرے جسکا کوئی گناہ نہین بجز اسکے کہ وہ شہسواری مین اُس سے زیادہ طاق تھا۔ اور اسپر طرہ یہ کہ وہ ہماری ملک مین آکر رہا ہے اور اُسکو ہماری پڑوسی ہونے کا حق حاصل ہے ""

سُعدی (اگرچہ ہند کی گفتگو کو حق بجانب سمجہتی تہی لیکن یہ نہ چاہتی تہی کہ ثعلبہ کی عداوت اسکے دلمین جم جائے۔ خصوصًا اسوجہ سے کہ ثعلبہ تمام بنی غسان مین سب سے زیادہ بلند مرتبہ شخص تھا اور ہند کا شوہر بننے کے لئے اُس سے زیادہ قرابت مند اور کوئی نہ تہا۔ ممکن تہا کہ جبلہ اس بات کی خواہش کرتا اور جب ہند کی طبیعت اسکی طرف سے متنفر ہوگئی تو اُسکو ثعلبہ کے ساتھ زندگی بسر کرنا اجیرن ہوجاتا اور ایک شفیق ماں کب پسند کر سکتی ہے کہ اُسکی بیٹی اپنی زندگی عذاب مین کاٹے۔ لہذا اُسنے کہا) "ہان ہمکو اُسے سمجہانا اور لعنت ملامت کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے مرتبہ اور منزلت کے مطابق شریف عادتین اور پاکیزہ اخلاق اختیار کرے

ہند خاموش ہو رہی۔ اسکا سکوت لاجواب ہونے کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ اُسنے اپنے دلکو یہ ڈہارس بندہا دی تہی کہ کل حماد سے ملکر دیکہے گی۔ کہ اُسکے خیالات کیا کچہ ہین؟ ہند کو یہ بات بہی معلوم تہی کہ وہ اپنی والدہ کو ساتہہ لئے بغیر دَیر کی جانب نہیں جاسکیگی اور اس صورت مین یہ خطرہ تہا۔ کہ اگر اسکی مان نے اُسے حماد سے ملتے یا بات چیت کرتے دیکہہ پایا اور اسکی وجہ دریافت کی تو اُسکے پاس کیا جواب ہوگا؟۔ تہوڑی دیر غور کرنے کے بعد ہند کو مناسب معلوم ہوا کہ اپنی حالت کو اپنی مان پر ظاہر کردے اور اس سے مدد کی درخواست کرے۔ تاکہ حماد کا وصل آسانی سے حاصل ہوسکے یہ خیال اُسکے دلمین اسوجہ سے اَور بہی جم گیا تہا۔ کہ اُس نے اپنی مان کی مُنصف مزاجی حماد کی مدح سرائی مین دیکہہ لی تہی۔ لیکن اس امر کے اظہار کے لئے تنہائی کا موقعہ درکار تہا۔ لہذا وہ ایسے موقعہ کی منتظر رہی۔ جسمین اپنی والدہ کے صحیح خیالات حماد کی نسبت معلوم کرکے اپنا مطلب عرض کرے اور اپنی مان سے کہنے لگی۔

"اماں جان! بہت دن ہوئے مینے "دیر بحیرا" کی ایک نذر مانی تہی جو اتبک پوری نہین کی گئی۔ مجہکو معلوم ہوتا ہے کہ آجکے دن جو پریشانی اُٹہانی پڑی ہے۔ اسکا باعث اسی منّت کا پورا نہ کیا جانا ہوگا۔"

سعدی "شاید یہی بات ہو۔ کیونکہ اس دیر کی کرامتین مشہور ہین۔ اور وہانکی منّت ادا کرنے مین دیر لگانا نقصان اور پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔ اسلیئے بہتر ہے کہ تم اُسے جلد پورا کردو۔"

ہند۔ (دلمین خوش ہوکر) "مین چاہتی ہون کہ انشاءاللہ کل وہان ہو آؤن۔"

سعدی۔ "مگر مین کل تمہارے ساتہہ نہ چل سکونگی۔ کیونکہ صبح مجہے تمہارے والد کے ہمرکاب "بلقاء" جانا ہوگا۔ ہان تم چند دن ٹہرکر چلو۔ تو ہم دونون ساتہہ چلسکتی ہین۔"

ہند۔ (دلمین اس عمدہ اتفاق کے واقع ہونے سے مسرور مگر بظاہر متفکر بنکر) "مین اب دیر نہین کرسکتی۔ مجہکو ڈر ہے کہ ہمپر کہین خدا کی ناراضی زیادہ نہ ہوجائے۔ کیا ضرورت ہے کہ آپ بہی میرے ساتہہ موجود ہون۔ کچہہ نوکرون کو ساتہہ لیجانا کافی ہوگا۔ دن بہر رہ کر شام کو واپس آجاؤنگی اور معمولی لباس مین جاؤنگی تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔"

سعدی۔ "اچہا اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو کیا ہرج ہے ہو آنا۔"

یہ کہکر سعدی اپنی خوابگاہ مین چلی گئی۔ اور ہند بالکل تنہائی پاکر گزشتہ و آئیندہ معاملات

غور کرنے لگی کہ کل حماد سے ملکر کیا باتین ہونگی۔ تازہ گرفتار دل کی الجہن نے اسے رات بہر چین کے ساتہ سونے نہ دیا۔ تڑپتی کروٹین بدلتی۔ آہین کرتی سسکیان بہرتی رہی۔

پانچوان باب

حماد

حماد "صرح غدیر" سے باہر تو نکل آیا۔ لیکن اس حالت مین کہ ایک بیر سو سو من کا ہو گیا تھا اور کسی طرح اٹہائے نہ اٹھتا تہا۔ اسکی اسوقت عجیب کیفیت تہی۔ ہند کے تصور کے ساتہ اس کے ساتہ اسکے کانونمین یہ صدا گونج رہی تہی کہ "ہم کل بحیرا کے دیر مین ملینگے" وہ اس وقت ایک اور ہی عالم مین تہا۔ اسے مطلق خبر نہ تہی۔ کہ کدہر جا رہا ہے۔ قدم قدم پر ٹہوکرین۔ کہاتا دامنون سے الجہتا بصد دقت خیمون کے قریب تک پہنچا ہوگا۔ کہ یکایک کسی شخص کے سامنے آجانے سے ٹہٹہک کر جہجک پڑا۔ اور اپنی گہبراہٹ کو ٹال کر (کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تہا کہ وہ شخص اسکا ملازم ہے اور گہوڑا لیکر آیا ہے) جلدی جلدی زرہ کو اتار خرجی مین رکہنے لگا۔ اس سے فرغت پا۔ اچک کر گہوڑے پر سوار ہوا اور گہر کی طرف چل نکلا۔ حماد شہر بصری کے پچہم کی طرف ایک گانون مین قیام پذیر تہا۔ اس گانون کا نام "غسّان" تہا(۱) اور یہ بصری سے چہہ میل کے فاصلہ پر واقع تہا۔ حماد کو ملک شام مین آئے ہوئے صرف چند مہینے گزرے تہے اور جس کام کے لئے وہ یہان آیا تہا اس سے خود ہی بالکل ناواقف تہا۔ صرف ایک شخص اس بات کا واقفکار تہا جو حماد کے ساتہ رہتا تہا۔ اور حماد نے اپنا وقت گزارنے کا یہ طریقہ رکہا تھا کہ دن مین کچہہ دیر تک مکان مین پڑا رہتا اور کچہہ عرصہ تک ایک شخص کے ساتہ جسکو وہ اپنا والد خیال کرتا تہا شکار کو نکل جاتا۔ ان دونون کے ساتہ کچہہ ملازم بہی تہے اور بلقاء کے حوالی مین شکار کہیل کر کبہی کوئی ہرن۔ کبہی کوئی اور جانور مار لایا کرتے تہے۔

حماد نے ہوش سنبہالنے کے قبل سے گہوڑے کی سواری مین مشق بڑہائی تہی اور شہسواری مین طاق ہو گیا تہا۔ اسکا گہوڑا بہی عربی گہوڑون مین اعلےٰ درجہ کی نسل سے تہا۔ اسنے قبل اسکے کہ اپنے ملک سے روانہ ہو "ہند" کے حسن و جمال کا شہرہ سنا اور اسکے وصف مین کسی شاعر کا ایک نفیس شعر بہی پڑہا تہا۔ لہذا وہ غائبانہ اسکے دیدار کا مشتاق ہو چکا تہا۔

(۱) مترسے ۱۲

اسی اثنا رمین اسکے والد نے اسے ملک شام کی طرف اپنے ساتہہ چلنے کا حکم دیا۔ حماد نے اس موقعہ کو غنیمت سمجہا اور دلمین ٹھان لی۔ کہ وہان جاکر جسطرح بن پڑیگا۔ ہند سے تقرب حاصل کرونگا اور اسکے گلشن حسن کی گلچینی کرونگا۔ کیونکہ حماد کا گمان تہا کہ وہ ہند کا ہم رتبہ ہے۔ ملک شام مین آنے کے بعد سے حماد نے یہ طرز اختیار کر رکہا تہا کہ اکثر اوقات سوار یا پیدل صرح غدیر کیطرف ہوکر نکلتا اور اس آرزو مین رہتا کہ کسیطرح پری وش ہند کی صورت نظر آجائے۔ بعض اوقات ہند محل سے نکلکر نہر کی سیر کو آیا کرتی تہی۔ اسوقت کبہی کبہی حماد کو یہ موقعہ ملجاتا کہ اسکی دلفریب صورت دیکہکر اپنی آتش شوق بجہالے۔ ہند کی نگاہ بہی سپر ضرور پڑتی تہی۔ لیکن اسکے بہولے بہالے دلمیں یہ خیال نہین آسکتا تہا کہ حماد اسے کس نظر سے دیکہتا ہے۔

حماد کا یہ بہی قاعدہ تہا کہ جب اسے کسی عام جلسہ یا میلے ٹہیلے کی خبر ملجاتی تو وہ اس امید پر وہان بہی جا موجود ہوتا۔ کہ شاید وہین اس مہ پارہ کی دلکش شکل کا جلوہ نظر آجائے۔ اور اسی پر اکتفا نہ کرتا تہا۔ بلکہ طرح طرح کی تدابیر سے اسے اپنی جانب متوجہ کرتا رہتا۔ ان لگاتار کوششون اور نگاہ بازیون نے اتنا نتیجہ پیدا کر دیا تہا کہ اب ہند بہی حماد کی صورت دیکہکر مسرور اور اسکی ہیبت اور فہم و فراست کا ملاحظہ کرنے سے شادمان ہوا کرتی تہی۔ گزشتہ دوڑ کے میدان مین حماد نے شریک ہوکر اپنے عمدہ اخلاق اور جوانمردی و شہسواری کے ایسے جوہر دکہائے کہ گو وہ پہلی ہی مرتبہ شریک ہوا تہا۔ لیکن اکثر لوگ اسکے نام و صورت سے واقف ہو گئے اور ہند کو اسکے دیدار مین پہلے سے زیادہ مسرت اور لطف حاصل ہونے لگا۔ اور اتفاق سے اس دوڑ مین خود ہند بہی میدان مین اتری تہی جسکی وجہ سے حماد کو اسکے ساتہہ ہمکلام ہونے اور آغاز محبت کی رمز کا مبادلہ کرنیکا موقع ملگیا تہا۔ اس پانے حماد کی بہت کچہہ وقعت ہند کے دلمین جما دی تہی اور اسکی یہ حالت ہوگئی تہی کہ اسے بغیر حماد کی شکل دیکہے چین نہ آتا تہا۔ یہ سب کچہہ ہوچکا تہا۔ لیکن ابہی تک ہند کے دلمین اس بات کا خیال بہی نہ آیا تہا کہ وہ حماد سے شادی کرنے کی آرزومند ہوگی۔ بیشک ہند کو حماد کی حرکات سکنات اور اسکے اشارون کنایون سے اس بات کا پتہ ملگیا تہا۔ کہ وہ بہی اسکی وصل کی طمع رکہتا ہے لیکن ابتک ہند کا نادان دل عشق و محبت کی قوت مقناطیسی کے اثر سے بے خبر تہا اور اسکی مزہ سے ناآشنا۔ پہر بہی چونکہ وہ حماد کی طرز ترکیب خوخصلت اور عادات کو اپنے طرز و انداز سے مشابہ پاتی تہی۔ اور عقل و فہم۔ جوانمردی اور آزاد مزاجی مین اسے اپنے ساتہہ مطابق دیکہتی تہی اسلئے اسکی جانب توجہ اور عنایت کی نظر رکہتی تہی۔

اس آخری دور کی آخری بازی میں حماد کی جوانمردی اور آزاد مزاجی کے جوہر دیکھکر ہند کے دل میں جو محبت کی آگ سلگ رہی تھی وہ یکایک بھڑک اُٹھی اور اُسے یہ خیال پیدا ہوگیا کہ ہم دونو ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ ہند کو حماد سے شادی کرنے کا خیال ہوا اور اُسکی والدہ کا حماد کی جوانمردی و مروت کی تعریف کرنا اور بھی سونے پر سہاگہ کا کام کرگیا۔ البتہ صرف یہ ایک بات اُس کے عزم میں سُستی پیدا کر رہی تھی کہ حماد اپنی حالت اور اپنے نسب کو مخفی رکھتا تھا۔ ہند کو یہ ڈر تھا کہ مبادا وہ خاندانی حیثیت سے اُس کی ہمسری کے سزاوار نہ ہو یا کسی ایسے مذہب کا پابند ہو جو اِس کے مذہب سے جدا اور باہمی قرابت کا مانع ہو۔ کیونکہ اُس زمانہ میں عرب کے باشندے مختلف مذاہب کے پابند تھے۔ اُن میں عیسائی یہودی بت پرست اور آتش پرست سبھی قسم کے لوگ تھے۔ اور اسی اثنا میں ایک جدید مذہب اسلام بھی پیدا ہوگیا تھا جو اتبک ملک شام میں داخل نہ ہوا تھا لیکن جزیرہ نمائے عرب میں نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہا تھا۔ علاوہ بریں یہودیت بت پرستی۔ اور آتش پرستی بھی صرف جزیرہ عرب کے اندر محدود تھی۔ چنانچہ "بنی تمیم" آتش پرست اور "بنی حمیر" "بنی کنانہ" اور "کندہ" وغیرہ کے قبائل یہودیت کے پابند تھے۔ یہودیوں کے اکثر گھرانے خاص "یثرب" (مدینۃ الرسول) میں آباد تھے۔ اور "اوس" "خزرج" اور "خیبر" کے لوگ جوکہ "سیل عرم" کے بعد ملک یمن سے آکر "یثرب" میں آباد ہوگئے تھے۔ اُن کے بھی مختلف گھرانے "بنو قریظہ" "بنو نضیر" اور "بنو قینقاع" وغیرہ تھے۔ یہ سب درحقیقت عرب تھے۔ بلکہ ان کے حلیفوں میں داخل ہوگئے تھے[لے]۔ جزیرہ عرب کے باشندے جو "ملک شام" اور "بُصریٰ" میں آیا کرتے تھے انہیں یہودی، مجوسی، اور بت پرست، اور عیسائی۔ ہر مذہب کے لوگ ہوتے یہ لوگ تجارت کی غرض سے آکر "بُصریٰ" یا "دمشق" وغیرہ مشہور شہروں میں کئی کئی ہفتے یا مہینے قیام پذیر رہ کر واپس چلے جاتے تھے[۵۲]۔ اس لئے ہند کو حماد کے بت پرست یا مجوسی ہونے کا خوف ہوا جس کی وجہ سے ان دونوں کا باہم عقد ہوجانا غیر ممکن ہوتا اور اُس نے یہ ارادہ کیا کہ "بحیرا" راہب کے دیر میں "اُس سے ملنے کی درخواست کر کے ان تمام باتوں کا فیصلہ کرلے۔

اب ہم ہند کو انہی افکار کے اتار چڑھاؤ میں چھوڑ کر "حماد" کی خبر لیتے ہیں۔ وہ بھی رات ہوجانے کے بعد محل سے نکلا اور گھوڑے پر سوار عجلت کیساتھ اپنے گھر کو جا رہا تھا۔ خادم رکاب تھامے ڈوڑتا جاتا تھا۔ اور حماد اس خیال میں کہ آج صبح سے میں گھر نہیں گیا ہوں۔ والد ماجد میری غیر حاضری سے پریشان ہونگے گھوڑے کو تیز کرتا جاتا تھا۔ اور دلہن اسی غیر حاضری کی بابت کوئی معقول عذر تراشنے پر غور کر رہا تھا۔

یکایک حماد نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ کیونکہ اُس نے اپنی طرف سرپٹ آنے والے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز میں ایک مالوف صدا سُنی تھی جو اُس کا نام لیکر کسی کے پکارتے آنے کا پتا دے رہی تھی۔ اُس نے پہچان لیا کہ یہ اُس کے والد کی صدا ہے۔ لہذا اُس نے کہا۔ "ابا جان! میں حاضر ہوں شاید آپ میری تلاش میں نکلے ہیں۔"

۵۱ ابن اثیر۔ لے طبری

——(محبت آمیز ملامت کے طریقہ سے) "واہ واہ! میاں - آخر تمنے اتنی دیر کہاں لگادی؟ پہر رات گذر گئی اور تم لوٹ کر گہر نہیں آئے - تلاش نہ کرتا تو کیا کرتا.. وکیا تمکو یہ بات نہیں معلوم ہی کہ ہم آجکل غیر ملک میں ٹہرے ہیں؟"

حماد - (ندامت کی خوشی سے) چپکا رہگیا اور سر جھکائے اپنے والد کے گھوڑے کے برابر گھوڑا اڑالے روانہ ہوا یہانتک کہ یہ دونوں گاؤں کے قریب والے باغوں کے اندر سے ہوتے ہوئے بستی کے انتہائی کنارہ پہ جو مکان تہا وہاں پہنچے اور گھوڑوں سے اتر کر اندر داخل ہوئے رات آدھی گذر چکی تہی - اور بستی کے رہنے والے میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے حماد اپنے کمرہ میں پہنچا خادموں نے لوٹا اور سلفچی حاضر کی - اُس نے ہاتھ سر دہوئے اور کپڑے بدل کر گاؤ تکیہ لگا کے بیٹھ گیا - حماد کا باپ "عبداللہ" جو ملک عراق کا ایک مالدار امیر تھا اُس کے برابر بیٹھا تھا - عبداللہ کا سن پینتالیس(۴۵) برس کے قریب ہوگا - اُس نے اپنی عمر کا بڑا حصہ سیر و سفر اور لڑائیوں کے میدان میں بسر کیا تھا - شام، عراق، مصر، حجاز، اور یمن، ان تمام ملکوں میں اُس نے خوب سفر کیا تھا اور زمانہ کے سرد و گرم کا پورا تجربہ حاصل کر چکا تھا اس سال اُس نے تمام طرفوں سے تعلق قطع کر کے اپنے تئیں محض حماد کا ایک کام انجام دینے کیلئے وقف کر دیا تھا اور اسی کام کے پورا کرنے کو مع حماد کے ملک شام میں وارد ہوا تھا - جب یہ دونوں اطمینان سے بیٹھ چکے تو عبداللہ نے حماد سے دریافت کیا - "بیٹا! تم اتنی دیر تک کہاں رہے اور گہر واپس آنے میں اس قدر توقف کیوں کیا؟ -"

حماد - (کسی قدر تعجب کے انداز سے) "کیا کل شام کو میں نے آپسے یہ بات عرض نہیں کر دی تھی کہ صبح کو میں "مرج غذیر" کی طرف جاؤں گا؟"

عبداللہ - "ہاں تم نے کہا تو ضرور تھا - لیکن کیا تم کو وہاں اتنی دیر تک رہنا پڑا؟ کیا سوار لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تہی؟"

حماد - "ہاں اباجان! دوڑ کی بازیاں غروب آفتاب تک ختم نہیں ہوئیں - اور اس کے بعد انعامی زرہ پہنانیکا جلسہ ہوا - جو اول آنیوالے کو پہنائی گئی ہتی - سبقت لینیوالے سواروں کی تعداد بہت تہی اور انہیں ایک بہاری جماعت غسانی امیروں کی تہی جن کا پیشرو حاکم بصریٰ "حارث" کا فرزند "ثعلبہ" تھا -

عبداللہ - (دریافت حال کا مشتاق بنکر) "یہ نہیں معلوم ہوا کہ اول کون آیا؟"

حماد - (جوش سے) "آپکا کمترین فرزند "حماد" -"

"عبداللہ" - (فرط مسرت سے قطع کلام کر کے) "خدا تیرے بازو میں قوت اور ارادوں میں برکت عطا فرمائے شاباش شہسواری اسی کا نام ہے کہ تمنے غسان کے امیروں کو ہزیمت دی اور اُن سے سبقت لیگئے - حالانکہ تم اُن کے درمیان پردیسی تھے - کیا تمنے وہ زرہ پہنی تھی - مجھے بھی دکھاؤ وہ ہے کہاں - ؟"

حماد - "میں نے قصب السبق حاصل کیا اور زرہ بہی پہنی لیکن بڑی جہگڑہ کی بعد - البتہ میں اس بات کو مان گیا.

کہ غسانیوں کے کریمانہ اخلاق اور پردیسیوں کے ساتھ اُن کے عمدہ برتاؤ کرنے کی حکایت بالکل صحیح ہے جبلہ اور اُسکے درباری امراء نے مجھ سے بڑا شریفانہ سلوک کیا۔ اور زرہ گھوڑے کی خرجی میں پڑی ہے ملاحظہ فرما لیجئے۔"

عبداللہ۔ "اور کیا غسان کی نامور شہزادی بھی اس مرتبہ دوڑ میں شریک ہوئی تھی۔ کیونکہ تم نے مجھ سے اگلی دوڑ کے موقعہ پر اس بات کا ذکر کیا تھا۔ اور اس کے علاوہ بہت لوگوں سے میں نے اُسکے شہسواری میں ماہر ہونیکا حال معلوم کیا ہے اور سُنا ہے کہ وہ اکثر دوڑ میں شامل ہوتی اور اچھے اچھے شہسواروں کا مقابلہ کیا کرتی ہے۔"

عبداللہ نے **ہند** کا تذکرہ چھیڑ کر فتنہ خوابیدہ کو جگا دیا۔ نوجوان **حماد** جو اسوقت تک دوسری باتوں میں مصروف تھا۔ **ہند** کا نام سنتے ہی اُسکی حالت متغیر ہو گئی چہرہ پر سراسیمگی اور رنج کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ اور وہ چپ ہو کر کسی فکر میں مبتلا نظر آنے لگا۔ **عبداللہ** کی تیز بین اور تاڑ لینے والی نگاہوں نے سمجھ لیا کہ **حماد** اسوقت کسی مشکل اور ضروری بات کو سوچ رہا ہے۔ اُس نے کہا۔ "بیٹے **حماد**! تم جواب کیوں نہیں دیتے تم کو کیا فکر دامنگیر ہو گئی؟"

حماد۔ (چونک کر اور اپنی مجنونانہ حرکت پر نادم ہو کر شرم سے) "میں نے جناب کی مراد نہیں سمجھی۔"

عبداللہ۔ "میں نے تم سے بادشاہ جبلہ کی بیٹی **ہند** کی بابت دریافت کیا کہ کیا وہ اس مرتبہ بھی دوڑ میں شریک تھی؟"

حماد۔ "نہیں۔ دوڑ میں شریک نہیں ہوئی لیکن سیر میں ضرور شامل تھی۔ اور اُسی نے اپنے ہاتھوں سے اول آنیوالے کو زرہ پہنا کر اس جلسہ کو ختم کیا۔" **حماد** اس بات کو کہتا جاتا تھا۔ اور اشتیاق و مسرت کی علامتیں اُس کے چہرہ پر نمایاں ہوتی جاتی تھیں۔

عبداللہ۔ (**حماد** کی طرز گفتگو سے اُسکا دام محبت میں گرفتار ہونا تاڑ کر زیادہ تحقیق کرنیکے لحاظ سے) "اچھا یہ تو کہو کہ غسان کی شہزادی تمہیں کیسی نظر آئی؟ کیا واقعی وہ اُسی قدر حسین و نازنین ہے جس قدر کہ ہم اُس کا شہرہ سنتے رہتے ہیں؟"

یہ سُنکر **حماد** کے چہرہ پر شگفتگی آگئی اور اُس نے بڑے جوش کیساتھ **ہند** کے حسن جمال اور لطف و اعتدال کی تعریف کرنی شروع کر دی **حماد** کی طرز بیان سے صاف ٹپکتا تھا کہ وہ **ہند** کو اپنے دل کا مالک بنا چکا ہے کیونکہ وہ جوشوقت بیان کرتا تھا۔ اُسوقت اُسکے آنکھوں میں غیر معمولی چمک اور اُس کے دل میں جوش اشتیاق سے دھڑکن پیدا ہو رہی تھی اور اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ **ہند** کی تعریف کیلئے اُسے الفاظ نہیں ملتے تھے۔ عبداللہ پر یہ خوف طاری تھا کہ مبادا **حماد** عشق و محبت کے جال میں پھنس جائے اسی وجہ سے اُس کے چہرے پر رنج و ملال کے آثار عیاں تھے اور وہ اسی کیساتھ متاسف بھی نظر آتا تھا۔ **حماد** نے اپنی پُر لطف گفتگو ختم کر چکنے کے بعد دیکھا کہ "**عبداللہ**" نے کسی پیچ میں سر جھکا لیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی سخت مشکل میں گرفتار ہے۔

حماد - (عبداللہ کو متفکر دیکھکر اور یکایک اسکی حالت بدل جانے پر متعجب ہوکر) ''ابا جان! آپ کو کیا ہوگیا؟ میں دیکھتا ہوں کہ جس بات پر آپ نے مجھکو ٹوکا تھا - اب خود آپ اُسی حالت میں مبتلا ہیں - کیا آپ کو میری کوئی بات ناگوار گذری؟''

عبداللہ - ''نہیں بیٹا! لیکن میں اس شہزادی کی حالت پر غور کر رہا ہوں اور خداوند پاک نے جیسی نعمتیں اور عمدہ عادتیں اُسے عطا فرمائی ہیں اُن کی بنا پر خیال کر رہا ہوں کہ بادشاہوں کی بیٹیاں ایسی ہی ہونی چاہئیں''

حماد - دل میں اس بات سے بہت خوش ہوا کہ عبداللہ نے **ہند** کی تعریف کی - لیکن اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھکو ہند کے وصل کی توقع رکھنے سے باز رکھنے کی کوشش نہ کرے اس نے زیادہ تصریح مناسب نہ سمجھی - کیونکہ **حماد** کو خیال تھا کہ ہند ایک عالی مرتبت شہزادی ہے اور میں محض ایک امیر کا بیٹا ہوں -

ادھر **حماد** کو اس بات کا خطرہ تھا اور اُدھر **عبداللہ** کو اس بات کے دریافت کرنے کی آرزو تھی کہ ''کیا ہند بھی **حماد** کو اُسی طرح چاہتی ہے - جیسے یہ اُسے چاہتا ہے؟'' اس امر کا پتا لگانے کی نیت سے اُس نے پوچھا - ''**حماد**! میں دیکھتا ہوں کہ **ہند** نے تمہارے دل و دماغ پر قابو کر لیا ہے اور تمہارا دل اب تمہاری ملک سے نکلکر اُس کے قبضہ میں چلا گیا ہے - اس لئے مجھکو ایک بات کا معلوم کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو یہ ہے - کہ ''کیا **ہند** تمہاری الفت سے آگاہ ہے؟ اور کیا **حماد** کا خیال بھی اُس کے دل میں کبھی آتا ہے؟ - ''

عبداللہ کی یہ گفتگو **حماد** کے دل پر تیر کی طرح لگی - اور اُس نے اس بات کو اپنی توہین خیال کرکے یکایک جوش میں آکر اپنے تمام اسرار کھول دینے کا ارادہ کر لیا وہ بیشک ایسا ہی کر گذرتا لیکن یکایک سنبھل گیا اور عقل کے ناخن لیکر کہنے لگا ''مجھکو اس بات کا علم نہیں ہے کہ **ہند** کے دل میں میری کتنی جگہ ہے - البتہ یہ ضرور دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے خُلق و مروّت اور بشاشت و محبت کیساتھ ملتی ہے - ''

عبداللہ - (تحقیر سے) ''بس بس! معلوم ہوگیا کہ تمہارے بھولے بھالے دل نے تم کو دھوکا دیدیا ہے اسلئے تم نے اُس کی معمولی اخلاق اور خندہ پیشانی کو جو وہ ہر شخص کیساتھ برتتی ہے - اُس کے خاص طور پر تم سے محبت کرنے کی نشانی قرار دے لیا''

حماد - (کسی قدر جوش میں آکر) ''نہیں نہیں! میرا یہ خیال ہرگز نہیں ہے کہ میرا دل مجھکو دغا دیگا اور مجھے فریب کھلائیگا - مجھ کو کئی باتوں سے معلوم ہو چکا ہے - کہ **ہند** مجھکو دل سے چاہتی ہے - ''

عبداللہ - ''میں کیسے مان لوں؟ تم ایک غیر ملک کے رہنے والے مسافرانہ یہاں وارد ہو - تم سے اور اُس کے خاندان سے نسب اور نسبت کا بھی کوئی تعلق نہیں - ''

حماد - ''بس مجھکو صرف اتنا معلوم ہے کہ **ہند** میرے ساتھ الفت رکھتی ہے'' خاموش ہوگیا -

عبداللہ - ''بیٹا کھول کر کہو مجھ سے کسی بات کو مخفی رکھنے کی بیکار کوشش نہ کرو - تمکو معلوم ہے کہ میں

صرف تمہارے واسطے تمام دنیا سے ہاتھ اٹھا سکتا ہوں۔ اور ہر وقت تمہاری رضا جوئی کا طالب رہتا ہوں۔ تم اپنے دل میں کسی بات کی شرم نہ کرو اور جو بات واقعی ہے اُسے صاف صاف کہہ ڈالو۔ تمکو بعض کہنا چاہئے کہ جس بات سے تمکو مسرت ہوگی وہ مجھکو بھی خوش کرے گی۔"

حماد۔ (جھینپ کر) "میں نے تو آپ سے عرض کردیا کہ وہ مجھ پر مہربان ہے۔"

عبداللہ۔ (عندیہ لینے کے طور پر) "تو ضرور ہے کہ تم اُس کے وصل کی طمع کرتے ہو گے؟"

حماد۔ (بات ٹالنے کے طرز سے) "میں یہ نہیں جانتا۔ آئندہ ابھی قسمت ہے۔"

عبداللہ پر ثابت ہو گیا کہ حماد کا دل الفت کے مضبوط جال میں گرفتار ہو گیا ہے وہ جبر اور گھبراہٹ کی وجہ سے ہکا بکا ہو گیا اور دریائے فکر میں غوطہ زن ہو کر اپنے ڈاڑھی کے بال نوچنے لگا۔ اُسے اس بات کے علم سے بہت سخت پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔

حماد۔ (عبداللہ کی گھبراہٹ اور پریشانی سے خیال کر کے کہ اُس کو میری بنت غسان کی شہزادی کا آرزو مند بننا ایک سخت امر معلوم ہوا ہے)۔ "اماجان! آپ کو کیا ہو گیا؟ آپ باتیں کیوں نہیں کرتے؟ کیا میری کوئی بات آپ کو ناگوار گذری ہے؟"

عبداللہ۔ (قطع کلام کر کے) "بیٹا! یہ بات نہیں ہے۔ مجھکو تمہاری گفتگو سے کوئی رنج نہیں پہنچا ہے لیکن میں ایک اور سخت مشکل بات سوچ رہا ہوں۔ جو میری اور تمہارے دونوں کیلئے قابل لحاظ اور ضروری ہے اور اسی کیلئے ہم اتنی منزلیں قطع کر کے ایک غیر ملک میں آئے ہیں۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ تم اُسے بھولکر ایک دوسرے فکر میں پڑ گئے ہو۔"

حماد۔ (عجلت کے ساتھ قطع کلام کر کے) "وہ بڑی بات کون سی ہے؟ آپکا مقصد کیا ہے؟ اور کس چیز نے مجھ کو اُس بات کی طرف سے غافل بنا دیا؟ مہربانی فرما کر صاف صاف بات کہئے۔"

عبداللہ۔ "کیا ہم عراق سے بُصریٰ کو صرف اس لئے نہیں آئے ہیں کہ تمہاری وہ منت پوری کریں جس کو میں نے اکیس برس ہوئے مانا تھا۔ اور اب اُس کی میعاد میں چند ہی روز باقی رہ گئے ہیں؟"

حماد۔ "بیشک جناب! مجھکو بخوبی معلوم ہے۔"

عبداللہ۔ (محبت آمیز ملامت کے ساتھ) "پھر میں تم کو عشق و محبت کے مشغلہ میں کیوں منہمک دیکھتا ہوں؟"

حماد۔ (شرمندہ ہو کر ندامت سے سر جھکا کے) "تو کیا میری باتوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ میں عشق و محبت کے پھندے میں پھنس گیا ہوں؟"

عبداللہ۔ (ملامت کی طرز سے) "نہیں تو تم مجھکو بے وقوف سمجھتے ہو۔ یا یہ بات نہیں جانتے کہ

محبت کی نشانیاں ماڑنے والونکی نگاہ سے مخفی نہیں رہتیں۔“

حماد اس بات کو سنکر متحیر رہگیا اور اُسکی سمجھ مین نہ آسکا کہ اپنے باپ کے دل سے یہ خیال کیونکر دور کرے البتہ اُسے سب سے بہتر طریقہ یہ نظر آیا کہ اپنا راز ظاہر کردے۔ اسلئے کہ اپنی آرزو کے حاصل کرنیمیں آخر اُسے ایکدن یہ کام کرنا ہی پڑتا۔ لہذا اُس نے کہا۔ ”اچھا آپ فرض کر لیجئے کہ مینے ہند سے محبت کی اور اس نے مجھسے الفت رکھی۔ لیکن یہ تو فرمائیے کہ اُس منت کیساتھ اس بات کو کیا تعلق ہے۔ ہم یہاں صرف اتنا کام کرنے آئے ہین کہ آپ ”بحیرا کے دیر“ میں میرے بال کترائیں گے۔ کیا ہرج ہے کہ اسکے ساتھ ہی ہم کوئی دوسرا کام بھی کرتے رہیں؟“

عبداللہ۔ ”بیشک ایک بہت بڑا تعلق ہے جس کو مین اُسی دن بیان کر سکونگا جس دن تمہارے بال کترے جائینگے۔ اُسوقت تمکو ایسی باتیں معلوم ہونگی۔ جو ابتک تمہارے وہم و خیال میں بھی نہیں آئی ہین۔ لہذا تم مجھکو اس بارہ میں معاف رکھو کہ میں تمہیں غسان کی شہزادی کا عاشق نہیں دیکھ سکتا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ تمہارا اُس کی اُلفت میں مبتلا ہونا باعث عزت ہے اور خاصکر جبکہ وہ بھی تمپر شیدا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ میں اُس دن سے پہلے جس میں مقررہ نذر پوری کی جائیگی۔ اور جو ”شعانین کا ہفتہ“ ہے۔ ایک لفظ بھی اُس راز کے متعلق زبان سے نہیں نکال سکتا۔ تم گھبراؤ نہیں۔ آجکل ہم ”صوم کبیر“ کے وسط میں ہیں۔ اور اب میعاد مین صرف چند ایام باقی رہگئے ہین اُس وقت تمہاری عمر کا ٹھیک اکیسواں سال پورا ہوگا۔ مین تمہارے بال ترشوا کر تمہیں ایک ایسے راز سے آگاہ کرونگا جسکی وجہ سے تم ایک نئی دنیا مین پہنچ جاؤگے اور ایسے مخفی رازونکا خزانہ تمہارے ہاتھ لگیگا جس کے اندر شاید کوئی ایسی چیز بھی مل جائے جو تمہارے اور ہند کے مابین حائل ہوجائے۔“

حماد نہایت شوق اور ولولہ کے ساتھ یہ تمام گفتگو بغور سنتا رہا۔ اور عبداللہ نے اپنا سلسلہ کلام قطع کیا تو حماد کے دلمین ”شعانین والے دن“ کے آنیکا اس قدر اشتیاق بڑھ گیا جس نے ہند کی محبت کو بھی دبا دیا۔ وہ اس سوچ مین تھا کہ عبداللہ کے کلام کا کیا مطلب نکلسکتا ہے؟ آخر خاموش نہ رہا گیا اور راز جوئی کے انداز سے کہنے لگا۔ ”وہ کیا بات ہوسکتی ہے جو میرے اور ہند کے باہمی الفت کے بیچ میں حائل ہوگی؟“

عبداللہ۔ ”مین تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس سے زیادہ تصریح کردینا میری قوت سے باہر ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم صبر و تامل سے کام لو۔ سوچ سمجھ کر کام کرنا خطرہ سے بچاتا اور کام کو راست لاتا ہے۔“

حماد کا ارادہ تھا کہ اپنے باپ سے ”ہند“ کے اُس وعدہ کا ذکر کردے جو اُس نے ”بحیرا کے دیر“ مین ملنے کی بابت کیا تھا۔ مگر یہ دیکھکر کہ اُس کے والد نے اُس کو بُری طرح دھمکی دی ہے اور اس عشق کا انجام نہایت مضر ثابت کیا ہے۔ چپ رہگیا اور سوچا کہ پہلے ”ہند“ سے ملکر دیکھ لوں کہ کیا بات قرار پاتی ہے اُس کے بعد سب حالات پوست کندہ اپنے والد سے کہدونگا۔ اس کے علاوہ حماد کا خیال یہ بھی تھا۔ کہ میرے

والد جو مجھکو دھمکیاں دیتے ہیں اس سے اِنکا مقصد صرف یہ ہے کہ مجھے "ہند" کی الفت سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

اس گفتگو میں آدھی رات گذر چکی تھی اور حماد پر تھکن اور نیند غالب آرہی تھی۔ عبداللہ نے اسکی یہ حالت دیکھکر کہا۔ "اب جاکر سو رہو مگر بیٹا میری اس بات کو خوب مضبوطی سے دل میں جمالو کہ خبردار تم "شعانین والے دن" سے قبل کسی اچھی یا بری بات کا فیصلہ اپنی ذات کیلئے نہ کرنا۔ کیونکہ اُس کے بعد تم جو کام کروگے اُسے سمجھ بوجھ کر کرسکوگے۔"

حماد بستر پر جا لیٹا۔ "شعانین والے دن" کا معاملہ اُس کے دلکو عجیب اضطراب میں ڈال رہا تھا۔ قریب تہا کہ وہ "ہند" اور اسکی ملاقات کے وعدہ کو بھول جائے اور اُس نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ اپنے بزرگ باپ کے ارشاد کی تعمیل کرے لیکن عشق کا جن جو اُس کے سر پر بُری طرح سوار تھا وہ ان بوچ خیالات کو کب قائم رہنے دےسکتا تھا۔ معاً اُس کے تصور میں ہند کی پیاری صورت کا نقشہ کہنچ گیا اور ان دلکش الفاظ کی صدا کہ "ہم کل پھر اسکے دیر میں ملیں گے" اُس کے کانوں میں گونجنے لگی۔ باقی رات تڑپتے اور کروٹیں بدلتے بسر کی۔ صبح کے قریب ذرا آنکھ جھپک گئی اور وہ سو گیا۔

چھٹا باب

شہر بصریٰ

رات کا وقت بہی عجیب وقت ہے جس کی ابتدا و انتہا دونوں راحت بخش اور سرور افزا ہیں۔ دن کا خاتمہ ہو کر شام آتی ہے جو رات کا پیش خیمہ ہے۔ اُس وقت چرند پرند بہائیم اور انسان سب دن بہر کام کر چکنے سے تہک کر آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں چڑیاں اپنے اپنے آشیانوں کو واپس آتی ہیں اور دن بہر رزق مقسوم سے پیٹ بہر چکنے کے بعد خدا کی حمد میں مسرت کا ترانہ گاتی ہیں سورج کی تپش سے زمین جو تنور کی طرح دہکنے اور بہکنے لگتی ہے اسکی تیزی کم پڑکر رفتہ رفتہ خنک ہوتی جاتی ہے۔ اور جس طرح شام کے سہانے وقت کا سرور وحوش وطیور سب کو خوش وخرم بنا دیتا ہے۔ اسی طرح رات کا پچھلا پہر جس کی انتہا طلوع آفتاب پر ہوتی ہے اپنی دلفریبی میں فرد ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت تمام مخلوقات اپنی اپنی ضرورت کے مطابق استراحت حاصل کر کے پہر کاروبار کے لئے آمادہ ہونے لگتی ہے۔ نسیم سحری کے سرد جھونکے کہیں نیند کے متوالوں کو لوریاں دے دے کر سلاتے ہیں۔ کسی جگہ باغوں میں غنچۂ گل چٹکا لے جاتے ہیں اور کہیں سحر خیزوں کے غنچہ ہائے دل کہلاتے ہیں۔ کاروباری لوگ بستروں سے جدا ہو کر ضروری حاجتوں سے فارغ اور کام میں مصروف ہونے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ چڑیاں رات بہر گھونسلوں میں آرام لے کر تازہ دم ہو جاتی اور صبح کی آمد آمد کی خوشیاں مناتی ہیں جس خدا نے اُن کے آرام کا وقت بنایا اُسکی ثنا وصفت ہزاروں زبانوں سے بیان کرتی ہیں اور روزی کی تلاش میں جانیکے لئے چہچہے کرتی ہیں۔

جن اسباب کا ہم ذکر کر چکے ہیں وہ ختم ہو چکی ہے اور ہمارا نوجوان ہیرو "حماد" بڑے بڑے پچھلے پہر ذرا سی جھپکی لگا سکا ہے لیکن ملک جھپکنے دیر نہیں ہوئی اور وہ پھر اٹھ بیٹھا۔ بے تابی بلکہ بستر سے جدا ہو کر جلد جلد کپڑے پہن رہا ہے لباس پہن کر اپنے باپ کے پلنگ کے قریب آیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے جگا کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔ مگر وہ کسی قدر جھجکا اور رک کر سب کو بدستور سوتا چھوڑ کر تنہا اپنے گھوڑے کے پاس گیا اور اس کا ساز و یراق اپنے ہی ہاتھوں درست کر کے فوراً سوار ہو گیا۔ اُس نے کلاہ پہنکر اور سر پر عمامہ باندھ لیا اور ردا کو عبا کی طرح دوڑہ لپیٹ کر کے وہ تنہا شہر "بصریٰ" کی طرف روانہ ہو گیا۔ چونکہ اُس نے کسی خادم کو بھی ہمراہ نہیں لیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے جانیکی غرض بہت مخفی رکھنا چاہتا ہے اور اس نے اپنے باپ کو جگا کر اُس سے اجازت بھی نہیں طلب کی کیونکہ اُسے خوف تھا کہ کہیں وہ ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہو جائے تو میرے جانیکی اصل غرض حاصل نہ ہوسکیگی۔

"عمان" اور "بصریٰ" کے مابین بہت سیدھی سڑک بنی ہوئی تھی یہ سڑک عام رومانی سڑکوں کی وضع پر مضبوط اور سخت پتھروں سے تعمیر ہوئی تھی۔ رومانی ساخت کی گاڑیوں کے پہیوں نے جن پر مضبوط لوہے کی ہالیں چڑھی ہوئی تھیں سڑک کے پتھروں کو ایسی آمد و شد کی کثرت میں گرد برد کر دیا تھا اور جا بجا اونچے نیچے گڑھے ڈالدئیے تھے۔ سڑک کے دونوں کنارے تیرہ ہاتھ ہاتھ پھر اونچی اور مضبوط منڈیروں سے اُسکی حد بندی کیگئی تھی [۱]۔ حماد اسی سڑک پر گھوڑے کو سرپٹ ڈالے جا رہا تھا اور چند ساعتیں بھی نہیں گذری تھیں کہ وہ شہر "بصریٰ" کے قریب جا پہنچا اور شہر کا دلفریب سواد آنکھوں کے روبرو نظر آنے لگا۔ حماد نے سب سے پہلے جس چیز کا معائنہ کیا وہ "بصریٰ" کا مغربی جانب والا بڑا حوض تھا۔ یہ حوض شہر پناہ کے باہر بنایا گیا تھا۔ دراصل یہ بارش کے پانی کو جمع رکھنے کا ایک بڑا بھاری خزانہ تھا جس کا طول ۵۰ ۳ افیٹ اور عرض ۵۰ ۶ فیٹ تھا۔ "بصریٰ" میں مشرق اور شمال کی جانب اور بھی کئی حوض تھے جو اسی بارش کے پانی کو محفوظ طور پر جمع کر رکھنے کی غرض سے بنائے گئے تھے کیونکہ "بصریٰ" کے نہروں اور چشموں سے دور واقع ہونے کی وجہ سے وہاں خشکی پڑ جانے کا اکثر خوف رہا کرتا تھا [۲]۔ حماد اس حوض کے قریب پہنچکر اُدھر کو جھک پڑا۔ اسکی وسعت کو تامل کے ساتھ دیکھنے لگا کیونکہ پہلے وہ سے ایک بڑا تالاب سمجھا تھا جسکی وجہ یہ کہ اوائل فصل ربیع کا زمانہ تھا اور وہ حوض پانی سے لبریز تھا۔ اُدھر کی سیر سے فارغ ہو کر وہ قریب کی ایک اونچی جگہ پر چڑھکر شہر بصریٰ کی آبادی کو بغور دیکھنے لگا۔ حماد اس سے پہلے کبھی "بصریٰ" کے شہر میں داخل نہیں ہوا تھا لیکن اُس نے فارسیوں اور کلدانیوں کی کتابوں میں اس کا ذکر مطالعہ کر کے اس قدر علم حاصل کر لیا تھا کہ یہ شہر حوران کے دکھن کی جانب اور نہر یرموک "اردن" کی مشرقی سمت میں دمشق سے ۹۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر جنوب مشرقی گوشہ میں اور بیت المقدس سے ۱۴۰ کیلومیٹر کی دوری پر شمال مشرقی کونہ میں واقع ہے۔ اور نہایت قدیم شہر ہے اس نے یہودی پھر یونانی اور رومانی حکومتوں کی معاصرت کی ہے [۳]۔ حماد نے شہر کے قریب پہنچکر ایک بلندی پر

---

[۱] جان مرے وغیرہ ۱۲ مصنف [۲] ممبر لی ۔ سف [۳] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۔ مصنف

سے اُسنے ایک نظر دیکھنا چاہا - اب آفتاب بھی نکل آیا تھا اور اسکی صبا بار شعاعیں تمام روئے زمین پر روشنی پھیلا رہی
ہیں - حماد نے دیکھا کہ شہر کی آبادی تقریباً ایک مربع کی شکل میں زمین کے بہت بڑے قطعہ کو گھیرے ہوئے ہے -
اور اُس کے گرد ایک مضبوط شہرپناہ بنی ہے جس کا محیط ۴ میل سے زائد ہوگا - شہرپناہ کے باہر دور تک باغوں، درختوں
اور انگور کی شاداب ٹٹیوں کا سلسلہ پھیلتا چلا گیا ہے جس میں ہر قسم کے پھل پھول والے درختوں کی کثرت ہے اور ان باغوں کے
بعد "حوران" کا بلند کوہستانی سلسلہ عرض افق میں اٹھا اور پھیلتا چلا گیا ہے - حماد کو صبح کے آفتاب کی دھیمی دھیمی کرنوں کا
شہر کے گرد والے حوضوں کے شفاف پانی پر پڑ کر عکس دینا اور تڑپنا - اور شہر کے عظیم الشان محل اور ایوان جو "حوران"
کے گندم گون پتھروں سے تعمیر ہوئے تھے اور اس لئے مجمل طور پر اُن کا منظر غبار آلود نظر آتا تھا بہت پسند آئے - اُس کے
دل میں شہر کی آبادی اور بازاروں کی سیر کا اشتیاق موجزن ہوا - وہ آگے بڑھا - شہر کے غربی دروازہ پر پہنچا - اُس نے
دیکھا کہ دروازہ کے پاس بہت سے قافلے پڑے ہیں - اونٹ، خچر اور گدھوں کے مثل باربرداری کے جانوروں کا
ہجوم اور آدمیوں کی کثرت ہے - بعض قافلے ملک عراق سے آئے ہیں اور فارس کا سامان ہمراہ لائے ہیں کوئی قافلہ
ملک یمن کا ہے جو قسم قسم کی خوشبودار چیزیں اور "مُر" اور "لُبان" کے انبار لایا ہے - ان کے علاوہ اور قافلے بھی
ہیں جن کے پاس رومانی سامان اور ملک شام کی مصنوعات بافراط موجود ہیں۔[1] حماد نے دیکھا کہ دروازہ
نہایت عظیم الشان اور بہت کشادہ رومانی وضع پر تعمیر کیا گیا ہے کنگنیاں، ستون اور نقش و نگار نہایت سجل
طور پر بنے ہیں - دروازہ کی پیشانی پر "ہیروسیلاطینی" زبان میں کوئی عبارت لکھی ہے جس کو حماد نہیں پڑھ سکا - تھوڑی
دیر تک دروازہ کی تعمیر کو غور سے دیکھتے رہنے کے بعد اُس کے اندر ہو کر شہر میں داخل ہونے کے لئے بڑھا مگر یہ دیکھ کر کہ
آنے جانے والوں کی بھیڑ میں سوار ہو کر چلنا مشکل ہے وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اُس کی باگ تھامے ہوئے اندر داخل
ہوا - یہیں دروازہ کے اندر سے نکل کر جو سڑک ملتی تھی وہ شہر کی سب سے وسیع اور بڑی سڑک تھی اور پتھر کی بھاری
چٹانوں سے بہت صاف ستھری بنائی گئی تھی - یہ سڑک مشرق سے مغرب تک شہر کا خط استوا بن کر تقاطع کر
رہی تھی اور اسی کے مثل ایک اور بڑی سڑک شمال و جنوب کی سمتوں میں بنتی چلی گئی تھی - انھیں بڑی سڑکوں
سے چھوٹی چھوٹی سڑکوں محلوں، اور بازاروں کی برشاچین پہونچتی تھیں اور ہر ایک شاخ زاویہ قائمہ کی شکل
بناتی چلی گئی تھی - حماد کو راستوں اور گلیوں کا ایسا انتظام اور اُنکی خوشنمائی دیکھکر تعجب آتا تھا کیونکہ اُس نے
ملک عراق میں تو کیا خاص "مدائن" کے شہر میں جو اندنوں اہل فارس کا پایۂ تخت تھا ایسے قرینے کی
سڑکیں اور اس ترتیب کے راستے ملاحظہ نہیں کئے تھے -

وہ سڑک پر صرف چند قدم چلا ہوگا کہ اُسکی نگاہ ایک پُل پر جا پڑی جو راستہ کے بیچ میں قائم تھا - حماد
سمجھ گیا کہ یہ فتحمندی کا کمانچہ ہے جسکی تعمیر اہل روم فتح کی یادگار میں کیا کرتے ہیں یا کسی ایسے جلسہ کی یادگار

[1] سرکہا رُش - (مصنف)

میں بناتے ہیں۔ جو فخر کے قابل ہو۔ حماد جس وقت اس پل کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ تین کمانوں سے
مرکب ہے ایک کمان جو وسط میں واقع ہے بہت بڑی ہے اور اس کے ماورد کی دو کمانیں اس سے چھوٹی ہیں۔
اس پل کی بلندی چالیس فیٹ اور عرض و طول بھی چالیس فیٹ تھا۔ یہ پل تمام بھاری بھاری
مضبوط پتھروں سے منقش ستونوں پر تعمیر کیا گیا تھا۔ بیچ والی کمان کی چوٹی پر لاطینی زبان کا کتبہ نقش تھا
جس کے پڑھنے کا شوق اس کے دل میں پیدا ہوا اور اس کو خود نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے کسی ایسے واقفکار شخص کی
تلاش ہوئی۔ (۱) جو اسے اس تحریر کے معنے بتلا سکے۔ اس لئے وہ ایک دکاندار کی جانب متوجہ ہوا جسکی شکل سے
حماد کو اس کے رومانی ہونے کا علم ہوگیا تھا کیونکہ اسکی ناک رومانی لوگوں کی طرح بلند تھی حماد نے اس شخص سے
کلدانی زبان میں جو عبرانی الفاظ سے ملی ہوئی تھی۔ گفتگو کی۔ اس دکاندار نے ایک دوسرے شخص کی جانب اشارہ
کردیا جو وہیں قریب بیٹھا ہوا تھا گویا اس نے حماد کو بتایا کہ یہ شخص تمہاری گفتگو سمجھ سکتا ہے۔ حماد نے اس
شخص سے کتبہ کا حال اور اسکے معنے دریافت کئے تو اس نے کہا۔ "اس کے یہ معنے ہیں کہ"[۲] سرطہ کے
فرقہ اول کے سپہ سالار "یولیوس لولیانوس" نے اسکو تعمیر کرایا ہے" حماد کو رومانی قوم کی جو انہیں نام و نمود کا
نمونہ دیکھکر استعجاب نے گھیر لیا۔ اسے یقین ہوگیا کہ نمائش اور شانداری میں رومانی لوگ بھی شاہان فارس کے ہمسر
ہیں ہیں۔ اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اس انحطاط اور تنزل کے زمانہ میں تو ان کی یہ حالت ہے اس لحاظ سے
اپنے پورے عروج اور ترقی کے دور میں ان کی عظمت اور آن بان کس درجہ کی رہی ہوگی یہ سوچتا ہوا وہ اس کمانچہ
کے نیچے سے نکلکر ایک سمت کو بڑھا اور ایک چوراہے پر پہنچا جہاں آدمیوں کا بہت ہجوم تھا اور دونوں بڑی
بڑی سڑکیں اسی مقام پر ایک دوسری سے تقاطع کر رہی تھیں۔ یہ مقام شہر کے بالکل وسط میں اور چوک کے
طور پر واقع تھا۔ یہیں تمام وہ بڑی بڑی دکانیں تھیں جن میں بیش قیمت سامان بکتے تھے۔ دیکھتے دیکھتے
دوسری طرف مڑا تو چوراہے کے ایک گوشہ میں اسے ایک عالیشان فلک نما عمارت نظر آئی جس کی خوبی تعمیر نے
حماد کو متحیر بنا دیا اسکی تعمیر میں علاوہ عظمت و شانداری کے سب سے بہتر کاریگری پتھر کے نقش و نگار کی ظاہر
کی گئی تھی۔ حماد نے اس عمارت کی حالت لوگوں سے دریافت کی تو کسی نے بیان کیا کہ یہ ایک ہیکل (بتخانہ)
ہے جسے رومانی لوگوں نے اپنے قیصروں کے عیسائی مذہب اختیار کرنے سے قبل تعمیر کیا تھا اور اسی کے اندر
وہ اپنے بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ لیکن موجودہ حالت میں اس عمارت کا کچھ حصہ "گرجا" بنا لیا گیا ہے
اور باقی قطعوں میں اس رومانی فوج کے افسر رہتے ہیں جو "لیفرلی" میں قیام رکھتی ہے[۳] حماد اس جگہ
کھڑا ہوگیا اور چاروں طرف نگاہ دوڑا کر ہر چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ میں اس وقت شہر کے
وسط میں ہوں اور اسی مقام سے چاروں بڑی سڑکیں ہر سمت کو پھیلتی چلی گئی ہیں جو شہر پناہ تک جاکر تمام

(۱) عربی (مصنف) ۲ موجبہ۔ ۳ مریل۔ اور۔ واڈنگٹن

ہوئی ہیں۔ اور ہر سڑک کی انتہا پر ایک دروازہ تعمیر ہے جو عربی، شرقی، شمالی، اور جنوبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دروازوں کے قریب سے شہر پناہ کے اندر اندر دیوار سے ملی ہوئی یہی سڑک چاروں طرف گھوم گئی ہے اور آخر کار شرقی دروازہ سے نکلکر "دیر" کو چلی گئی ہے۔ حماد دیکھ رہا تھا کہ "بصریٰ" میں ایک سے ایک بڑھکر شاندار محل اور ایوان بنے ہیں۔ جن میں سب سے بڑا حصہ کنیسوں کا ہے اور چند تیجا نے بھی ہیں جن کے اندر اہل روم کے عیسائی مذہب اختیار کرنے سے قبل ہو بکی پرستش ہوا کرتی تھی۔ اور منجملہ ان قدیم عمارتوں کے ایک خوشنما منڈوا بھی تھا جس میں رومانی لوگ کشتی کے دنگل اور دوڑ کے کھیل کھیلا کرتے تھے۔

حماد نے ان عمارتوں پر کتابے بھی لکھے دیکھے جن میں بعض پر نقش و نگار تھے۔ اور بعض رنگ آمیزی کے ساتھ لکھے گئے تھے یہ کتابے زیادہ تر "یونانی" اور "لاطینی" زبان میں تحریر تھے اور بعض بعض عمارتیں "نبطی" زبانیں بھی لکھی ہوئی تھیں حماد وہاں کے بازاروں اور منڈیوں کو تامل کی نگاہ سے دیکھتا اور سیر کرتا جاتا تھا۔ تاجروں کے زمرہ میں اکثر غیر ملکی لوگ تھے۔ دمشقی، حلبی، بدوی، رومی، فارسی، اور عراقی ہر طرح کے آدمی تھے۔ کاریگروں کے بارہ میں رومی اور فارسی دستکار بکثرت تھے لیکن حریر کے کپڑے بننے والے دمشق کے باشندے تھے۔ اور یہی دمشقی لوگ اسلحہ سازی بھی کیا کرتے تھے خصوصاً دمشق کی مشہور جوہر دار تلواریں انہی کی ساخت ہوتی تھیں۔ حماد نے دیکھا کہ "بصریٰ" کی عمارتیں اگرچہ مختلف وضعوں اور شکلوں کی بنی ہیں لیکن سب کی چھتیں ڈاٹ دیکر لداؤ کی بنی ہیں۔ بازاروں میں آدمیوں کا اس قدر ہجوم رہتا ہے کہ راہ چلنے میں کندھے سے کندھا چھلتا ہے۔ مرد، اور عورت سب آتے جاتے نظر آتے ہیں۔ ملکی لوگوں کی زبان "نبطی" اور "آرامی" ہے۔ اور رومی لوگ اکثر "لاطینی" اور بعض بعض "یونانی" زبان بولتے ہیں۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ غسانی عربوں کی ایک بڑی جماعت اپنی اسی بدوی حالت پر قائم ہے کیونکہ وہ لوگ شہر سے باہر رہتے ہیں اور بلا ضرورت شہر میں نہیں آتے۔ حماد جس نے ان لوگوں کو ان کے "بدوی" لباس سے شناخت کیا تھا۔ اس بات کو دیکھکر متعجب ہوا۔ اور صرف اسی بات سے نہیں بلکہ وہ "بصریٰ" کی تمام چیزوں کے دیکھنے سے ایسا ہی حیران تھا کہ اس عالم حیرت میں وہ قریب قریب "ھند" کا وعدہ بھی بھول گیا ہوتا مگر یکایک چونک کر اور ہوشیار ہوکر آفتاب کی جانب نگران ہوا جو اس وقت سمت الراس پر آرہا تھا۔ وہ جلد جلد وہاں سے بھاگا اور مشرقی دروازہ سے نکلکر گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا "بحیرا کی دیر" کی جانب روانہ ہوگیا۔ کیونکہ "ھند" کی یاد اور اوس کے وعدہ کے خیال نے حماد کے دلکو پھر اضطراب میں ڈالدیا تھا اور وہ اسی خیال سے کہ مبادا ہمبستری پہنچنے میں توقف ہوجائے چاہتا تھا کہ کسی طرح زمین لپٹ جائے اور یہ مسافت جلدی سے قطع ہوجائے۔

ساتواں باب

دیر بحیرا

ہمارا نوجوان ہیرو ''حماد'' گھوڑے کو اڑاتے چلا جا رہا ہے اور دیدار جانان کے اشتیاق میں ایک ایک لمحہ کا وقفہ جو وہ ''دیر'' تک پہنچنے میں ہو رہا ہے اُسے پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ خدا خدا کر کے چند منٹ گذرنے کے بعد وہ سڑک کے اُس بلند حصہ پر پہنچ گیا جو ایک ٹیلے کے راہ میں حائل ہونے کی وجہ سے اُس کے اوپر بنایا گیا تھا۔ حماد نے اس بلندی پر سے دیکھا کہ وہاں سے کچھ فاصلہ پر ایک عظیم الشان عمارت بنی ہے جس کے گرد باغوں اور نخلستانوں کا سلسلہ اُسے اپنی آغوش میں لیکر اسکی دلفریبی بڑھا رہا ہے۔[51] اتفاقاً اسوقت ایک مسافر گدھے پر سوار حماد کے پاس ہوکر گذر رہا تھا جس سے حماد نے دور سے نظر آنے والی عمارت کا یہ دریافت کیا جس کے جواب میں اُس نے کہا کہ ''وہ جناب دیر بحیرا ہی ہے''، جس کی شہرت سنکر لوگ دور دور سے اس کی زیارت کو آتے ہیں۔

حماد نے یہ بات سنتے ہی فرط طرب اور جوش اشتیاق میں گھوڑے کو ایڑ لگائی باد پا طراری بھرتا ہوا چلا اور تھوڑی دیر میں دیر کے قریب جا پہنچا۔ حماد کو خیال تھا کہ کہیں ''ہند'' اس سے قبل نہ آگئی ہو۔ حالانکہ اُسے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ ''قصر غدیر'' اور ''دیر'' کے بیچ میں جو فاصلہ ہے وہ پانچ چھ گھنٹوں سے پہلے طے نہیں ہو سکتا اس لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ ''ہند'' زوال آفتاب سے پہلے وہاں آجاتی۔ حماد کھڑا ہوا ''دیر'' کی عمارت کو غور کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اُس نے دیکھا کہ وہ دراصل دو عمارتوں کا مجموعہ ہے جنمیں سے ایک بڑی عمارت ہے جس کے عالیشان گنبد مقدس پر صلیب نصب ہونے سے اُس کے گرجا ہونے کا پتہ چلتا ہے اور دوسری عمارت کسی راہب کی خانقاہ ہے جو گرجے کے متصل ایک بلند کنگرے پر بنی ہوئی ہے۔ حماد گھوڑے سے اُترا اور احتیاطاً گھوڑے کو ایک درخت سے باندھ کر گرجے کی جانب چلا۔ گرجا رومانی وضع کا ہے۔ اور اُس کا نام ''کنیسہ بحیرا'' مشہور ہے وہ مکان کے صحن میں پہنچا اور قربانگاہ کے قریب جاکر زیارت سے فارغ ہوکر مکان کو غور سے دیکھنے لگا۔

اب حماد کو معلوم ہوگیا کہ یہ گرجا ہی خانقاہ ہے جسمیں صدہا راہب اور پادری مقیم ہیں یہ سب لوگ رومی النسل تھے جن میں سے اکثر ''یونانی'' زبان بولتے تھے جو اس وقت تک مشرقی چرچ کی اصلی زبان خیال کی جاتی تھی۔ اور دینی کتابیں بھی اسی زبان میں تالیف ہوتی تھیں۔ ان میں سے بعض ''لیٹن'' زبان بھی بولتے تھے جو حکومت اور سرکاری دفاتر کی زبان تھی۔[52] بعض لوگ سریانی زبان بھی جو عبرانی زبان

[51] سیرت حلبیہ
[52] گبن رومن امپائر۔

سے ملتی جلتی ہے) بولتے تھے۔ اور یہ لوگ زیادہ تر اسی ملک کے باشندے تھے۔ حمادؔ مختلف قوموں اور جداجدا زبانیں بولنے والوں کو اس طرح ایک جگہ دیکھکر اور متحیر ہوکر ایک شخص سے اسکی وجہ دریافت کی جسکا جواب یہ ملاکہ "بصریٰ" کا شہر ممالک عرب کے اسقف اعظم[ع] کا صدر مقام ہے۔ یہاں تمام پادریوں کا افسر رہتا ہے اور اُس کے ماتحت جس قدر شہر ہیں وہاں کا پادری یہیں سے مقرر کیا جاتا ہے۔ اس قدر گفتگو کے بعد حمادؔ قربانگاہ کے اندر داخل ہوا اور ہیکل کی زیارت اور مقدس تصویروں کو بوسے دینے سے فارغ ہوکر "دیر بحیرا" کا پتہ دریافت کرنے لگا۔ اسپر کسی نے اُس کو بتادیا کہ وہ "دیر" اسی گرجے کے قریب ہے اور چونکہ وہ ایک مقدس تارک الدنیا فقیر کی خانقاہ ہے لوگ اُس کی زیارت کے لئے دور دور سے آتے ہیں

حمادؔ گرجے سے نکلکر دیر کی جانب چلا جو ایک اونچے ٹیکرے پر واقع تھا جس وقت دیر کے قریب پہنچا تو اسباب کو دیکھکر سخت حیرت میں آگیا کہ اُس دیر کو گھر کیونکر کہا جاسکتا ہے؟ کیونکہ حمادؔ نے دیکھا کہ اُس کی تعمیر میں صرف پانچ پتھر لگائے گئے ہیں جو نہایت ضخیم اور بھاری ہیں۔ چار پتھر دیواروں کی وضع پر استادہ ہیں اور پانچواں اوپر سے بطور چھت کے رکھ دیا ہے۔ اس مکان میں جو دروازہ ہے وہ بھی صرف ایک ہی پتھر کا ہے اور صرف ایک پٹ ہے جس کو نہایت آسانی سے کھولتے اور بند کردیتے ہیں[۵]

حمادؔ نے متحیر ہوکر ایک شخص سے جو اُس کے برابر کھڑا تھا اور اُس کے وضع ولباس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ دمشق کا رہنے والا ہے۔ دریافت کیا۔ کہ یہ کیسی عمارت ہے؟ دروازے پتھر کے کیونکر بنائے جاتے ہیں؟" اُس شخص نے جواب دیا کہ "اس وضع کی عمارتیں ممالک حوران میں بکثرت ہیں کیونکہ یہاں کی زمین پتھریلی ہے اور عمارت کے قابل لکڑی یہاں کمیاب ہے۔ لہذا یہاں کیواڑوں کے پٹ، کھڑکیاں جالیاں، اور دروازں کے چوکھٹ بازو۔ یہ تمام چیزیں پتھر سے تیار کرتے ہیں۔ اور بعض جگہ تو بڑی بڑی عمارتیں محض پتھر سے بنی ہیں۔ اور اُن کے چھتیں۔ دالان، کمرے۔ اور کھڑکیاں، دروازے۔ اور جملہ لوازم تعمیر سب پتھر کے ہیں لکڑی کا کہیں اُن میں نام ونشان نہیں ہوتا۔[۹]"

حمادؔ پہلے تو کھڑا ہوا دیر تک اس انوکھی عمارت کو دیکھتا رہا۔ جس کا دروازہ بھی وہ مشکل شناخت کرسکتا تھا۔ اگر لوگوں کو اُس کے اندر آتے جاتے نہ دیکھتا تو ممکن نہ تھا کہ اُسے دروازہ کا پتہ آسانی سے مل جاتا۔ جس وقت دروازہ معلوم ہوا وہ صومعہ کے اندر جانیکو بڑھا اور دروازہ کے قریب کھڑے ہوکر اُسکی ساخت پر غور کرنے لگا۔ اُس نے دیکھا کہ وہ ایک اندھیری کوٹھری ہے جسکی شکل ایک چھوٹے غار کے مشابہ ہے جیسیں محض ایک تنگ سوراخ روشنی کے لئے بنا ہوا تھا ورنہ تمام دہلیز میں اور کسی روشندان کا نشان بھی نہ تھا۔ حمادؔ نے دہلیز کے اندر قدم رکھا تو زمین پر بھی ایک ہی پتھر کا فرش دیکھا۔ دونوں

ع اسقف اعظم لاٹ پادری کو کہتے ہیں [۵] انسائیکلوپیڈیا آثار مدینہ کا حصہ دیکھو [۹] دائرۃ المعارف [۱۱] فوجیہ

طرف کی دیواروں میں بہت سی مورتیں بنی دیکھیں جن میں سے ہر مورت کے مقابل ایک چراغ ٹمٹما رہا تھا اور اُس کی دھندلی روشنی میں اُن مورتوں کے نقش ونگار کسی قدر نظر آجاتے تھے ورنہ کوئی شخص اُن کے وجود سے بھی واقف نہ ہوتا۔ مکان کے ایک گوشہ میں ایک ضعیف اور سن رسیدہ راہب خدا کی یاد میں مستغرق بیٹھا تھا اُس کی لانبی ڈاڑھی ناف تک لٹک رہی تھی اور چہرے پر اس قدر جھریاں نہیں جن سے اوس کے سن رسیدہ ہونے کا ثبوت ملتا تھا۔ لیکن اُس کی بلند اور لنبی ناک اسی طرح اُبھری ہوئی تھی جیسے کہ شباب کے عالم میں ہوگی - ہاتھ میں بہت بڑی ہزار دانہ کی تسبیح لئے ہوئے ایک پتھر کی چوکی پر اپنے رہبانت کے لباس میں بیٹھا ہوا تھا۔ جو لوگ اندر داخل ہوتے ہیں وہ اُس کے ہاتھوں پر بوسہ دینے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ وہ صرف اپنے ہونٹھ ہلا دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اُن برکت کے طالبوں کو دعائیں دے رہا ہے ہر شخص اُس کی زیارت سے فارغ ہوکر (دیر) (خانقاہ) میں چلا جاتا ہے تاکہ گرجے کی زیارت سے مشرف ہو۔ گرجے کے گردوپیش بہت سے حجرے بنے ہوئے ہیں جن میں وہ لوگ آرام لینے کو ٹھیرتے ہیں جو دور سے زیارت کے لئے آتے ہیں یا قریب کے لوگ بھی تھوڑی دیر آرام حاصل کرنے کی نیت سے وہاں اُتر پڑتے ہیں۔

حماد پر اُس بڈھے راہب کی صورت دیکھکر ہیبت سی طاری ہوگئی۔ اور اُس کی بزرگی نے ہمارے نوجوان اور جری ہیرو کو اپنا مرعوب بنا لیا حماد کو اُس راہب کی شکل وشمائل میں سب سے زیادہ اُسے اپنی طرف متوجہ بنا لینے والی جو بات نظر آئی وہ اُس کا عراق کے رہنے والے نسطوری راہبوں کا سا لباس تھا جس کے دیکھنے کا حماد کو اپنے ملک میں اکثر اتفاق ہوا تھا۔ حماد اسی حیرت اور غور کی حالت میں اُس راہب کی طرف بڑھا اور اُس کے ہاتھوں کو تعظیم اور برکت حاصل کرنیکے خیال سے بوسہ دینے لگا۔ راہب نے حماد کو نہائت غور سے سرتاپا گھور کر اُسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا جس سے پایا جاتا تھا کہ گویا اُس نے حماد کو پہچان لیا ہے۔ حماد نے جس کو اس تارک الدنیا بزرگ کے پاس بیٹھنے کی بیحد خواہش تھی اس عمدہ موقعہ کو چھوڑ دینا مصلحت نہ سمجھا اور اس خیال سے کہ اوس سے اس عمارت کی حالت دریافت کروں گا۔ ادب کے ساتھ ایک طرف کو بیٹھ گیا۔ حماد نے ملک عراق کے مشہور مدرسہ ''رہا'' میں اس زمانہ کے تمام ضروری علوم وفنون کی اچھی طرح تحصیل کی تھی جس کی وجہ سے وہ ایک روشن خیال جوان بن گیا تھا اور اُس کے دل میں آثار قدیمہ کی جستجو کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ جس وقت اُس نے راہب کو اپنی جانب متوجہ دیکھا۔ خوشی خوشی اُس کے روبرو ادب سے بیٹھ گیا۔ راہب نے اُس سے خطاب کرکے کہا کہ ''صاحب زادے تم شائد ملک عراق کے عربی النسل لوگوں میں سے ہو

حماد - (بڈھے راہب کے اس طرح دریافت کرنے پر متعجب ہوکر) "پیرو مرشد! لیکن آپنے کیونکر پہچان لیا"

راہب - "میں نے صرف تمہارے خط و خال اور چہرے سے یہ بات معلوم کرلی - کیونکہ عراقی عربون کے ساتھ میں نے ایک مدت دراز تک زندگی بسر کی ہے - کیا تم یہاں مقیم ہو یا مسافر کے طور پر چند روز کے لیئے اس ملک میں آگئے ہو - ؟"

حماد - "میں اس ملک میں صرف ایک نذر ادا کرنے کے لئے آیا ہوں جو اس "دیر" کے واسطے مانی گئی ہے - "

راہب - (حیرت سے) "وہ تمہاری منت کیا ہے ؟"

حماد - "ابا جان نے منت مانی تھی کہ میرے سر کے بال پہلے اسی دیر مین منڈواؤن گا اور وہ یہ کام اسوقت کریں گے جب میری عمر اکیس سال کی ہوجائے گی چنانچہ شعبان کے اُس اتوار کو جواب آنے والا ہے یہ مدت ختم ہوجائیگی - میں نے خیال کیا کہ لاؤ منت پوری کرنے سے پہلے ہی ایک مرتبہ اس صومعہ کی زیارت سے برکت حاصل کرلوں - کیونکہ اکثر "بصریٰ" کے رہنے والوں نے مجھ سے "راہب بحیرا" کے اوصاف بیان کیئے ہیں کیا آپ ہی وہ بزرگ ہیں ؟"

راہب - (افسوس اور رنج کے ساتھ) "نہیں بیٹا! میں بحیرا نہیں ہوں جن کی تم کو تلاش ہے انھیں تو بعض بدمعاشوں نے دھوکہ دیکر مار ڈالا - اسے مدت ہوئی - "

حماد - (متاسف اور متحیر ہوکر) "امین! یہ کس طرح اور کیوں اُن کو قتل کردیا - مجھکو اس کی وجہ معلوم کرنے کا بہت شوق ہے - " اس گفتگو کے چھیڑ دینے سے حماد کا مقصد یہ تھا کہ وقت آسانی سے گذر جائیگا اور باتیں کرنے میں "ہند" کے آنے کا انتظار بھی گران نہیں گذرے گا -

آٹھوان باب

بحیرا راہب

مقدس راہب نے ٹھنڈی سانس بھرکر اپنی ڈاڑھی کو انگلیوں سے کریدنا شروع کیا - اُس کی آنکھیں عداوت و انتقام کے جوش سے چمک اُٹھیں گویا اسکی مجموعی حالت سے یہ معلوم ہونے لگا کہ وہ اپنی

حالت پیری کو بھولکر اسوقت جوانی کے جوش میں آگیا ہے اُس نے حماد سے مخاطب ہوکر یون کہنا شروع کیا "
"آہ! بحیرا - انسانوں کے لئے ایک نعمت الٰہی تھا میں اس بات کا خیال بھی نہیں کرسکتا کہ زمانہ
پھر اُس کا مثیل و نظیر پیدا کرسکیگا - اُس کا قصہ میں تمسے بیان کرتا ہوں سنو! اُس کا اصلی نام بحیرا نہیں تھا
بلکہ "یوحنا[91]" تھا - بحیرا کلدانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنے مدقق اور محقق عالم کے ہیں - چونکہ "یوحنا"
تمام علوم کا بہت بڑا عالم تھا اس لئے لوگ اُسے "بحیرا" کے لقب سے[92] یاد کرتے تھے -

حماد - (قطع کلام کرکے) "توکیا آپ نے اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟"

راہب - (سلسلہ کلام جاری کرکے) "مین اُن کا ایک ادنیٰ شاگرد ہوں - اور میں کیا ہوں اُن کے
بہت سے شاگرد تھے جو مجھ سے کہیں اعلیٰ و افضل ہوئے منجملہ اُن کے ایک سلمان فارسی[93] بھی ہیں
لیکن بات یہ ہے کہ میں نے آخر وقت تک اُن کی خدمتگزاری میں زندگی بسر کی اور ظاہر ہونیکے
آغاز سے زندگی کے خاتمہ تک اُس تقدس مآب کی خدمت میں شرف پاتا رہا -

حماد (بحیرا کے حالات جاننے کا زیادہ مشتاق ہوکر اور راہب کو خاموش ہوجانے کے ارادے
سے باز رکھنے کے لئے) - "توحضور! اون کے کچھ حالات بیان فرمائین تاکیونکہ مین اون کے حالات
سننے کے لئے بیتاب ہورہا ہون -"

راہب - صاحبزادے "مرحوم "یوحنا" بحیرا آریوس اور نسطور کے مذہب کا پیرو اور نسطوری
طریقہ کا راہب تھا - مین خیال کرتا ہوں کہ تم اس مذہب کے حالات سے واقف ہوگے - اگرچہ حکومت کے
مخالف ہوجانے سے اس کے پیرو بہت کم پیدا ہوسکے -"

حماد - (قطع کلام کرکے) "پیر و مرشد! میں اس کی باریکیوں سے واقف ہوں کیونکہ مدتہ مین تعلیم حاصل کرنیکے
زمانہ میں اس مذہب سے بخوبی واقفیت حاصل کرچکا ہوں -"

راہب - (سلسلہ کلام جاری کرکے) "خیر اب مجھکو اس مذہب کی شرح کرنیکی ضرورت نہین
کیونکہ تم کو اس بات کا ضرور علم ہوگا کہ اس مذہب کا اصل اصول "جناب مسیحؑ" کی الوہیت سے انکار کرنا اور انکو
خدا کے نام سے موسوم کرنے کو ناجائز قرار دینا ہے - اس مذہب کے ماننے والوں کا قول ہے

---

[91] اسحٰق کندی ۱۲ [92] سیرۃ حلبیہ وغیرہ کتابوں میں "بحیرا کا اصلی نام "جرجیس" اور بعض اقوال کے مطابق "سرجیس" ہے مصنف نے "یوحنا" نام بیان کیا ہے اس کا ماخذ "اسحٰق کندی" کی تصنیف ہے جو اسلام پر سخت طعن کرتا ہے اور یہودی مذہب ہے - ۱۲ مترجم [92] دائرۃ المعارف [93] محدثین کے تذکرہ میں سلمان فارسیؓ کا "بحیرا" سے تلمذ کہنا معلوم نہین ہوتا لہٰذا یہ قول قابل اعتبار نہیں - واللہ اعلم ۱۲

کہ ان کو "کلمۃ اللہ" کہنا چاہیئے اور اُن کی والدہ "مریم" کو "مظہر ناسوت" کہنا زیبا ہے نہ کہ "خدا کی ماں" (معاذ اللہ منہ)[51]
مَیں تم سے اس بات کو پہلے کہہ چکا ہوں کہ مَیں بحیراء کا شاگرد ہوں۔ اور یہ بھی کہدیتا ہوں کہ مذہب کے سوا اَور باقی تمام چیزوں میں اُن کی پیروی اور شاگردی کی ہے۔ لیکن مذہب کے بارہ میں مجھ سے اور اُس سے اکثر اوقات سخت بحث رہا کرتی تھی۔ مگر ہم میں سے کوئی ایکدوسرے کو معقول نہ کر سکا۔ دوسرے علوم کے لحاظ سے بحیراء میرا قابل تعظیم اُستاد تھا۔ مَیں نے اس سے علم الافلاک۔ ریاضی۔ ہیئت اور اُس زمانے کے تمام دیگر علوم و فنون حاصل کئے تھے۔ اُسکی دانائی اور وسعت نظر اس پایہ کی تھی کہ عوام اسے ساحر خیال کرتے تھے۔ ابتدا میں وہ عراق کے اس حصہ میں جو دریائے دجلہ اور فرات کے بیچ میں ہے ایک دیر کے اندر رہتا تھا۔ اور مَیں بعض علوم کے حاصل کرنے کے لئے اسکے پاس آتا جاتا تھا۔ مگر وہ کس مذہب کا پیرو ہے اسکا مجھکو مطلق علم نہ تھا۔ "دیر" کا رئیس کسی طرح اُسکے آریوسی ملت کے پیرو ہونے کی خبر پاتے ہی آپے سے باہر ہو گیا اور بحیراء کو اپنے دیر سے نکال دیا۔ بحیراء نے اسکی مطلق پروانہ کی۔ طور سیناء کے دیر کی جانب روانہ ہوا۔ جو مصر کے حدود پر ایک گھاٹی میں واقع ہے۔ مَیں بھی بحیراء کے علم و کمال سے نفع حاصل کرنے کی غرض سے اور کچھ اس خیال سے کہ شاید مَیں اسکو کسی وقت بحث میں لاجواب کر کے اسے پھر حکومت کے مذہب کیطرف پھیر لاؤں اور اسطرح اسکے ساتھ ہوا خواہی کا ثبوت دوں بحیراء کے ساتھ ہو لیا۔ اور سفر کی کڑیاں جھیلتا ہوا منزل مقصود تک جا پہونچا۔ طور سیناء کے راہبوں نے ہم کو بہت خاطر تواضع سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور چند ہی روز میں وہ بھی بحیراء کے علم و فضل کا لوہا مان گئے۔ غرضکہ ہم وہاں آرام سے کچھ دن مقیم رہے۔ تھوڑی عرصہ کے بعد اُسی پہلے دیر سے جہاں سے بحیراء نکل کر آیا تھا۔ طور سیناء کے دیر کے رئیس کے پاس ایک تحریر اس مضمون کی آئی کہ وہ بحیراء کو اپنے دیر سے نکال دے۔ دیر کے رئیس نے بحیراء کو فوراً وہاں سے نکل جانے یا اپنے مذہب ترک کرنے کا حکمدیا۔ بحیراء نے نکل جانا منظور کیا۔ مَیں بھی اسکے ساتھ ہوا۔ اور ہم دونو وہاں سے چلکر اس دیر میں آئے۔ اور جہاں مَیں اب تک مقیم ہوں۔ یہیں سے بحیراء جزیرۂ عرب میں کہیں گیا تھا جس کا نام اُس نے مجھکو نہیں بتایا۔ اور جہاں سے پھر وہ لوٹ کر نہ آیا تاکہ مَیں اُسے دیکھتا اور حالات دریافت کرتا۔ اسکے بعد مجھکو بعض ذریعوں سے معلوم ہوا کہ یہودیوں نے اُسے فریب دیکر قتل کر دیا۔[52]

حماد — (افسوس کر کے) "! آپ کو اُس جگہ کا نام بالکل نہیں معلوم جہاں وہ گئے تھے؟"

راہب — "نہیں۔ بالکل نہیں۔ لیکن مجھکو یہ گمان ضرور ہو گیا تھا کہ وہ اس واقعہ کی وجہ سے جسکو چالیس سے زاید برسیں گذریں اور جو ایکبار میرے سامنے انکو پیش آیا تھا کسی فکر میں ملک حجاز کیطرف گئے ہونگے۔"

[51] دائرۃ المعارف ۱۲ [52] دائرۃ المعارف ۱۲

حماد — (مشتاق ہوکر) "اور وہ واقعہ کیا تھا؟"

راہب[۵] — (دیر تک باتیں کرنے کے لئے تیار ہونے کی طرز سے خوب کھانس کر) "عرب سے آنے والے قافلوں کا قاعدہ تھا کہ وہ بیابانوں کی گرمی میں سفر کرتے۔ گرم ریتلے میدانوں کی تکلیف دفع کرنے اور پانی پینے کی غرض سے

---

۵ مصنف نے اس مقام پر راہب کی زبان سے جو قصہ بیان کیا ہے۔ اور اس راہب کو بحیرا کا شاگرد ظاہر کیا ہے اس میں یہ باتیں قابل غور ہیں جن کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ خلاصہ تمام تقریر کا یہ ہے کہ (۱) ملک عرب سے آنے والے قافلے بحیرا کی خانقاہ کے قریب مقیم ہوا کرتے تھے۔ اور اگر وہ لوگ بت پرست یا آتش پرست ہوتے تو بحیرا انہیں خدائے واحد کی عبادت کی تعلیم دینے کا فرض ادا کرتا تھا۔ (۲) بحیرا کا خیال تھا کہ خداوند پاک نے عالم رویا میں اسکو بشارت دی ہے کہ وہ آیندہ زمانہ میں بنی اسمٰعیل کے ہدایت پانے کا ذریعہ ہوگا۔ (۳) پھر بحیرا نے ایک اور خواب دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان برج ثور اور زہرہ کے اندر مشتری اور زحل کے قران میں پیدا ہوا ہے وہ آیندہ زمانہ میں اپنے کنبہ والوں (بنی اسمٰعیل) کو راہ راست دکھائے گا۔ اور ان کی حالت سدھار کر ان کی قوت کو متحد کر کے بنی اسحٰق کو زیر کرے گا۔ بنی اسمٰعیل اپنے بنی عم یعنی بنی اسحٰق پر زمانہ دراز تک حکمران رہیں گے۔ جیسا کہ حضرت دانیال نے اپنی پیشینگوئیوں میں بیان کیا ہے کہ "ملک عرب سے بارہ حکومتیں نکلیں گی۔" (۴) پھر مصنف نے راہب کی زبانی بیان کیا ہے کہ قوم قریش کا ایک قافلہ آیا جس میں بحیرا نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر بیان کیا کہ یہ وہی جوان ہے جس کی بشارت مجھکو رویا میں ہوئی ہے اور اس لڑکے کے چچا کو اس بات کی نصیحت کی کہ وہ اسکو یہودیوں کے شر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں (۵) اسکے بعد کہتا ہے کہ "پھر جب وہ ہماری طرف ہو کر نکلتے تھے تو ہمارے پاس مقیم ہوتے تھے۔"

اس حکایت میں چند ایسی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے بعض غلط نتیجے قائم ہو سکتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اس قصہ کو کسی معتبر راوی نے روایت نہیں کیا ہے۔ بلکہ خود مصنف کتاب نے اپنے دل سے گھڑ کر محض اس لئے لکھا ہے تا کہ اسکے ذریعہ سے اپنے ان خیالات کا اظہار کر سکے جو اس نے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت قائم کر رکھے ہیں اور وہ خیالات حسب ذیل ہیں۔—

"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راہب سے توحید وغیرہ کے بارہ میں اکثر خیالات کا اقتباس کیا اور اسکے بعد خود تحقیق حق میں مصروف ہوئے۔ وہ اکثر اس راہب کے پاس استفادہ کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔ پھر اسکے بعد خود وہ راہب بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں چلا گیا۔" غرضکہ مصنف کے تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہب اسلام اسی راہب کی ہدایتوں پر قائم ہوا۔ گو بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اپنی اس رائے کو کہ (بحیرا کی تعلیم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنایا) بعد میں واپس لیا ہے جیسا کہ اسی مصنف کی کتاب تاریخ تمدن اسلام کا پہلا حصہ مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں مصنف نے صریحاً اس بات کو لکھ دیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں تصنع مطلق نہ تھا۔ اور وہ اپنے دل میں خدا کی جانب سے مرسل ہونے کا یقین کامل رکھتے تھے (دیکھو ٹامس کارلایل۔ جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے تصنع سے بری ہونا کارلائل نے بھی لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ مصنف نے یہ خیال وہیں سے لیا ہو۔ مترجم)

اس دیر کے قریب قیام کیا کرتے تھے۔ بحیرا کا دستور تھا کہ وہ اُن قافلہ والوں کے پاس جایا کرتا۔ اور خاصکر اگر وہ لوگ بُت پرست یا آتش پرست ہوتے تو ضرور جاتا۔ میں بھی اسکے ساتھ رہا کرتا تھا۔ بحیرا وہاں جاکر اُن لوگوں کو ذات واحد کی عبادت تعلیم کرتا اور اُنکی بہتری کا خواہاں بنکر انہیں ہدایت کیا کرتا۔ بحیرا کا اعتقاد تھا۔ کہ

باقی رہیں وہ غلطیاں جو اس بیان میں مصنف کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) "جو عرب کے تاجر بحیرا کے صومعہ کے قریب مقیم ہوتے تھے۔ بحیرا اُن کو تعلیم و تلقین کے لئے جایا کرتا تھا" یہ بیان سراسر غلط ہے۔ اصلیت یوں ہے جیسا کہ "سیرۃ حلبیہ" میں لکھا ہے کہ قریش کے قافلے اکثر بحیرا کیطرف ہوکر گذرتے تھے اور وہ اُن سے بات بھی نہ کرتا تھا۔ مگر جبکہ وہ برس آیا جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے ہمراہ شام کا سفر کیا ہے تو بحیرا نے اہل قریش کے لئے بہت سے کھانے پکوائے اور اُنکی دعوت کی جسکی وجہ یہ تھی کہ اُس نے اپنے صومعہ میں بیٹھے بیٹھے قافلہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تھا کہ جب قافلہ آرہا تھا اُسوقت دھوپ بہت تیز تھی۔ اور ایک ابر کا چھوٹا ٹکڑا حضور انور کے سر مبارک پر سایہ کئے آتا ہے۔ پھر جب سب لوگ درخت کے قریب آکر ٹھیرے اور اُترنے لگے تو اُس نے دیکھا کہ وہ ابر غائب ہوگیا اور درخت کی شاخیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب جُھک کر سایہ فگن ہوئیں اسکے بعد بحیرا نے قریشیوں کو دعوت دی اور کہلا بھیجا کہ تمہاری سب ساتھی آویں۔ کوئی شخص خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ غلام ہو یا آقا۔ باقی نہ رہے ایک قریشی شخص نے آخر میں (جسکا نام مجھکو معلوم نہیں ہوسکا) کہا کہ "بحیرا آج کیا ہے؟ ہم تو تمہاری طرف ہوکر ہمیشہ آتے جاتے رہے کبھی تمنے ہم سے بات تک نہ کی اور آج اسقدر تپاک سے دعوت دیتے ہو؟" بحیرا نے کہا "آپ سچ کہتے ہیں"۔ القصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً قافلہ والوں کے ساتھ دعوت میں شریک نہیں ہوئے۔ تو بحیرا نے قریشیوں سے دریافت کیا "کیا تم میں سے کوئی شخص آنے کو باقی رہگیا ہے؟" اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ان میں سے کسی کے سر پر ابر کو سایہ کئے نہیں دیکھا تھا۔ قریشیوں نے کہا "ہاں ایک کم سن لڑکا نہیں آیا اور باقی سب لوگ آگئے ہیں"۔ بحیرا نے انکو بھی بُلوا لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنکا سن نو برس سے زیادہ تھا تشریف لائے اور جبتک آپ دھوپ میں رہے ابر کا سایہ برابر آپکے سر مبارک پر چلا آیا۔ جس وقت سب لوگ کھانا کھاکر واپس چلے۔ بحیرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور کہنے لگا۔ "میں "لات" اور "عزیٰ" کی قسم دیکر آپسے دریافت کرتا ہوں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع کلام فرماکر ارشاد فرمایا کہ "لات" اور عزیٰ کی قسم مجھکو ہرگز نہ دلاؤ۔ میں ان دونو سے بڑھکر کسی شئے کو دشمن نہیں رکھتا"۔ بحیرا "بس خدا کے واسطے جو میں آپسے استفسار کروں اُسکا جواب دیجئے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "پوچھو جو تم کو دریافت کرنا ہو کہو"۔ اسکے بعد بحیرا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے انکے خواب اور بیداری کے حالات اور دیگر ضروری امور دریافت کرنے شروع کئے۔ جنکو وہ آپ کی صفت میں دیکھ چکا تھا۔ اور ہر امر کو مطابق پاکر اُسے پورا یقین ہوگیا کہ آخری زمانہ میں مبعوث ہونیوالا نبی یہی ہے"۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ بحیرا نے آپکے چچا ابوطالب کو آپ کی حفاظت کے لئے بہت تاکید کی۔ یہ بات کسی روایت میں نہیں دیکھی گئی ہے کہ بحیرا نے اہل قریش کو دعوت دیکر ہدایت کی یا اُن کو توحید کی جانب بلایا۔ وغیرہ وغیرہ

اللہ جل وعلانے عالم رویا میں اُسکو اپنا جلوہ دکھایا ہو اور اُس نے بشارت دی ہے کہ وہ عنقریب جزیرہ عرب کے رہنے والے بنی اسمٰعیل کی رہنمائی پانے کا ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ یہ عرب ستاروں اور بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ البتہ اُن میں کے بعض لوگ یہودی اور نصرانی تھے۔ یا ایک دوسری جماعت اس قسم کی بھی تھی جو بعث و نشر اور ثواب عذاب کا

اس بیان میں دوسری غلطی بحیرا کے خواب دیکھنے اور ستارہ شناسی کی رو سے پیشینگوئی کرنے کی تقریر ہے اور صحیح ترین روایتوں میں اس امر کا علم ہو چکا ہے کہ اس بشارت کا باعث یہ امر تھا کہ بحیرا نے آسمانی کتب میں آپ کی ثنا و صفت پڑھی تھی اور بہت سی بشارتیں اسکے متعلق دیکھی تھیں۔ خواب کا قصہ اور ستارہ شناسی کا لٹکا محض ایک ڈھکوسلا ہے۔ البتہ یہ مانا جا سکتا ہے کہ غیر مذہب کے لوگ مسلمانوں کے ان بیانات کو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ درجہ اور یہ رتبہ رکھتے ہیں نہیں مانتے ہیں مگر ہمارے پاس اسکا صاف جواب یہ ہو کہ مانو یا نہ مانو بلکہ بہتر یہ ہو کہ تم سرے سے بحیرا ہی کا ذکر اُڑا دو اور اسکے تمام قصہ کو گاؤ خورد کرکے ہم کو اُسکے ذکر سے سبکدوش کر دو۔ کیونکہ اگرچہ تم اسکو اپنے نزدیک بہت بڑا شخص بناتے ہو لیکن درحقیقت وہ ان سینکڑوں اور ہزاروں علماء اہل کتاب میں سے ایک شخص تھا جنہوں نے ہمارے نبی روحی فداہ کے آل اسمٰعیل میں سے مبعوث ہونے کا اعتقاد ظاہر کیا ہو اور توریت و انجیل اسکی بشارت دے چکے ہیں۔

تیسری بات قافلہ کا بہت دنوں تک قیام کرنا اور چوتھی بات۔ پھر جب اُدھر سے آنا تو حسب عادت صومعہ کے قریب ٹھیرنا۔ یہ دونوں امر غلط ہیں۔

تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہو سکتا ہے کہ مان لو کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ بحیرا کو دیکھا ہو یا یہ بھی صحیح ہو کہ اُس سے علم حاصل کیا ہو حکمت کی باتیں سُنی ہوں۔ مگر خیال کرنے کی بات ہو کہ ایک نو برس کی عمر کا بچہ ایک عالم کے پاس چند گھنٹے بیٹھکر کیا فایدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور کوئی سمجھدار آدمی کب اس بات کو یقین کر لیگا کہ وہ لڑکا ان علوم و آداب کو تیس برس سے زاید زمانہ تک اپنے دل میں محفوظ رکھکر پھر انہیں ایسی روشن حکمت اور اعلیٰ تدابیر سے لوگوں پر ظاہر کر سکتا ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ خود وہ عالم جس سے ایک بچہ نے محض تھوڑی دیر کی صحبت میں اس قدر فیض حاصل کر لیا۔ وہ ایک شخص (مثلاً وہی راہب جس کو بحیرا کا شاگرد ظاہر کرکے اس قصہ کا فرضی راوی قرار دیا گیا ہے) کو مدت العمر ساتھ رکھکر اپنا ہم خیال نہ بنا سکے۔ اور وہ بچہ خاندانوں اور قبیلوں کو چھوڑ دے بڑی بڑی قوموں کو سیدھی راہ دکھا کر دنیا کے نظام کو الٹ دے۔ اُسے شرک بت پرستی ظلم اور خواہشات نفسانی میں غلو رکھنے سے پاک بنا دے؟؟!!

میں نے اس مقام پر ضرورت سے زاید حاشیہ لکھا ہے جس کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی سوا اعلیٰ درجہ کے دیندار اور فاضل مسلمان علماء کے اور کسی کی تحریر پر اعتبار کرکے دھوکہ نہ کھائیں۔ کیونکہ یہ مذہبی عقاید ہیں۔ (مترجم)

اقرار کرتی تھی بعض ایسے بھی تھے جو خالق کو مانتے تھے مگر بعث و نشر[1] کے منکر تھے۔ بحیرا رات دن اس جزیرہ میں جانے اور وہان کے لوگون کو ہدایت کرنیکے منصوبے باندھا کرتا تھا۔ اسی حالت میں ایک دن اس نے خواب دیکھا جسکو اس نے مجھ سے یون بیان کیا کہ "مینے ایک خوبصورت اور دلیر جوان دیکھا ہی جسکی ولادت برج ثور میں اسوقت واقع ہوئی ہے جسوقت کہ "زہرہ" "مشتری" اور "زحل" سے قران کر رہا تھا۔ اس زائچہ سے مجھکو معلوم ہوگیا ہے کہ یہ جوان اپنے بھائیون یعنی بنی اسمٰعیل کے لوگون کو عنقریب خدای واحد کی سیدھی راہ دکھائیگا اور اسکی عبادت تعلیم کریگا۔ اسکی وجہ سے بنی اسمٰعیل کی حالت قوی اور اُن کی قوت مضبوط ہوجائیگی شیرازہ بکھرا ہوا ایک ہو جائیگا۔ جسکے باعث وہ متفق و متحد ہو کر اپنے بنی عم یعنی "بنی اسحاق" کو زیر کرینگے اور ایک مدت دراز تک اُن پر حکمرانی کرتے رہیں گے۔ جیساکہ "دانیال" پیغمبر نے اپنی پیشینگوئی میں اشارہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ عرب سے بارہ حکومتیں نکلینگی[2]۔"

چالیس برسون سے کچھ اوپر کی بات ہے یعنی ۸۰۴ بصروِیہ[3] میں ملک حجاز سے ایک قافلہ اس میدان میں آیا۔ اُس میں قریش کی ایک بڑی جماعت تھی جو "مکہ" کے رہنے والے ہیں اور جو اُن کے یہان ایک ایسا مشہور متبرک مقام ہے جسکی زیارت کیلئے تمام ملک عرب بلکہ دوسرے ممالک تک سے لوگ وہان آتے رہتے ہیں۔ اس مقام کا نام یہان "کعبہ" ہے۔ قریش کے گھرانے والے کعبہ کے حاجب ہیں اور ان کی شرافت اور نسب کا سلسلہ حضرت "اسماعیل" سے جا ملتا ہی غرضکہ وہ قافلہ اسی بڑے درخت کے نیچے اُترا جسکو تم اس صومعہ کے شرقی سمت میں دیکھ رہے ہو۔ اور وہ سب اسی کے سایہ کے نیچے آرام سے ٹھہر گئے[4]۔ قافلہ والون نے اپنے اونٹون کو باندھ دیا۔ اسباب کے گٹھے اُتار کر رکھے اور آرام لینے کی نیت سے ٹھہر گئے۔ اسکے بعد وہ لوگ خود پانی پینے اور جانورون کو پلانے کو لئے چشمہ پر آئے۔ پھر بحیرا ان کے ساتھ گفتگو کرنے اور انہیں تعلیم دینے کی نیت سی باہر نکلا۔ اُس نے اُن عربون کے زمرہ میں ایک لڑکے کو دیکھا جسکے چہرے پر نجابت اور رعب داب کے آثار کے ساتھ دانشمندی اور تیز فہمی کی علامتیں بھی آشکار تہیں۔ جیسے ہی بحیرا کی نظر اُس لڑکے پر پڑی وہ مبہوت ہو کے رہ گیا۔ اور دیر کے بعد میری طرف پھر کر کہنے لگا کہ "اس لڑکے کو دیکھو! یہ اُسی برج میں پیدا ہوا ہے جس کا مینے تم سے تذکرہ کیا تھا اور یہی چند دنوں کے بعد بنی اسمٰعیل کو ہدایت دیگا۔"

---

[1] بعث و نشور۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی حاصل کرنا اور قیامت کے دن کو ماننا جبکہ تمام فنا شدہ مخلوق پھر زندہ ہو کر اپنے اعمال کا حساب کتاب دیگی۔ مترجم [2] تاریخ مسعودی ۱۲۔ [3] دائرة المعارف ۱۲ [4] بصروی سن ولادت مسیح سے ۱۰۵ برس بعد شروع ہوتا ہے یہ وہی سال ہو جس میں رومانی لوگون نے بصری کو ولایت حوران کا پایۂ تخت بنایا اور "ترو جانا جدید" اُس کا نام رکھا یہ ایک مشہور تاریخ ہے جس سے وہ لوگ تاریخ نویسی کا عمل جاری کرتے تہے۔ مثلاً وہ کہا کرتے کہ فلان عمارت ۲۵۰ بصرویہ میں تعمیر ہوئی۔ تو اس کہنے سے انکی یہ مراد ہوتی کہ وہ عمارت بصری کے پایۂ تخت مقرر ہونے کے ۲۵۰ سال بعد بنائی گئی ہو[5] ابن ھشام۔

من بعد بحیرا نے اُن تاجروں میں سب سے بڑے تاجر سے اس لڑکے کا پتہ دریافت کیا جسکے جواب میں ایک ادھیڑ مگر پُر جلال اور صاحب وقار مرد اُسکی طرف بڑھا اور یوں کہنے لگا کہ "وہ میرا بھتیجا ہے"۔ بحیرا نے اُس ادھیڑ آدمی کو اُس لڑکے کی آیندہ حالتوں اور باتوں سے اطلاع دیکر یہ سمجھا دیا کہ اسکو یہود کے ہاتھوں سے بچانا۔ کیونکہ اگر وہ اسے پہچان لینگے تو ضرور آزار رسانی کے درپے ہونگے۔ پھر بحیرا نے اُس لڑکے کا نام دریافت کیا جسکے جواب میں اُس نے کہا کہ "لڑکے کا نام محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اور میرا نام ابوطالب" یہ جماعت ہمارے قریب کئی روز تک ٹھیری رہی اور مینے یہ دیکھا کہ بحیرا خلاف عادت بہ نسبت اَور لوگوں کے اُن کے ساتھ نہایت عزت سے پیش آتا۔ اور اُنکی خاطر و مدارات حد سے زاید کرتا رہتا۔ چند دنوں کے بعد وہ قافلہ "بصریٰ" کی طرف گیا اور وہاں سے ملک شام کو۔ پھر "مکہ" کو واپس چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد سے پھر تو جب کبھی وہ لوگ ہماری طرف آنکلتے۔ حسب عادت ہمارے پاس ضرور ٹھیرتے تھے۔

حماد۔ (حالات دریافت کرنے کے شوق میں) "تو کیا بحیرا کی پیشینگوئی سچ نکلی؟"

بڈھا راہب۔ "بالکل سچ! کیونکہ وہی قریشی لڑکا اب بہت بڑا نبی ہو گیا ہے اُس کے دین کا نام اسلام ہے اور اسکی دھاک تمام عرب کے جزیرہ میں بیٹھ چکی ہے اُسکے پیرو مسلمان کہلاتے ہیں۔ حجاز کے ملک سے آنے والے تاجر ہم کو آگاہ کرتے ہیں۔ اُسکی جنگوں، فتحیابیوں، اور اسکے عادات و اطوار کی بابت ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو سچ ماننے کی حد سے بڑھی نظر آتی ہیں۔ کیونکہ جزیرہ عرب کے رہنے والے جو پراگندہ اور متفرق تھے اور باہم ایکدوسرے پر چھاپہ مارا کرتے تھے۔ اب وہ سب ایک جان و ایک دل ہو کر اُسکے علم کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔ اور کچھ دور نہیں کہ وہ اپنی پُرزور جماعت کے ساتھ ملک شام و عراق پر حملہ کر دیں۔

حماد۔ (متعجب ہو کر) مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب میں عراق میں تھا تو مینے بھی اس نبی کی بعض باتیں سُنی تھیں۔ خیر اِس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر اُس نے ملک شام و عراق پر فوجکشی کی تو اس کا نتیجہ آپ کے خیال میں کیا ہوگا؟"

بڈھا راہب۔ (تھوڑی دیر تک مبہوت بنکر کسی غور میں سر جھکائے رہنے کے بعد آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے یاس کے ساتھ سر اُٹھا کر) "آہ۔ بیٹا! میں کیا خیال کرتا ہوں؟ بلکہ مجھکو یقین ہے کہ وہ ضرور ان سب ملکوں پر قابض ہو جائیگا۔ اس ملک کے اندرونی اختلال کا ہم کو پوری طرح علم ہے کیونکہ ابتک قیصر روم کی لڑائیاں اہل فارس سے پوری طرح ختم نہیں ہو چکی ہیں۔ دیکھو! ہمارے یہ قلعے اب تک شکستہ اور بے مرمت پڑے ہیں۔ ہمارے حکام مذہبی مخالفتوں اور فرقہ بندیوں کے دام میں مبتلا ہو کر ملک کی حفاظت سے

لے سیرۃ حلبیہ ٭

فکر اور درستی سامان جنگ کے خیال سے کوسون دور پڑے ہیں۔ اُن کی یہ غفلت ادبار کی جڑ ہے دیکھو ہمارے بطریق ہمیشہ ایسی باتون کے لئے آپس میں جھگڑتے اور لڑتے رہتے ہیں۔ جو خدا کے نزدیک کسی مصرف کی نہیں ہیں۔ اسکندریہ کا پادری قسطنطنیہ کے پادری کا مخالف ہے اور انطاکیہ کا پادری اُن دونو کا جانی دشمن ہے۔ ہمارا مذہب جو دراصل ایک تھا۔ کیونکہ ہمارا ہادی خداوند یسوع ایک ہی تھا اور اس نے سب کو ایک ہی تعلیم دی تھی۔ اب اسکی حالت یہ ہو رہی ہے کہ انسانی طمع نے اسکے حصّے کر ڈالے ہیں اور عیسائیون کے متعدد فرقے ہوگئے ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور اسوقت تین گروہ ہیں (۱) ملکیہ جو شاہنشاہ مرکیانوس کے اس معاہدہ کو منظور کرنے میں مستعد ہیں جسے اُس نے نسطوریوس اور کیرللس کے نفاق مٹانے کے لئے قایم کیا تھا۔ اور یہ سب رومی قوم کے لوگ ہیں (۲) یعقوبی فرقہ کے لوگ جو کیرللس اسکندرانی۔ اور یعقوب بروعانی اور ساورس صاحب کرسی انطاکیہ کے مقابلہ کے قائل ہیں۔ (۳) نسطوریہ جو نسطوریوس کے قول کو بدل مانتے ہیں[1]۔ اور اسکے علاوہ اَور گروہون کو بھی ہم اسیطرح آپس میں مخالفت کرتے پاتے ہیں۔ یہان تک کہ یہ مخالفت اُن میں سخت عداوت پیدا کر دینے کا سبب ہوگئی ہے۔ خدا ہم کو اس مخالفت کے بُرے انجام اور غرور کے تلخ نتیجہ سے بچائے۔ ان سب باتون کے علاوہ یہودیون کی ریشہ دوانیان اَور بھی خرابی کی باعث ہیں۔ وہ حکومت کے گہرے دشمن ہیں اور اپنی جان و مال سب کو اُسکے مٹانے کی فکر میں تباہ کر دینے پر تلے بیٹھے ہیں[2]۔"

بڈھے راہب نے اَب تک اپنی بات بھی پوری نہیں کی تھی کہ تکان اور کمزوری نے اُسکو چُپ ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ اور رومی لوگون کی خراب حالت کا دُکھڑا رونے کے اثر نے اُسکا کمزور دل اَور بھی بٹھا دیا۔ آواز رُک گئی اور وہ انگڑائی لیکر اپنی جگہ سے اسطرح ہلا۔ کہ گویا وہ کسی چیز پر تکیہ لگا نیکی خواہش کر رہا تھا۔ اُس کی ٹھنڈی سانس سے حماد کے دل پر بھی چوٹ لگی۔ حماد جس نے اسوقت بہت سی مفید باتون کا علم حاصل کر لیا تھا اور ابھی زیادہ تفصیل سے سننے کا شایق تھا بڈھے کی ناتوان حالت دیکھکر اُسکی تکلیف کے ڈر سے چپ ہوگیا۔ اور اَب اُن باتون کو بھولکر "ھند" کے آنے میں دیر ہو جانے کے خیال سے وہ بادل ناخواستہ بڈھے راہب کا مقدس ہاتھ چوم کر اور رخصت لیکر باہر نکلا۔ اُس نے دیکھا کہ آفتاب سمت الراس سے ہٹ چکا ہے۔ چونکہ اس وقت پیاری "ھند" کی یاد اسکے دل میں بس رہی تھی وہ عالم بیخودی میں ایک تراشے ہوئے پتھر پر جو کسی بڑے درخت کے نیچے قایم تھا جا بیٹھا۔ سرد ہوا کے جھونکے درخت کے پتون سے اٹکھیلیان کر رہے تھے۔ طیور درخت کی ڈالیون پر اُڑتے اور چہچہے نواسنجیان کر رہے تھے۔ لیکن ہمارے نوجوان حماد کو معشوق کی خیالی تصویر نے اس وقت دنیا و مافیہا سے بیخبر بنا رکھا تھا۔

[1] کندی ۱۲ ص ۵۲ حصہ اول تاریخ تمدن اسلام ؛

وہ آنکھیں بند کئے درخت کی تنہ سے پشت لگا کر کچھ تو ہند کے اب تک نہ آنے کے سبب پر اور کسی قدر راہب سے سُنی ہوئی باتوں پر غور کرنے لگا۔ تکان اُسپر غالب تھا۔ اور گزشتہ شب میں بھی وہ بہت کم سویا تھا اس لئے ذرا دیر کے لئے ایک جھپکی سی آگئی اور اسی جھپکی کی حالت میں اُس نے ایک خواب دیکھا۔ خواب کیا تھا راہب کی باتیں اُسکے دماغ میں چکر لگا رہی تھیں۔ لہٰذا قوت متخیلہ نے انہیں معاملات کی ایک تصویر اُسکے سامنے پیش کر دی۔ اس نے دیکھا کہ وہ ملک حجاز میں "مدینے" گیا ہے۔ اور وہاں مسلمانوں کو نماز میں مشغول دیکھ رہا ہے اور اہلِ اسلام کے نبی نے اُس کو کہا کہ "کیا تو حماد نہیں ہے ؟ عنقریب تجھکو ایک سخت مصیبت کا سامنا ہوگا۔ لیکن تو تکلیف کے بعد ایک طرح کی راحت بھی پائیگا"

ابھی وہ اِن باتوں کے گونجنے کی صدا محسوس ہی کر رہا تھا کہ یکایک گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز نے اسے خواب نوشین سے بیدار کر دیا۔ حماد نے آنکھیں پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ دو سوار "بلقاء" کی امیر عورتوں کے لباس میں جن کے پیچھے دو خادم بھی ہیں اسی درخت کے نیچے اور میرے قریب استادہ ہیں۔ وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور غور سے دیکھا تو اُن دونوں سواروں کو نقاب لگائے پایا۔ لیکن گھوڑوں کو دیکھکر اس نے یہ ضرور پہچان لیا تھا کہ ان دونو عورتوں میں ایک "ہند" اور دوسری اسکی خادمہ ہے۔ لہٰذا وہ ادھر اُدھر کی چیزوں کے دیکھنے میں مصروف ہوگیا تاکہ کسی کو اُسکی حالت کا علم نہ ہوسکے اور ہند کے اشارہ کا انتظار کرنے لگا۔ حماد کا دل اسوقت فرطِ شوق میں بلیوں اُچھل رہا تھا اور طرح طرح کے خیالات اُسکے دماغ پر طاری ہوکر امید و بیم کی روشن اور تاریک تصویریں اسکے روبرو پیش کر رہے تھے۔ "ہند" پیادہ ہوکر صومعہ کی جانب چلی اور حماد بجنبش حرکت کھڑا ہوا اُسکے حرکات و سکنات کو بغور دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ صومعہ کے اندر داخل ہوگئی۔ گو حماد نے دیر تک اُسکے برآمد ہونے کا انتظار کیا لیکن یہ انتظار بے سود تھا۔ ہند نے دیر کے اندر بہت دیر لگا دی۔ آخرکار حماد سے ضبط نہ ہوسکا اور وہ آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا صومعہ کے قریب پہنچکر اس تذبذب میں گرفتار ہوگیا کہ اب میں اس کے اندر جاؤں یا یہیں سے اُلٹے پیر واپس ہوں؟ حماد اسی تردد میں تھا کہ اس نے ایک نقاب پوش عورت کو اپنی طرف آتے دیکھکر پہچان لیا کہ یہ شہزادی "ھند" کی خادمہ ہے۔ خود شہزادی نہیں۔ تھوڑی دیر میں وہ نقاب پوش عورت حماد کے پاس آگئی اور اُس سے یوں دریافت کرنے لگی :-

—— "کیوں صاحب! آپ اُس زیور بیچنے والے تاجر کو جانتے ہیں جو ابھی اس مقام پر کھڑا تھا ؟"

حماد۔ (اِس بات کو تاڑ کر کہ ہند نے اُسی کو زیور بیچنے والے تاجر کے پتہ سے دریافت کیا ہے جلدی سے) "وہ تاجر میں ہی ہوں۔ ارشاد!"

نقاب پوش عورت۔ "میری مالکہ آپ کو یاد فرماتی ہیں"

حماد (نقلی تاجر) "کیا اُن کو اسی وقت کوئی چیز خریدنی منظور ہے؟"

نقاب پوش عورت۔ "ہاں صاحب! آپ کا مال کہاں ہے؟ لے چلئے"۔

حماد (نقلی تاجر)۔ "اس جگہ سے بہت نزدیک جہاں میں ٹھیرا ہوں۔ سامان بھی رکھا ہے آپ ذرا توقف کریں ابھی لاتا ہوں۔ لیکن میرے پاس جو زیورات ہیں وہ نہایت بیش بہا ہیں۔ بجز مالدار خاتونوں کے اور کسی کو ان کی خریداری کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا آپ مہربانی فرما کر اس بات کو بتا دیں تو بہتر ہے کہ کیا آپ کی بانو مالدار ہے۔ تاکہ میں اسکی حسب مرضی مال لاؤں"۔

نقاب پوش عورت۔ (حقارت آمیز تبسم کے ساتھ) "جناب! وہ ملک حوران اور بلقار کی تمام عورتوں سے زیادہ مالدار اور شوقین ہے"۔

حماد (نقلی تاجر)۔ (مشتاق ہو کر) "تو کیا وہ کہاں تشریف رکھتی ہیں؟"

برقع پوش عورت۔ "اسی صومعہ میں تشریف لائیے"۔

حماد (نقلی تاجر) اُس عورت کے ساتھ ہو لیا۔ انتہائی مسرت سے اسکی پنڈلیاں تھرا رہی تھیں اور وفور شوق سے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ مگر حماد سنبھلتا اور دلی جوش کو ضبط کرتا ہوا صومعہ کے اندر پہونچا۔ اُس نے دیکھا کہ "ھند" آہ۔ اسکی پیاری "ہند" ایک پتھر کی چوکی پر جلوہ فرما ہے۔ حماد کا دل ہند کی زاہد فریب صورت دیکھکر قابو سے نکل گیا۔ لیکن اس نے مردانہ تحمل سے کام لیکر سلام اور مزاج پرسی کے بعد بالکل انجان بنکر یہ سوال کیا ــــ کہ "وہ بیگم کہاں ہیں جن کو زیورات کے ملاحظہ فرمانے کی خواہش ہے؟"

ہند۔ (نہ رکنے والے جوش مسرت کو بمشکل روک کر متانت سے) "جناب! وہ میں ہی ہوں۔ لائیے آپکے زیورات کہاں ہیں؟"

حماد (نقلی تاجر)۔ "وہ اس مقام سے قریب ہی ایک جگہ پر رکھے ہیں۔ کیا میں حاضر کروں؟"

ھند۔ "میں اس بات کو ابھی نہیں کہہ سکتی کہ مجھکو کیا چیز پسند آئیگی اس لئے ممکن ہے کہ تم کوئی ایسی چیز لے آؤ جو مجھکو پسند نہ آئے اور میری ضرورت کی چیز چھوڑ آؤ ــــ"

حماد (نقلی تاجر)۔ (قطع کلام کرکے) "صحیح! پھر آپ ہی ارشاد فرمایئے کہ آپ کو کس قسم کے زیور درکار ہیں تاکہ میں اس قسم کے اعلٰی سے اعلٰی زیور حاضر کروں اور بہت جلد لیکر آجاؤں۔ اسکے سوا اور کوئی بات میرے خیال میں نہیں آتی"۔

ھند۔ "بہتر ہے سنیے مجھکو بیش بہا موتی کا آویزہ جو اپنی وضع میں اعلٰی درجہ کو ہوں اور عمدہ ساخت کے جڑاؤ کنگن چاہئیں۔ ان زیوروں میں جسقدر اعلٰی سے اعلٰی درجہ کے تم کو مل سکیں بہت جلد لیکر آؤ"۔

حماد (نقلی تاجر)۔ راوی کے ساتھ سرکوخم کرکے "درست! ابھی حاضر کرتا ہوں"۔ حماد یہ کہکر صومعہ سے باہر نکلا اور فوراً اپنے باد پا پر سوار ہوکر اُڑتا ہوا شہر "بصریٰ" میں داخل ہوکر جوہریوں اور صرافوں کے بازار کی طرف گیا۔ حماد سفر میں وقت ضرورت کے لئے ہمیشہ ایک توڑا اشرفیوں کا اپنے پاس رکھا کرتا تھا۔ سوقت اُسی توڑے کو کمر سے کھولکر کام میں لایا۔ کئی ایک جوڑ کنگن اور خوشنما وضع کے آویزے جنکا اُن دنوں بہت رواج تھا لیکر فوراً واپس آگیا۔

نواں باب (۹)

:- راز و نیاز :-

اُلفت کا جب مزا ہے کہ وہ بھی ہوں بیقرار
دونو طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

دن کا آخری حصہ بھی عجیب دلفریب ہوتا ہے۔ مسافر فلک یعنے آفتاب صبح سے سوقت تک برابر تین پہر قطع راہ کرتے رہنے سے تھک کر آرام لینے کیلئے نہانخانہ مغرب میں جانے کا شایق نظر آتا ہے اور باقیماندہ چند ساعتوں کی راہ کو نہایت تیزی سے طے کر رہا ہے۔ سفر کی تکان نے اسکے روئے تاباں کو گرد آلود بنا دیا ہے۔ اور اُسکی آتشین رنگت ماند پڑگئی ہے۔ دمبدم زردی غالب آتے جانے سے اسکی شعاعوں میں بھی انحطاط کے آثار عیاں ہونے لگے ہیں۔ کاروباری لوگوں کیلئے یہ وقت بہت کارآمد ہوتا ہے۔ کاریگر جو دن بھر گھروں میں محنت سے مختلف اقسام کی چیزیں تیار کرتے ہیں۔ اسوقت اپنی جانکاہی کے نتائج ہاتھوں میں لئے ہوئے بازاروں میں جارہے ہیں تاکہ انہیں فروخت کرکے اپنی مشقت کا ثمرہ حاصل کریں۔ شوقین مزاج لوگ بن بن کر سنور سنور کر چوک کی سیر کو نکلے ہیں۔ مزدور اور دفتروں کے کلرک جلد جلد اپنا اپنا کام ختم کرنے کی فکر میں ڈوبے ہوئے کام کررہے ہیں۔ تاکہ جلدی سے فراغت پاکے گھروں کو جائیں۔ اور بال بچوں دوستوں اور عزیزوں سے ملکر زندگی کا لطف اُٹھائیں۔

بازاروں میں اگرچہ شانے سے شانہ چھلتا ہے تو مقدس مقامات پر زائرین کا ہجوم ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسوقت "دیر بحیرا" کے زیارت کو آنے والے لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کی تیاریاں کررہے ہیں۔ کیونکہ یہ مقام آبادی سے بہت دور اور صحرا میں واقع ہے۔ اس لحاظ سے غسان کی نامور شہزادی اور ہماری ہیروئن "ہند" کو بھی اپنے محل کیجانب واپس جانے کی تیاری کرنی ضروری تھی۔

جو تقریبًا یہاں سے کئی گھنٹوں کا راستہ ہے۔ مگر یہ بات دیکھکر کہ وہ ہر وقت دیر کے ایک کمرہ میں بیٹھی ہوئی کسی فکر میں بار بار سر اٹھا اٹھا کر دروازہ کے سمت دیکھتی جاتی ہے جیسے کسی کے آنے کا انتظار کر رہی ہو۔ سخت حیرت ہوتی ہے۔ آخر یہ بات کیا ہے۔ شام کا وقت اسقدر قریب ہوگیا اور وہ اپنے محل کو جانے میں بلا وجہ دیر لگا رہی ہے؟ ہاں! خوب یاد آیا۔ یہ سبب ہے! وہ اُس تاجر کا انتظار کر رہی ہے جس سے زیور لانے کی فرمایش کر چکی ہے۔ یہی بات ہے دیکھنا وہ اپنی خادمہ سے کیا کہہ رہی ہے ــــ "دیر ہوگئی اور تاجر ابتک زیور لیکر واپس نہیں آیا مجھکو گھر پہونچنے میں دیر ہو جائیگی۔ نگوڑی رات ہوئی جاتی ہے۔ مرجان! جا کر دیکھ تو آ کہیں اُس تاجر کا پتہ بھی ہے؟ دیکھ سوچکر! خیر تو یہیں رہ اور ایک خادم کو بھیجدے کہ صومعہ کے دروازہ پر کھڑا رہے وہ تاجر وہیں آئیگا اُسے ساتھ لے آئے"

"مرجان" نے ادب سے سر جھکا دیا اور "بہت خوب" کہکر کمرہ سے باہر چلی گئی اور ایک خادم کو حکم دیدیا کہ وہ صومعہ کے اندر جا کر تاجر کے آنے کا انتظار کرے اور اسے ساتھ لیکر شہزادی کی خدمت میں حاضر کرے۔ خادم صومعہ میں جا بیٹھا۔ ابھی چند منٹ اسکو آئے نہیں گزرے تھے کہ ایک خوشرو جوان ہاتھ میں ایک خوبصورت صندوقچہ لئے ہوئے صومعہ کے اندر آیا۔ خادم نے آگے بڑھکر اُس سے دریافت کیا "شاید تمہیں زیور بیچتے ہو؟" نوجوان تاجر نے جواب دیا "ہاں میں ہی ہوں" خادم "ہماری بیگم "دیر بصری"[۵] کے ایک کمرہ میں بیٹھی ہیں اور بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ چلئے وہیں اپنا مال لے چلئے" نوجوان تاجر (حماد) اسکے ساتھ ہو لیا اور "دیر" میں داخل ہوا جہاں ہند کی خادمہ "مرجان" اسکے انتظار میں کھڑی تھی۔۔ وہ فوراً اُسکو ساتھ لئے ہوئے اپنی بانو کے پاس ایک علیحدہ کمرہ میں لے گئی۔ ہند کمرہ میں تنہا بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی کہ اسوقت حماد۔ آہ پیارا حماد یہاں آئیگا۔ میں پہلی مرتبہ اسطرح تنہائی میں اس سے ملونگی۔ کیا کیا باتیں کرونگی اور کیونکر اس سے اپنے دل کی حالت بیان کرسکونگی؟ دل تھا کہ بےطرح دھڑک رہا تھا۔ چہرے سے گھبراہٹ اور اضطراب کے آثار عیاں تھے۔ اسی حالت میں کسی کے قدموں کی آہٹ پاکر وہ چونک پڑی اور متین صورت بنا کر سنبھل بیٹھی۔ خادمہ حماد کو لیکر کمرہ میں داخل ہوئی۔ ہند نے ایک ناآشنا شخص کے طور پر حماد کا خیر مقدم کیا اور اپنے مقابل ایک گدے پر اسے بٹھا کر زیور ملاحظہ کرنے کی منتظر بنگئی۔

حماد نے کنگن کے مرصع جوڑے اور خوشنما کانوں کے بندے جن میں اعلیٰ درجہ کے بیش قیمت اور آبدار موتی پڑے تھے ہند کے سامنے رکھدیئے اور خود اسکی ناز آفرین صورت کا لطف اٹھانے میں مصروف ہوگیا۔ ہند نے اُن زیوروں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد ایک کنگن کے جوڑے کو پسند کرکے اُس نقلی تاجر سے پوچھنے لگی "یہ کنگن کہاں کی ساخت ہیں؟" نقلی تاجر۔ "حضور یہ قسطنطنیہ کے بنے ہوئے ہیں۔ اِن کے باریک کام کو دیکھئے

[۵] دیر بصری۔ یہ بھی دیر بحیرا کو کہتے تھے۔ یہ بھی دیر بحیرا کی ناموں میں سے ایک نام ہے۔ کیونکہ اسکو "دیر بحران" اور "دیر الباعقی" بھی کہتے تھے۔ معجم ۱۲ (مصنف)

والے شوقین لوگ بہت پسند کرتے ہیں۔"
ہند۔ "ان کی قیمت کیا ہوگی؟"
نقلی تاجر۔ "سرکار! ان کی قیمت بہت ہو۔ یہ پانچسو دینار کے ہیں"۔ (اگرچہ اصل میں دس دینار سے زیادہ قیمت کے نہ تھے)
ہند۔ (بے پروائی کے ساتھ) "قیمت کی زیادتی سے بحث نہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ میں انکو بغیر امی جان کے دکھائے ہوئے نہیں خرید سکتی۔"
نقلی تاجر۔ (بیفکری سے) "بہتر ہے۔ اس میں مضایقہ نہیں۔ آپ کی اماجان کہاں ہیں؟ دکھلا منگائیے"
ہند۔ "اس جگہ سے چند میل کے فاصلہ پر مکان میں ہیں۔ مگر تم کو معلوم نہیں کہ ہم کون ہیں اس لئے ہم ان سب زیوروں کو ساتھ لیجانا پسند نہیں کرتے۔ ممکن ہو کہ تم ان کے ضائع ہونے کا خیال کرو۔ اسی لحاظ سو میں اس عورت (خادمہ کی طرف اشارہ کر کے) کے ہاتھ دکھلائے منگائی ہوں۔ میں خود یہیں رہونگی۔ یہ دکھا کر واپس آئے گی تو خرید کر لیجاؤنگی۔ کیونکہ امی جان نے اسے پسند کیا تو قیمت بھی اسی کے ساتھ روانہ کردینگی۔ ورنہ واپس آئینگے اور تم کو پھیر دیئے جائیں گے۔"
نقلی تاجر۔ (کسی قدر اضطراب ظاہر کر کے) "لیکن میں تو یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھیر سکتا۔"
ہند۔ (مسکرا کر) "گھبراؤ نہیں۔ یہ عورت تیز رو گھوڑے پر جائیگی اور اس پر بھی اسکے آنے میں دیر ہوگی تو میں تم کو تمہارے نقصان کا معاوضہ دونگی۔"
نقلی تاجر۔ (تاجرانہ روکھے پن کے ساتھ) "تو مہربانی فرما کر اسکو حفاظت سے رکھکر بھیجئے تاکہ کہیں الٹ پلٹ میں اسکا کوئی نگینہ نہ گرجائے۔"
ہند۔ (مسکرا کر اور اطمینان دلانے کی طرز سے) "ڈرو نہیں! مجھکو تم سے زیادہ ان کی حفاظت کا خیال ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو میں ان کو اس خادمہ کے ہاتھوں نہ بھیجتی کسی دوسری ملازم کے ہاتھ بھیجدیتی۔ یہ وہاں سے واپس آئیگی تو اسکو بھی کوئی چیز خرید دونگی۔"
نقلی تاجر۔ "بہتر ہے جیسے آپ کی مرضی۔"
ہند نے کنگنوں کے جوڑے ایک رومال میں لپیٹ کر خادمہ کو دیئے اور اسے حکم دیا۔ "ابھی گھوڑے پر سوار ہو کر اور دو نوخادموں کو ساتھ لیکر امی جان کے پاس جا اور اسکی قیمت وغیرہ بتا کر اور خوب دکھا کر جلد جواب لا۔"
خادمہ۔ "بہت بہتر" کہکر باہر گئی اور سوار ہو کر خادموں کو ہمراہ لئے ہوئے ایک جانب روانہ ہوگئی۔ دل میں خوش تھی کہ آج بڑی بھاگوان کا منھ دیکھا تھا جو بیوی مہربان ہیں۔ کیا عجب ہو کہ اچھی خبر لاؤں تو مجھکو بھی کوئی گہنا خرید دیں۔

اب ہند اور حماد کمرہ میں تنہا رہ گئے۔ یہ خلوت اُن کو باہمی شکوہ و شکایت کے لئے غنیمت معلوم ہوئی تھی لیکن جوش مسرت اور فرط محبت سے دونو کے لبوں پر مُہر سکوت لگ گئی تھی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایکدوسرے سے اظہار الفت کے رمز و کنائے ہوتے تھے۔ ہند نے وقت ہاتھ سے جاتا دیکھکر خود ہی حیا کو دور کیا اور مہر سکوت کو توڑا۔ سر جھکا کر حماد سے خطاب کرکے کہنے لگی "حماد! تم نے میری مراد کو خوب سمجھا" اسکے بعد شرم نے زبان بند کردی۔

حماد۔ (ہند کی طرف دیکھکر اور ٹھنڈی سانس بھر کر) "آہ! میں آپ کی مراد کیونکر نہ سمجھتا۔ میری حالت تو یہ ہے کہ میرا دل و دماغ میری زبان بلکہ دین و ایمان آپکے تابع ہو چکا ہے۔ جو کچھ آپ کہتی ہیں۔ میری زبان سے کہتی ہیں اور جو بات آپ سوچتی ہیں وہ میرے ہی دل سے سوچتی ہیں ــــــــ"

ہند نے چپ کے سر جھکا لیا اور نگاہ نیچی کرکے تھوڑی دیر تک سامنے پڑے ہوئے زیور کو الٹتی پلٹتی رہی گویا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔ مگر حیا زبان روکتی ہے۔ حماد اسکے پیارے پیارے چہرے پر نظر گڑائے اس کے بے مثل حسن و جمال سے مزے لوٹ رہا ہے۔ اور اُسکے چہرے پر شباب کی تازگی اور اُسکے آنکھوں میں تیز فہمی کی شعاعوں کی تیزی کو دیکھ دیکھکر دل ہی دل میں خوش ہو رہا ہے۔ وہ بھی مثل تصویر خاموش ہے اور اس اُمید میں ہے کہ ہند اپنی زبان سے پھر کوئی بات کہکر گفتگو کا سلسلہ چھیڑے تاکہ میں بھی اپنے دل کا راز ظاہر کروں اور جور فراق کا شکوہ کروں۔ آخر ہند نے پھر زبان کھولی اور حماد سے کہنے لگی کہ ــــ "میں سمجھتی ہوں کہ آپ مجھکو حقیر سمجھتے ہونگے اور میری اس جرات کو کہ میں آپ سے تنہائی کا موقعہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملی ہوں۔ شرم کی بات خیال فرماتے ہونگے"

حماد۔ (آہ سرد بھر کر) "آہ۔ معاذاللہ! یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں غسان کی شہزادی کے احسان کو بھول جاؤں اور اُسکی اس عنایت کا کہ اس نے محض غریب نوازی کے خیال سے مجھے اپنے ساتھ خلوت میں ہمکلام ہونے کا اعزاز بخشا ہے شکریہ نہ ادا کروں۔ میری قسمت ایسی کہاں تھی کہ مجھ کو آپکے چہرۂ تاباں کی زیارت نصیب ہوتی۔ اسوقت تو میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوش نصیب پاتا ہوں"

ھند۔ (بیتاب ہو کر رقت کے لہجہ میں) "آہ۔ اب تو یہ شاہزادی آپ کی الفت میں گرفتار ہو چکی اور اُسے اپنی خبر بھی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ لہذا تمہیں کچھ کہو تو میرے دل کے رازوں میں سے کسی راز کو اپنی زبان سے ادا کر سکوں"

حماد۔ (جوش کے ساتھ) "سُنیے سُنئے اب افسانۂ فرقت مجھ سے + آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا۔ میں آپکی زلف گرہ گیر کا اسیر ہوں آپ کا غلام ہوں، میں آپ کی خاکساری کے الفاظ کو محض ایک احسان اور بندہ نوازی پر محمول کرتا ہوں"

ہند۔ (روئے سخن پھیر کر) "حماد! کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہم دونوں خدا کے گھر میں کس غرض سے ملے ہیں؟"

حماد۔ (انجان بنکر) "مجھکو اس کا مطلق علم نہیں۔ البتہ یہ خیال ہو کہ شاید آپنے مجھکو اسلئے یہاں بلایا ہو تاکہ میری اس دلیری پر کہ میںنے شاہی مقام پر دست ہوس بڑھایا ہے ملامت کریں ۔۔"

ہند۔ (ملامت سے) "تو پھر آپ میری مراد کو ہرگز نہیں سمجھے۔ اور آپ میری زبان سے بولنے والے اور میرے دل سے سوچنے والے نہیں ہو سکتے۔"

حماد۔ (گھبرا کر) "پھر کیا بات ہو؟ آپ ہی ارشاد فرمایئے۔"

ہند۔ (شرم سے اُسکے چہرے پر سُرخی آگئی تھی) "مَیں تم کو اُس زرہ پہننے کی مبارکباد دینے آئی ہوں جو تمہاری سبقت پانے کی دلیل ہے۔ اور خوب سمجھ لو کہ نہیں اُول رہو گے بس سمجھ جاؤ!"

حماد۔ "اس میں تو شک نہیں کہ ہر دنیا کی اُن خوبیوں میں سے جو مجھکو ملی ہیں اور جو آیندہ ملینگی یہ زرہ بھی ایک بہترین نعمت ہو۔ اور یہ مجھکو حرز جان کا کام دیگی اور مجھے شیطان کے دام فریب سے محفوظ رکھیگی۔ اور زمانہ کی گردشوں سے میرے لئے تعویذ بنیگی۔ مگر اولیت کا تاج میرے سر پر کیونکر رکھا جا سکتا ہے۔ ایک پردیسی اور گمنام شخص ہونیکے لحاظ سے مجھکو شاہی عزت و مرتبت کے حصول کی کیا اُمید رکھنی چاہیئے۔"

ہند۔ (حماد کی طرف کن انکھیوں سے دیکھکر جبکہ اُسکی پلکیں تر ہو رہی تھیں اور آنکھوں میں جوش اُلفت کی چمک عیاں تھی) "مگر ہر ایک کوشش کرنے والیکو کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے۔ حماد! بادشاہ وہی ہوتا ہے جو دل کی سلطنت پر حکمران بنجائے۔ اور عقل پر قبضہ کرلے۔ مال و دولت جمع کرلینے یا فانی دنیا کے اسباب قابو میں لانے سے کوئی شخص اصلی بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ کامیاب سبقت لیجانے والا وہی شخص ہو سکتا ہے جس نے سبقت لیجانے کا انعام لیا اور ہزاروں آدمیوں کے سامنے انعامی زرہ زیب جسم کی۔"

حماد۔ (ہند کے روئے تابان پر نظر جما کر جبکہ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ میری الفت میں پختہ ہو چکی ہے) "یہ تو ایک قسم کی سخاوت ہو جو بنی غسان کی عادت میں داخل ہے اور ہم مدتوں سے اسکو دیکھتے آئے ہیں۔ بات تو یہ ہے کہ کیا آپ اپنے اس غلام سے مہربانی فرما کر کوئی ایسی بات کہہ سکتی ہیں جو اسکے دردِ دل کی دوا ہو اور اسکے آتش شوق کی شعلہ زنی کو فرو کرے؟"

ہند۔ (آہ سرد بھر کر اور جوش محبت سے بیتاب ہو کر) "آہ۔ مَیں کیا کہوں؟ میرا دیدہ و دل روا رہا ہے۔ اسی بات کو کہہ رہا ہے جو اس دل میں (اپنے دل کی جانب اشارہ کر کے) ہے۔ مگر مجھکو یہ بات خلاف توقع معلوم ہوتی ہو کہ حماد بھی مجھے ایک تسکین وہ بات کہنے میں بخل کر رہا ہے ۔۔۔"

حماد۔ "حماد کیا بخل کریگا؟ اُسکے قبضے میں کیا رہ گیا ہے؟ اور کہنے سننے کی کیا حاجت ہے؟ حماد کے

ہر عضو پر قلم قدرت نے روز ازل سے لکھ دیا ہے۔ وہ "ہند" آہ "پیاری ہند" کی پیاری زلفوں کا اسیر ہے۔"

ھند۔ (حماد کی طرف شرمگین آنکھوں سے دیکھکر) "حماد! مجھکو معاف کرو۔ میری کمزوری نظرانداز کرنے کے قابل ہے۔ عورتیں گو وہ ہزار دلیر کیوں نہ ہوں پھر بھی کمزور ہیں۔ اس لئے مہربانی کرکے قطعی بات کہڈالو۔"

(اس کے آگے شرم سے بول نہ سکی اور چپ ہوگئی)

حماد نے ہند کے پیارے پیارے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیلیا۔ اسے معلوم ہوا کہ اس کا ہاتھ اس وقت برف کے مثل ٹھنڈا ہو رہا ہے اور انگلیوں کے لمس سے گویا پگھلا جاتا ہے۔ ہند کا ہاتھ لیتے ہی حماد کے جسم پر ایک پھریری آئی۔ جیسے برقی قوت اسکے تمام جسم میں دفعتہً پھیل گئی ہو۔ اور ہند کو بھی اسی قسم کی ایک کیفیت محسوس ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس نے اپنا نازک ہاتھ حماد کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ حماد نے "ہند" کی نازآفرین صورت پر نظر جماکر اور نہایت مشتاقانہ انداز سے کہا "لیجئے میں وہ قطعی بات عرض کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ کو ناگوار نہ گزریگی۔"

ہند (نگاہ نیچی کرکے) "جلد فرمایئے۔ اب مجھ سے زیادہ صبر نہیں ہوسکتا اور یہ بھی خوف ہے کہ وقت ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔"

حماد "سنئے! میرا دل آپ کی زلفوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اب آپ بھی میری تسلی کے لئے کچھ کہدیں۔"

ع مقصود از دو عالم جانان رضائے تست۔

ہند۔ (لجاتے ہوئے اور دبی زبان سے) "مجھے آپکے فرمانے میں کسی قسم کا عذر نہ ہوگا۔" (یہ کہکر پھر چپ ہوگئی)

حماد کو بھی معلوم ہوگیا کہ ہند کو اس سے محبت ہے۔ لیکن اسکے دل میں یہ خوف اب تک موجود تھا کہ کہیں "ثعلبہ" پیشقدمی نہ کرجائے اور ہند سے شادی کے لئے سلسلہ جنبانی کرے۔ اگرچہ ہند اب تک اس سے منسوب نہ تھی۔ اور نہ اس کے دل میں ثعلبہ کی کچھ گنجایش تھی۔ مگر ممکن تھا کہ حسد سے ثعلبہ اسکے عقد نکاح میں لانے کی کوشش کرے اور ان دونو کے والد جبلہ اور حارث باہم رضامند ہوکر اسے مجبور کرلیں۔ ان خیالات کی بنا پر اس نے چاہا کہ اس بارے میں بھی ہند کا عندیہ لے۔ لہذا اس نے کہا کہ "اور حارث کے بیٹے کا کیا معاملہ ہے؟"

ہند۔ (نفرت اور حقارت سے) "اس کا ذکر ہی کیا۔ وہ تو حارث ہی[۵۷] حاصد نہیں۔"

---

[۵۷] اس فقرہ کا موزون ترجمہ ناممکن تھا کیونکہ محاورہ اردو میں وہ اصلی لطف کہاں مل سکتا ہے لہذا ہم نے اصل عبارت لکھدی جسکے معنی یہ ہیں کہ وہ صرف بونے والا ہے کاٹنا اسکے اختیار میں نہیں یعنی عبث کوشش کرتا ہے۔ (مترجم)

حماد۔ "اور جس نے نہ تو بویا نہ پیڑ لگائے اُس کے حصہ میں کیا آسکتا ہے؟"

ھند۔ "یہ خدا کی مرضی پر منحصر ہے۔ اگر مالک ہی مکان بنوانا نہیں چاہتا تو معماروں کی کوشش فضول ہوگی۔"

حماد نے ہند کا نازک نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور قریب تھا کہ وفور شوق میں رخسار جاناں کا بوسہ لیلے۔ مگر کچھ سوچ کر رک گیا اور کہنے لگا کہ "جسکے حسب و نسب سے آپ واقف نہیں اُسے کیونکر اپنی غلامی میں قبول کرینگی۔ مجھکو اس امر کا ہرگز اطمینان نہیں ہوسکتا کہ ابن حارث قرابت کے حقوق پیش کر کے آپ سے شادی کا خواستگار نہ ہو۔"

ہند۔ "میری اُس سے کوئی قرابت نہیں ہے جسکے بنا پر وہ کسی بات کا خواہشمند ہو۔ علاوہ اسکے میں اُسکے سفلہ پن سے واقف ہوں۔ بس اُس سے میرا تعلق نہیں ہوسکتا۔"

حماد۔ (حیرت سے بات کاٹ کر) "آپکے پاس اُسکے کمینہ ہونے کا کیا ثبوت ہے؟"

ھند۔ "وہی ظلم۔ بس سمجھ جائیے ــــــ"

حماد۔ (انجان بنکر) "وہ کیا؟ میں نہیں سمجھا" حماد سمجھ گیا تھا کہ ھند گذشتہ دن کے اُن واقعات سے آگاہ ہے جو اُس میں اور ثعلبہ میں پیش آئے تھے۔ مگر شک مٹانے کے لئے ہی یہ سوال کیا تھا۔"

ہند۔ (حقارت سے) وہ ظلم زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ حارث کا بیٹا بزدل اور کمینہ ہے۔"

حماد پھر اپنے مطلب پر آگیا اور کہنے لگا کہ "مگر جس شخص کے حسب و نسب سے آپ واقف نہیں ہیں اُس کے لئے کیا کہتی ہیں؟"

ھند۔ "جس کا دل خود اُسکی رہنمائی کرتا ہے وہ اُسے بُری جگہ نہیں پھنسائے گا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ حماد عامی نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کے عادات و اطوار بادشاہوں کے سے ہیں۔ مانا کہ وہ بادشاہ نہیں۔ تاہم کوئی ذی رتبہ امیر ضرور ہے۔"

حماد۔ "مگر ایک بات اَور بھی غور کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ ممکن ہے کہ میں ایسے گھرانے کا شخص ہوں جس سے اور آپکے ابا جان سے عداوت ہو۔"

ہند نے حماد سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور آہ سرد بھر کر اُسکی صورت دیکھنے لگی گویا اُس کا چہرہ اس شعر کے مفہوم کو ادا کر رہا تھا ع احببتک ما لوکان بین عشائر[1] وقد کانوا اعداءً علی الصفائیا۔

حماد کو اس وقت ہند کی محبت میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا اور یوں کہنے لگا کہ

---

[1] میں تم سے محبت رکھونگی۔ خواہ ہم اور تم دونو ایسے دو گھرانوں سے ہوں جو باہم سخت دشمن اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں۔ (مترجم)

"پیاری - آپ کا شبہ ابتدائی نہ تو شہزادہ ہے اور نہ بالکل عامی - مگر ہاں ضرور ہے کہ وہ امیر ابن امیر ہے - گو ملک جبلہ ابن ایہم کا ہمرتبہ نہیں جو ابھی غسان کا حکمران ہے۔"

ہند (حماد کے عامی نہ ہونے کا اطمینان کرکے اسکے کنبہ اور گھرانے کا علم حاصل کرنے کی غرض سے گو اسکو حماد کے لب و لہجہ سے معلوم ہوچکا تھا کہ وہ ملک عراق کے امیر زادوں میں سے ہے) "شاید پیارے حماد! تم ملک عراق کے امرا میں سے ہو؟"

حماد - "ہاں آپ کا خیال صحیح ہے - لیکن کیا اس بات نے آپ کی طبیعت کو کچھ مکدر کر دیا؟"

ہند - "نہیں نہیں - پیارے تمہارا یہ خیال صحیح نہیں - بلکہ تم میری خواہش سے بھی بڑھکر نکلے تم "بنو لخم" ہو جن کا حسب نسب زمانہ جانتا ہے - اور تمہارے ہی خاندان میں "بنو ماء السماء"[1] گزرا ہے۔"

حماد - "بہرحال جب آپ کو مجھ سے محبت ہے اور اپنا مرتبہ بھی گھٹانا ناپسند کیا تو میں آپکے اشارہ کا تابع ہوں اور زندگی بھر غلامی سے انکار نہ کرونگا - صرف التماس بعجز نما ہے اور کہدیجئے کہ کیا آپ کا یہ غلام کچھ امید بھی رکھ سکتا ہے؟"

ہند - (نگاہ نیچی کرکے) "میں نے اپنا عندیہ آپ سے بیان کر دیا - اور اپنا راز ظاہر کر دیا ہے - میں دیکھتی ہوں کہ آپ نہایت دور اندیش اور دانا ہیں - اس لئے میری اس نصیحت پر عمل کیجیے کہ ابا جان کو خوش رکھنے کی کوشش کیجیے - اور بس۔"

حماد اس خیال سے متفکر ہوگیا کہ ہند کے باپ کو راضی کرنا ٹیڑھی کھیر ہے - اول تو مجھکو اسکے رتبہ سے کوئی مناسبت نہیں - دوسرے "بنی لخم" اور آل "غسان" میں قدامت سے عداوت چلی آتی ہے - وہ بھی رکاوٹ ڈالنے میں کم نہ ہوگی - اس خیال نے اُسے تھوڑی دیر خاموش کر دیا جسکو دیکھکر ہند بھی پریشان ہوگئی - اور سکوت کو توڑ کر کہنے لگی کہ ـــــ "کیوں تم چپ کیوں ہوگئے - کیا اس میں تمہیں کسی بات کا ڈر ہے؟"

حماد - (دلیری سے) "نہیں پیاری ہند! تمہارے وصل کی خواہش مجھکو ہر کام کرنے پر آمادہ کریگی مگر میں اس راستہ کو بہت ناہموار پاتا ہوں - کیونکہ ہمارے بزرگوں نے جو "لخم" اور آل "غسان" میں جس عداوت کا بیج بویا تھا اُس کا درخت آجکل پھولا پھلا ہے ـــــ"

ہند - (مسکرا کر) "پیارے تم کسی بات سے نہ ڈرو جس بات کو تم مشکل خیال کرتے ہو میں اُسے بالکل آسان سمجھتی ہوں تم مطمئن رہو میں ہر حالت میں تمہارے ساتھ ہوں ـــــ"

حماد (خوش ہوکر) "آہ پیاری ہند! میں تمہارے اس فیصلہ کو دل سے پسند کرتا ہوں - خدا نے چاہا تو مجھکو اپنی محبت میں پوری طرح ثابت قدم پاؤ گی - میں نہایت خوشی سے اپنی زندگی تمہاری نذر کرتا ہوں۔"

انہیں باتوں میں آفتاب غروب ہوگیا تھا - اور رات کی تاریکی غالب آچکی تھی جسکی وجہ سے ایکدوسرے کے

[1] ابو القرامہ مصنف

چہرے صاف نہیں نظر آسکتے تھے۔ حماد اور ہند نے کمرہ سے باہر نکلنے کا قصد کیا۔ اور یہ دونو ابھی ایک دوسرے سے رخصت ہی ہوئے تھے۔ اگرچہ ان کے دل جدائی پر راضی نہ تھے اور ان کی عین تمنا تھی کہ ہماری یہ یکجائی تمام عمر کے لئے یوں ہی رہے۔ کیونکہ جدائی کے خیال سے دونو کے دل دھڑک جاتے تھے کہ یکایک دَیر کے باہر بہت سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اُنکے کانوں میں آئی۔ اور انہوں نے دیکھا کہ دَیر کے رہنے والے راہب گھبرائے ہوئے چھپتے ہیں اور ادھر اُدھر دیکھنے بھی جاتے ہیں۔ ہند یہ کیفیت دیکھکر سہم گئی اور حماد اسکی گھبراہٹ دیکھکر کہنے لگا کہ "پیاری! تم کیوں ڈر رہی ہو؟"

ہند (مقارت سے جبکہ خوف سے آواز بھرائی ہوئی تھی) "میں سمجھتی ہوں ... ثعلبہ دَیر میں آگیا ہے۔ شاید اُسے ہماری اس ملاقات کا حال معلوم ہوگیا۔ اور وہ ہم سے اپنی ذلت کا بدلہ لینے کے لئے یہاں آپہونچا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں۔ تاکہ اُس موذی کو گرفت کا موقعہ نہ مل سکے ــــــ"

ہند نے ابھی اپنی گفتگو تمام نہیں کی تھی کہ ناگہاں ایک شخص کمرہ میں گھس آیا جسکے لباس سے معلوم ہوتا تھا کہ شہر بصرہ کا تاجر ہے۔ اُس نئے شخص نے اپنا ہاتھ بڑھا کر حماد کی جیب میں ایک زیور ڈالدیا اور پھر جلدی سے اُسی کو حماد کی جیب سے نکال کر یہ دعویٰ کرنے لگا کہ "یہ زیور میری جیب سے گم ہوگیا تھا اور تمہارے پاس سے برآمد ہوا۔ لہذا تم چور ہو ـــــ" حماد نے اُسکی بیہودہ باتوں کا زبان سے تو کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن اُسکے منھ پر اس زور سے مکا مارا کہ وہ قلابازی کھاتا ہوا کمرہ کے باہر گرا۔ مگر ابھی مصیبت کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اُس شخص کے گرتے ہی کمرہ میں بُصریٰ کے فوجی سپاہیوں کی ایک جماعت گھس آئی اور حماد پر حملہ آور ہوئی۔ اُن میں سے ایک شخص حماد کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ "تو چور ہے" حماد نے جھٹک کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور اُسے ڈانٹ بتائی کہ "دور ہو عرب کے کُتے" ہند نے بھی اُن سپاہیوں کو ڈانٹا کہ "خبردار ان پر ہاتھ نہ ڈالنا" حماد نے دیکھا کہ ہند کے دخل دینے سے تمام راز کھل جائیگا لہذا اُس نے جلدی سے ہند کے کان میں کہدیا کہ "دیکھو پیاری! تم خاموش رہو۔ کہیں اپنے آپ کو ظاہر نہ کردینا ورنہ ہم دونو رسوا ہوجائینگے" اب اُن سپاہیوں نے حماد کو اپنے حلقہ میں لے لیا تھا اور اسکو زندہ گرفتار کرنا چاہتے تھے کہ اسی عرصہ میں کسی کو اس نے بلند آواز سے یہ کہتے سُنا کہ "جس طرح ہوسکے اس چور کو پکڑلو اور زندہ یا مُردہ میرے پاس لے آؤ یہ بدمعاش جاسوس ہے"

حماد (ثعلبہ کی آواز پہچان کر اور آواز کی طرف جھپٹ کر) "او نامرد! تو خود کیوں نہیں آتا۔ تاکہ سمجھ لوں کہ کون بدمعاش ہے" یہ کہکر اپنا خنجر کھینچ لیا اور سپاہیوں کے مجمع پر حملہ کرکے ثعلبہ کو تلاش کرنے لگا مگر تاریکی میں شناخت نہ کرسکا۔ حماد ثعلبہ کو ڈھونڈھ رہا تھا کہ ایک شخص نے اُسے ٹوک کر گرفتار کرنا چاہا۔ حماد نے خنجر کا وار کیا جو اُس شخص کے مونڈھے پر چھپلتا ہوا لگا درد سے بیچین ہوکر اُس نے ایک چیخ ماری "آہ مارڈالا"

اس آواز کا سننا تھا کہ سب لوگ کائی کیطرح پھٹ گئے۔ اور حماد نے موقعہ کو غنیمت سمجھکر رسوائی کے ڈر سے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ مگر ہند کی یاد آگئی اور اُسے ڈر پیدا ہوگیا کہ کہیں یہ بدمعاش ثعلبہ اُسکو کوئی صدمہ نہ پہنچائے لہذا وہ پھر اُسی کمرہ میں پلٹ گیا اور ہند سے کہنے لگا کہ "پیاری ہند! بہت جلد بچکر نکل چلو! ایسا نہ ہو کہ ہم دونو پھنس جائیں اور تمہاری گرفتار ہونے میں ہم سب کی بدنامی ہوگی"۔

ہند۔ "یہ کسی طرح نہ ہوگا کہ میں تم کو اِن موذیوں کے پنجہ میں چھوڑ دوں۔ واللہ یہ لوگ تم کو میری زندگی میں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے"۔ ہند نے یہ کہکر ایک سپاہی پر حملہ کیا اور پھرتی سے اُس کی تلوار چھین کر سپاہیوں پر جھپٹ پڑی۔ اگرچہ وہ لوگ تعداد میں بہت زیادہ تھے لیکن سب بزدل تھے اس لئے منتشر ہوگئے اور بھاگ نکلے۔ اُن کو بھاگتے دیکھکر ہند نے کہا۔ "آخر تو موئے نامرد تھے سب بھاگ گئے (حماد سے) پیارے حماد آؤ اب نکل چلیں"۔ دونو تیزی کے ساتھ اپنے گھوڑوں کے پاس پہنچے اور سوار ہوکر ایکطرف کو روانہ ہوگئے۔

گزشتہ رات ثعلبہ نے "صرح غدیر" میں بسر کی تھی اور ہم اس بات کا پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ اس نے تمام رات حماد کی کامیابی پر خون جگر پی پی کر بسر کی تھی۔ اُس کے دل میں حماد کا سبقت لیجانا۔ ہند کا حماد کی کامیابی پر خوش ہوکر اُسکی جانب محبت بھری نظروں سے دیکھنا اور ثعلبہ کی تحقیر کرنا۔ یہ تمام باتیں کانٹوں کیطرح کھٹکتی رہی تہیں۔ اُف جس وقت وہ خیال کرتا کہ ہند اپنے ہاتھوں سے حماد کو زرہ پہنا رہی ہے اور شعرا قصاید پڑھتے ہیں۔ لونڈیاں خوش گلوئی کے ساتھ تانیں اُڑا رہی ہیں تو غیرت وحسد کی آگ اُسکے سینہ میں مشتعل ہوتی تھی اور بدسلوکی اور انتقام کا جوش اُسکے دل میں موجزن ہوتا تھا۔ اب اُسکے دل میں ہند کی طرف ایک قسم کا میلان پیدا ہو چلا تھا۔ اگرچہ اس سے قبل وہ اپنے آپ کو بہت کچھ بناتا تھا مگر ہند کو کسیطرح اپنا ہمسر نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن اب نہایت زور شور سے اُسکے ساتھ نکاح کا پیام دینے پر تیار ہوگیا تھا۔ یہ سب رشک وحسد کا نتیجہ تھا۔

قاعدہ ہے کہ ایک آدمی کسی کنواری عورت کو اکثر دیکھا رہتا ہے۔ اور کبھی اُسکی طرف محبت کی نظر کرنا درکنار یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ یہ کون ہے۔ مگر جس وقت کوئی دوسرا شخص پیشقدمی کرکے اُس عورت سے محبت کی بنیاد ڈالدیتا ہے اور وہ عورت بھی اُس شخص پر مائل ہوجاتی ہے اور اُس پہلے آدمی سے بُری طرح پیش آتی ہے تو اب اُسکی نگاہوں میں بھی بھلی معلوم ہونے لگتی ہے۔ خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ اُن دونو شخصوں میں کچھ چشمک ہوجائے تو اور بھی رقابت کا جوش بڑھ جاتا ہے۔ بعینہ یہی حالت ثعلبہ کی ہوئی۔ اُسکو ہند کی خواستگاری کرنے سے حماد کا محروم کرنا اور خود ہند سے انتقام لینا مقصود تھا۔ کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ ہند اُسکی ناکامیابی پر مسرور ہوتی تھی لہذا اگر وہ اپنے محبوب (حماد) کے وصل سے محروم رہی تو اس غم میں خوب گھلیگی۔ غرضکہ غیرت اور شرم نے ثعلبہ کو رات ہی بھر میں ہند کا بدخواہ بنا دیا۔ جیوں ہیوں کرکے اس نے

رات کاٹی اور صبح ہوتے ہی محل میں اِدھر اُدھر پھر پھرا کر ہند کے حالات کی جستجو میں مصروف ہو گیا۔ کبھی باغ کی طرف گیا اور کبھی اصطبل کی طرف۔ اسیطرح پھرپھرا کے باورچیخانہ میں جا پہنچا۔ اور گویا یہ ظاہر کیا کہ کھانوں کے پکنے اور جانوروں کے ذبح کئے جانے کا تماشا دیکھ رہا ہو کہ اتفاقاً کسی خادم کو دوسرے خادم سے یہ کہتے سن لیا کہ آج شہزادی ہند "بحیرا" کے "دیر" کو تشریف لیجائینگی۔

مگر حماد ثعلبہ کے رخصت ہونے سے قبل محل سے نہ نکل سکی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ثعلبہ میرے اباجان اور اماں جان کے ساتھ جا چکا تو اس نے بھی بھیس بدلکر دیر کی جانب روانہ ہونے کا قصد کیا۔

ثعلبہ بلقاء کے قریب تک تو جبلہ اور اسکی بیوی کے ہمراہ جانے پر مجبور تھا تاکہ ان کو خوش رکھے پھر وہ بیباب ہو اور اسکے بعد بصریٰ کیطرف مڑ گیا۔ مگر جس وقت وہ بصریٰ میں پہنچا ہے آفتاب غروب ہونیکو تھا۔ اس نے فوراً ہی حماد کے گرفتار کرنے کیلئے ایک حیلہ تراشا اور اسے چوری اور جاسوسی کی تہمت میں پھنسا کر پکڑنے کا ارادہ کیا۔ تاکہ اگر ایک الزام سے وہ بری ہو جائے تو دوسرے سے نہ بچ سکے۔ وہ بصریٰ کے ایک کلال کے پاس گیا اور اس سے رازداری کے طور پر اشارہ کیا کہ کوئی ایسی ترکیب نکالے جس سے حماد کو چوری کا ملزم قرار دیا جائے تاکہ اسکی گرفتاری کا بہانہ نکل سکے اور اسکو گرفتار کر لیا تو دوسرا جرم جاسوسی کا بھی قائم کر دونگا۔ اور اسی تہمت سے چپ چاپ قتل کرا دونگا۔ ثعلبہ کو اپنے منصوبوں میں کامیاب ہونے کیلئے ایک آسانی اور مل گئی تھی وہ یہ تھی کہ گذشتہ دن کی شام کو اسکا باپ حارث "شہنشاہ ہرقل" کے فرمان آجانے سے اسکے پاس چلا گیا تھا۔ کیونکہ "ہرقل" (قیصر روم) ابھی حال میں ایران کی جنگ سے فارغ ہوا تھا اور ان کو ملک "شام" سے نکالکر اپنی اس نذر کو پورا کرنے کی نیت سے بیت المقدس کی زیارت کو جانے والا تھا جو اس نے کسریٰ کی فوج پر فتح پانے کی صورت میں اپنی ذات پر لازم کی تھی کہ "مظفر و منصور ہونگا تو پا پیادہ بیت المقدس کی زیارت کو جاؤنگا" اس لئے "حمص" سے اس نے "حارث" کے نام ایک پروانہ اس مضمون کا روانہ کیا کہ وہ حمص دریا سے بیت المقدس تک اسکے ہمراہ چلے اور راہ کی حفاظت اور شاہی جلوس کے کوچ و مقام کی نگرانی کرے۔ نیز راستے میں پڑنے والے شکستہ قلعوں اور فوجی مقامات کی مرمت کا بھی انصرام کرے۔ اس لئے ثعلبہ نے اپنے باپ کی غیر حاضری کو غنیمت سمجھا اور اس سے فایدہ اٹھانے میں اور بھی عجلت کی اور جو کچھ اسے کرنا تھا بہت سرعت کے ساتھ کر گزرا۔ مگر ہند کو تیغ بکف مقابلہ پر آمادہ دیکھکر اور حماد کی شیرانہ آواز سنکر اس کے حواس بجا نہ رہ سکے اور وہ ہزیمت اٹھا کر اس فکر میں چلا کہ اب جدھر سے یہ دونو واپس جائیں گے۔ وہاں راہ میں گھات لگا کر ان کا فیصلہ کر دونگا۔۔

دسواں باب (۱۰)

نجات

حماد و ہند گھوڑوں کو بڑہائے ہوئے "صرح غدیر" کی طرف جارہے ہیں جس راستہ سے خادمہ کے واپس آنے کا خیال تھا اُسے چھوڑ دیا ہے اور غیر معروف راہ سے چلے جارہے ہیں جسوقت دور نکل گئے اور جنگل میں تنہائی کا موقعہ حاصل ہوا تو حماد کہنے لگا کہ — "بہت ترسے بدمعاش کی! واللہ میں نے تو چاہا تھا کہ خنجر کا وار اُسکے سینہ پہ پڑتا تاکہ ہم اُس کے شر سے ہمیشہ کے لئے نجات پاجاتے"

ہند — "کاش ایسا ہی ہوتا۔ مگر پیارے حماد! گھبراؤ نہیں۔ یہ بدمعاش بہت جلد اپنی بدسلوکی کا بدلہ پاجائیگا اسکے علاوہ مجھکو ایک اور ڈر ہے کہ کہیں شیطان راستے میں چھپا ہوا ہماری فکر میں نہ بیٹھا ہو"

حماد۔ (بے پروائی سے) "پیاری ہند! تم مطمئن رہو۔ غسان کی تمام فوجیں تو کیا مال ہیں اگر کسرٰی اور قیصر کی ساری فوجیں آجائیں تو وہ بھی میری زندگی اور موجودگی میں تمہارا بال بیکا نہ کرسکیں۔ اُف! میں نے آج تمہاری شجاعت کا ایسا تماشا دیکھا ہے جس نے خود مجھکو میری نگاہ میں ذلیل کردیا۔ سبحان اللہ! خداوند پاک نے تم کو مردوں کی جرات اور نسائی خوبیوں کا جامع بنایا ہے۔ یقین مانو! جس وقت تم اس تلوار (ہند کی تلوار کی طرف اشارہ کرکے) کو تولے کھڑی ہوئی ہو میں نے سمجھا کہ تمام فوجیں تمہارے مقابلہ سے پسپا ہورہی ہیں اور مجھکو اپنے آپ میں معمول سے زاید قوت معلوم ہوئی۔ اگر اُس وقت لاکھوں آدمی میرے سامنے آتے تو میں اُن کو ایک شخص کے برابر بھی خیال نہ کرتا —"

ہند۔ (اپنی تعریف اپنے چاہنے والے کی زبان سے سُنکر اور شرمندہ ہوکر) "یہ محبت کا جوش تھا جو اکثر اوقات انسان کی عقل و تمیز کو زائل کردیتا ہے اور اسی وجہ سے وہ شخص خطروں میں پھاند پڑتا ہے اور اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کی جسکی وجہ سے مجھکو بُرا کہا جاسکتا ہے تو محض حماد۔ آہ۔ پیارے حماد کی محبت میں مجھ سے ایسی حرکت صادر ہوئی"

حماد — "کسی بات کو بظاہر حال دیکھکر بُرا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ بعد میں وہی بات تمہارے لئے بہتر ثابت ہو۔ اس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کہ اس واقعہ کو بعد ہی مجھکو محسوس ہوا کہ اب ہماری آپ کی محبت بہت زیادہ مضبوط ہوگئی ہے۔ اور تمام جہان میں کوئی ایسی ارضی و سماوی آفت نہیں جو ہماری خواہش وصل کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرسکے —"

ہند نے چلتے چلتے یکایک گھوڑے کی باگ روک لی اور حماد کی جانب متوجہ ہوئی جس سے حماد کو معلوم ہوا کہ وہ کوئی ضروری اور اہم بات کہنے والی ہے لہذا اُس نے بھی اپنا باد پا روک لیا۔ اور ہند نے حماد کی طرف اپنا نازک ہاتھ بڑھایا جسکو دیکھکر حماد نے بھی ہاتھ دراز کیا اور اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیلیا۔ اسکے بعد ہند کہنے لگی کہ "میں اسوقت تم سے پاک اقرار کرتی ہوں کہ جب تک میرے جسم میں جان ہے میں ہرگز تمہاری اُلفت نہ چھوڑونگی۔ گو مجھکو انسانوں کے سر پر آنے والی تمام بلائیں اس بات کی وجہ سے اُٹھانی پڑیں ——"

جوش اُلفت میں ہند نے یہ تقریر تو تمام کر دی لیکن بات پوری ہوتے ہی مُعاً فطری حیا کا غلبہ ہوا اور وہ چپ ہو کر رہ گئی۔

نشۂ عشق نے حماد کو بیخود بنا دیا۔ وہ ہند کی اُلفت بھری بات سُنکر فرط مسرت سے جھومنے لگا اور جوش میں آکر کہنے لگا کہ "پیاری ہند! تمہارا یہ اقرار مجھکو ہر ایک آفت اور تکلیف کو اندیشہ سے نجات دلائیگا۔ واللہ۔ میں بڑے سے بڑے خطرہ کو بھی خیال میں نہ لاؤنگا۔ تمہاری محبت میں مست ہو کر جنگلوں اور میدانوں کی خاک اُڑا دونگا۔ یہ چمکنے والے تارے "سہیل" اور "میزان" اور سب آسمان کے ثوابت و سیار میرے اس قول کے گواہ رہیں گے اور سب سے بڑا شاہد بارئتعالیٰ ہے جو اسوقت ہماری ظاہر اور باطن کو دیکھ رہا ہے۔"

اب ہند نے نگاہ نیچی کر لی تھی۔ کیونکہ اُسپر حیا غالب آچکی تھی لیکن وہ بزبان حال گویا اس بات کو کہہ کہہ رہی تھی کہ میں بھی تم سے اسیطرح کا پختہ اقرار کرتی ہوں۔

حماد۔ (سلسلہ کلام جاری رکھکر) "پیاری ہند! اسوقت جبکہ ہم نے باہمی اُلفت کا معاہدہ کیا ہے تو میں تم سے اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ دیتو پسند کئے ہوئے کنگنوں کو جنہیں میں نے بلا قصد تمہاری نذر کیا ہے میری ناچیز محبت کی نشانی سمجھو۔ اگرچہ "شاہ غسان" کی دختر کا مرتبہ ایسے حقیر تحفہ کے ہرگز لایق نہیں۔ لیکن تمہاری مہربانی ہوگی۔ اگر اسکو بطور یادگار منظور کر لو۔ کیا تمہیں قبول ہے؟"

ہند۔ (محبت کی مست بنا دینے والی نگاہ سے حماد کیطرف دیکھکر) "یہ اسکی دلیل ہے کہ روز ازل سے ہماری محبت مقدر تھی۔ خدا ہی کو منظور تھا کہ یہ کنگن اس اُلفت کی نشانی بنیں۔ میں جان و دل سے ان کی حفاظت کرونگی۔ مگر پیاری حماد! کیا تم کو یاد ہے کہ میری یادگار بھی کچھ تمہارے پاس ہے؟"

حماد۔ "خوب! اُس زرہ کی کھڑکھڑاہٹ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے اور انشاء اللہ وہ مجھکو زمانہ کی تمام مصیبتوں سے محفوظ رکھے گی۔"

ہند۔ (مُسکرا کر) "خدا تم کو اپنی امان میں رکھے۔ واقعی تم نے میری مراد کو خوب سمجھا۔"

باہم اُلفت کے عہد و پیمان ہو چکے تو پھر دونوں نے گھوڑوں کو بڑھایا اور تھوڑی ہی دیر میں صرح غدیر

کے قریب پہنچ گئے۔ جسکو رات کی تاریکی میں اُسکے گرد آگ کی روشنی ہونے سے پہچان لیا۔ یہ آگ "قرئ" کی تھی۔ غسان کی مہمان نوازی کا شہرہ ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ وہ لوگ شب کو یہ آگ اس لئے روشن رکھتے تھے تاکہ راہ چلتے مسافر اسکو دیکھکر اُدھر آجائیں اور کھائیں پئیں اور شب کو آرام سے بسر کریں[۱]۔ وہ "صرح غدیر" کو قریب دیکھکر حماد نے اپنا گھوڑا روک لیا اور ھند سے کہا۔ "لیجیئے! آپ کا یہ محل ہے۔ اب آپ تشریف لیجایئے اور آرام فرمایئے۔ میں اپنے گھر جاتا ہوں۔"

ھند۔ (پریشان ہوکر) "مجھ کو ڈر ہے کہ کمبخت ثعلبہ تمہیں کسی قسم کا صدمہ نہ پہنچائے۔ رات بہت تاریک ہے وہ ضرور کہیں راہ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ گھات میں لگا ہوگا اور ممکن ہے کہ تم کو ضرر پہنچانے کی کوشش کرے۔"

حماد۔ (حقارت سے سر ہلاکر) "اُس کی کیا ہستی ہے۔ وہ اپنے باپ کی پوری فوج لیکر مقابلہ میں آجائے تو بھی میں اُسے کچھ نہ سمجھونگا۔ پیاری ھند! انشاء اللہ وہ بزدل کبھی میرے منھ نہیں چڑھیگا۔ تم مطمئن رہو۔ اور میری نسبت کچھ خوف نہ کھاؤ۔ اگرچہ ھند نے بہت اصرار کیا کہ اسوقت مہمان بنکر قصر میں چلو صبح کو واپس جانا۔ لیکن حماد نے ایک بات بھی نہ مانی بلکہ کہنے لگا "پیاری! تم تو مجھکو اکیلے ہی جانے پر اور بھی اکسا رہی ہو۔ مجھ کو اپنے دل ہی شرم آتی ہے کہ میں حارث کے بیٹے اور اسکے سپاہیوں سے ڈر کر بیٹھ رہوں۔ اگر ہزاروں دشمن ہوں جب بھی میں کچھ پروا نہیں کرونگا۔" ھند نے یہ دیکھکر کہ حماد کسیطرح اپنے ارادہ سے باز نہیں آتا ہے مجبوراً اُسے رخصت کیا۔ چلتے وقت حماد نے ہند کا نازک ہاتھ آہستہ سے دبایا اور دونوں نے قول اقرار کی تجدید کرکے وعدہ کیا کہ ایک دوسرے کی اُلفت نہ چھوڑینگے۔ آخرکار ہند نے خدا حافظ کہکر بادل ناخواستہ محل کا رُخ کیا۔ حماد جب تک ہند سامنے رہی اسی کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ لیکن جب وہ باغ کے درختوں کے سایہ میں چھپ گئی تو اپنے گھر کیطرف پلٹا۔ حماد کا گھر اس جگہ سے بہت دور تھا اور رات زیادہ آگئی تھی اس نے گھوڑی کو بڑھایا اور تیز چلانے لگا۔ حماد کا دل تو "صرح غدیر" میں چھوٹ گیا تھا۔ اور وہ اسوقت بالکل بیخود ہو رہا تھا۔ لہذا اُسے سوقت خبر ہوئی جبکہ اس نے اپنے تئیں ایک بیہڑ اور چٹیل میدان میں جاتے دیکھا۔ وہ چونکا اور اُس نے خیال کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کبھی اس راہ سے ہوکر نہیں گزرا ہے۔ تھوڑی دیر کھڑا سوچتا رہا کہ شاید اس بھول کا سبب معلوم ہو جائے۔ لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اور آخر میں مجبور ہوکر اس نے آسمان کی اندھیری رات میں چمکتے ہوئے تاروں پر نظر ڈالی۔ اُس وقت اسے معلوم ہوا کہ میں راستہ بھول گیا ہوں۔ میرا گھر اس طرف نہیں ہے بلکہ دوسری سمت کو واقع ہے۔ حماد سوقت علم الافلاک کا نہایت مشکور ہوا جس نے اُسے راہ بتائی ورنہ معلوم نہیں کدھر بھٹک کر نکل گیا ہوتا۔ اس نے جس سمت کو اپنا گھر تجویز کیا تھا اُدھر کو گھوڑی کی باگ موڑی اور مسافت طے کرنے لگا۔ یہانتک کہ باغوں اور سرسبز درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوا۔

[۱] صناجۃ الطرب ۱۲۔ (مصنف)

حماد درختون کے سایہ میں گھوڑا ڈالے جا رہا تھا اور راستہ بیں کنکریوں کی وجہ سے اُسکو تیز نہیں دوڑا سکتا تھا کہ یکایک اُس نے کسی تیز رو گھوڑے کے ٹاپون کی آواز اپنی طرف آتے ہوئے سُنی۔ کان لگا کر آہٹ لینے اور نگاہ جما کر دیکھنے لگا۔ وہ اس بات کو معلوم کرکے کہ آواز دمبدم اُس کے قریب ہوتی جاتی ہے۔ گھوڑے کی باگ سمت کرکے اُسے آہستہ چلانے لگا۔ لیکن رات کی تاریکی میں آنے والی آواز کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ آنے والا سوار حماد کے قریب آتا گیا اور جس وقت بہت قریب پہنچگیا تو حماد نے ایک آواز سُنی کہ اُسکا نام لیکر کوئی پکار رہا ہے۔ حماد اس آواز کو پہچان گیا اور کہنے لگا کہ "سلمان"

سلمان — "حضور! مَیں ہی ہون۔ آپ اپنی جگہ پر رک جائیے۔ آگے نہ بڑھئے گا۔"

حماد کو حیرت تھی کہ بات کیا ہے اور سلمان اسے ٹھیرنے کا کیون حکم دیتا ہے؟ وہ اسی تحیر میں تھا کہ "سلمان" نے اسکے برابر آکر کہا — "اپنے گھوڑے کی باگ موڑ دیجئے اور میرے ساتھ آئیے۔"

حماد۔ (تعجب و اضطراب سے) "خیر تو ہے؟ بات بھی کہو گے۔ یا بس واپس لے چلوگے؟"

سلمان — "جلد چلئے تاکہ مَیں سب حال آپ سے عرض کرون۔" حماد نے پریشانی اور حیرت میں مبتلا ہوکر گھوڑے کی باگ موڑ دی اور سلمان کے ساتھ ہو لیا۔ دونو چپ چپ گھوڑون کو سرپٹ ڈالے ایک سمت کو چلے جاتے تھے اور حماد کا دل سلمان کی خموشی سے اُلجھ رہا تھا۔ بہرحال جسوقت یہ لوگ بستی سے بہت دور ہوکر جنگل میں پہنچ گئے تو گھوڑون کی باگیں روکیں اور حماد نے گھبرا کر دریافت کیا۔ "سلمان تو مجھکو کیون پلٹا لایا ہے؟"

سلمان — "حضور! آپکے والد ماجد کے حکم سے مَینے ایسا کیا۔ انہون نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ بہت جلد "غسام" کو چھوڑ کر "عمان" کی طرف چلے جائیں۔"

حماد — "آخر اِس کا سبب؟"

سلمان — "بصریٰ کے حاکم نے اپنے سپاہیون کی ایک جماعت بھیجی تھی جس نے آپکے ابا جان کو گرفتار کرکے گھر کا تمام سامان لوٹ لیا۔"

حماد۔ (رنجیدہ ہوکر اور اصلی سبب کو دل میں سمجھکر لیکن بظاہر انجان بنکے) "اُن لوگون نے یہ ظلم کیون کیا؟ اسکی کوئی وجہ بھی بتائی گئی ہے؟"

سلمان — "جی ہان۔ شاہ عراق کے جاسوس ہونے کا الزام لگا کر گرفتار کرکے لے گئے ہیں پہلے تو مَینے اُن لوگون کو آپ کی بابت دریافت کرتے سُنا۔ مگر جب آپ کو نہ پایا تو آپکے ابا جان کو گرفتار کرکے لے گئے۔ گھر کا تنکا تنکا لوٹ لیا۔ آپکے ابا جان نے مجھکو اشارہ کیا کہ مَیں آپ کو تلاش کرکے "عمان" کو بھگا لیجاؤن ہم "عمان" میں ایک مہینہ تک اُنکی واپسی کا انتظار کرینگے اِس عرصہ میں اگر وہ واپس آئے تو بصریٰ میں جاکر اُنکی تلاش کرینگے

حماد - "(گھبرا کر) تو کیا اُن کمبختوں نے ابا جان کو اذیت بھی پہنچائی تھی؟"

سلمان - "نہیں جناب! لیکن گرفتار کر کے بُصریٰ کیطرف ضرور لیگئے اور یہ بھی ضرور ہو کہ وہ آپ کی تلاش کرینگے تاکہ آپ کو بھی گرفتار کریں۔ اسی لئے آپکے ابا جان نے مجھکو حکم دیا کہ آپکو اس بات سے آگاہ کر دوں۔ اب ہم دو توعمان کیطرف چلتے ہیں اور ایک مہینے تک وہان گمنامی کی حالت میں رہیں گے۔"

حماد کا دل وفورِ غم سے پارہ پارہ ہوگیا اور قریب تھا کہ اُسکے آنسو نکل پڑیں۔ جن لوگوں نے اسکے باپ کو گرفتار کیا ہے اُن کو وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ تغلبہ اور اسکے ملازم ہیں۔ اُسکے دل میں تو یہ آیا کہ گھوڑی کو پھیر کر اُسی وقت بُصریٰ کیطرف روانہ ہو جائے اور بھاگنے کی عار سے بچ جائے۔ لیکن انجام پر نظر کر کے اُسے اپنے بزرگ باپ کی اطاعت مناسب معلوم ہوئی اور وہ چپکا سلمان کے ساتھ ہو لیا۔ وہ اپنی حالت اور ہند کی محبت کا خیال کرتا ہوا اس بات کو سوچتا تھا کہ مجھ پر اس عشق کی ابتدا ہی میں کیسی کیسی بلائیں نازل ہو رہی ہیں

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا :. آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

دونو کچھ دیر تک اسیطرح خاموش چلے گئے۔ لیکن آخر کو حماد اُکتا کر پوچھنے لگا کہ "سلمان! کیا تم ان رستوں سے واقف ہو؟"

سلمان - "خداوند! بخوبی واقف ہوں اور آپکے ابا جان کے ساتھ کئی برس ہوئے ادھر سے کئی بار آیا گیا ہوں۔"

سلمان اگرچہ نوجوان نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن بوجہ اس بات کے کہ اُسکی عمر تیس سال کی ہوگی جوان کہلانے کا ضرور مستحق تھا۔ اس نے حماد کے والد "امیر عبداللہ" کی معیت میں بہت سے سفر کئے تھے اور زمانے کا تجربہ حاصل کر لیا تھا۔ سلمان میں ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے آقا کا نمکحلال ملازم اور خیر خواہ خدمتگار تھا۔ اور ساتھ ہی نہایت سمجھدار۔ نکتہ رس اور دوراندیش بھی تھا۔ عبداللہ اس پر بہت اعتماد کیا کرتا تھا اور اپنے اکثر کاروبار کا انصرام اسی کے ذمہ کر دیا تھا۔ اپنی گرفتاری کے وقت عبداللہ نے اسکو یہ خدمت سپرد کر دی تھی کہ حماد کو اپنی نگرانی میں لیکر "عمان" چلا جائے۔ کیونکہ عبداللہ کو اس بات کا خیال تھا کہ وہ آخر کار رہا ہو کر حماد سے مل سکیگا۔ اس موقعہ پر ہم کو ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ہم "عمان" کی بابت کچھ تشریح کر دیں۔ یہ ایک قدیم شہر اور بُصریٰ سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر جنوبی مغربی گوشے میں واقع تھا۔ بنی اسرائیل کے زمانے میں اُس کا نام "ربان عمون" تھا۔ اور عمونیوں کا پایۂ تخت تھا جنہوں نے "موابی" لوگوں کے ساتھ ملکر "بحر مردہ" (ڈیڈسی) کے شرقی جانب کے باشندوں اور "اردن" کے رہنے والوں کو اُن کے ممالک سے نکال کر خود وہان قابض اور متصرف ہو گئے تھے۔ توریت مقدس میں اس شہر کا کثرت

ذکر آیا ہے۔ یہ شہر کئی مرتبہ تباہ ہوکر نئے سرے سے آباد ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ولادت مسیح سے تین صدی قبل اسکندریہ کے حکمران "بطلیموس فیلاذلفوس" نے اسکو پھر سے تعمیر کراکے "فیلاذلفیا" نام رکھا۔[۵۱] اسکے بعد عیسوی تین کے آغاز میں یہ شہر ایک بھاری اسقفیت[۵۲] بنگیا جو بُصریٰ کے اسقف اعظم کے ماتحت تھی اور اس شہر میں بہت سی رومانی عمارتیں قلعون، ہیکلوں اور کنیسوں کے اقسام سے تہیں۔[۵۳]

حمّاد اور سلمان نہایت تیزی میں چلے جاتے تہے۔ یہانتک کہ آدھی رات ہوگئی اور اب یہ دونو بُصریٰ سے بہت دُور نکل آئے تھے۔ اس لئے دونو رک گئے۔ خود یہ بھی تھکے ہوئے تھے۔ اور بے زبان گھوڑون کی تو تھکن کے مارے عجیب حالت تھی۔ دوڑتے دوڑتے دم چڑھ گیا تھا۔ مونہہ سے کف جارہا تھا اور پیاس کی شدت سے زبانیں لٹک آئی تہیں۔ آخری مہینے کا چاند نکل آیا تھا اور اُن پہاڑون اور میدانون پر جو ان دونو کے پیش نگاہ تہے۔ اپنی صاف اور ٹھنڈی کرنیں ڈال رہا تھا۔ یہاں انسان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ لیکن سرسبز درختون کے جھنڈ اسکو سبز پوش بنا رہے تہے جن میں زیادہ تر زیتون اور ناریل کے درخت تھے۔ حمّاد اور سلمان نے گھوڑون کو آہستہ آہستہ چلانا شروع کیا۔ اور پھر آگے کو روانہ ہوئے۔ حمّاد فکر کے متلاطم سمندر میں ڈوبا ہوا تھا اور دل کی اُلجھن اسکے مزاج کو درہم برہم کر رہی تہی۔ کبھی اُسکو ضمضد کی حالت پر ترس آتا تھا۔ اور کبھی اپنے باپ کی بابت کسی ضرر پہنچنے کا خیال کرکے وہ سہم جاتا تھا۔ اور جس وقت ثعلبہ کا تصور آتا تو اُسکے بدن میں آگ لگجاتی اور دل میں کہتا کہ اگر اسوقت وہ مجھکو ملجاتا تو اپنی اسی تلوار سے اسکے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دون۔ لیکن حمّاد نے بڑی دشواری سے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنے راز کو مخفی رکھکر سلمان سے باتیں کرنے میں مصروف ہوگیا۔ اسوقت ہر طرف سناٹا چھا رہا تھا اور گھوڑے چونکہ ریگستانی مقام میں چل رہے تہے اس لئے ان کے ٹاپون کی بھی آواز نہیں پیدا ہوتی تہی۔ چاند کی دھیمی دھیمی روشنی میں ہر چیز کسیقدر ماند نظر آتی تہی۔ آخرکار حمّاد سلمان سے پوچھنے لگا کہ "سلمان! بتاؤ تو کہ اُن نالایقوں نے ابا جان اور میرے گھر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

سلمان ۔ خداوند! ہم لوگ بالکل غافل تھے اور جناب کے والد ماجد صاحب قبلہ آپکے صبح سے بغیر اطلاع غائب ہوجانے پر مغموم بیٹھے تہے۔ آفتاب بھی ڈوب گیا اور آپ واپس نہیں آئے تو اُن کی پریشانی بہت بڑھ گئی اور انہون نے قصد کیا کہ سوار ہوکر آپ کی تلاش میں روانہ ہون۔ ہم اسی خیال میں تھے اور میں اپنے گھوڑے پر زین کس چکا تھا کہ اُن کے ساتھ چلون۔ یکایک ہم نے گھوڑون کے ہنہنانے اور اُنکے ٹاپونکی زور سے پڑنے کی آواز سُنی۔ اور چشم زدن میں چارون طرف سے بہت سے لوگون نے آکر مکان کا محاصرہ کرلیا۔

---

[۵۱] مصر ہے ۱۲ مصنف [۵۲] اسقف ایک دینی عہدہ کا نام ہے جسکے ماتحت بہت سے چھوٹے پادری رہتے ہیں اور جسکو آجکل بشپ کہتے ہیں ۱۲ مترجم [۵۳] معجم۔ آثار دینی کا بیان دیکھو ۱۲ مصنف

ہم نے متحیر ہو کر اُن سے محاصرہ کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے نہایت بدزبانی کے ساتھ کہا "امیر حماد کہاں ہے؟" ہم نے نرمی کے ساتھ اُن کے آنے کی وجہ دریافت کی تو وہ گالی دینے اور بیہودہ بکنے لگے۔ پھر تو ہم نے بھی تنگ آکر جواب ترکی بترکی دیا۔ انہوں نے ہتھیار اٹھائے ہم نے بھی مقابلہ کیا لیکن وہ زیادہ تھے اور ہماری یہاں صرف چند آدمی۔ آپکے والد ماجد نے بڑی جوانمردی سے بچاؤ کرنا چاہا۔ لیکن نہتے ہونے کی وجہ سے کچھ پیش نہ گئی اور اُن لوگوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اسکے بعد وہ گھر میں گھس آئے۔ اور مکان کو لوٹنے لگے میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور چپکے سے اپنے آقا کے قریب گیا۔ انہوں نے مجھکو ہدایت کی کہ آپ کو تلاش کرکے یہاں آنے سے باز رکھوں اور عمان کو لیجاؤں۔ چنانچہ اس بات کو میں آپسے بیان بھی کر دیا ہے۔ یہ بھی خوبی تقدیر تھی کہ میں بچکر بھاگ سکا اور آپسے آملا ورنہ مجھکو بھی پکڑ لیجاتے"

حماد۔ (رنج اور غصہ سے دانت کٹکٹا کر) "تو کیا وہ بدمعاش ہمارا تمام مال و اسباب لیگئے؟"

سلمان۔ "جناب! آپ کو معلوم ہے کہ سونے چاندی اور جواہرات کی بیش بہا چیزیں تو ایسی جگہ دفن ہیں جنکو ہمارے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ گھر کے اسباب کا تنکا تنکا وہ لوٹ لیگئے"

حماد۔ (زرہ کو یاد کرکے اور گھبرا کر) "ارے تو کیا وہ زرہ بھی لیگئے جسکو میں کل شام کے وقت لایا تھا؟"

سلمان۔ "نہیں نہیں۔ وہ تو اس خرجی میں میرے گھوڑے پر موجود ہے۔ اور خدائے پاک نے اتفاق سے اسکو بوجہ خرجی میں ہونیکے محفوظ رکھا"

حماد اس بات کو سنکر اپنے تمام رنج و غم تھوڑی دیر کے لئے بھول گیا۔ کیونکہ اسکی پیاری "ھند" کی یادگار کا ضائع نہ ہونا اسکی خوشی کے لئے کافی تھا۔ ابھی یہ دونوں باتیں کرتے جاتے تھے کہ یکایک دور سے انکو ایک آگ کی چمک نظر آئی اور حماد نے کہا "این! یہ آگ کیسی ہے؟ شاید ہم کسی گاؤں کے نزدیک آگئے ہیں"۔

سلمان۔ (ٹھیر کر اور غور سے اپنے چاروں طرف نظر کرکے کسی قدر غور کے بعد) "یہ روشنی جو آپ دیکھتے ہیں ایک بستی میں ہو رہی ہے جسکو "بیت الجمال" یا "ام الجمال"[ے] کہتے ہیں۔ اگر آپ کی یہ مرضی ہے کہ ہم اُدھر چلیں تو چلئے۔ ورنہ ابھی کچھ دیر میں ہم ایک نہر پر پہنچ جائیں گے جس میں پانی موجود ہے۔ خود بھی پئیں گے اور گھوڑوں کو بھی پلائیں گے اور وہیں باقی رات بسر کرینگے"

حماد۔ "نہیں ہم آبادی میں نہیں جائینگے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارا راز کھل جائے۔ چلو جدھر چلتے ہو اُسی طرف چلو!"

ے میزبل ۱۲ مصنف

گیارھوان باب (۱۱)

زرفاؔ خوفناک درندون کا مسکن

آدھی رات گذر جانیکے بعد خواہ مخواہ طبیعتوں میں ایک طرح کا سکون پیدا ہوجاتا ہے اور رات کا سناٹا دل پر ہیبت ناک اثر کیے بغیر نہیں رہتا۔ اسوقت سرد ہوا کے جھونکون کا نرمی کے ساتھ چلنا اور درختون کے پتون کا کھڑکھڑانا مینڈکون کا غون غون کرنا۔ اور رات کی تیز سُرون میں الاپنے والے جھینگرون کا مسلسل اور نہ رکنے والی گنگری ستانا۔ خوف و فرحت کی متضاد حالتیں دل پر طاری کرتا ہے۔

ایسے وقت میں پہاڑ کے سرسبز و شاداب مگر خوفناک درون میں انسان کا وجود کہان۔ جہان ایک ندی مشرق سے مغرب کی جانب بہہ رہی ہے اور شفاف پانی کو چھپانے کے لیے قدرتی سبزے اور خود رو درختون کے جھنڈ نے دونوں کنارون پر مسلسل صف باندھکر اپنی شاخون اور بیلون کو جھکا جھکا کے گھونگھٹ ڈالدیا ہے تاکہ دن اور رات کے شوخ چشم نظر باز آفتاب و ماہتاب کی نگاہون کو اُس تک نہ پہونچنے دین۔ لیکن گو انھون نے اسکی سخت کوشش کی ہے کہ گنجان شاخون کو ایکدوسرے میں پیوست کرکے زبردست پردہ قایم کردیں۔ تاہم اُن دونو کی ندیدی نگاہیں باز نہیں آتی ہیں اور ہر کھڑکی و روزن سے تاک جھانک کرتی رہتی ہیں۔ لیکن ایسے مقام اور وقت میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہان دو سوار آہستہ آہستہ چلے آرہے ہیں۔ یہ کون ہیں؟ یہ سلمان اور حماد ہیں جو اسی وادی میں شب بسر کرنے کی نیت سے آئے ہیں۔

یہ دونو وادی کے وسط میں پہنچکر سردی محسوس ہونے کے باعث گھوڑون سے اُتر پڑتے ہیں اور اُن کی باگڈوریں پکڑے ہوئے سنبھل سنبھل کر ندی کے کنارے کی طرف بڑھتے ہیں۔ گھوڑون کے سمون کی آواز پہاڑون سے ٹکرا کر بازگشت کی صدا دیتی ہے اور ایک مرتبہ دونوں کو دو اَور سوارون کے آنے کا وہم پیدا ہوجاتا ہے۔ لیکن پھر خود ہی اس وہم کو دفع کرکے آگے بڑھتے ہیں۔ حماد اپنے والد ماجد۔ اپنی محبوبہ عذرا اور اپنے بد ذات رقیب "ثعلبہ" کے خیالات میں محو۔ اُسے نہ تو موجودہ مقام کی وحشت انگیزی کا پتہ ہے اور نہ اپنے تن بدن کا کچھ ہوش مگر سلمان کے چہرے پر ہوائیان اُڑ رہی ہیں۔ اور وہ بار بار اِدھر اُدھر تاکتا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی پیش آنے والے خطرہ کا منتظر ہے۔ رفتہ رفتہ یہ دونو ایک ایسی جگہ میں جا پہنچتے ہیں۔ جہان چارون طرف اونچی اونچی کوہستانی چوٹیان آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور اُس کوہستانی سلسلہ کے

دامن میں ندی کا پانی شور کرتا ہوا بہ رہا ہے۔ سلمان گھوڑوں کو کسی درخت سے باندھ دیتا ہے تاکہ وہ پانی پینے سے پہلے دم راست کرلیں اور خود حماد کو لیکر ندی پر آتا ہے۔ دونو منھ ہاتھ دھوتے اور خوب جی بھر کے پانی پیتے ہیں۔ حماد اپنی ٹوپی اُتار کر بالون کا جوڑا باندھ لیتا ہے۔ تاکہ وہ بکھر کے چہرے اور شانوں پر نہ آجائیں اور سلمان اپنی عبا کو ایک صاف چٹان پر بچھا دیتا ہے جسپر حماد بیٹھ جاتا ہے۔ دن بھر کے تھکے اور اسوقت تک بے آرام رہنے والے بے زبان گھوڑے پیاس کے مارے ہنہناتے اور ٹاپیں مارتے ہیں۔ سلمان حماد کے پاس بیٹھکر باتوں میں اُسکا دل بہلانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر حماد چپ چاپ اپنے خیالات کے اُدھیڑبن میں مصروف نہر کے مینڈکوں کا شور اور درختوں کے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ سُن رہا ہے۔ سلمان کے چہرے پر خوف کی پریشانی اور گھبراہٹ عیاں ہے۔ جسکی وجہ مقام کی ہیبت ناکی نہیں بلکہ یہ ڈر ہے کہ موجودہ جگہ اُس پرخوف درندوں کے مسکن سے نہایت قریب ہے۔ جو تمام ملک عرب میں مشہور اور "زرقاء" کے نام سے یاد کیجاتی ہے[1]۔ حماد کو اول تو اس بات کا علم نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ اس وقت اپنے تفکرات میں محو ہو رہا ہے جسکی وجہ سے اُسے اسطرف توجہ کرنے کی مطلق فرصت نہیں۔ آخرکار سلمان اُٹھا اور اُس نے گھوڑوں کو ندی پر لاکر پانی پلایا۔ مگر وہ بار بار کوہستانی چوٹیوں کی طرف دیکھتا جاتا تھا اور اپنی تلوار کے قبضہ سے کھیلتا جاتا تھا۔ حماد پر تھکن غالب تھی۔ تھوڑی ہی دیر تک بیٹھا ہوگا کہ نیند کے خمار نے اُسکو لٹا دیا۔ اور وہ لیٹتے ہی سو گیا۔ سلمان کو کب نیند آتی تھی وہ باقی شب حماد کی نگرانی میں بسر کرتا اور جاگتا رہا۔ نہ سونے کی وجہ سے اُسکی آنکھیں تھرا گئیں تھیں اور جمائیوں پر جمائیاں چلی آتی تھیں۔ صبح ہونے سے قبل سلمان گھوڑوں کے بھڑکنے اور ہنہنانے کی آواز سُنکر چونک پڑا۔ نگاہ پھیر کر دیکھنے لگا۔ اُسکا دل دھڑک رہا تھا اور خدا سے پناہ مانگتا جاتا تھا۔ آخر وہ گھبرا کر اُٹھا اور غور سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ابتداءً اُسے کچھ نظر نہ آیا۔ لیکن کسیقدر دیر کے بعد وہ اس بات کو دیکھکر گھبرا گیا کہ پہاڑ کی چوٹی پر سے پتھروں کے لڑھکنے کی صدا آرہی ہے اور اسی طرح ایک پتھر پانی میں گرا ہے جسکی آواز نے گھوڑوں کو بھڑکا دیا ہے جسکے باعث وہ اور بھی شور مچا رہے ہیں۔ اس شور و غل میں حماد کی بھی آنکھ کھل گئی اور وہ پریشان ہو کر پوچھنے لگا کہ "سلمان! کیا ہوا؟"

سلمان۔ (بہیانک ہوکر) "جناب اُٹھ بیٹھئے! ہم ہوقت کسی خطرہ میں گرفتار ہونے کو ہیں"

حماد اس بات کے سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور سلمان نے اس کے پاس آکر کہا۔ "ہم اسوقت درندوں کے مسکن "زرقاء" کے قریب ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی درندہ پانی پینے اس نہر پر آرہا ہے اگرچہ ہم ندی کے اس پار ہیں لہذا ہم کو کوئی خوف نہیں ہے۔ لیکن آیئے اب گھوڑوں پر سوار ہوکر

[1] معجم البلدان ج۴ صفحہ ۱۲۷۔ مصنف۔

جدھر سے آئے ہیں اُسی جانب واپس چلیں گے" اس کے بعد وہ دونو گھوڑوں پر سوار ہونے لگے اور ابھی یہ پوری طرح سوار بھی نہیں ہو چکے تھے کہ انہوں نے پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک قوی ہیکل شیر کو پانی کیطرف آتے دیکھا۔ جو نہایت متکبرانہ وضع سے اپنی لمبی دُم کو پشت پر ڈالے ہوئے چلا آرہا تھا۔ اور اسکی ٹھوکروں سے پتھر ادھر اُدھر لڑھکتے جاتے تھے۔ اُس کی آنکھیں ایسی چمک رہی تھیں جیسے دو روشن چراغ۔ حماد اور سلمان نے پہاڑ کی طرف گھوڑوں کو موڑا۔ اور اُن کو ایک ایسی کرخت آواز سنائی دی جیسے زور سے بادل گرج گیا اور اسکی وجہ سے تمام وادی میں زلزلہ پڑ گیا۔ سلمان نے کہا "حضور! شیر کی آواز یہی ہے جسکو دھاڑ کہتے ہیں۔ آپ اب جلد نکل چلئے اور خوف نہ کیجئے۔ کیونکہ ہمارے اور شیر کے بیچ میں دریا حایل ہے"

یہ دونو گھوڑوں کو مہمیز کر کے ایک بلند مقام پر چڑھ گئے اور شیر دور سے اُسی طرح دھاڑ رہا تھا۔ اُسکی پرہول آواز کو صدائے بازگشت کے جواب نے اور بھی خوفناک بنا دیا تھا جسکی وجہ سے اُن کو خیال گذرتا تھا کہ شیر ہمارے پیچھے آرہا ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ چکے تو انہوں نے وادی کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اُسوقت روشنی بخوبی پھیل گئی تھی اور شیر ندی کے کنارے پانی پینے میں مصروف تھا۔

حماد۔ (دھڑکتے ہوئے دل سے) "سلمان! یہ تو نے کیا کیا؟ مجھکو کہاں لے آیا؟"

سلمان۔ (نادم ہو کر) "جناب! میں مجبوراً یہاں آگیا تھا۔ پانی پینے کی ضرورت اور آرام لینے کی حاجت تھی۔ پھر یہ بات بھی میرے دل میں نہ تھی کہ میں "زرقا" کے خوفناک مقام کو جا رہا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ یہ جگہ وہاں سے بہت دور ہے۔ بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ شیر اپنے مسکن سے بہت دور نکل آیا ہے اور پانی پینے کے لئے اس دریا پر چلا آیا۔ اب یہ بہت جلد یہاں سے واپس چلا جائیگا۔ ہم کو انشاء اللہ کسی خطرہ کا سامنا نہیں کرنا پڑیگا۔ تھوڑی دیر تک یہ دونو کھڑے ہوئے وادی کے نچلے حصہ میں ندی کی روانی کا تماشا دیکھتے رہے۔ شیر نے سیراب ہو کر سر اوٹھایا اور ادہر اُدھر دیکھنے کے بعد ایک مرتبہ اس زور سے دھاڑا کہ حماد اور سلمان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہوں تو تعجب نہیں تھا۔ حماد کو شیر کی صورت دیکھنے اور اسکی دہاڑ سُننے کا پہلا اتفاق ہوا تھا مگر سلمان اس کا عادی تھا۔ کیونکہ اُس نے مدائن میں "کسریٰ" کے باغ کے اندر اُسے بارہا دیکھا تھا اور اُس کی ڈراونی آواز سُن چکا تھا۔ بلکہ آدمیوں کو اس سے لڑتے بھی دیکھ چکا تھا۔ حماد شیر کو پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھتا جاتا اور اُسکے اکڑ اکڑ کر چلنے پر متعجب ہوتا تھا۔ شیر نے اپنی دم پیٹھ پر ڈال لی تھی اور بیفکری سے نہایت آن بان کے ساتھ راستہ طے کر رہا تھا۔ جب شیر ان کی نگاہوں سے غائب ہو گیا تو اُن کے حواس ٹھکانے ہوئے۔ آفتاب بلند ہو چلا تھا اور حماد کو تھکن کے علاوہ بھوک نے بھی ستانا شروع کر دیا تھا۔ لہٰذا وہ سلمان سے کہنے لگا "سلمان! یہاں کھانے کی کیا فکر کرو گے؟"

سلمان۔ "جناب! آپ اس فکر سے فارغ رہیں میں آپکے آرام کی ہر چیز لادونگا۔ تھوڑی دور اور چلئے۔ ہم ایک خانقاہ میں پہنچ جائیں گے جو یہاں سے بہت قریب ہے۔ وہاں آج کا دن اور رات مہمان ہوکر بسر کرنے کے بعد کل صبح کو پھر سفر شروع کرینگے"۔

حماد۔ "بہتر ہے"۔ یہ کہکر دونوں چل نکلے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کو ایک عمارت نظر آئی جسکے قبہ پر صلیب نصب تھی اور جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس میں گرجا بھی ہے۔ جسوقت یہ دونوں وہاں پہنچے گوشہ نشین راہبوں نے بہت خاطرداری سے ان کو اپنا مہمان بنایا۔ اور سادی مگر مزہ دار کھانے ان کے سامنے پیش کئے۔ کئی قسم کی پنیر، باجری کا دلیا۔ دودھ، بُھنا ہوا گوشت، اُبلے ہوئے انڈے۔ کئی قسم کی سوکھی انجیر۔ خشک انگور، ناریل۔ خوبانیاں۔ اور اسکے سوا پرانی شراب جو نہایت لطیف تھی۔ یہ تمام چیزیں اول تو یونہیں خوش ذائقہ تھیں۔ لیکن حماد کو بھوک میں وہ لطف دے گئیں جو اسی کے دل سے پوچھنا چاہیئے خصوصًا شراب۔ کیونکہ خانقاہوں کی شراب اپنی خوبی کے لحاظ سے نہایت مشہور ہوا کرتی ہے۔ ان کی جیقدر خاطر تواضع ہوئی تھی اس نے کچھ عرصہ کے لئے انہیں ان کا رنج و غم بُھلا دیا تھا۔ لیکن حماد کی قوت متخیلہ میں ھند کی زاہد فریب صورت اسیطرح نقش تھی جیسے کہ پچھلی مرتبہ ہند کو قصر ہند کے قریب تک پہنچا کر رخصت ہونے کی حالت میں تھی۔

سلمان اور حماد نے رات طرح طرح کی باتیں سننے میں بسر کی جن میں زیادہ تر اسی شہر کا ذکر آیا۔ جس کو یہ صبح کے وقت وادی میں دیکھ چکے تھے۔ اسی سلسلہ گفتگو میں حماد اور سلمان کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگرچہ "ذرقاء" کا خوفناک جنگل ان کے تیمے سے بہت فاصلہ پر ہے۔ تاہم ان کو اس میں ہوکر گزرنے کی ضرورت ہی۔ کیونکہ وہ عمان جاتے ہوئے رستہ میں پڑتا ہے۔ لیکن اگر دور کی راہ سے جانا چاہیں تو اس سے بچکر بھی نکل سکینگے۔

صبح کو سلمان اور حماد نے بستروں سے اٹھکر نماز اور دعا سے فراغت حاصل کی اور کسی قدر ناشتہ کھا کر خدا کا نام لیکے چل کھڑے ہوئے۔ راہ میں سلمان درندوں کے خوف سے دور کا رستہ اختیار کرنے پر زور دے رہا تھا۔ اور حماد اسکے خوف کھانے کو حقارت سے دیکھکر اسے اس ارادہ سے باز رکھتے اور "ذرقاء" کے اندر ہوکر چلنے پر اصرار کر رہا تھا۔ اس وقت ہم ان کو "عمان" جانے دیتے ہیں۔ اور خود امیر عبد اللہ کی خبر لینے چلتے ہیں *

بارھواں باب (۱۲)

گرفتار بلا

قمری مہینے کی پچھلی راتیں ہیں اور رات کے دس بج چکے ہیں۔ چونکہ ان راتوں میں آدھی رات گزرنے کے بعد ماہتاب نکلتا ہے۔ اس لئے لیلی شب نے اپنی زلفوں کو پھیلا رکھا ہے نیلے نیلے آسمان پر چھٹکے ہوئے تارے بھولے بھٹکے مسافروں کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ اور ان کی دھیمی دھیمی شعاعیں ایک قسم کی غیر محسوس روشنی سطح زمین پر ڈال رہی ہیں۔ ورنہ یہاں اتنی تاریکی ہوتی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا۔ اگرچہ اسوقت آدمی بہت کم گھر سے باہر نکلتے ہیں لیکن اس بات کو دیکھ کر ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ شہر بصریٰ کے ایک جانب شہر پناہ کے باہر کچھ سواروں کی ایک مختصر جماعت آکر رکتی ہے اور دروازہ کھلوا کر اندر داخل ہوتی ہے دریافت حال کی نیت سے ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہو لیتے ہیں۔ اور ان کی بات چیت اور ہیئت و صورت سے ان کے اسوقت باہر سے آنے کا باعث معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ چلے جا رہے ہیں کہ انہیں ایک شخص نے ایک ایسے آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا جو ان کے حلقے میں گرفتار تھا۔ کہ :۔

—"اس کو تو ہم نے گرفتار کر لیا۔ مگر اس کا بیٹا "حماد" ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ "امیر ثعلبہ" سے اب پورا انعام ملنے کی توقع نہ رکھنی چاہیئے" اس پر کسی دوسرے سوار نے جواب دیا کہ :۔

—"جن لوگوں کو ہم نے "غسام" میں چھوڑ دیا ہے وہ ضرور اسے پکڑ کے لائیں گے۔ آخر وہ کسی وقت تو اپنے گھر آئیگا" غرضکہ اسطرح باتیں کرتے ہوئے یہ لوگ شہر پناہ کی فصیل کے ایک برج میں داخل ہو گئے قیدی کو ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ اور خود کمریں کھولکر آرام کرنے لگے۔

اہا اب ہم کو معلوم ہوا کہ یہ سوار "امیر ثعلبہ" کے ملازم ہیں۔ اور وہ قیدی "حماد" کا باپ "امیر عبداللہ" ہے۔ اس قدر معلوم ہو جانے کے بعد امیر عبداللہ کی گرفتاری کا باعث بھی عیاں ہو جاتا ہے کہ امیر ثعلبہ کے حکم سے وہ پکڑا گیا۔ اور حماد کے گرفتار کرنے میں ناکامی اور زیادہ رات آ جانے کی وجہ سے ان لوگوں نے اسے "امیر ثعلبہ" کے روبرو پیش نہیں کیا ہے۔

عبداللہ کو اپنی گرفتاری کے وقت یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ جاسوس ہونے کی تہمت میں پکڑا گیا ہے۔ اور چونکہ وہ اپنے آپ کو اس الزام سے بالکل بری خیال کرتا تھا۔ لہذا اسکو یقین تھا کہ "حارث" کے روبرو پیش ہوتے ہی اپنی بریت ثابت کر کے رہائی حاصل کر لیگا۔ اور "عمان" جا کر حماد سے ملکے اسے

ایسا ہوا پھر "دیر بحیرا" کو نذر ادا کرنے کے لئے آئیگا۔ اور اسی بنا پر اُس نے "سلمان" سے ایک ماہ کی میعاد انتظار کرنے کے لئے مقرر کی تھی۔ لیکن عبداللہ پر اپنی گرفتاری کا اصلی سبب بالکل مخفی رہا۔

عبداللہ نے باقی رات حوالات میں تڑپ تڑپ کر بسر کی۔ اسکو اپنی گرفتاری کا اتنا رنج نہیں تھا جسقدر اس بات کی فکر تھی کہ مبادا حماد ان پاسبانوں کے ہاتھ پڑ جائیں۔ وہ سلمان سے نہ مل سکے۔ گھبرائے اور نادانستہ حال میں پھنس جائے غرضکہ انہیں خیالات میں رات تمام ہوگئی۔ اور حماد کو وہ لوگ نہ لا سکے۔ اسوقت امیر عبداللہ کو اطمینان ہوگیا کہ حماد نے سلمان سے حالات معلوم کر لئے ہیں اور وہ میرے حسب الحکم "عمان" کیطرف روانہ ہوگیا ہے۔ دن کے دس بج رہے تھے کہ دو شخص رومانی فوج کا لباس پہنے ہوئے عبداللہ کی حوالات میں داخل ہوئے۔ ان کے سروں پر تانبے کا صیقل کیا ہوا خود تھا جس میں گھوڑے کے دُم کے بالوں کا ایک گُچھا چوٹی کے طور پر لگا ہوا تھا۔ فولادی زرہیں بدن میں تھیں اور زرہوں کے نیچے سُرخ باناتی کوٹ تھے جو گھٹنوں تک نیچے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گرز اور ایک ایک فولادی مثلث ڈھال پُشت پر پڑی تھی۔ سینوں پر حریر کے زرکار فیتے جنپر دو حروف بنے ہوئے تھے ٹنگ رہے تھے۔ ایک تو H کا حرف تھا جس سے صاف عیاں تھا کہ "ہرقل قیصر روم" کے نام کا پہلا حرف ہے۔ لیکن دوسرے حرف کی تفسیر سمجھ میں نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ وہ اُس فرقہ کے نام کا پہلا حرف ہو جسکی جانب ان دونوں سپاہیوں کی نسبت ہو سکتی تھی اور یہ علامت صرف رومی فوج کے سوار استعمال کرتے تھے۔ ان رومی سپاہیوں کے ساتھ دو عربی فوجی جوان "امیر ثعلبہ" کے نوکروں میں سے بھی موجود تھے۔ جنکا لباس عربی تھا۔ انہوں نے عبداللہ سے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ اور اسکو لئے ہوئے قلعہ کے ایک بلند زینے پر ہو کر ایسے وسیع مکان میں لیگئے جسکے شہ نشین میں اعلیٰ درجہ کے رومانی طرز کے فرش بچھے ہوئے تھے اور اسکے صدر مقام میں ایک سنہری کرسی پر جسکے اوپر زینوں کے ذریعہ سے چڑھتے تھے۔ ایک رومانی سردار بیٹھا ہوا تھا۔ اسکے لباس اور نشست کے مقام سے اس بات کا پتہ ملتا تھا کہ وہ اس فوج کا افسر ہے جو اس ملک میں حفاظت کے لئے قیاصرہ روم کی طرف سے رکھی جاتی ہے۔ تانبے کے ٹکڑوں پر سونے کا ملمع کر کے اور ان کو کڈوں کے ذریعہ سے ملا کر زرہ بنائی گئی تھی۔ یہ سردار اسی وضع کی زرہ پہنے تھا جسکے نیچے زانوں سے کسیقدر نیچا تنگ کوٹ تھا[۵۱]۔ یہ شخص نہایت قوی ہیکل تھا۔ چہرے سے رعب داب ٹپکا پڑتا تھا۔ اُسکے آس پاس بہت سے اور لوگ بھی قرینہ سے بیٹھے تھے جن میں سے اکثر اسی کا ایسا لباس پہنے تھے۔ اور وہ سب رومی تھے۔ مگر صرف ایک شخص تھا جو اسکے قریب عربی لباس پہنے بیٹھا تھا اور عبداللہ نے اُسکی قطع وضع سے پہچان لیا کہ "حارث" کا فرزند "ثعلبہ" یہی ہے۔ اس وقت عبداللہ کو یقین آیا کہ لوگ اسے "بصرہ" کے رومی سپہ سالار کے حضور میں لائے ہیں لہذا وہ بھی طرح مشکیں بندھا ہوا سر جھکا کر کھڑا ہوگیا۔ رومی سپہ سالار جسکا نام "رومانوس" تھا[۵۲]۔ ترجمان کے ذریعہ عبداللہ سے پوچھنے لگا کہ

۵۱ تاریخ مشرقی رومن امپائر۔ مصنف　۵۲ سیرۃ الحلبیہ جلد ۳۔ مصنف

— "تمہارا نام؟"

عبداللہ۔ "عبداللہ"

روما نوس۔ "کس ملک کے رہنے والے ہو؟"

عبداللہ۔ "عراق کے۔"

روما نوس۔ "پیشہ کیا ہے؟"

عبداللہ۔ "میں ملک عراق کا ایک مشہور امیر ہوں۔ اپنی املاک کی آمدنی سے زندگی بسر کرتا ہوں اور بعض چیزوں کی تجارت بھی کرتا رہتا ہوں۔"

روما نوس۔ "اس ملک میں کیا کرنے آئے تھے؟"

عبداللہ۔ "میں "دیر بحیرا" کی ایک نذر مانی تھی اُسے پورا کرنے کو لئے آیا ہوں۔"

روما نوس۔ "وہ کون سی منت ہے؟"

عبداللہ۔ "اپنے بیٹے کے سر کے بال اُسکی عمر کے بیسویں برس ختم ہونے پر دیر بحیرا میں منڈواؤنگا"

اس قدر سوال وجواب کے بعد "روما نوس" نے ثعلبہ کی طرف مُڑ کر دیکھا اور انہوں نے باہم رازداری کے طرز پر کچھ باتیں کیں۔ اس کے بعد ثعلبہ نے عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر اسے اپنے قریب طلب کیا۔ وہ نزدیک آیا تو ثعلبہ کہنے لگا کہ

— "تم کئی مہینوں سے اس ملک میں مقیم ہو اور اب تک تم نے اپنے بیٹے کے بال نہیں کترواے۔ پھر تمہارا یہ بیان کیونکر صحیح مانا جا سکتا ہے کہ تم اس نیت سے یہاں آئے ہو؟"

عبداللہ۔ "جناب! اسقدر دیر لگانے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے منت مانی تہی کہ آنے والے "شعانین" کے اتوار کو اُس کے بال کٹواؤنگا۔ اس سے قبل اور بعد نہیں۔"

ثعلبہ۔ (حقارت سے ہنسکر) "یہ پوچ ولچر دلیلیں تمہارے کام نہیں آسکتیں۔ تم چاہے جیسی بات بناؤ مگر یہ ثبوت موجود ہے کہ تم لوگ شاہان حیرہ کی طرف سے جاسوس بنکر یہاں آئے ہو اگر یہ بات نہیں تھی تو بصری کے ایسے پُر رونق اور دلچسپ شہر کو چھوڑ کر تم نے ایک گاؤں میں کیوں اقامت اختیار کی۔ پھر تم نے ہم سے مخفی رہنا اور اپنی حالت چھپانے کی کیوں کوشش کی۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ جو شخص تمہارا سا مالدار امیر ہو وہ شہر کی سکونت چھوڑ کر ایک کوردہ میں رہنا پسند کرے۔ جیسا کہ "غسان" ہے۔ بہتر ہوگا کہ تم سچی بات کا اقرار کر لو تا کہ تمہاری سزا میں کمی ہو جائے۔"

عبداللہ۔ (متانت کے ساتھ) "میں نے تو جناب کی خدمت میں جو کچھ صحیح تھا عرض کر دیا۔"

ثعلبہ۔ "تمہاری گفتگو میں تو سچ کی بُو بھی نہیں۔ اور یہ اور سن لو کہ تم اپنے آپ کو عراق کا امیر بیان کرتے ہو۔ اور ابھی کل شام کی بات ہی کہ ہم نے تمہارے لڑکے کو چوری کی علت میں گرفتار کیا تھا۔"

عبداللہ۔ (ثعلبہ کے جملے کا مفہوم مطلق سمجھکر اور یہ خیال کرکے کہ جرح کرکے کوئی نئی بات نکالنا چاہتا ہے) "شاید آپ کو اس بات کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ہم لوگ ایسے کاموں کا نام تک نہیں لیتے۔ خدا کی دی ہوئی نعمتیں ہمارے پاس اسقدر رہیں جو ہم کو اس قسم کے ذلیل کاموں سے باز رکھنے کے لئے کافی ہیں"۔

ثعلبہ۔ (تمسخر سے سر ہلا کر اور تکبر سے مونچھوں پر تاؤ دیکر) "اب ہم کو تمہارے جاسوس ہونے میں کوئی شبہ نہیں باقی رہگیا ہے اور دیکھو میں اس بات کو ابھی کھولے دیتا ہوں"۔ یہ کہکر کھڑا ہوگیا اور عبداللہ کے کپڑوں کی تلاشی لینے لگا۔ تاکہ کاغذات یا کوئی ایسی چیز ڈھونڈہ نکالے جس سے اس الزام کی تائید ہوسکے۔ اتفاق سے عبداللہ کی جیب میں ایک ڈبیا مل گئی۔ جسکو کھولنے پر اُسکے اندر سے ایک انگوٹھی نکلی۔ انگوٹھی پر سُرخ عقیق کا بڑا سا نگ رکھا تھا جسپر کوئی عبارت کندہ تھی ثعلبہ غور کرکے اسکی تحریر پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ اُس پر "خط نجیلی" خط میں کچھ لکھا ہے۔ اور یہ خط ملک عراق میں استعمال ہوتا تھا۔ جیسے ہی ثعلبہ نے انگوٹھی ہاتھ میں لی ہے، عبداللہ کے چہرے پر پریشانی کے آثار عیاں ہونے لگے۔ اور قریب تھا کہ تمام لوگ اُس کی گھبراہٹ سے واقف ہوجائیں لیکن اُس نے دانشمندی سے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔

ثعلبہ نے انگوٹھی کو الٹ پلٹ کر اُسکے نقش و نگار کو پڑھنا چاہا مگر پڑھ نہ سکا۔ آخرکار وہ ایک ترجمان سے جو اُسکے پاس کھڑا تھا کہنے لگا کہ "کیا تم اسکو پڑھ سکتے ہو؟"

ترجمان نے انگوٹھی اپنے ہاتھ میں لیکر اُسے غور سے دیکھا۔ اب اُسکی نگاہ کبھی تو نگینے پر پڑتی تھی اور کبھی عبداللہ کے چہرے پر یہاں تک کہ عبداللہ کے چہرے سے گھبراہٹ اور اضطراب کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ دربار کے لوگ نہایت بیصبری سے ترجمان کی زبانی انگشتری کے تحریر کا حال معلوم کرنے کے منتظر تھے۔ آخر ثعلبہ انتظار کرتے کرتے تھک کر کہنے لگا ــــ "کہو بھئی! تم نے کیا پڑھا"

ترجمان ــــ "اس نگینے پر "نعمان بن منذر" کا نام اور اُسکی حکمرانی کا طغرا لکھا ہوا ہے"۔

یہ سُنکر سب لوگ چُپ ہوگئے۔ اور ہر شخص اُس انگوٹھی کو غور سے دیکھنے میں مصروف ہوگیا جو شخص انگوٹھی کو دیکھتا وہ عبداللہ کی صورت پر بھی نگاہ ڈالتا جاتا تھا۔ آخر میں "روما نوس" عبداللہ سے کہنے لگا۔ کہ "یہ انگوٹھی تم کو کیونکر ملی ہے"

عبداللہ (دل مضبوط کرکے) "میں نے اسے ایک سُنار سے خریدا ہے"۔

ثعلبہ۔ (عبداللہ کو جھڑک کر) "اب بھی تُو اپنے جاسوس ہونے کا اقرار نہیں کرتا۔ تیرا یہ بیان

بالکل محل ہے کہ تو نے "نعمان بن منذر" کی انگوٹھی جو عراق کا حکمران تھا سنار سے خریدی ہو۔ یہ بات قابل تسلیم نہیں۔ یہ تو بتا کہ بادشاہوں کی انگوٹھیاں بازاروں میں کب بکا کرتی ہیں؟ تم کو صاف صاف بیان کرنا ہوگا کہ یہ تمہیں کسطرح ملی ہے؟"

عبد اللہ نے کچھ جواب نہیں دیا اور ثعلبہ نے دوبارہ سہ بارہ اس سے دریافت کیا۔ لیکن عبد اللہ نے بالکل زبان نہ کھولی۔ مگر اس کے چہرے سے رنج و غصے کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

پھر ثعلبہ اور روما نوس نے باہم سرگوشی کرنے کے بعد عبد اللہ سے کہا "اس انگوٹھی کا تمہارے پاس برآمد ہونا تمہاری بدچلنی کے شبہہ کو قوی کرتا ہے۔ بہتر ہے کہ تم اسکے پانے کی اصلی کیفیت بتا دو۔"

مگر عبد اللہ اب بھی ساکت و صامت تھا۔

ثعلبہ (رنج ملے ہوئے غصے سے دانت کٹکٹا کر) "کہو — کچھ جواب دو"

عبد اللہ "جو بات تھی میں نے عرض کر دی۔ اس سے زیادہ مجھکو معلوم نہیں کہ یہ انگوٹھی اتفاقاً ایک کاریگر سے میں نے خرید لی ہے۔ مجھکو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترجمان اسکو اچھی طرح نہیں پڑھ سکا۔ یا جو کچھ اس نے پڑھا ہے وہ کسی ایسے شخص کا نام ہے جو "بادشاہ نعمان" کا ہمنام ہوگا"

ثعلبہ (حقارت کی ہنسی ہنسکر) "یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ اگر ابا جان اس وقت یہاں ہوتے تو ابھی اسکا نعمان کی انگوٹھی ہونا ثابت ہو جاتا۔ اس لئے کہ انہوں نے بارہا "نعمان" کی مہر اسکے خطوط پر لگی ہوئی دیکھی ہے۔ بہر حال تم قید میں رہوگے۔ اور جس وقت تک اصلی حال نہ بیان کروگے رہائی مشکل ہوگی۔ ورنہ سخت عذاب سے قتل کر دیئے جاؤگے"

عبد اللہ۔ (دل مضبوط کر کے) "جو آپ کی سمجھ میں آئے وہ کیجئے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو قتل کی دھمکی سے ڈر جاتے ہیں۔ کیونکہ میں بیگناہ ہوں اور میری تسکین کے لئے اسی قدر کافی ہے"

ثعلبہ۔ (دانت کٹکٹا کر) "تم ابھی اس بیحیائی کا نتیجہ بہت جلد اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے جس وقت تمہارے بدتمیز لڑکے کو ہم گرفتار کرا کے اور اس کی بدچلنی تمہیں تمہاری آنکھوں سے ثابت کر دکھائیں گے اس وقت تم گریبان میں منھ ڈالوگے"

اس کے بعد ثعلبہ ان چاروں محافظ سپاہیوں کی طرف ملتفت ہوا جو عبد اللہ کو قیدخانہ سے لائے تھے اور ابھی تک دروازہ پر کھڑے تھے۔ اور کہنے لگا کہ "سپہ سالار روما نوس کے حکم سے اسے لیجا کر قلعہ کے برج میں نظر بند کر دو۔ ہم پھر کسی وقت اسکے بارہ میں غور کرینگے"

بصرہ ہی کے قلعہ میں ایک نہایت بلند برج تھا جسکے اوپر سے اُتر کر بھاگنا ناممکن تھا۔ کیونکہ اگر قیدی بھاگنے کا ارادہ کرتا تو چھوٹی چھوٹی دو کھڑکیوں کے علاوہ اُسے کوئی راستہ نہیں مل سکتا تھا اور جب ان میں ہو کر کودتا تو زمین پر زندہ پہونچنا معلوم۔

سپاہی عبداللہ کو لیکر دو منزل اور بلندی پر چڑھ گئے اور اسی برج میں داخل کر کے اُس کے تنگ دروازہ کو بند کر دیا۔ عبداللہ نے اس مقام کی مجموعی حالت پر غور کرنا شروع کیا۔ نہایت مختصر اور تنگ کوٹھری جس میں دو جانب دو کھڑکیاں لگی ہوئی تھیں اور ایک طرف دروازہ تھا۔ لیکن وہ بھی کھڑکیوں سے کچھ یونہیں سا بڑا تھا۔ نہ اس میں کوئی پلنگ نہ کرسی۔ صرف ایک گوشہ میں ایک پتھر لگا تھا جو ایک آدمی کے لیٹ رہنے کے لئے کافی ہو سکتا تھا۔ عبداللہ مکان کی حیثیت دیکھ چکا تو اُسکے دل پر گذشتہ شب سے لیکر اس وقت تک پیش آنے والی حالتوں کا خیال طاری ہوا۔ اور وہ زمانہ کی حالت پر غور کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس کو سب سے زیادہ تعجب اور صدمہ اس بات کا تھا کہ اُس نے ثعلبہ کی زبانی حماد پر سرقہ کا اتہام سنا تھا وہ اس بات کی تہ تک نہ پہنچ سکا۔ اس لئے دل میں سخت پیچ و تاب کھاتا تھا۔ لیکن اس بات کے لحاظ سے خدا کا شکر بھی ادا کرتا تھا کہ حماد اس بلا مصیبت سے صاف بچ گیا۔ کیونکہ وہ اپنی نسبت ابتک اس پھندے سے چھوٹ جانے کی امید قوی رکھتا تھا۔ صرف ایک بات اُسکے دل میں کھٹکتی تھی وہ یہ کہ مذکورہ بالا انگوٹھی کے اظہار سے اُسکی تمام کوششوں کا خون ہو گیا تھا۔ وہ انہیں خیالات میں تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا۔ آخر کار کسیقدر عرصہ کے بعد وہ برج کی مشرقی کھڑکی کے پاس گیا اور اسکے اندر سے شہر بصرے کی عمارتوں اور اُسکے بازاروں کی ساخت طرز پر نظر ڈالنے لگا۔ اس دریچہ سے شہر کے تمام کوچے اور سڑکیں۔ شہر پناہ کی دیواریں اور اُسکے باہر والے بڑے بڑے حوض جن میں آجکل پانی بھرا ہوا تھا صاف نظر آتے تھے۔ حوضوں کے پانی میں آفتاب کی شعاعیں پڑ کر اپنا عکس اور چیزوں پر ڈالتی اور نگاہ کو خیرہ کرتی تھیں۔ آسمان کے گرد و غبار سے پاک ہونے کی وجہ سے دور تک نگاہ کام دیتی تھی اور افق کے گوشہ سے ملا ہوا ایک بلند پہاڑ نظر آتا تھا جس پر کوئی عمارت بنی ہوئی تھی اور دور ہونے کی وجہ سے بہت دھندلی دکھائی دیتی تھی۔ عبداللہ نے فوراً شناخت کر لیا کہ "مرقد" (صلخد) کا مشہور قلعہ یہی ہے جسکے دروازہ تک شہر بصرے سے ایک سیدھی اور ہموار سڑک بھاری پتھروں کی سلوں سے ویسی ہی بنائی گئی ہے جسطرح تمام رومانی وضع کی بڑی بڑی سڑکیں ہوتی ہیں۔ عبداللہ کو معلوم ہوا کہ بصرے کا شہر مع اپنے متصلات کے بے آب و گیاہ پہاڑوں کی وسط میں ایک سرسبز باغ کا لطف دے رہا ہے۔ کیونکہ حوران[1] کا ملک بوجہ خشک کوہستانی علاقہ ہونے کے نہایت بھیانک ملک تھا اور وہاں کے برہنہ پہاڑ گرد آلود تھے۔

[1] فوجیہ دہ مبرل ۱۲ مصنف

ادھر کی سیر سے فارغ ہوکر وہ جنوبی دریچہ کے قریب آکھڑا ہوا۔ اور اسطرف کا تماشا دیکھنے لگا اُس نے
دیکھا کہ اس حصہ ملک کی سرزمین پہلے دیکھے ہوئے حصہ سے بڑھکر سرسبز اور شاداب ہے اور دور سے
"ام الجمال" کا گاؤن اس حالت میں نظر آتا ہے کہ اسکی عمارتیں بالکل مٹی مٹی دکھائی پڑتی ہیں۔ اس
گاؤن کو دیکھکر اسکے دل میں خیال گزرا کہ حماد اور سلمان عمّان کو جارہے ہونگے۔ اور اسوقت اس
گاؤن کے قریب ہونگے۔ حماد کا خیال کیا آیا کہ اُسکے دلی جوشون کو جو کچھ دیر سے سیر و تماشا کی وجہ سے
دب گئے تھے پھر اکسا دیا۔ اور اُس نے اپنی جوانی کے عالم سے اس وقت تک جسقدر انقلابی کیفیتیں دیکھی تھیں
اور جو مصیبتیں جھیلی تہیں سب اُسکے خیال میں پھر گئیں۔ اسکو یہ خوف دامنگیر ہوا۔ کہ اگر میں اپنی رازداری کا
فرض ادا کرنے سے قبل قتل کر دیا گیا تو حماد اپنے حالات سے بالکل بے خبر رہیگا۔ اور نیز جس امر کو میں نے خود حماد
اور تمام دنیا بھر سے بیس بائیس برس تک مخفی رکھا ہو وہ میرے ساتھ ہی قبر میں چلا جائیگا۔ وہ اس پریشانی
میں کچھ ایسا گم ہوا کہ اپنی خطرناک حالت سے بھی بیخبر ہو گیا۔

ایک رات اور ایک دن اسی صورت سے بسر ہوا۔ داروغہ زندان کئی بار اُسکے پاس آیا اور کھانے
وغیرہ کی نسبت دریافت کر گیا۔ لیکن بھوک کسی تھی جو کھانا کھاتا۔ دوسرے دن اس نے صبح کے وقت پھر کھڑکی پر آکر
اس بات کا تصور کیا کہ لاؤ ادھر سے پھاند پڑون اور بھاگ کر حماد سے جا ملون۔ لیکن دیکھا تو اسکے نیچے اسقدر
گہری خندق کھدی تھی کہ انسان کا وہان تک زندہ پہونچنا دشوار تھا۔ اس لئے وہ صبر و شکر سے بیٹھ گیا۔ اور
مشیت ایزدی کا انتظار کرنے لگا۔ یہ دن بھی خیالات کے اُتار چڑھاؤ میں ختم ہوا۔ اور تیسرے دن کی صبح ہوئی
گرجا کے گھنٹون کی آواز نے عبداللہ کو چونکا دیا اور وہ اُٹھکر دریچہ کے پاس آبیٹھا۔ باہر سر نکال کر دیکھا
کہ تمام مخلوق ادھر اُدھر چل پھر رہی ہے اور تمام گلی کوچون اور مکانون پر کھجور کے پتون، ریتون کی شاخون
اور دیگر سبز پتون کے ہار بنا کر باندھے گئے ہیں۔ جدھر اور جہان تک نگاہ جاتی ہو لوگ خوش و خرم نظر آتے
ہیں اور جوق بجوق "دیر" اور "کنیسون" کو زیارت کے لئے جارہے ہیں[۱]۔ عبداللہ نے سمجھ لیا کہ "شعانین"
کا یکشنبہ آج ہی کا دن ہے۔ اسی لئے لوگ عادت کے مطابق تہوار کی خوشی منا رہے ہیں۔ اس خیال
کی وجہ سے اسکے دل پر جو بیچینی طاری ہوئی اُس کا بیان ناممکن ہے۔ وہ بہت دیر تک سکتہ کے عالم میں
کھڑا رہا۔ لیکن آخر وہ سنبھلا اور تجربہ کار مردون کیطرح اپنے دل کو اس خیال سے تسلی دینے لگا کہ "عبداللہ!
بچپن سے آجتک نہیں معلوم کیسے کیسے واقعات اور حادثے پیش آئے اور گزر گئے۔ جن کی اب یاد بھی
نہیں آتی۔ یہ کون بڑی بات ہے۔ زمانہ ایک حالت پر نہیں رہتا۔ جیسے سب باتیں گزر گئیں۔ ایک یہ بلا
بھی رفع ہو جائیگی۔

[۱] معبد عیسوی ۱۲۔ مصنف

عبداللہ نے کئی دن اسی حالت میں بسر کئے کہ وہ اس مقام سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکروں میں مصروف رہتا تھا اور طرح طرح کے منصوبے باندھا کرتا۔ اس نے اپنی غذا بہت کم کردی تھی۔ دوسرے تیسرے وقت تھوڑا کھانا کھالیا کرتا۔ اور اکثر اوقات غور و خوض میں مصروف رہتا تھا۔ آخر تین چار دنوں کے بعد ایکدن صبح کیوقت چند فوجی سپاہی اس مقام پر آئے اور عبداللہ سے دربار میں چلنے کا اشارہ کیا۔ عبداللہ اپنے بچاؤ کی پوری کوشش کرنیکے لئے آمادہ ہوکر انکے ہمراہ ہولیا۔ جس وقت وہ "روماتوس" اور "ثعلبہ" کے حضور میں حاضر ہوا ہی "ثعلبہ" نے اُسے دیکھتے ہی اس سے دریافت کیا ——— "کہئے اب آپ کی کیا حالت ہی؟"

عبداللہ (خوف نہ کرکے) "حال کیا ہے۔ میں روماتوس کے سامنے قیدی بنا کھڑا ہوں"۔

ثعلبہ۔ (ہمدردانہ لہجہ میں) "تو پھر سچ سچ کیوں نہیں کہدیتے۔ ہم تو تم کو چھوڑ دینے کا وعدہ کرتے ہیں"

عبداللہ "جناب امینے آپسے صحیح بات عرض کردی۔ لیکن آپ مانتے نہیں اس میں میرا کیا قصور ہے"

ثعلبہ "اچھا ہم کو یہ بتادو کہ تمہارا بیٹا کہاں ہے تو ہم تمہاری خطا معاف کردینگے"

عبداللہ "میں اُسکو کیا جانوں کہ وہ کہاں ہے۔ جسوقت وہ گھر میں نہیں تھا اُسوقت آپکے سپاہیوں نے دفعۃً مجھ کو گرفتار کرلیا اور یہاں لے آئے۔ اب نہیں معلوم کہ وہ کدھر گیا اور کیا ہوا۔ (بظاہر رنج ظاہر کرنے کیلئے) آہ۔ حماد! خدا جانے تجھ پر کیا گزری ———"

ثعلبہ کی گفتگو سے کام نہیں چلا تو خود "روماتوس" عبداللہ سے کہنے لگا کہ ——— "دیکھ اے شخص اگر تو اسیطرح ضد کرتا رہا اور تو نے کوئی صحیح بات نہ بیان کی تو ہم مجبور ہوکر تجھے شاہنشاہ کے پاس "حمص" میں بھیجدینگے اور وہ اچھی طرح تجھ سے سمجھ لینگے۔ اگر کہنا ہے تو یہاں صاف بات کہکر چھٹکارا حاصل کرلو۔ ورنہ وہاں سے نجات پانی ٹیڑھی کھیر ہے ———"

عبداللہ "حضور! امینے آپسے بالکل سچی بات عرض کی ہے لیکن افسوس کہ آپ لوگ مجھکو ابھی تک جھوٹا خیال کررہے ہیں۔ آئندہ جو آپ کی رائے ہو وہ کیجئے ———"

روماتوس نے عبداللہ کو اپنی بات پر مصر دیکھ کر حکم دیا کہ ایک دستہ فوج حفاظت کیلئے تیار ہوکر اسے شاہنشاہ کے پاس لیجائے۔ اور عبداللہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔

تیرھوان باب (۱۳)

ہرقل شاہنشاہ روم

عبداللہ بصریٰ کے فوجی دستہ کی حراست میں قطع منازل کرتا ہوا حمص پہنچا اتفاقاً بسدن یہ وہان پہنچا ہے ٹھیک اسی روز شاہنشاہ روم نے اپنی نذر پوری کرنے کی تیاری کر دی تہی اور وہ پیادہ پا بیت المقدس جانے کو لیئے شہر سے باہر نکل چکا تھا[51]۔ چونکہ اُس وقت عبداللہ کے پیش ہونے کا موقعہ نہ تھا۔ اس لیئے اسے حراست میں شاہی جلوس کے ساتھ کر دیا گیا۔ حارث بن ابی شمر غسانیؒ جو سامان سفر کے انتظام کے لیئے حمص میں طلب ہوکر آیا تھا اس نے تمام انتظام کر لیا تھا۔ شاہنشاہ ہرقل ننگے پیر راستہ طے کر رہا تھا۔ تمام بطارقہ اور اُسقف اُسکے دائیں بائیں پیادہ چلتے اور دعائیں پڑہتے جاتے تہے۔ شاہنشاہ اُسوقت ایک ارغوانی رنگ کی زرکار چادر اوڑھے تھا۔ سر پر جڑاؤ تاج اور ہاتھ میں شاہی عصا تھا[52]۔ حارث اور اسکے ملازمین راستون میں آگے آگے فرش بچھواتے جاتے تھے جس پر ہوکر بادشاہ معہ اپنے رفقا کے چل رہا تھا۔ عبداللہ اس سفر کی سیر دیکھتا ہوا شاہنشاہ کے ساتھ بیت المقدس تک گیا۔ جسقدر فوجیں اس سفر میں امپراطور کے ہمراہ تھیں وہ بہی سب پیادہ چل رہی تہیں۔ ہر فوجی جماعت کے آگے آگے ایک نشان تھا جسپر چاندی کا نسر[53] یا صلیب نصب تھی۔ مگر ایک رسالہ کے نشان پر سونے کی مرصع صلیب لگی ہوئی تہی۔ جسکے ہیرے اور یاقوت اپنی ترچپ سے نگاہون کو خیرہ کرتے تہے۔ یہ رسالہ شاہی جلوس کو اپنے حلقہ میں لیئے ہوئے چلتا تھا راستہ میں جسقدر بستیان اور گاؤن تھے وہان کے رہنے والے بادشاہ کو پیادہ پا دیکھنے کو لیئے گھرون سے نکل کر آتے اور سڑکون پر پھول بچھاتے تہے۔ بعض لوگ امپراطور اور اسکے ہمراہیون پر پھولون کا مینہہ برساتے اور کچھ لوگ رستون اور راستہ چلنے والون پر گلاب کیوڑہ چھڑکتے تھے[54] بیت المقدس کے قریب پہونچنے پر جبکہ اس کا سواد نظر آنے لگا تو وہان کے بطریق اور اسقف بخورات سلگائے اور صلیبیں بلند کیئے ہوئے مشعلون کی روشنی کرتے امپراطور کے استقبال کو نکلے اور شہر سے باہر شاہی جماعت سے مل گئے۔ پھر سب دعائیں پڑہتے اور تقدس گیت گاتے ہوئے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ آدمیون کی کثرت بلا کی تھی۔ شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ لوگ امپراطور کی زیارت کے لیئے بیتاب ہو رہے تھے۔ بیت المقدس کی سڑکون پر آدمیون کی ٹھٹ لگے تہے اور ان کے علاوہ راستہ کے دونو جانب

[51] سیرۃ حلبیہ ۱۲ [52] واقدی ۱۲ [53] عقاب۔ رومانی حکومت کا نشان [54] آغانی جلد ۶۔

کوٹھوں اور بالاخانوں پر آدمی ڈٹے ہوئے تھے۔ غرضکہ اسی دھوم دھام و تزک و احتشام سے شاہی موکب "قیامت کے کنیسہ" تک پہونچگیا۔ ناقوس بج رہے تھے۔ بوق کی صدا سے کانون کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ پادری دعائیں پڑھنے اور گانے میں مصروف تھے اسکے بعد سب لوگوں نے اہل فارس پر فتح پانے کی خوشی میں شکریہ کی نماز ادا کی۔

عبداللہ اور اسکے محافظ سپاہی اس تمام سیر کا لطف اٹھا رہے تھے۔ عبداللہ نے شہر میں داخل ہوتے وقت دیکھا تھا کہ تمام شہر پناہیں منہدم ہو رہی ہیں اور رومیوں اور فارس والوں کی منجنیقوں کے نشانات صاف صاف نمایاں ہیں جنہوں نے دیواروں کے اکثر حصوں کو زمین سے برابر کر دیا ہے۔ اسیطرح یہہ لوگ چلتے ہوتے دار الامارۃ کے قریب پہونچ گئے۔ اور عبداللہ کو حوالات میں داخل کر دیا۔ رات بھر آرام کرنے کے بعد صبح کے وقت محافظوں کا افسر حارث کی خدمت میں گیا اور اپنا پیام ادا کرکے عبداللہ کو اُسکے سپرد کر دیا۔ اور اسکے ساتھ ہی وہ انگوٹھی بھی پیش کر دی جو عبداللہ کے پاس سے برآمد ہوئی تھی حارث نے عبداللہ کو حوالات میں بیجانے کا حکم دیدیا۔ اور امپیراطور کے دربار میں پیش کرنے کا کام دوسرے وقت پر انحصار کھا۔

اب عبداللہ کو حوالات میں پڑے پڑے پورا ایک مہینہ گزر گیا تھا۔ اس عرصے میں کوئی موقعہ اس بات کا نہ ملا کہ اسے امپیراطور کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ کیونکہ چاروں طرف سے ہرقل کے پاس سفراء فتح کی مبارکباد دینے کو آتے رہتے تھے۔ اور امپیراطور کو محض اُن کی ملاقات میں بہت دیر تک مصروف رہنا پڑتا تھا۔

حارث کا کام ختم ہوگیا تو اس نے واپسی کا قصد کیا مگر عبداللہ کی یاد آجانے سے اس نے فوراً امپیراطور کیخدمت میں باریابی کی اجازت حاصل کی۔ اجازت ملگئی تو عبداللہ کو حراست میں حاضر دربار کیا گیا۔ عبداللہ نے دیکھا کہ کنیسہ کے قریب ہی ایک بڑے ایوان میں شاہی دربار آراستہ ہے باڈیگارڈ کے رسالے اونچی بنے ہوئے ننگی تلواریں علم کئے چاروں طرف کھڑے ہیں۔ بیچ میں امپیراطور کا تخت ہے جس پر "ہرقل" جلوہ فرما ہے اور ارکان دولت اپنے اپنے مقام پر قرینہ سے کھڑے ہیں۔ پہلے حارث دربار میں داخل ہوا۔ اور اسکے بعد عبداللہ لایا گیا۔ عبداللہ پر دربار کا رعب طاری تھا۔ وہ جدہر نظر ڈالتا تھا بڑے بڑے سردار اور امیر دست بستہ کھڑے نظر آتے تھے اور کوئی شخص جنبش نہ کرتا تھا۔ صدر میں امپیراطور کا سنہرا تخت بچھا تھا۔ جسکی چمک نگاہوں کو خیرہ کرتی تھی۔ امپیراطور کے سر پر مرصع تاج تھا جسکے جواہرات چراغ کیطرح روشن تھے۔ اسکے ہاتھ میں شاہی عصا تھا۔ یہ ایک

سونے کی چھڑی جو اہرات میں جڑی تھی جسکے دستہ پر بیش بہا جواہرات سے مرصع "رومانی تنسر" لگا ہوا تھا۔ ہرقل بہت قوی الجثہ اور قوی ہیکل شخص تھا۔ اسکے چہرے پر رعب برستا تھا۔ ہرقل کے داہنے جانب بیت المقدس کا بطریق اپنا درباری لباس پہنے اور عصا لئے ہوئے موجود تھا اور بائیں بازو پر قسطنطنیہ کا بطریق "سرجیوس" بیٹھا تھا۔ باقی تمام فوجی اور ملکی افسر اور اسقف زنگار کرسیوں پر دائیں اور بائیں بیٹھے تھے۔ دربار میں قلمکار اور زری کے کام کا مخملی بیش قیمت فرش بچھا تھا۔

عبداللہ نے اس دربار میں ایک ایسی بات دیکھی جس نے اُسے متحیر بنا دیا وہ بات یہ تھی کہ اُس نے ایک اسقف کو جسے وہ پہلے "حیرہ" میں دیکھ چکا تھا اور جس کا نام "کیروس" تھا۔ جو کردستان کے ملک میں "فاسیس" کا اسقف مقرر تھا۔ "یوروشلیم" کے بطریق کے برابر بطریقون کے زمرہ میں بیٹھے دیکھا۔ عبداللہ اس پادری کے علم اور تدبیر سے خوب واقف تھا اور پہلی ہی نظر میں اسے پہچان گیا تھا۔ اسکے علاوہ وہ قسطنطنیہ کے بطریق کے پہلو میں بھی ایک بطریق کو بیٹھے دیکھا۔ جسکی نسبت اسکو خیال سا ہوتا تھا کہ اس نے اسکو کہیں دیکھا ہے لیکن اچھی طرح شناخت نہ کر سکا۔

دربار کی شان و شوکت نے عبداللہ کو مبہوت بنا دیا تھا۔ لیکن وہ ایک فرسودہ روزگار تھا۔ اُس نے اس بات کو خیال میں جما لیا تھا کہ دنیاوی شان و شوکت فنا ہو جانے والی چیز ہے راستی کا غلبہ سچی فتح ہے اور انجام میں اسی کا پلہ بھاری رہتا ہے اس لئے اس نے اپنا دل مضبوط رکھا۔ امپراطور ایسے جزوی معاملات میں خود غور نہیں کیا کرتا تھا۔ لیکن انگشتری کے وجود نے اسے اسطرف متوجہ کر دیا۔ اور وہ بذاتِ خاص اس مقدمہ کی تحقیقات پر آمادہ ہو گیا۔ جس وقت عبداللہ دربار میں حاضر کیا گیا۔ تو امپراطور نے اس سے خطاب کیا۔ حارث ترجمان بنا اور امپراطور انگوٹھی اپنے ہاتھ میں لیکر عبداللہ سے کہنے لگا کہ ——— "یہ انگوٹھی تم کو کہاں سے ملی ؟"

عبداللہ۔ (نیچی نگاہ کئے ہوئے) "جہان پناہ! یہ میرے پاس بکنے آئی تھی میں نے خرید لی۔"

امپراطور۔ "یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسی انگشتری بازار میں بکنے جائے یا راستہ میں گر پڑے؟ اور مان لیا گیا کہ تم نے اسکو پڑا پایا تو کیا تمہیں یہ بات مناسب نہ تھی کہ اسے اس کے مالک کو دیدیتے ......"

عبداللہ۔ "جہان پناہ اس بات سے آگاہ ہیں کہ اگر اس انگشتری کا مالک ٹھیک طور پر نعمان بن منذر ثابت ہو جائے۔ جو حیرہ میں کسریٰ کا عامل تھا تو وہ اس وقت سے بیس بائیس سال پہلے مر چکا ہے۔"

امپراطور ؔ" تو کیا اس کے بیٹون میں سے بھی کوئی زندہ نہیں جسکو تم یہ انگوٹھی سپرد کر دیتے؟"
یہ سوال سُنکر عبداللہ چُپ ہو گیا۔ اور امپراطور نے دوبارہ دریافت کیا ؎
—— "کیون! جواب کیون نہیں دیتے۔ بولو! خوف نہ کھاؤ۔ مان لیا جائے کہ تم جاسوس ہو یا جاسوس کے مثل۔ مگر ہم خدا کی عنایت سے فتحمند ہیں اور تمہارے شاہان کسرئے" کو پوری ہزیمت دے چکے ہیں۔ اَب ہم کو جاسوسون کا مطلق کھٹکا نہیں ہے۔
عبداللہ۔ (موقعہ دیکھکر) "خداوند عالم نے بالکل سچ فرمایا۔ اور خود اپنی زبان مبارک سے مجھکو جاسوس ہونے کی تہمت سے بری کر دیا۔ کیونکہ اِس وقت جبکہ خدا مان والااور ایران کے کسرئے کے مابین صلح ہو گئی اور حضور نے اُس پر فتح و نصرت حاصل کر لی۔ پھر جاسوسون کے وجود سے ڈرنا بالکل بے سود ہے۔"
امپراطور۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن مابدولت واقبال کی یہ خواہش ہے کہ اس انگوٹھی کا راز اور تمہاری اس قدر مدت تک بُصریٰ کے قرب وجوار میں بھیس بدلکر رہنے کا سبب دریافت کریں جو ہم کو اپنے عامل کی زبانی معلوم ہوا ہے۔
عبداللہ نے نگاہ نیچی کر لی اور کوئی جواب نہ دیا۔ اور امپراطور بیحد مشتاق ہو کر کہنے لگا۔
—— "اے شخص بیان کر۔ بول۔ روم کا امپراطور ہرقل تجھ سے گفتگو کر رہا ہے۔ اور تو جواب نہیں دیتا؟"
عبداللہ۔ (امپراطور کے قدمون پر اسطرح جُھک کر جیسے اُن کو بوسہ دینا چاہتا ہے) "پیر و مرشد! مجھکو معلوم ہے کہ ظل سبحانی نے مجھے اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا ہے لیکن . . . جس قدر مَیں عرض کر چکا اس سے زیادہ مَیں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔"
امپراطور ؔ" تو کوئی ایسی بات ضرور ہے جس کے اظہار سے تو بچنا چاہتا ہے؟"
عبداللہ ؔ" بجا ارشاد ہوا۔!"
امپراطور۔ (تیور بدلکر) "کیا تو اُس بات کو اپنی جانب سے مخفی رکھنے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا تو مابدولت واقبال کی قوت سے نہیں ڈرتا؟ کیا تجھے اس کا خوف نہیں آتا کہ ہم تیری موت کا حکم صادر کر دینگے؟"
عبداللہ (نرمی سے مگر استقلال اور ہمت سے کام لیکر) "جہان پناہ! میرے خیال میں تو کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو موت سے نہ ڈرتا ہو۔ لیکن مَیں اپنا راز ظاہر کر دینے کی بجائے موت کو ترجیح دیتا ہون۔ اور اگر آپ کی یہی مرضی ہو تو میرا سر حاضر ہے۔"

امیر المومنین (متعجب ہوکر) "بڑا ضدی ہے۔ کمبخت تو اس بات کو کہتے ہوئے ڈرتا بھی نہیں؟"

عبداللہ۔ (استقلال کے ساتھ) "جہان پناہ! مَیں جانتا ہُوں کہ میری زندگی اور موت کا فیصلہ آپکے ہونٹھوں کی جنبش پر منحصر ہے۔ لیکن مَیں کیا کروں کہ اِس سے زیادہ مجھ میں کہنے کی قوت"

عبداللہ کی بات پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ امپراطور ہرقل نے اپنے گرد و پیش کے بطریقوں اسقفوں اور فوجی افسروں پر تجسس کی نگاہ ڈالی اور یوں کہنے لگا کہ — "کیوں تم لوگ اِس بیباکی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ مَیں اِس راز کے دریافت کرنے کا از حد مشتاق ہوں۔ اور یہ کمبخت اِس قدر دلیر ہے کہ ایک لفظ نہیں بیان کرتا" بادشاہ کی گفتگو سنکر بیت المقدس کا بطریق عبداللہ کی جانب ملتفت ہوا۔ اور اُسے دیر تک سمجھاتا رہا۔ اور اسیطرح باری باری انطاکیہ اور اسکندریہ وغیرہ کے بطریقوں نے بھی اُسے سمجھایا۔ لیکن سب بے سود ہوا۔

آخر ہرقل نے اُسے دھمکانے کا ارادہ کرکے جلاد کو طلب کیا اور جب جلاد اپنے ہاتھ میں برہنہ تلوار لئے آموجود ہوا تو حکم دیا کہ "اِس ضدی اور بیباک شخص کا سر اُتار کر میرے روبرو لاؤ" جلاد عبداللہ کو کنیسہ کے سامنے والے میدان کی طرف لیچلا۔ اور عبداللہ بے خطر اُسکے آگے آگے چلا گیا۔ اُس نے ذرا بھی بزدلی یا خوف کا اظہار نہ کیا۔ میدان میں جاکر جلاد نے اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور اُسے چٹائی کے اوپر جھکا کر استادہ کیا۔ پھر اُسکے بعد اُسکے گرد دو چکر لگائے امپراطور دربار سے یہ سب حالت معاینہ کر رہا تھا جیسے ہی جلاد نے دوسرا چکر ختم کیا۔ ہرقل نے عبداللہ کو پھر اپنے حضور میں طلب کیا۔ اور حکم دیا کہ اُسکے آنکھوں کی پٹی کھولدی جائے اور اُس سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ "کیا تو اَب بھی اِس راز کے مخفی رکھنے کی ضد پر قایم رہیگا؟"

عبداللہ۔ "جہان پناہ! مَیں آپکے سر مبارک اور مقدس صلیب کی قسم کھاکر عرض کرتا ہوں کہ اِس انگشتری کے راز میں حضور کی نسبت کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ مگر مَیں کیا کروں کہ اُسکے راز کا مخفی رکھنا میرا ضروری فرض ہے۔ مَیں اِس سے باز نہیں رہ سکتا۔"

امپراطور کا تعجب اَور بھی بڑھ گیا اور اہل دربار سے کہنے لگا کہ "اب کیا کرنا چاہیئے؟"

عبداللہ۔ "اگر جہان پناہ مجھکو کسی ایسی بات کا حکم دیں جس میں آپ کے دل کو راحت حاصل ہو تو مَیں اُس کی تعمیل بسر و چشم کرونگا۔"

ہرقل۔ (نہایت تعجب سے) "وہ کیا ہے؟"

عبداللہ۔ "ہم عیسائی۔ کنفِشن[1] (اقرار گناہ) کی بہت بڑی عزت کرتے ہیں۔

[1] عیسائیوں کا دستور ہے کہ وہ پادریوں کے روبرو اپنے گناہوں کا اقرار کرکے اپنی برأت کا عقیدہ کر لیتے ہیں۔ اِس قسم کے اقرار گناہ کو

اِس لئے اگر حضور کی مرضی ہو تو مَیں اپنا راز بیت المقدس کے بطریق سے بیان کر دوں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ حضور سے صرف اتنا بتا دیں کہ آیا اُس راز کو آپ کی ذات سے بھی کچھ تعلق ہے یا نہیں۔ میرے قصّے کی ذرا بھی تفصیل نہ کریں۔ اگر وہ تمام کیفیت سُننے کے بعد آپ سے کہدیں کہ اس راز کو آپ کی حکمرانی یا ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے تو آپ اسکے اظہار کے بارے میں میری معذوری منظور فرمالیں اور مجھے سچا مانیں۔"

ہرقل۔" یہ بات ایں جانب کو بھی منظور ہے" یہ کہکر بیت المقدس کے بطریق سے اشارہ کیا کہ وہ عبداللہ کا راز دریافت کرلے۔ بطریق دربار سے اٹھکر عبداللہ کو گرجے میں لیگیا۔ اور تنہائی میں دیر تک اُس سے گفتگو کرتا رہا۔ اُس نے انگوٹھی کا تمام راز معلوم کرلینے کے بعد قصد کیا کہ اب پھر دربار میں واپس جائے کہ عبداللہ نے اسے روکا اور کہا "مَیں مقدس بطریق سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ مجھے اُس بطریق کا نام بتادینگے جو بطریق سرجیوس کے پہلو میں بیٹھا ہے۔ وہ کون ہے؟"

بطریق۔" وہ "اتناسیوس" ملت یعقوبیہ کا بطریق ہے۔ اسکندریہ میں رہتا ہے۔ لیکن آج کل امپراطور سے ملنے آیا ہے۔ تاکہ موقعہ پاکر اُس سے ملکیہ اور یعقوبیہ فرقوں کے اُس اختلاف و نزاع کی بابت میں گفتگو کرے جس نے ملک مصر میں ایک شورش برپا کر رکھی ہے۔"

عبداللہ۔ (متحیر ہوکر) "کیا وہ اختلاف ابھی تک قایم ہے؟ مینے تو سُنا تھا کہ وہ قریب قریب مٹ گیا۔"

بطریق۔ (آہ سرد بھرکر) "آہ۔ ہم نے بھی خیال کیا تھا کہ یہ اختلاف اب مٹا جاتا ہے مگر ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ ہمارے دانشمند او مدبر امپراطور نے اس نفاق کا نتیجہ سمجھ لیا تھا۔ اور اس کو خیال گذرا تھا کہ رفع نزاع کے لئے ایسا ذریعہ پیدا کرے جس سے "دو طبیعتوں" اور "دو مشیتوں" اور "ایک طبیعت اور ایک مشیت" کے قائل ہونے والے لوگوں میں یکجہتی پیدا ہوسکے۔ اس قصد کو پورا کرنے کے لئے اُس نے قسطنطنیہ کے بطریق "سرجیوس" سے مدد لیکر چند سال ہوئے ایک نیا عقیدہ دونوں کے بین بین اخذ کیا۔ یہ کہ "جناب مسیح میں اگرچہ طبیعتیں دو ہیں لیکن مشیت اور فعل صرف ایک ہی" امپراطور نے اپنا یہ عقیدہ بڑے بڑے اسقفوں اور بطریقوں کے سامنے پیش کیا جن میں سے اکثر نے اسے پسند کرلیا۔ اب امپراطور کا ارادہ ہے کہ بطریق "اتناسیوس" کو انطاکیہ کے پایۂ تخت میں بدل دے۔ اور اسقف "کیرلس" کو اسکندریہ میں متعین فرمائے۔

اور اُسے وہان کا بطریق اور حاکم بنا دے شاید وہ اس طریقہ سے انطاکیہ اور اسکندریہ کے مقدس مقامات کو منتوح کرسکے۔ مگر میرا خیال ہے کہ یہ بات ہو نہیں سکتی[1]۔ کیونکہ فریقین میں تعصب کا مادہ بڑھا ہوا ہے اور یہ اختلافات جو ہماری عقاید میں پیدا ہوگئے ہیں نزاع لفظی کے علاوہ اور کچھ نہیں تو ہمارے بطریق اپنی ذریعہ سے اپنی دنیوی شان و شوکت ہی بڑھاتے ہیں۔ اور عقاید کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں۔ اگر یہ خدا کی مرضی پوری ہوکے رہیگی۔ آہ۔ اگر تمام مسیحی سلطنت ایک مذہب اور ایک عقیدہ اختیار کرکے روم کی عظیم الشان سلطنت کی تائید کرتے تو جسقدر اختلافات پیدا ہوگئے ہیں اور ہم رات دن ان کی وجہ سے صدہا مصیبتیں جھیلتے ہیں یہ سب رفع ہو جاتے۔ علاوہ اس کے یہودیون کا جو ہمارے خلاف کاروائیان کرتے رہتے ہیں ہم کو خوف باقی نہ رہتا۔ خداوند تو اپنے بندون پر رحم فرما۔"

عبداللہ کو ان اختلافات کی حالت سُنکر نہایت حیرت ہوئی اور اُس نے "ہرقل کی اُن کوششون کو جو وہ اپنی رعایا کے ایک دل بنانے میں کر رہا تھا پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اُسکو یقین آگیا کہ اس حکمران کے مدبر اور روشن دماغ ہونے کی بابت جو باتیں اُس نے سنی ہیں وہ درست اور صحیح ہیں مگر وہ جانتا تھا کہ امپراطور کو اپنے مدعا میں کامیابی نصیب نہیں ہوسکتی جس کی وجہ ہر ایک گروہ کے دل میں اندرونی عداوتون کا موجزن ہونا تھا۔ اس قدر گفتگو کے بعد عبداللہ نے ادب کے ساتھ بطریق کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور دونو گرجے سے نکل آئے۔

جس وقت یہ دونون درباری کمرہ کی طرف جارہے تھے انہون نے دیکھا کہ محافظ سپاہیون کا دستہ کسی شغل میں مصروف ہے۔ اور ان کی بائیں جانب ایک اجنبی شخص صحرائیون کا سا لباس پہنے کھڑا ہے۔ یہ بدوی شخص صرف ایک تہبند باندھے تھا۔ اور سر پر عربی عمامہ۔ ہلالی تلوار کمر سے لٹک رہی تھی اور ایک نیزہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ کمر میں ایک چھرا بھی لگا تھا۔ اس کے چہرے پر گرد و غبار کی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اور آفتاب کی حرارت نے اس کا چہرہ تمتما رکھا تھا۔ گویا اس کی مجموعی حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی دور دراز مقام سے سفر کرکے آرہا ہے۔ عبداللہ جسکو عربی قبائل کی بہت کچھ شناخت تھی پہلی ہی نظر میں تاڑ گیا کہ یہ آدمی ملک حجاز کا رہنے والا ہے۔ اس کو اس بات سے حیرت پیدا ہوئی کہ یہ شخص یہان کیون آیا ہے۔ اس لئے کہ بیت المقدس میں اس وضع قطع اور شکل و صورت کا ایک بھی آدمی موجود نہ تھا۔ اگر عبداللہ اپنی پریشانیون میں گرفتار نہ ہوتا تو یقیناً وہ اس بدوی سے ملکر اُس کے حالات اور آنے کی وجہ دریافت کرتا۔ لیکن وہ مجبور تھا کیونکہ اسے بطریق کے ہمراہ امپراطور کے دربار میں جانا ضرور تھا۔ آخر یہ دونو دربار میں داخل ہوگئے۔ اور بطریق اپنے مقام پر

[1] تاریخ الاشعاق جلد ۱ - ۱۲

جا بیٹھا اور عبداللہ اپنی جگہ پر مودب کھڑا ہو گیا۔

ہرقل نے بطریق سے دریافت کیا — "آپنے اس شخص کو جانچا؟ یہ کیسا آدمی ہے؟"

بطریق۔ "حضور یہ سچا آدمی ہے اور اپنے راز کے مخفی رکھنے میں اس کا عذر قابل سماعت ہے۔ وہ اس انگوٹھی کا حال بیان نہیں کر سکتا۔ مجھ سے اس نے خلاصہ کے طور پر اپنا راز کہدیا ہے اور مینے معلوم کر لیا ہے کہ اس حکایت کو حضور کی ذات خاص اور رومی قوم کے نفع و نقصان سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے۔ البتہ وہ ایک مقدس راز ہے جس کے محفوظ رکھنے کی اس نے قسم کھائی ہے اور قبل از وقت اس کا افشا نہیں کر سکتا۔"

"امپراطور ہرقل" بطریق کی شہادت سنکر مطمئن ہو گیا اور عبداللہ کی طرف متوجہ ہوا جو شاہی عظمت و جبروت کے پاس سے سر جھکائے مودب کھڑا تھا۔ اور کہنے لگا کہ

— "پادری صاحب نے انیجانب سے تمہاری معذوری بیان کر دی ہے۔ ہم تم کو معافی دیتے ہیں۔ تم مطمئن اور بے خطر رہو۔" یہ کہکر انگوٹھی اپنے ہاتھ سے عبداللہ کے حوالہ کی اور حارث کو طلب کیا۔ جس وقت وہ سامنے آکر کھڑا ہوا۔ تو اسے حکم دیا کہ "ہم اسے معافی دے چکے اب تم اسکو امان کا حکمنامہ لکھدو۔"

عبداللہ امپراطور کی عنایتوں کو دیکھکر آگے بڑھا۔ اور زانو ٹیک کر شاہی الطاف و کرم کا شکریہ ادا کرنے کے بعد دربار سے باہر جانے کی ارادہ سے پچھلے پاؤں واپس چلا۔ حارث درباری کمرہ کے دروازہ تک پہنچانے کو لئے عبداللہ کے ساتھ ہو لیا۔ اس کے بعد عبداللہ نے دیکھا کہ اس بدوی شخص کو باریاب ہونے کی اجازت دی گئی۔ اور وہ اپنے ہاتھ میں ایک پرچہ جو چمڑے کے ٹکڑے پر لکھا ہوا تھا لئے ہوئے اُسے امپراطور کے سامنے پیش کرنے کو لئے جاتا ہے۔ حارث نے اسکو ٹوکا۔ مگر بدوی نے فوراً جواب دیا کہ میرے پاس امپراطور کے نام ایک خط ہے جسے اُن کے ہاتھ میں دینا چاہتا ہوں۔ "حارث" نے بدوی کے ہاتھ سے خط لیلیا جو مٹی سے خشک کیا گیا تھا[۱] اور اسے لیجاکر "ہرقل" کے روبرو پیش کر دیا۔ عبداللہ نے حارث کے دوسری جانب مشغول ہونے کو غنیمت سمجھا۔ اور خود دربار کے کسی گوشے میں لوگوں کے اندر ملکر ٹھیر گیا۔ تاکہ اس خط کے واقعہ اور نتیجہ کو دیکھ لے۔ اُس نے دیکھا کہ "ہرقل" نے خط کھولکر غور سے دیکھنا شروع کیا اور اسے پڑھنا چاہا۔ لیکن نہ پڑھ سکا۔ اس لئے اپنے ترجمان کو دے کر پڑھنے کا حکم دیا۔

---

[۱] اغانی جلد ۶ ۱۲۰

چودھوان باب (۱۴)

بادشاہان روئے زمین کو اسلام کی دعوت

ہرقل امپراطور روم ہمہ تن گوش ہو کر اُس خط کا مضمون سننے کے لیے منتظر ہے جو ابھی ابھی ایک بدوی شخص اُس کے پاس لایا ہے اور ترجمان اس خط کو پڑھ رہا ہے جس کے اندر حسب ذیل عبارت تحریر ہے؟

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد الرسول اللہ (صلعم) الی ہرقل عظیم الروم۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ اسلم تسلم۔ یوتک اللہ اجرک مرتین۔ ان تولیت فان اثم الاکابر علیک"[عـ۵]

محمد (مُہر) رسول اللہ[عـ۵]

ترجمہ:- "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد الرسول اللہ کی طرف سے ہرقل والیٔ روم کے نام ہے اور سلام اسی شخص کو ہے جو ہدایت کی راہ چلے۔ اے ہرقل اسلام لا نجات پائیگا اور اللہ تعالےٰ تجھے دونا اجر دیگا۔ اور اگر تو اسلام نہیں لاتا تو اکابر ملک کے گناہون کا بار بھی تیری گردن پر رہیگا۔"

محمد
رسول اللہ

---

*۔ مصنف نے خط کی عبارت "آغانی" سے نقل کی ہے۔ مگر صحیح روایت کے مطابق "بخاری" وغیرہ کتابون میں یون لکھا ہے :- "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد عبد اللہ ورسولہ (دوسری روایت "رسول اللہ") الی ہرقل عظیم الروم۔ سلام علی من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فانما علیک اثم الاریسیین۔ (اور ایک روایت مین ہے "الاکاریین" بجائے "اکابر" اور یہ دونون لفظ فلاحین کے معنون میں آتے ہیں جن سے امپراطور کی کاشتکار رعایا مراد ہے) ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون" (ترجمہ:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط بندہ خدا اور رسول اللہ محمد کی طرف سے ہرقل والیٔ روم کے نام ہو۔ اور سلام کا مستحق وہی شخص ہے جو ہدایت کی راہ چلے۔ اما بعد۔ مین تجھے اسلام کیطرف بلاتا ہون اسلام اختیار کر نجات پائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھکو دونا اجر دیگا۔ اور اگر تو اسلام نہیں لائیگا تو تمام ملک والون کے گناہون کا بوجھ بھی تیری گردن پر رہیگا۔ اے اہل کتاب آؤ وہی بات اختیار کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفق علیہ ہے یعنی ہم تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اسکا شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنائے۔ اگر تم ان باتونکو نا منظور و اختیار کرتے ہو تو کہدو "تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں"۔ خط کی اصل عبارت یہ ہے جو تحریر ہوئی۔ (بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۹۷)

عـ۵ آغانی جلد ۶ - ۱۲ عـ۵ اس مقام پر مصنف نے حضرت پیغمبر خدا (صلعم) کی مہر کی صورت و لفظی کی روایت اخذ کر کے تحریر کی ہے اور مشہور ہے کہ اس کی ترکیب یون ہے "اللہ" ... اور واقدی کی ضعیف روایتون کو بیان کرنے میں علی العموم طور پر بدنام ہیں۔ چنانچہ انکا فتوح الشام والاقتصہ بالکل ... [illegible]

ترجمان نے عبارت پڑھکر ترجمہ کیا تو حاضرین دربار پر ایک سکتے کا عالم طاری ہوگیا۔ ان لوگوں کو اس بات سے حیرت ہوئی کہ امپراطور روم کے نام ایسے سخت لہجہ میں تحریر کرنا ان کے نزدیک ایک ناممکن بات تھی۔ ہرقل نے امراء اور رعایا کیطرف دیکھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُن لوگوں سے اس خط کے بارے میں رائے طلب کرتا ہے کیونکہ وہ اس خط کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔ کیونکہ اس نے اس دعوت (اسلامی دعوت) کا تذکرہ پہلے نہیں (؟) پڑھا سنا تھا۔ لہذا وہ اہلِ دربار کو مخاطب کرکے یوں کہنے لگا کہ "اس شخص کے حالات کون بیان کرسکتا ہے؟" اس سوال کا جواب اہل دربار پورا پورا نہ دے سکے۔ مگر ہرقل کو اپنا شوق پورا کرنا تھا اس لئے اُس نے اُن آدمیوں پر جو وہاں موجود تھے متجسسانہ نگاہ ڈالی۔ عبداللہ جو وہیں ایک کونے میں کھڑا تھا۔ بادشاہ کو نظر آگیا۔ اوس نے اسکو اپنے سامنے بلایا۔ عبداللہ ادب کے ساتھ آگے بڑھا۔ اور امپراطور کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ ہرقل عبداللہ سے کہنے لگا کہ "کیا تو نے اس خط کے بھیجنے والے کی بابت کوئی بات سُنی ہے؟" اور یہ کہکر خط عبداللہ کو دیدیا۔ عبداللہ نے خط کو پڑھکر یوں کہنا شروع کیا ——"جہاں پناہ! مجھ کو معلوم ہے کہ اس خط کے بھیجنے والا کون ہے سنئے! وہ ایک نبی ہے جو "مکے" میں مبعوث ہوا ہے۔ قریش کے قبیلے سے اُس کا تعلق ہے۔ اس نے لوگوں کو ذات واحد کی عبادت کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اکثر عرب کے لوگ بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

ان میں سے ایک بڑی جماعت نے ان کی دعوت قبول کر لی ہے۔ اور ان کو یہ بات اپنے عزیزوں اور خاندان والوں کے ہاتھ سے بڑی بڑی سختیاں برداشت کرنے کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ کنبہ والوں اور اہل وطن کی بدسلوکیوں سے تنگ آکر انہوں نے مدینے کیطرف ہجرت کی۔ اور مدینے کے باشندوں نے ان کو نہایت شوق سے مدد پہونچائی۔ اب اُن کی دعوت ملک عرب کے ہر گوشہ میں پھیل چکی ہے۔ اور اس خط کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔"

اہلِ دربار نے عبداللہ کا بیان سُنا تو جو کچھ منھ میں آیا کہنے اور ایک دوسرے سے طرح طرح کی باتیں کرنے اور جناب رسالتمآب کی ہنسی اُڑانے لگے اسی حالت میں ہرقل ان کی طرف مخاطب ہوا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُن کی رائے لینا چاہتا ہے۔ اسکو دیکھکر اُن لوگوں نے یکزبان ہوکر کہا کہ ——"اس خط میں بڑی جراءت سے کام لیا گیا ہے۔ ہم کو اس بات کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اس نے امپراطور کو اتنا حقیر کیوں سمجھا۔"

نوٹ: اس میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ مصنف نے اپنے قصے کے موضوع کی اہم چیز میں محض ایک زباندانی کی کتاب (اغانی) پر اعتماد کرنے میں غلطی کھائی ہے۔ اور اس بات کے متعلق "حدیث" اور "سیر" کی کتابوں سے استنباط کرنا اولی تھا۔ مترجم

وہ لوگ ابھی اپنی بات بھی پوری نہیں کرچکے تھے کہ "ہرقل" نے خاموش ہوجانے کا اشارہ کیا۔ اور تمام دربار پر ایکبارگی سکوت طاری ہوگیا۔ اسکے بعد "ہرقل" نے اپنے داہنے جانب والے بطریق سے متوجہ ہوکر دریافت حال کا اشارہ کیا جس کے جواب میں بطریق کہنے لگا کہ "میں اس تحریر میں ایسی جرات دیکھتا ہوں جسکی نظیر اب تک میری نظر سے نہیں گزری۔ کیونکہ خط کے لکھنے والے نے امپراطور کے نام سے پہلے اپنا نام تحریر کیا ہے۔ اور یوں لکھا ہے کہ "من محمد رسول اللہ۔ الی عظیم الروم" حالانکہ امپراطور کو مخاطب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اُن کا نام لکھا جائے اور پھر خط لکھنے والا اپنا نام درج کرے۔ اس لئے میرے خیال میں حضور اس تحریر پر کچھ توجہ نہ فرمائیں"

ہرقل۔ "مگر ہم کو اس نبی کے حالات کی تفتیش ضرور کرنا چاہیئے۔ اسکے بعد ہم اپنے فعل کے مختار ہیں کیا تم لوگوں میں سے کوئی شخص کسی قریشی سے واقف ہے تاکہ میں اس کی زبانی اس نبی کے حالات سنوں؟"

حارث۔ "خداوندا! میں مکّے کے ایک امیر سے واقف ہوں جس کا نام "ابوسفیان" ہے اور وہ آجکل تجارت کی غرض سے "غزہ" میں آیا ہے۔ وہ نہایت عمدگی سے اس نبی کے حالات بیان کرسکیگا"

ہرقل۔ (اشتیاق کے لہجہ میں) "تو اُسے میرے پاس لاؤ!"

حارث۔ "چند روز میں وہ دربار میں حاضر کر دیا جائیگا"

ہرقل۔ "اب ہم پھر اسی روز دربار کرینگے۔ اور ہاں اس عراقی شخص کو بھی حاضر رہنا چاہیئے کیونکہ یہ عربی کا زباندان ہے شاید ہمارے کام آسکے"۔ اس کے بعد حارث اور تمام امرا نے امپراطور کے روبرو زمین بوسی کی رسم ادا کی اور دربار برخاست کیا گیا۔

پندرھواں باب (۱۵)

ابوسفیان

مذکورہ بالا دربار کو کئی دن گزر چکے ہیں۔ اور اس عرصہ میں عبداللہ شاہی مہمان خانہ میں دعوتیں کھاتا اور شہر میں ہر طرف سیر گشت لگاتا پھرتا ہے۔ اگرچہ اس طرح بے دروک ٹوک جانے سے وہ خوش نہیں ہے۔ کیونکہ اسے حمادی سے ملنے اور نذر پوری کرنے کا خیال پریشان کر رہا ہے۔ لیکن چونکہ مجبوری کا نام ہے اس لئے اپنے خیالات بانٹنے اور وقت کاٹنے کے لئے وہ شہر کی سیر سے دل بہلاتا رہتا ہے۔ قریب قریب

ص۱ سیرۃ حلبیہ ۱۲۔

انہیں چند دنوں میں شہر کے تمام محلوں اور مشہور مقاموں کی سیر کر لی۔ وہاں کی مجموعی حالت پر جو رائے اس نے قایم کی ہو اُس کا ہمیں علم نہیں لیکن بظاہر اُس نے یہ دیکھا کہ شہر کی آبادی میں تین قوموں کے اجزاء پائے جاتے ہیں۔ اول یہودی جن کی زبان عبرانی ہے۔ لیکن بول چال میں کلدانی زبان کے الفاظ کی شرکت بھی ہو جاتی ہے۔ دوم سریانی (خالص شامی) اور تیسرا جزو رومی قوم کا ہے جو کثرت اور حکومت دونو کے لحاظ سے غالب جزو ہے۔ ملکی عہدے اور فوجی خدمتیں سب اسی قوم کے ہاتھ میں ہیں۔ اصلی باشندے جو رعایا اور محکوم ہیں اُن کا مرتبہ غلاموں کے درجے سے بھی گرا ہوا ہے۔ عبداللہ نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ اُن لوگوں کی باہمی گفتگو کو اکثر موقعوں پر سُنے اور ان کے خیالات کا اندازہ کرے۔ لیکن اس نے جسکو دیکھا اُسے "ایک طبیعت اور دو طبیعتوں" کے متعلق بحث کرتے پایا جسکی وجہ سے اسے یقین ہو گیا کہ آخر کار یہ جھگڑا اس حکومت کو مٹا کر رہیگا۔

خدا خدا کر کے وہ دن بھی آ گیا جو دربار کے لئے مقرر ہوا تھا اور عبداللہ صبح سویرے ہی "حارث" کے پاس جا پہونچا۔ پھر یہ دونو ملکر "کنیسۂ قیامت" میں داخل ہوئے۔ گرجا کے صحن میں انہوں نے بدوی لوگوں کی ایک مختصر جماعت کو موجود پایا جن کے لباس سے عبداللہ نے پہچان لیا کہ یہ لوگ حجازی عرب ہیں اور تاڑ گیا کہ یہی ابوسفیان کے ساتھی ہونگے۔ وہ غور سے ان کی صورتیں دیکھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے اُسکی نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جو اپنے عمدہ لباس اور بھاری عمامے کی وجہ سے[1] ممتاز نظر آتا تھا۔ اس شخص کی آنکھیں بڑی بڑی تہیں اور ایک زرکار عبا پہنے تھا۔ کمر سے تلوار لٹک رہی تھی مگر اس کے دوسرے ساتھی صرف نیزے لئے تھے اور بعض ننگے سر تھے اور بعضوں نے اپنے سروں پر رستی کے انڈوے رکھ لئے تھے۔

عبداللہ نے کسی شخص سے گفتگو نہیں کی مگر "حارث" ابوسفیان کی طرف بڑھا۔ ابوسفیان نے حارث بن ابی شمر کو پہچان کر مزاج پرسی کرنے کے بعد کہا کہ "میں امپراطور روم کے حکم کی تعمیل کے لئے آیا ہوں" جس کے جواب میں حارث نے کہا "آپ یہیں ٹھیرے رہیں۔ میں جہان پناہ کی خدمت میں جاتا ہوں اور آپ کو طلب کئے لیتا ہوں"

یہ کہکر عبداللہ اور حارث درباری کمرہ میں داخل ہوئے جسکے دروازہ پر "سرس" کے سپاہیوں کا موجود ہونا اس بات کو بتا رہا تھا کہ امپراطور روم وہاں موجود ہے۔ یہ دونو اندر جا کر ادب کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ امپراطور "ہرقل" نے حارث کو حکم دیا کہ اس قریشی (ابوسفیان) کو حاضر کرے۔ حارث باہر جا کر تنہا پلٹ آیا اور اس نے گذارش کی کہ وہ شخص بغیر تلوار کے داخل دربار ہونے سے

[1] آغانی جلد ۶۔ ۱۳۰

انکار کرتا ہے۔ مگر ہرقل نے اُسکو مع تلوار کے آنے کی اجازت دیدی۔ جس کے چند ہی منٹ کے بعد ابوسفیان مع اپنے چند رفیقوں کے دربار میں داخل ہوا۔ اور دربار کی آراستگی اور اسکے عمدہ عمدہ ساز و سامان کو دیکھکر مبہوت بن گیا۔ اس نے اس قسم کے عیش و عشرت کے سامان کبھی نہیں دیکھے تھے۔ غرضکہ وہ امپراطور کے روبرو آیا اور یہ کہکر تحیت ادا کی۔ "ابیت اللعن"۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اپنے امیروں اور بادشاہوں کو اسی لفظ سے مخاطب کرتے اور دعا دیا کرتے تھے[1]۔

"امپراطور ہرقل" نے ابوسفیان پر نہایت مہربانی ظاہر کی اور اسے بیٹھنے کی اجازت دی۔ ابوسفیان پالتھی مار کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور اپنی تلوار آڑی دونو زانوں پر رکھ لی اور اسکے دوسرے ساتھی اسیطرح اُس کے پیچھے بیٹھ گئے۔ "ہرقل" سمجھ گیا کہ ان لوگوں کی نشست کا یہی قاعدہ ہے۔ لہذا اس نے اس بات کی کوئی ممانعت نہ کی اور ترجمان کے ذریعہ سے ابوسفیان سے کہنے لگا کہ

— "تم کس قبیلہ کے آدمی ہو؟"

ابوسفیان۔ "کعبہ کے محافظ خاندان قریش سے ہوں"

امپراطور۔ "کعبہ سے تمہاری کیا مراد ہے؟" (کیونکہ ہرقل اس لفظ کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا)

ابوسفیان۔ "وہ ایک متبرک مقام ہے جہاں تمام ملک عرب کے لوگ معبودوں کی زیارت کرنے آیا کرتے ہیں"۔

ہرقل۔ "کیا تم اُس شخص کو جانتے ہو جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور وہ تمہارے ہی گھرانے میں سے ہے جو لوگوں کو ایک نئے مذہب کی جانب بلایا کرتا ہے"

ابوسفیان۔ "میں جانتا ہوں وہ میرا عزیز ہے۔ لیکن میں اسکی رائے کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ہم کو ایک نئی راہ پر چلانا چاہتا ہے۔ اور ہم لوگ اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑ سکتے اگرچہ ہم نے اُسے اس بات سے بہت روکا کہ وہ اپنی دعوت بند کرے لیکن وہ نہیں مانتا"

ہرقل۔ "مجھکو اس شخص کے حالات دریافت کرنے کا بیحد شوق ہے۔ کیا تم مجھے اس کے عادات و خصائل اور اُس کی دعوت کی کیفیت سے تفصیلی اطلاع دیسکو گے؟"

ابوسفیان اس بات کو سنکر سنبھل بیٹھا جس سے معلوم ہوا کہ وہ دیر تک بیٹھنے کے لئے تیار ہو رہا ہے اور اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ گویا وہ کسی اہم معاملہ میں غور کر رہا ہے۔ ہرقل اُسکے دیر لگانے سے پریشان ہوگیا اور کہنے لگا کہ

— "کیوں؟ تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ ہم تم سے ایک ضروری بات دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

[1] صناجۃ الطرب ۱۲

اور تمہاری اسطرح تامل کرنے سے یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ شاید تم اس بات سے پوری طرح واقف نہیں ہو؟"

ابوسفیان:- "نہیں حضور! یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ میں نے اس وقت اس شخص محمد صلعم کی ابتدائی حالت اور اس کے باپ کی کیفیت پر غور کیا اور مجھ کو اس کی دعوت کی حالت اور اس کا متنفر ہونا یاد آگیا جسکی وجہ سے میری حیرت تازہ ہو گئی ہے۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو میں اس کے حالات آپ کے روبرو عرض کروں؟"

ہرقل:- "بیان کرو۔"

سولھواں باب (۱۶)

پیغمبر اسلام کے حالات

ابوسفیان نے آرام سے بیٹھنے کے بعد اپنی چاروں طرف نگاہ ڈالی تو اس نے دیکھا کہ میں اسوقت بادریوں۔ امیروں اور سپہ سالاروں کی ایک بڑی جماعت کے حلقہ میں بیٹھا ہوں۔ اور جو بات بیان کرنا چاہتا ہوں اس کے سننے کے لئے بڑے بڑے رومی سردار اور خود امپراطور مشتاقانہ نظروں سے مجھ کو دیکھ رہے ہیں۔ ترجمان میری گفتگو کا ترجمہ کرنے کے لئے موجود ہے۔ تاکہ جو لوگ عربی نہیں سمجھ سکتے اُن کو میرا کلام سمجھا دے۔ اور اس مجمع میں صرف دو شخص عبداللہ اور حارث ہیں جو زباندان اور عربی اہل ہیں۔ باقی سب رومی اور شامی لوگ ہیں۔ ان سب باتوں کو دیکھ بھال کر ابوسفیان نے اپنی کلام کا سلسلہ یوں شروع کیا!۔

"ابیت اللعن۔ آپ اس بات کو غور سے سنیں۔ محمد صلعم جس نے اس دعوت کا اظہار کیا ہے اور قیصر روم کو بھی اسلام کی جانب بلایا ہے۔ اس نے بالکل تہیدستی اور ایسی حالت میں پرورش پائی ہے جس میں نہ تو اسکو آغوش مادری اور نہ باپ کا مبارک سایہ۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ ملک عرب کے نہایت عالی نسب گھرانے کا ممبر ہے۔ اور سرداران ملک کے سرتاج قبیلۂ قریش میں سے ہے جسکا ایک فرد خود میں بھی ہوں۔ ہمارا نسب "عدنان" سے ملتا ہے اور "عدنان" کا سلسلۂ نسب "اسمٰعیل" بن ابراہیم خلیل اللہ سے۔ اس لئے ہم تمام ملک عرب میں سب سے زیادہ عالی خاندان اور بزرگ ہیں ہمارے جد امجد اسمٰعیل ؑ نے ایک عبادتگاہ بنوائی تھی جس کی زیارت کے لئے دنیا کی ہر سمت سے لوگ آیا کرتے ہیں

اور اس عمارت کا نام "کعبہ" ہے جو ملک حجاز کے مشہور شہر مکہ میں تعمیر کیا گیا ہے یہی شہر میری پیدائش اور سکونت کا مقام ہے اور میرے تجارتی کاروبار کا مرکز اور میرے تمام کنبے والے سب یہیں رہتے ہیں۔

اس محترم خانہ کعبہ کی ولایت کبھی قریش والوں کے ہاتھوں میں رہتی تھی اور کسی وقت دوسرے گھرانے کے لوگوں میں چلی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دو صدی کے قریب عرصہ گزرتا ہے سو وقت سے "بنو خزاعہ" جو ملک یمن کے قحطانی عربوں کا ایک قبیلہ ہے۔ اس عہدہ پر زبردستی قابض بن بیٹھے۔ حضور سے اس بات کا بیان کر دینا بھی مجھ کو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ملک عرب کے تمام رہنے والوں کے دو مورث اعلیٰ ہیں۔ (۱) اسمٰعیلؑ جن کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ میرا قبیلہ اور ملک حجاز کے دوسرے قبایل انہیں کی اولاد ہیں (۲) قحطان جن کی اولاد میں "بنو حمیر" اور ملک یمن کے جملہ قبائل ہیں۔ "خزاعہ" کا گھرانا ہم اہل قریش کی کمزوریوں اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے کعبہ کی ولایت پر قابض ہو گیا تھا۔ مگر جبکہ ہمارے جدّ "قصی" پیدا ہوئے تو انہوں نے زور و زر سے "خزاعہ" کو مغلوب کیا اور دوبارہ کعبہ کی ولایت ان سے نکال کے اپنے قبضے میں کر لی۔ اور کعبہ کے تمام کاروبار کی نگرانی اپنے ہی ذمہ لیلی۔ چنانچہ "حجابۃ" "سقایۃ" "رفادۃ" "ندوہ" اور "لواء" یہ سب منصب ہمارے جد اعلیٰ کو حاصل تھے۔"

ترجمان ان الفاظ کا مطلب کچھ نہ سمجھ سکا۔ لہٰذا اس کی زبان ترجمہ کرنے میں لڑکھڑا گئی اور "ہرقل" نے ابوسفیان سے کہا "ان مناصب کا مطلب کیا ہے؟ ہم کو سمجھاؤ۔"

ابوسفیان (سلسلہ کلام جاری رکھکر) "جہان پناہ! مکہ میں کوئی ایسی مستقل حکومت نہیں ہے جیسے کہ حضور کی۔ بلکہ وہ ایک عبادت کا مقام ہے۔ "خانۂ کعبہ" ایک عبادتگاہ ہے جسکی زیارت کے لئے لوگ دور دور سے آیا کرتے ہیں۔ اور اسکی مثال یوں فرض کیجیے کہ جسطرح عیسائی لوگ کسی خانقاہ کی زیارت کو جایا کرتے ہیں۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ "کعبہ" عام زیارتگاہوں سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے جو شخص اسکے کاروبار کا متولی ہوتا ہے "شہر مکہ" کی حکومت بھی اسی کو حاصل ہوتی ہے۔ عہدے اور منصب جداگانہ ہیں۔ جو کام جسکے سپرد ہوتا ہے وہ اسی عہدے کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ اس لئے جو شخص "حجابت" کے منصب پر ہوگا اسکو "کعبہ" کی حجابت حاصل ہوگی۔ یعنی خانۂ کعبہ کی کنجیاں اس کے قابو میں رہینگی۔ جسکو اندر داخل کرنا چاہیگا کریگا اور جسے روکنا چاہیگا روک دیگا۔ "سقایۃ" کے معنی یہ ہیں کہ "کعبہ" کے ایک جانب ایک پرانا کنواں ہے جسکو "چاہ زمزم" کہتے ہیں۔ ہمارے مورث اعلیٰ "اسمٰعیلؑ" نے اُسے کھودا تھا[1]۔ پس جو شخص سقایت کے منصب پر ہو اس کا کام یہ ہے کہ حاجیوں کو اس کنوئیں کا پانی پلائے۔ "رفادۃ" اُس چندہ کا نام ہے۔ جو اہل قریش اس کام کے ناظم کو دیا کرتے ہیں۔

[1] ابن خلدون ۱۲

اور وہ شخص اپنی سرمایہ سے کھانے پکوا کر باہر سے آنے والے زائرون کو کھلاتا ہے کیونکہ وُہ کعبہ کے مہمان متصور ہوتے ہیں۔ ادرُ لواء اس نشان کا نام ہے جو کسی جنگ کے موقعہ پر بنایا جاتا ہے۔ ایک شخص سرداران قریش میں سے اس امر کا منصب رکھتا ہے کہ وہ جنگ پر جانے والی فوجوں کا سردار اپنی تجویز سے مقرر کرے اور ایسے شخص کیلئے جو فوج کا افسر مقرر ہوا ہو نشان کی تیاری ضروری ہوئی ہے۔ گویا صاحب لواء جو ہمارے یہاں ہوتا ہے وہ آپکے یہاں کے وزیر جنگ یا سپہ سالار کا رتبہ رکھتا ہے اور "ندوہ" فصل مقدمات کی کچہری کا نام ہے اسکے لئے خاص خانہ کعبہ کے حرم میں ایک مکان بنا ہوا ہے جس میں قریش کے نامی گرامی لوگ باہمی مشورے اور کسی امر پر گفتگو کرنے کیلئے جمع ہوا کرتے ہیں۔ جو شخص اس مکان کا مالک ہو وہ صاحب الشوریٰ اور صاحب الرای کہلاتا ہے[۱] اور تمام باتون میں اُس کی رائے مقدم خیال کیجاتی ہے۔

جن پانچ باتون کا بیان میں کرچکا ہون۔ اگر کوئی ایک شخص اِن سب کا متولی ہو جائے تو آپ خیال کرسکتے ہیں کہ دینی اور دنیوی حکومت اُسکو حاصل ہوگئی۔ اور وہ مطلق العنان فرمانروا کی حیثیت پا چکا۔ مقدمات کا فیصلہ۔ فوج۔ خزانہ۔ اور خانۂ کعبہ سب کچھ اسی کے قبضہ میں رہیگا۔ ہمارے جد قُصَیّ نے شہر مکہ کی مکمل عزت و عظمت پر قابو کرلیا تھا[۲] اور اُسے چار حصون میں تقسیم کرکے اپنی قوم میں بانٹ دیا تھا۔ قُصَیّ کی ذات سے ہمارے قبیلے میں نہایت مستحکم بنیاد اتفاق و اتحاد کی قائم ہوگئی تھی۔ اور کھوئے ہوئے سطوت پھر واپس آگئی تھی۔ ہمارے کنبے کا ستارہ اقبال عروج پر تھا۔ اور یہ صورت پیدا ہوگئی تھی کہ قریش کا کوئی آدمی اُس کے گھر کے علاوہ دوسری جگہ شادی نہیں کرسکتا تھا۔ اور جب کسی بارہ میں رائے زنی کرنا ہوتی۔ یا کوئی نشان فوج کا تیار کرنا ہوتا تو یہ کام بھی قُصَیّ کے مکان میں انجام پاتے خلاصہ یہ ہے کہ اُس کی زندگی میں بلکہ مرنے کے بعد تک اُس کا حکم مذہبی احکام کیطرح تمام قوم قریش کے لئے واجب العمل اور قابل فرمان پذیری تھا[۳]

قُصَیّ کے چار بیٹے تھے جن کے نام "عبد الدار" "عبد مناف" ہمارے جد "عبد العزیٰ" اور "عبد" تھے جبوقت قُصَیّ پر ضعف پیری غالب ہوا۔ اُسوقت اُسکے بیٹون میں عبد الدار نہایت ہر دلعزیز۔ ذکاوت و ذہانت میں مشہور ہوچکا تھا۔ اور عبد العزیٰ اور عبد نے بھی بہت کچھ عزت و عظمت حاصل کرلی تھی[۴]۔ قُصَیّ نے بعض باتون سے مجبور ہوکر عبد الدار کو اپنا جانشین کرنا چاہا۔ اور اُسے اپنے پاس بُلا کر اوپر بیان کئے ہوئے پانچون منصب سپرد کردیئے۔ اس طرح "مکے" کی پوری حکومت عبد الدار کے قابو میں آگئی اور اسکے بعد اس کی اولاد میں وراثتاً چلے گئے۔

[۱] ابن الاثیر۔ ۱۲ [۲] ابن اثیر ۱۲ [۳] ابن ہشام۔ اور سیرۃ حلبیہ ۱۲ [۴] سیرت حلبیہ ۱۲

مرنے کے بعد عبدالدار نے چند بیٹے چھوڑے۔ اور عبد مناف نے بھی چند بیٹوں کو اپنا قائمقام چھوڑ کر دنیا سے رحلت کی۔ یہ لڑکے عبد شمس اور ہاشم۔ اور عبدالمطلب اور نوفل تھے جو سب کے سب نہایت جری اور نامی لوگ ہوئے۔ عبد شمس میرا دادا تھا۔ اسکے بعد بنو عبد مناف کو اپنے چچیرے بھائیوں بنی عبدالدار پر اس بات کا رشک آیا کہ ہم بالکل محروم ہیں اور یہ لوگ "مکہ" کی حکومت ایالت پر قابض ہو رہے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اپنے حق کیلئے جھگڑا شروع کیا اور انجام کار لڑائی کے آثار نظر آنے لگے۔ دونو طرف سے خونریزی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ مگر بعض لوگوں کی وجہ سے لڑائی ملتوی ہو گئی۔ اور باہم صلح کی گفتگو ہونے لگی۔ مذکورہ بالا منصبوں کو ان لوگوں نے باہم تقسیم کر لیا۔ "سقایۃ" اور "رفادۃ" بنی عبد مناف کو ملگئی۔ اور "حجابۃ" "لواء" اور "ندوہ" بنی عبدالدار کے پاس رہا۔ اسی بات پر صلح کا معاہدہ مکمل ہو کر اختلاف جاتا رہا۔ جہاں پناہ! آپ اور آپکے درباری لوگ یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں نے فضول بات بڑھا دی اور جس بات کو مجھ سے دریافت نہیں کیا گیا تھا اس کے بیان میں مصروف ہو گیا۔ کیونکہ میرے اس بیان کو آپکے سوال سے بہت بڑا تعلق ہے۔

ابتداءً سقایۃ اور رفادۃ کی خدمت عبد شمس کو ملی لیکن چونکہ وہ سفر بہت کیا کرتا تھا۔ اور خاص مکہ میں رہنے کا موقع اسے بہت کم ملتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے بھائی ہاشم کو جو محمد (صلعم) کے پردادا تھے۔ یہ خدمت سپرد کر دی۔ ہاشم کا انتقال ہو گیا اور ان کے بعد ان کا بھائی مطلب ان خدمتوں کا متولی ہوا۔ مطلب نہایت سخی تھا۔ اور اس کی سخاوت کی وجہ سے قریش والوں نے اس کا نام فیض رکھدیا تھا[۵۱]۔ یہ محمد (صلعم) کا حقیقی دادا تھا۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے پیدا ہوئے جنمیں سے ایک "عبداللہ" محمد (صلعم) کا باپ ہے۔ عبدالمطلب نے ارادہ کیا کہ چاہ زمزم کو جو ایک مدت سے پٹ گیا تھا اسے پھر سے کھود کر صاف کریں۔ لیکن ان کے اعزا اس ارادہ میں مانع ہوئے۔ جسکی وجہ سے ان کو بہت سی دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مگر آخر کار وہ کامیاب ہوئے اور کنوئیں کو کھود نکالا۔ اس حالت میں انہوں نے نذر کی تھی کہ اگر میرے یہاں دس بیٹے پیدا ہونگے اور سن تمیز کو پہونچیں گے یہاں تک کہ ضرورت کے وقت میرے کام آسکینگے اور میرے قوت بازو بنینگے تو بھی میں ان میں سے ایک کی "کعبہ" پر قربانی چڑھاؤنگا۔ چنانچہ جب وہ لڑکے جوان ہوئے اور ان کی ذات سے عبدالمطلب کو مدد ملنے لگی تو انہوں نے اپنی نذر پوری کرنے کا ارادہ کیا لیکن وقت یہ آپڑی کہ بیٹے سب عزیز ہوتے ہیں قربانی کریں تو کسے۔ اس کے فیصلے کے لئے انہوں نے خانہ کعبہ میں آکر وہاں رکھے ہوئے بتوں میں سب سے بڑے بت "ھبل" کے روبرو "قداح" کے ذریعے سے استخارہ کرنا چاہا۔

[۵۱] ابن اسحاق۔ ۱۲

ترجمان کو "قداح" کے معنی معلوم کرنے میں وقت پیش آئی اور اس کی تفسیر نہیں کر سکا۔ اس لئے اس نے مجبور ہو کر ابوسفیان سے اس کا مطلب دریافت کیا۔

ابوسفیان (سلسلہ کلام جاری رکھکر) "خانہ کعبہ میں ہماری بہت سے بت رکھے ہیں جنکو ہم خداوند جل وعلا کی عبادت کرنے میں وسیلہ کے طور پر سمجھتے ہیں۔ ان بتوں میں سب سے بڑے بت کا نام "ھبل" ہے اسکے پاس سات "قداح" (یعنی بے پروں کے تیر) رکھے ہیں اور ہر ایک تیر پر ایک عبارت لکھی ہے جس کے کوئی خاص معنی ہیں۔ ایک تیر پر "عقل" لکھا ہے۔ دوسرے پر "نعم" تیسرے پر "لا" جسوقت کوئی فال لینا مقصود ہوتی ہے۔ ان تیروں کو باہم خلط ملط کر کے آنکھیں بند کر کے ایک تیر کو اٹھا لیتے ہیں۔ اگر جو تیر انہوں نے اوٹھایا ہے۔ اسپر "نعم" کا لفظ تحریر ہے تو جس کام کے لئے فال لی ہے اُسے کرینگے۔ اور اس تیر سے ہاتھ آتے ہو جس پر "لا" کا لفظ ہے اُس کام کو ترک کر دینگے۔ اسیطرح چوتھے تیر پر "منکم" پانچویں پر "ملصق" چھٹے پر "من غیرکم" اور ساتویں پر "المیاہ" لکھا ہوا ہے۔ اس لئے جسوقت انہیں کنواں کھودنے کی فال نکالنی درکار ہوگی تو وہ سب تیروں کو ملا کر فال نکالینگے اور جیسا حکم نکلیگا اسپر عمل کرینگے۔[1]

عبدالمطلب "ھبل" کے پاس آئے اور "قداح" کے محافظ سے انہوں نے درخواست کی کہ میرے ان بیٹوں کی فال نکالو۔ میں نے اس قسم کی منت مانی ہے۔ "صاحب القداح" نے عبدالمطلب کی اولاد کی تعداد کے مطابق دس تیر اور تیار کئے۔ ہر ایک تیر پر ایک ایک کا نام لکھا گیا۔ محمد (صلعم) کے باپ عبداللہ عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے اور باپ کے بہت پیارے تھے۔ تیروں کے ذریعہ سے فال لیگئی تو قربانی کے لئے عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے نذر پوری کرنے کی خیال سے اُن کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن قریش کے لوگ انہیں اس امر میں مانع ہوئے۔ اور انہوں نے رائے دی کہ اس بارے میں کوئی عذر پیش کریں۔ یعنی بجائے عبداللہ کی قربانی کرنے کے ان کے عوض میں دوسرے جانور ذبح کر دیں عبدالمطلب ایک کاہنہ کے پاس جو "مدینے" میں رہا کرتی تھی دریافت کرنے کی نیت سے گئے۔ وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ وہ عورت "خیبر" میں مقیم ہے۔ عبدالمطلب خیبر گئے اور اس سے ملکر اپنا مدعا بیان کیا۔ اُس عورت نے دریافت کیا کہ "تمہارے یہاں ایک آدمی کا "خون بہا" کیا ہوتا ہے؟

عبدالمطلب۔ "دس اونٹ" کاہنہ "تم پہلے دس اونٹوں کو لیکر قرعہ ڈالو۔ اگر قرعہ لڑکے کے نام سے نکلے تو دس دس اونٹ ہر بار اضافہ کرتے جاؤ جسوقت اونٹوں کے نام قرعہ نکلے انہیں ذبح کر ڈالو اور لڑکے کو بچا لو۔" غرضکہ عبدالمطلب نے اسی ترکیب پر عمل کیا۔ اور عبداللہ کے معاوضہ میں سو اونٹ قربان کر دیئے۔ اسطرح عبداللہ بچ گئے۔ انہوں نے شادی کی تو انکے یہاں لڑکا پیدا ہوا جسکا نام محمد (صلعم) رکھا گیا۔[2]

[1] ابن ہشام وغیرہ ۱۲- [2] سیرۃ الحلبیہ ۱۲

میں نے اسقدر طوالت اپنے بیان میں محض اس لحاظ سے دی ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ہم کعبے اور اس کے بتوں کی کتنی تعظیم کرتے ہیں۔ وہی ہماری تمام امیدوں کے مرجع اور ہماری دولتمندی کی کان ہیں۔ ہم ان سے رائے طلب کرتے ہیں۔ فال لیتے ہیں۔ استخارہ کرتے ہیں۔ انہیں بتوں کی پرستش کے لئے دنیا کے تمام گوشوں سے لوگ مکہ میں آیا کرتے ہیں۔ اور انہیں کی وجہ سے ہم کو مال تجارت سے نفع اٹھانے کا موقعہ ملتا ہے۔ کیونکہ انہیں بتوں کی زیارت کے لئے ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں عربی اور عجمی مکہ میں ہر سال آتے رہتے ہیں۔ میں آپ سے یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس مقدس خانہ کعبہ کی نگرانی اپنے قابو میں رکھنے کے لئے ہم نے اپنے کنبہ کی ہزاروں پیاری جانیں قربان کی ہیں اور بہت سخت جنگ و خونریزی کے بعد اسکو حاصل کیا ہے۔ وہی ہماری دولتمندی اور کمانے کھانے کا ذریعہ ہے سینکڑوں صدیاں گزر گئیں یہ مکان اسی عظمت و جبروت کے ساتھ قایم ہے جیسا کہ روز اول تھا۔ لوگ اس کی عزت و حرمت کرتے رہتے ہیں۔ وہاں رکھے ہوئے بتوں کے لئے قربانیاں کرتے ہیں اور طرح طرح کے ہدیے لایا کرتے ہیں۔ (حیرت اور حقارت کی طرز سے ہرقل کے سامنے رکھے ہوئے خط کی جانب اشارہ کر کے) اب اس خط کے بھیجنے والا لوگوں سے کہتا ہے کہ ان سب اگلی بیان کی ہوئی باتوں کو مٹا ڈالیں۔ اور خود انہی کے باپ دادا نے جو تعمیریں یادگار اس میں بنائی ہیں ان سب کو منہدم کر دیں !!!"

ابو سفیان اسقدر بیان کر چکا تو امپراطور ہرقل کے بشرے پر حیرت کے نشانات عیان ہوئے اور وہ اپنے داہنے جانب والے بطریق سے یونانی زبان میں کہنے لگا کہ "میں دیکھتا ہوں کہ جو شخص اپنی قوم کو بت پرستی کے ترک کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ یہ شخص (ابو سفیان) اسی کا شکوہ کر رہا ہے۔ اگر اس نبی کا مقصد بت پرستی کا ترک کرانا ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ یہ نہایت عمدہ مقصد ہے!!" تھوڑی دیر تک تمام درباری لوگ امپراطور کی گفتگو پر باہم رائیں لگاتے رہے اور باقی ماندہ قصہ کے سننے کا شوق ظاہر کرتے رہے۔ کیونکہ ابو سفیان کے بیان کے مطابق اس نبی کا تھوڑی عمر سے یتیم اور بے یار و مددگار ہو جانا ان کو معلوم ہو چکا تھا اس لئے انہیں سخت حیرت تھی کہ ایسا کمزور شخص ایسے زبردست کام میں ہاتھ ڈالنے پر کیونکر قادر ہوا۔ آخر کار امپراطور ہرقل نے ابو سفیان سے کہا "تم نے بہت تفصیلی حالات بیان کئے ہیں۔ ہم تمہاری مہربانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اس نبی کے اور حالات اور ان کے اس دعوت کے وسایل کو بھی بیان کرو گے؟"

ابوسفیان۔ (پہلو بدلکر اور دوبارہ سنبھلکر بیٹھنے کے بعد) جہان پناہ! آپ کو معلوم ہی ہو چکا کہ عبداللہ نے کسطرح موت کے پنجہ سے نجات پائی اور اُن کے باپ عبدالمطلب اُنکو بہت پیار کرتے تھے اسکے بعد عبدالمطلب نے خاندان قریش کی ایک لڑکی سے جسکا نام "امینہ" تھا عبداللہ کا نکاح کر دیا۔ عبداللہ اپنی بیوی کے ساتھ بہت کم مدت مکہ میں مقیم رہے اور اُن کو ایک ایسی ضرورت پیش آئی جسکی وجہ سے اسے "غزہ" کا سفر کرنا ضروری ہوا۔ جہاں سے میں اسوقت آرہا ہُوں۔ لیکن عبداللہ اسی سفر میں بیمار ہو گئے اور ان کی حالت خراب ہوتے دیکھکر ساتھی لوگ انہیں مکہ کو واپس لے چلے۔ عبداللہ کی بیماری زور پکڑتی گئی اور وہ مکہ تک نہیں پہنچ سکا۔ بلکہ مدینے ہی کے قریب انتقال کیا۔ اور وہ وہیں دفن کر دیا گیا۔ اسکے مرنے کیوقت اسکی بیوی بھی اسے نہ دیکھ سکی۔

جس وقت عبداللہ کا انتقال ہوا ہے اسکی بیوی آمینہ "حاملہ تھی[1]۔ اور عبداللہ نے اپنی بیوی کے واسطے سوا چار اونٹوں اور ایک ریوڑ بکریوں بھیڑوں اور ایک "برکت" نامی لونڈی کے دوسری جائداد نہیں چھوڑی تھی۔ "آمینہ" شہر مکہ کے مشرقی سمت والے پہاڑ کے قریب جسکا نام "ابوقبیس" ہے شہر کے نکاس پر ایک گھر میں مقیم تھیں اُس کا یہ لڑکا اسی مکان میں اسی سال میں پیدا ہوا جس میں "حبشی ابرہہ" نے حبشہ کے ملک سے شہر مکہ کو فتح کرنے کے لئے فوجکشی کی تھی اور جس سال کا نام "عام الفیل" ہے (۵۷۱ء) جس وقت یہ لڑکا پیدا ہوا۔ اسکے دادا عبدالمطلب خانہ کعبہ میں تھے۔ لوگ اس بچہ کو اُن کے پاس لائے اور انہوں نے اسے برکت دیکر اُسکا نام "محمد" (صلعم) رکھا۔ جہان پناہ! ہمارا دستور ہے کہ اپنے بچوں کو دائیوں کا دودھ پلواتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے بچے محض اپنی ماں کا دودھ پیکر بہت کم زندہ اور سلامت رہتے ہیں۔ دائیاں جنکو ہم لوگ مقرر کرتے ہیں انہیں صحرائی اور خانہ بدوش قوموں میں سے پسند کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی جسمانی صحت عمدہ ہوتی ہے۔ اسی لئے محمد (صلعم) کی ماں نے "طائف" کی رہنے والیوں میں سے ایک عورت کو جس کا نام "حلیمہ" تھا اپنے بچہ کی دایہ مقرر کیا۔ اس عورت نے دو سال تک اُسے دودھ پلایا۔ اور یہ دو سال اس بچہ نے ملک "طایف" کے میدانوں اور وادیوں میں بسر کئے جو نہایت سرسبز ہیں جسکی وجہ سے اُسکی صحت بہت اچھی رہی اور وہ بہت عمدہ طور پر بڑھا اور اُس نے خوب ہاتھ پیر نکالے۔ میں لوگوں سے اسکے بچپن کے جو قصے سُنے ہیں وہ ایسے عجیب و غریب ہیں کہ اب سے پہلے کبھی مجھ کو اس قسم کے واقعات سُننے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ایک روایت یہ ہو کہ اُن کی دایہ نے کسی دن انہیں اپنے بیٹے کے ساتھ مکان کی پشت پر میدان میں کھیلتے چھوڑ دیا۔ وہ گھر کا کوئی کام کرنے میں مصروف تھی کہ اُسکا بیٹا چیختا چلاتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ "اماں جان! میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے

[1] ابن ہشام ۱۰۲

پہننے والے شخصوں نے پکڑ کر اُس کا پیٹ پھاڑ ڈالا ہے؟" حلیمہ گھبرائی ہوئی دوڑی اور تلاش کرنے چلی تاکہ دیکھے کہ کیا معاملہ ہے۔ گھر سے نکلی تو دیکھتی کیا ہے کہ "محمد" (صلعم) تنہا چلے آرہے ہیں۔ دایہ نے گود میں اُٹھا کر پیار کیا اور حال دریافت کیا جسکے جواب میں انہوں نے کہا" "دو شخص سفید پوش میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھکو چت لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا اور اسکے اندر سے کسی چیز کو ڈھونڈھکر نکالنے کے بعد اُسے برف سے دھویا۔ مجھکو معلوم نہیں۔ وہ کیا چیز تھی"[1] حلیمہ کو اس بچہ کی نسبت خوف پیدا ہوگیا کہ مبادا دشمن اس کا کام تمام کردیں لہذا وہ اُسے مکے لیگئی اور اُسکی ماں کو سونپ آئی۔ اس لڑکے نے ایک مدت تک مکے میں اسطرح زندگی بسر کی کہ بکریاں چراتا اور بچّوں کے لڑکوں میں ملا ہوا کھیلتا رہتا[2] تھا۔ لیکن بچپن ہی سے اُسکی یہ حالت تھی کہ جو شخص اسے دیکھتا وہ اسکے حسن جمال۔ دانشمندی اور تاباں اور شگفتہ چہرے پر فریفتہ ہوجاتا۔ ابھی اس بچہ کی عمر پورے چھ سال کی نہیں ہوئی تہی کہ اُسکی ماں نے بھی مکہ اور مدینہ کے مابین ایک منزل" ابواء" نامی میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئیں اور یہ بچہ بے ماں اور بے باپ کا رہگیا۔ پھر اسکے دادا عبدالمطلب نے اسکی غور و پرداخت اپنے ذمہ لی اور اپنے بیٹوں سے بڑھ کر اسکے ساتھ الفت و محبت رکھی۔ عبدالمطلب کی وجہ سے تمام لوگ اس بچہ کی عزت کرتے تہے۔ اور وہ اس چھوٹی سی عمر ہونے کی حالت میں "کعبے" کی زیارت کیلئے آنے والے حاجیوں کی صحبت میں بیٹھنے کا عادی تھا جن میں علماء اور بزرگ لوگ اور قبائل کے بڑے بڑے سردار ہر قسم کے آدمی ہوتے تھے۔ یہ لڑکا اُن لوگوں سے ایسی باتیں کیا کرتا تھا کہ اُن کے دل خودبخود اسکی جانب کھچے جاتے تہے اور وہ دل سے اُسکی شیرین زبانی اور دانائی کی قدر کرنے لگتے تھے۔ دو برس کے بعد عبدالمطلب نے بھی دار فانی کو وداع کیا۔ عبدالمطلب کے بعد "سقایۃ" کا عہدہ ان کے بیٹے "عباسؓ" کو ملا۔ اور "رفادۃ" کی خدمت بنی نوفل کے حصہ میں چلی گئی جو ہمارے جد "عبدشمس" کے فرزند تہے۔ اب محمد (صلعم) بالکل بے یار و مددگار رہ گئے۔ اسکے بعد اُن کی کفالت اُن کے ایک چچا "ابو طالب بن عبدالمطلب" نے کی۔ ابو طالب مال و دولت میں "عباسؓ" سے بہت کم تھے لیکن تمام قبیلۂ قریش میں اُنکی وجاہت اور جرات مسلم تھی۔ انہوں نے اس یتیم کو اپنی نگرانی میں لیا اور زیادہ تر اس بات کا باعث یہ امر ہوا کہ ابو طالب اور محمد (صلعم) کے والد "عبداللہ" دو توبھائی ایک ماں کے پیٹ سے تھے۔ اسی لئے دوسرے چچاؤں کے مقابلہ پر انہیں اس بچہ سے زیادہ محبت تھی اور اسکی پرورش کا زائد استحقاق بھی حاصل تھا۔[3]

اے شاہنشاہ اعظم! میں آپکے حضور میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہی ابو طالب کی کفالت محمد (صلعم) کی دعوت کے کامیاب ہونے کا بہت بڑا سبب بنگئی۔ ورنہ اُن کا زندہ رہنا دشوار تھا۔ کیونکہ

[1] ابن اثیر اور ابن خلدون [2] ابن ہشام ۱۲۔ [3] سیرۃ الحلبیہ ۱۲۔

ابوطالب قریش کے خاندان میں وجاہت اور عزت وحرمت سے بہرہ ور تھے۔ اور محمد (صلعم) ان کے گھر میں مثل انہیں کی خاص اولاد کے مقیم تھے۔ اور جب کبھی ابوطالب سفر پر جاتے تو ان کو اپنے ساتھ لیجایا کرتے تھے۔ وہ خانقاہوں کے قریب اُترتے اور عیسائی راہبوں اور عالموں کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے[1]۔ اس کے متعلق سب سے مشہور واقع جو ہم نے سُنا ہے وہ اُن کا شہر "بصریٰ" کے قریب "بحیرا راہب" کے دیر میں قیام کرنے کا ہے۔ جو لوگ اس سفر میں اُن کے ساتھ تھے اُن میں سے بعض لوگوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اس بحیرا راہب نے محمد (صلعم) کو اُن کی آئندہ زندگی کی بہت سی باتوں پر آگاہ کیا تھا اور اُنکے چچا ابوطالب کو ہدایت کی تھی کہ ان کی نگرانی بہت توجہ سے کرنا اور ان کو یہودیوں کی شر سے بچانا۔ محمد (صلعم) کا دستور تھا کہ جب وہ سفر سے واپس آیا کرتے تھے تو "مکے" کے قیام کی حالت میں دن کا اکثر حصہ "خانہ کعبہ" کے حرم میں لوگوں سے مباحثہ کرنے اور اُن کو قائل کرنے میں صرف کیا کرتا تھا۔ لوگ اس کی ذہانت اور مدلل گفتگو سے دنگ ہوجاتے تھے۔ کیونکہ وہ باوجود کم عمر ہونیکے نہایت دانا اور سنجیدہ تھا۔ اسکی معلومات کا دائرہ بڑی بڑی عمر کے لوگوں سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔ کیونکہ اپنے سفروں میں علماء کی صحبت

---

[1] مصنف نے اس مقام پر ابوسفیان کی زبانی جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے جو حالات بیان کئے ہیں ان کو اس نے بطور روایت کے نہیں لکھا ہے۔ بلکہ اکثر کتابوں سے بہت سے اقوال جمع کرکے ان کو اپنی بعض رایوں کے ساتھ ملاکر اس مقام پر درج کر دیا ہے۔ ما ولسٹ ایسی تصرفات کو جائز سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس کے نزدیک غرض مسائل سے ہوتی ہے اور صحیح روایت یہ ہے کہ ابوسفیان نے محض امپراطور ہرقل کے سوالوں کا جواب دینے پر کفالت کی تھی۔ کوئی تفصیلی امر خود نہیں بیان کیا تھا۔

پچھلے حاشیہ میں ہم نے بحیرا راہب کے بشارت دینے کا حال مفصل لکھدیا ہے۔ ہم یہاں پر کچھ دوبارہ لکھنا فضول خیال کرتے ہیں۔ البتہ اس امر کا واضح کردینا ضروری ہے کہ مصنف نے ابوسفیان کی زبانی یہاں پر اس بات کو بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بچپن کے زمانہ میں اپنے چچا کے ساتھ اکثر سفر کیا کرتے تھے اور مکے میں واپس آکر دن کے وقت حرم کعبہ میں لوگوں سے مناظرہ و مباحثہ کیا کرتے تھے اور لوگ انکی دانشمندی اور استدلال کی قوت دیکھکر متحیر ہوجاتے تھے۔" اور پھر لکھا ہے کہ اگرچہ رسول خدا صلعم کی عمر بہت تھوڑی تھی۔ لیکن وہ اپنے چچا کے ہمراہ اُٹھنے بیٹھنے اور سفر میں علماء اور مشہور لوگوں سے ملنے کی وجہ سے وسعت معلومات اور حسن اخلاق کے زیور سے آراستہ ہوچکے تھے۔ حالانکہ وہ بالکل اُمّی تھے۔" مصنف کی یہ عبارت بالکل من گھڑت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خاص خاص مسلمان مورخ اور صحاب "سیر" کو جانے دیجئے اُن جاہل مسلمانوں نے بھی جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے زیادہ بڑھانے کیلئے بناوٹی حدیثیں گھڑ لیتے تھے۔ کہیں اس مباحثہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اور نہ یہ کوئی مشہور بات تھی۔ اہل اسلام کو ایسی باتوں پر ایک منٹ کیلئے بھی اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ ورنہ وہ مغالطہ میں پڑینگے۔ اس قسم کے معاملات میں قابل سند وہی رائے ہوسکتی ہے جو مشائخ کبار اور علمائے نامدار سے استفادہ کیجائے۔ (مترجم)

اور مختلف اقوام کے ساتھ ملنے سے بہت کچھ مستفید ہو چکا تھا۔ اگرچہ اسی کے ساتھ یہ بات بھی ضرور تھی کہ وہ بالکل اُمّی تھا اور اب تک ہے۔ پھر بھی اُسکے چال چلن اور برتاؤ کی یہ کیفیت تھی کہ لوگوں نے ان کا نام "امین" رکھدیا تھا۔ اگر وہ کہیں جاتے تو لوگ امین کے لقب سے پکارا کرتے۔ اور اگر کہیں سفر کو جاتے تو لوگ کہا کرتے تھے کہ "امین چلے گئے"

جہان پناہ! اہلِ مکہ تجارت پیشہ لوگ ہیں وہ شام، یمن، فارس، عراق وغیرہ کی سڈیوں سے تجارت کا مال خرید کرکے مکہ کو لیجاتے ہیں اور دوسرے مقامات میں جاکر فروخت کیا کرتے ہیں۔ وہ تجارت میں اسقدر مشہور ہیں کہ اُن کی عورتیں بھی اس کام میں دخل رکھتی ہیں اور بڑے بڑے سرمایہ کے کاروبار کیا کرتی ہیں چنانچہ مکے میں ایک مشہور مالدار عورت تھی جس کا نام "خدیجہ بنت خویلد" تھا۔ یہ عورت عبدالعزیٰ بن قصیٰ کے اولاد سے تھی چونکہ وہ بہت معزز خاندان کی عورت تھی اور بہت مالدار اس لئے خود تجارت نہیں کرتی تھی بلکہ چند آدمیوں کو اُجرت پر یا منافع کے کسی حصہ کا شریک کرکے مال کی خرید و فروخت کو بھیجا کرتی تھی۔ اُسکو محمد (صلعم) کی نیکنامی اور مستعدی و دیانت داری کی خبر ملی[۵۷] تو اس نے محمد (صلعم) سے کہا کہ "میرا سامان تجارت لیکر ملک شام کو جاؤ۔ میں آپ کو اوروں سے زیادہ اُجرت دونگی"۔ محمد (صلعم) خدیجہ کے ایک غلام "میسرہ" نامی کے ساتھ سامان تجارت لیکر ملک شام کو گئے اور وہاں سے واپس آئے تو بہت کچھ نفع کما کر لائے تھے "خدیجہ" کے دل میں اُسکی اس دیانتداری اور مستعدی سے الفت کا رنگ جمنے لگا۔ اور اس نے کسی ذریعہ سے محمد (صلعم) کو اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا پیام دیا۔ محمد (صلعم) نے نکاح کر لیا اور اس بی بی سے انکے کئی لڑکے پیدا ہوئے جنکے نام یہ ہیں۔ "قاسم" (انکے نام کے ساتھ وہ اپنی کنیت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو "ابو القاسم" کہتے ہیں۔ اور "طاہر" و "طیب" جنس ذکور ہیں۔ اور زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ "اناث" ہیں۔ قاسم۔ اور طاہر تو اُن کی دعوت کے ظہور سے پہلے ہی فوت ہوگئے۔ باقی اولاد زندہ تھی۔

محمد (صلعم) کی عمر پینتیسواں برس آنے تک ہم لوگ محض اُسکی پاکیزہ عادتوں۔ دیانتداری خلق و مروت و ہوشیاری کے اوصاف کے علاوہ اس بات سے واقف نہ تھے کہ اس شخص کی رائے اور قوت فیصلہ کس پایہ کی ہے۔ ابھی ان کی عمر کا پینتیسواں ہی سال تھا کہ اُس زمانہ میں قریش نے خانہ کعبہ کی مرمت کا ارادہ کیا۔ میں بھی منجملہ اُن مہتموں کے تھا۔ مرمت کی وجہ یہ تھی کہ کچھ لوگوں نے خانۂ کعبہ میں ایک گڑھے میں بعض قیمتی چیزیں جو نذر اور چڑھاوے کی محفوظ رکھی تھیں اُن کو چرا لیا۔ تلاش کرنے پر یہ سامان خاندان "خزاعہ" کے ایک آدمی کے ہاں سے نکلا۔ اُسکو چوری کی سزا دی گئی۔ (یعنے ہم نے اسکے ہاتھ کاٹ ڈالے) اور خود اس بات کا ارادہ کیا کہ خانہ کعبہ بہت بوسیدہ ہوگیا ہے اسکی مرمت کرنے کے بعد اسکی چھت پاٹ دیں۔ کیونکہ چھت کے نہ

[۵۷] سیرۃ حلبیہ ۱۲

ہوئے سے چوری ہوگئی تھی۔ دریائے شور کی موجوں نے تلاطم میں آکر کسی رومی سوداگر کا جہاز کنارے ڈالدیا تھا۔
اُسکی لکڑیاں ہمارے ہاتھ لگیں۔ اور چونکہ وہ ٹوٹا ہوا جہاز شہر جدہ کے قریب تھا اس لئے ہم اسکی لکڑیاں بآسانی
مکہ میں لاسکے۔ اسکے علاوہ انہیں دنوں مکہ میں ایک قبطی شخص رہتا تھا جو نجاری کے کام میں نہایت ہوشیار
تھا۔ ہم نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر تعمیر خانہ کعبہ کا کام جاری کردیا۔ مرمت اور سامان وغیرہ فراہم کرنیکا کام
ہم لوگوں نے آپس میں اسطریقہ سے بانٹ لیا تھا کہ ہر شخص اپنے حق اور حصہ کے موافق شریک کار رہے اور کسی کو
ایک دوسرے سے زاید فخر و شرف تعمیر میں شرکت کا نہ مل سکے۔ دیواریں درست کرچکے اور چھت وغیرہ سب
پاٹ کر درست کرلی۔ اب صرف سنگ اسود لگانا باقی رہا۔ اس بارہ میں لوگ باہم جھگڑنے لگے۔ ہر شخص اور
ہر خاندان یہی چاہتا تھا کہ اسکو میں اُٹھاؤں۔ کیونکہ بہ نسبت اوروں کے مجھکو اسکا استحقاق زاید ہے
یہ جھگڑا اسقدر بڑھا کہ تلواریں کھنچ گئیں اور قریب تھا کہ جنگ ہوجائے۔ لیکن جو لوگ تجربہ کار اور عقلمند تھے وہ
اس بات پر متفق ہوئے کہ آج کے دن سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو اُسے پنچ بناکر فیصلہ کرالیں
حسن اتفاق سے اُس دن جبکہ ہم انتظار کی حالت میں خانہ کعبہ کے دروازوں کو دیکھ رہے تھے یہی محمد (صلعم)
سب سے پہلے داخل مسجد ہوا۔ اور تمام لوگ خوشی سے چلا اُٹھے "لو امین آگئے! ہم انکے فیصلہ پر راضی ہیں" اور
سبھوں نے اُن سے معاملہ کی صورت بیان کی۔ جہان پناہ! اچھی پیاری رائے محمد (صلعم) نے اُسوقت نکالی۔
مَیں کیا عرض کروں وہ ہمارے دلوں میں وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ اس نے ایک بڑی لمبی چوڑی چادر بچھا
دی اور حجر اسود کو اپنے ہاتھوں سے اٹھاکر اسکے بیچ میں رکھدیا۔ پھر ہم سے کہا کہ ہر ایک قبیلے کا آدمی اس کے
ایک ایک کونے کو پکڑ لے اور اُٹھاکر اُس جگہ تک پہنچائے جس مقام پر یہ لگایا جائیگا۔ چنانچہ ہم سبھوں نے اُسی
قاعدہ سے موقعہ تک پہونچا دیا۔ اور اسکے بعد پھر انہوں نے سنگ اسود کو اپنے ہاتھوں سے اٹھاکر اس جگہ لگادیا
جہاں اُسکا لگانا طے ہوچکا تھا۔ سب لوگ خوش ہوگئے اور جھگڑا مٹ گیا۔[1] (یہ واقعہ "حرب فجار"[2] "عام الفیل"
کے پندرہ برس بعد ہوا تھا اور "حرب فجار" "عام الفیل" کے پچیس برس بعد ہوئے تھے) محمد (صلعم) کی اس
کارگذاری کا جو اثر ہمارے دلوں پر ہوا ہم لوگ اُسکے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ لوگ جسوقت خانہ کعبہ سے نکلے ہر
ہر شخص کی زبان پر اُسکی ثنا و صفت تھی اور ہر ایک منھ سے اُسکی دانائی حسن تدبیر اور سمجھداری کی تعریف نکل
رہی تھی۔ مَیں بھی منجملہ اُن لوگوں کے تھا جو محمد (صلعم) کی کارروائی کو خوشی اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے
اور جسوقت تک اس نے ہمارے معبودوں کی تحقیر اور ہمارے بتوں کی عیب جوئی نہیں شروع کی تھی۔ ہم سب پہلے سے
اُسکی عزت کرتے تھے اور اُسے اپنا ہمدرد سمجھتے تھے۔

مگر اسی اثنا میں جبکہ ہم اُن کی خوبیوں کے معترف اور انکے حسن اخلاق کے قدردان تھے اُسکی عمر کا

[1] ابن ہشام ۱۲۲ [2] طبری ۱۰۔

چالیسوان برس گیا۔ اور ہم نے سُنا کہ اب وہ آدمیوں سے الگ تھلگ رہتا اور پہاڑون کی غارون میں گوشہ نشینی او طاعت گزاری پر مائل ہوتا جاتا ہے۔ یہان تک کہ وہ پہاڑون میں رہتے رہتے یہ کہنے لگا کہ جبرائیل فرشتہ مجھ پر ظاہر ہوا۔ اور اُس نے مجھ کو نماز کی تعلیم دی۔ پھر اُس نے اپنی بیوی خدیجہؓ۔ اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ اور اپنے چچیرے بھائی علیؓ ابن ابی طالب کو اسی نماز کی تعلیم کی۔ اسوقت میں علیؓ نہایت کمسن بچہ تھا۔ اور عبداللہ بن ابی قحافہ کو جنکو اب لوگ ابو بکر کہا کرتے ہیں وہی نماز سکھائی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگون نے محمد (صلعم) کی پیروی کی۔ اور وہ اپنے مریدون کو بہت سی آیتیں پڑھکر سناتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میرے رب نے مجھ کو سکھائی ہیں۔ ہم لوگ اسکی ان باتون کی ذرا بھی پروا نہ کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ہمارے معبودون کی عیب جوئی سے علیحدہ تھا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ہی اُس نے اپنے کنبہ او گہرانے کے لوگون کو ایک دعوت دیکر اکٹھا کیا اور انہیں معبودون کے چھوڑ دینے کا پیام دیا۔ محمد (صلعم) کے چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) نے اسکی اس جرات پر ناراض ہوکر سمجھانے کیطور پر اُن سے کہا کہ "تم اس خیال سے باز آؤ اور ہم سے ایسی باتیں نہ کہو"[لہ] لیکن وہ باز نہ آئے بلکہ اور زیادہ سختی سے اپنی بات پر اڑے رہے۔

پھر ہم کو خبر لگی کہ محمد (صلعم) نے ہمارے معبودون کو گالیان دینا اور ہمارے بتون میں عیب نکالنا شروع کیا ہے۔ یہ بات ہمیں بیحد ناگوار گزری اور ہم سب لوگ مشورہ کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے۔ اسوقت قریش کے معزز اور سربرآوردہ ہمارے جلسے میں شریک تھے۔ ہم لوگون میں دیر تک اُن کی بابت صلاح و مشورہ ہوتا رہا۔ اور جو بات وہ ہمارے روبرو پیش کرتے تھے اوسکی بابت غور ہوتا رہا۔ کچھ آدمی تو اس بات پر مستعد ہوگئے کہ ہم اُن کو جان سے مار ڈالیں لیکن دوسرے شخصون کی یہ رائے ہوئی کہ اگر ہم انکو قتل کر ڈالیں گے تو اسکے چچا ابوطالب کو رنج ہوگا۔ حالانکہ وہ نہایت معزز شخص ہیں اور ہم اُن کو رنجیدہ کرنے سے بچیں تو بہتر ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے ہم لوگ ابوطالب ہی سے انکے بھتیجے کے بارے میں گفتگو کرلیں۔ خاصکر اس صورت میں کہ وہ اب تک ہمارے باپ دادا کے مذہب پر قایم ہیں" (اور مرتے دم تک اسی پر قایم رہے اپنے بھتیجے کی ہدایت پر ایمان نہیں لائے[لہ]) چنانچہ ہم سب لوگ ابوطالب کے پاس پہنچے اور وہ ہم سے بہت خاطرداری اور تواضع سے پیش آئے جیسے کہ ان کی عادت تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے یون سلسلہ کلام جاری کیا کہ "اے ابوطالب! تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودون کو گالیان دی ہیں، ہمارے دین میں عیب نکالے ہیں، ہمارے اخلاق کو بُرا بتاتے ہیں اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ کہتے ہیں۔ یا تو تم اُسکو ان باتون سے منع کردو۔ یا ہمیں اجازت دو کہ ہم اس سے سمجھ لیں کیونکہ تم بھی ہمارے ہی مذہب پر اور اُسکے خلاف ہو۔ تم بھی اُس کی باتون سے نجات پا جاؤ گے"۔ ابوطالب نے ہم کو نہایت نرمی

[لہ] معلوم ہوتا ہے کہ یہ حال ابوسفیان نے ہرقل کے سامنے اپنی طرف سے بتلا دیا ہے ...

کے ساتھ سمجھا دیا اور بہت مناسب وعدہ کرکے ہم کو راضی خوشی واپس کیا۔ ہم لوگ اس امید کو دلوں میں لئے ہوئے واپس گئے کہ اب ابو طالب اپنے بھتیجے کو اسکی حرکتوں سے باز رکھینگے[1]۔ مگر ہماری اُمیدیں بر نہ آئیں۔ وہ اب تک اپنے قصد سے باز نہ آیا تھا اور اپنی کارروائی جاری رکھتا تھا۔ وہی اگلی سی باتیں اُسکی زبان سے سننے میں آتی تھیں۔ جن لوگوں نے محمد (صلعم) کی دعوت کو زیادہ قوت پہونچائی اور اُسکی تائید کی منجملہ اُن کے ایک شخص اُن کی بیوی خدیجہ کا چچازاد بھائی "ورقہ بن نوفل" تھا۔ جو آپ کی مثل عیسائی مذہب کا پیرو تھا۔ ہمارا غصہ بڑھتا گیا اور ہم نے دوبارہ محمد (صلعم) کے قتل کا ارادہ دل میں ٹھانا۔ لیکن غور اور تامل کے بعد اُن کے چچا سے کہہ سن لینا مناسب سمجھکر دوسری بار پھر اُن کے پاس پہونچے اور کہا "ابو طالب! تم ہماری کنبہ میں عمر اور بزرگی کے لحاظ سے بڑے ہو۔ ہم نے تم کو اس بات کا موقع دیا کہ اپنے بھتیجے کو ہماری تکلیف دہی سے باز رکھو۔ لیکن تم نے اسپر خیال نہ کیا۔ ہم اب اس بات سے تنگ آگئے ہیں کہ اپنے باپ دادوں کو بُرا کہلاتے سنیں اور اپنے عقلا کو احمق بنایا جاتا دیکھیں اور اپنے معبودوں کے عیبوں کو ٹھنڈے دل سے سُن سکیں۔ دو فریقوں میں سے جب تک ایک فریق بالکل ہلاک نہ ہو سکیگا۔ ہم سے یہ باتیں برداشت نہ ہو سکینگی[2]"۔ اس مرتبہ ہم نے دیکھا کہ ابو طالب ہماری بات کو مان گئے ہیں اور گویا انہوں نے ہماری درخواست پوری کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی قوم اور کنبہ والوں سے جدا ہونے کی قوت نہیں رکھتے تھے۔ اور اُن سے دشمنی نہیں پیدا کر سکتے تھے۔ ہم کو یہ بھی خبر ملی کہ جب ہم اُنکے گھر سے باہر نکل آئے تو انہوں نے اپنے بھتیجے کو اپنے پاس بلایا اور اُس سے کہا "عزیز! تمہاری برادری کے لوگ یہاں آئے تھے اور ایسا ایسا کہتے تھے۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ اپنی جان پر رحم کرو اور مجھ کو ایسی بلا میں نہ ڈالو جسکی برداشت کی قوت مجھ میں نہیں ہے"۔ لیکن ابو طالب نے اُنکے اپنے خیال کا پورا اور دُھن کا پکا پایا۔ قریب تھا کہ خود اُن کو غصہ آجاتا۔ اگر محمد (صلعم) یہ نہ کہنے لگتے "چچا جان! واللہ! اگر وہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں پر ماہتاب رکھکر کہیں کہ اس بات کو چھوڑ دے تو بھی میں اس کو نہ ترک کرونگا۔ یہاں تک کہ یا میں اس میں کامیاب ہونگا یا اسی میں جان دونگا"۔ یہ کہکر رونے لگے جس سے اُنکے چچا کا دل نرم ہو گیا اور انہیں خیال آگیا کہ یہ میرے گھر میں رہتا ہے اور اسکو میری جوار کا حق حاصل ہے۔ اس لئے وہ دوبارہ اُن کی امداد اور تسکین دہی پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے وعدہ کر لیا کہ تمہیں کبھی دشمنوں کے حوالہ نہ کرونگا۔

اسکے بعد ایک دن ہم نے خبر پائی کہ محمد (صلعم) نے اپنی اوپر نازل ہونے والی کتاب میں ہمارے معبودونکو خوبی کے ساتھ یاد کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے "افرایتم اللات والعزیٰ ومنات الثالثۃ الاخریٰ تلک الغرانیق العلیٰ ان شفاعتہن لترتجیٰ[3]"

[1] سیرت حلبیہ ۱۲ [2] ابن اسحاق ۱۲ [3] مصنف نے طبری کی سند پر اس مسئلہ کو جسکا نام "غرانیق کا مسئلہ" ہے درج کتاب کر دیا ہے لیکن یہ روایت کسیطرح اعتبار کے قابل نہیں کیونکہ اسکا شمار اُن قصوں میں کیا جاتا ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

چونکہ ہمارا اعتقاد بھی یہی تھا۔ اس لئے ہمیں بیحد مسرت حاصل ہوئی اور ہم نے باہم اسکا تذکرہ کیا کہ اب ہماری اور محمد (صلعم) کی پوری صلح و صفائی ہوگئی۔ مگر چند ہی دنوں کے بعد انہوں نے اس فقرہ کو ایک ایسے جملے سے بدلدیا کہ ہماری نفرت اور عداوت پہلے سے زیادہ ہوگئی اور انہوں نے یہ کہا کہ "مذکورہ بالا فقرہ شیطان نے اُن کی زبان پر جاری کردیا تھا" اور پھر بُری سے بُرے الفاظ میں ہمارے معبودوں کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے "انھا اسماء سمیتموھا انتم و آباؤکم"[۱]۔ اور اسکے سوا دوسری باتوں کو بھی کہا جنکے سبب سے ہم اُن کی طرف سے بہت زیادہ کھنچ گئے اور نفرت کرنے لگے۔

اب ہم سخت متحیر تھے کہ اس شخص کے بارے میں کیا کریں اور موقع کے منتظر تھے جسکے ہاتھ آنے پر اسکے ہاتھوں سے مخلصی حاصل کریں۔ ہم کو کسیقدر اس بات کی بھی اُمید تھی کہ یہ شخص اپنی حرکتوں سے باز آجائیگا۔ لیکن یہ توقع بھی پوری نہ ہوئی۔ اور وہ اسیطرح اپنے ارادے پر قایم رہا۔ ہماری طرف کے نامی لوگ اکثر اس سے ملکر اسے دھمکاتے اور ڈراتے بھی رہتے تھے لیکن وہ کسی کی پروا نہ کرتا تھا۔ اسی اثنا میں ہم کو یہ خبر پہنچی کہ حمزہ بن عبدالمطلب اُسکا چچا بھی اُسپر ایمان لے آیا۔ اور اُسکی امداد پر آمادہ ہوگیا۔ حمزہ نہایت زور آور اور بہادر شخص تھا اور قریش اس سے خوف کھایا کرتے تھے۔ اسکی شرکت نے محمد (صلعم) کو بہت قوی بازو بنادیا۔ اور اب وہ پہلے سے زیادہ اپنے دعوٰی پر ثابت قدم ہوگیا۔ سوقت ہم نے باہم مشورہ کیا کہ محمد (صلعم) کو اپنے پاس بلاکر گفتگو کریں اور مناظرہ کرتے رہیں جس سے وہ مجبور و لاجواب ہو جائیگا۔ ہم سب لوگ "کعبے" میں جمع ہوئے۔ قریش کے جملہ معززین موجود تھے۔ محمد (صلعم) کو بلایا وہ آئے تو یوں گفتگو شروع کی کہ

ہم نے آپ کو اسوقت ایک بات کہنے کے لئے بلایا ہے اُسے سنئے۔ ہم کو ملک عرب میں کوئی ایسا آدمی نہیں معلوم ہوتا جس نے اپنی قوم کو اسقدر دق کیا ہو جتنا کہ آپنے اپنے بھائی بندوں کو رنج پہونچایا ہے آپنے باپ دادا کو گالیاں دیں۔ مذہب میں عیب نکالے معبودوں کو بُرا کہا۔ سمجھداروں کو احمق بتایا اور جماعت کی متفقہ قوت کو منتشر کردیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جتنی بُری باتیں ہیں وہ سب ایک ایک کرکے تم نے ہمارے ساتھ برتی ہیں۔ اگر ان باتوں سے تمہارا مقصد مال کی طلب ہے تو ہم سب لوگ ملکر اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ تم ہم سبھوں سے زیادہ مالدار ہو جاؤگے۔ اور اگر عزت و حشمت کے خواہاں ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار تسلیم کرلینگے۔ اگر بادشاہت کی آرزو ہے تو ہم اپنا حکمران بنالینگے۔ اور اگر کسی آسیب کا خلل ہو جو تمکو ستاتا ہے۔ تو

---

[۱] اس مقام پر مصنف نے آیت کریمہ کی تحریف کردی ہے۔ اصل عبارت آیت پاک کی یوں ہے "ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و آباؤکم"۔ اس تحریف کی وجہ لوگوں کا نقل کرنے کے بارہ میں بے پروائی برتنا ہے اور اپنے سمجھے ہوئے معنی کا لحاظ کرکے جو کچھ دل میں آئے لکھ مارنے کا عادی ہونا۔ لیکن مسلمانوں کے نزدیک یہ بات نہایت سخت گناہ خیال کیجاتی ہے (مترجم)

اسکے علاج کی فکر میں اپنے پاس سے مال و زر خرچ کر کے تم کو صحت دلائینگے اور صحت نہ ہو سکیگی تو تمہیں معذور تصور کرینگے۔"

لیکن انہوں نے بے خوف و خطر ہو کر ہم کو جواب دیا کہ "نہ تو مجھ کو آسیب کا خلل ہے اور نہ عزت و دولت کی تمنا۔ نہ حکومت کی آرزو ہے اور نہ سرداری کا سودا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ خدائے پاک نے مجھکو اپنا رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے۔ اس نے مجھکو حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اسکے ثواب کی خوشخبری سناؤں اور اسکے عذاب سے ڈراؤں۔ میں نے اپنے پروردگار کے پیام تمکو پہنچا دیئے۔ اور سچے دل سے تمہیں سمجھا دیا۔ اگر تم میری لائی ہوئی بات کو قبول کرتے ہو تو دنیا اور آخرت دونوں میں نیک نتیجہ پاؤ گے۔ اور اگر نہیں مانتے بلکہ مجھ کو سچا نہیں سمجھتے تو میں سوقت تک صبر کیے جاؤنگا جب تک کہ خود خداوند جل و علا میرا تمہارا فیصلہ نہ کر دے۔ یہ گفتگو سنکر ہم نے اُنکے عقیدہ کی جانچ کرنے کا خیال کیا اور اس لحاظ سے کہا کہ "اگر تم ہماری پیش کی ہوئی باتوں میں سے کسی بات کو نہیں منظور کرتے تو ایک کام کرو! تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگوں سے زیادہ تنگ ملک کا رہنے والا اور مفلس اور مصیبت کی زندگی گذارنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس لئے تم اپنے پروردگار سے جس نے تم کو یہ پیام دیکر بھیجا ہے درخواست کرو کہ وہ ہماری تنگی کو دور کر دے۔ ہمارے ملک کو سرسبز و شاداب بنا دے۔ اور یہاں ملک شام اور عراق کیطرح نہریں اور چشمے جاری کر دے۔ اور ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دے جن میں قصی بن کلاب بھی ہو۔ کیونکہ وہ ایک سچا بزرگ تھا۔ ہم اس سے اور اپنے دوسرے باپ داداؤں سے تمہارا دروغ و راست دریافت کرینگے۔ اگر اُن لوگوں نے تمہیں سچا کہدیا اور تم نے ہماری اس درخواست کو مکمل کر دیا تو ہم بھی تم کو سچا مانینگے اور جان جائینگے کہ خدا کے نزدیک تمہارا مرتبہ بہت بڑا ہے اور تم جو کچھ کہتے ہو وہ سچ ہے کہ اس نے تم کو رسول بنا کر ہمارے پاس بھیجا ہے" جسکا انہوں نے بلا پس و پیش یوں جواب دیا کہ "میں ایسی باتوں کو پورا کرنے کے لئے تمہارے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں تو تمہارے سامنے وہی باتیں لایا ہوں جو خداوند پاک نے مجھے تعلیم کی ہیں۔ میں نے اپنی رسالت کی تبلیغ کر دی۔ اگر تم مان لو تو دنیا اور آخرت کی خوشی تمہارا حصہ ہے۔ اور اگر نہ مانو تو میں صبر کے ساتھ خداوند پاک کے فیصلے کا انتظار کرتا ہوں۔"[ل۵]

غرضکہ بڑی دیر تک ہم سے اُن سے بحث رہی لیکن وہ اپنی بات پر جمے رہے اور ہمارے پاس سے اُٹھکر چلے گئے۔ ہم کو اس بات کا کوئی موقع نہ مل سکا کہ ہم انہیں ضرر پہونچاتے۔"

ابوسفیان بیان کر رہا تھا اور شاہنشاہ ہرقل مع اپنے درباریوں کے غور کے ساتھ اُسکی باتیں سُننے میں مصروف تھا۔ جس وقت ابوسفیان یہاں تک کہہ چکا تو درباری لوگوں نے تعجب آمیز نگاہوں سے

ل۵ سیرت حلبیہ ۱۲۔

ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کیا اور قسطنطنیہ کے بطریق نے ہرقل سے کہا۔ "میں خیال کرتا ہوں کہ یہ شخص جس کا ذکر ہو رہا ہے اپنی قوم کو حق بات بتاتا ہے۔ اور وہ لوگ اسکے سچے مذہب کی جانب بلانے سے ناراض ہو کر اُلٹے اسی کی شکایت کر رہے ہیں!!!"۔ اسکے بعد پھر سب ہو نے باقی بیان سننے کی طرف توجہ کی اور ہرقل نے کہا۔ "ہاں! اسکے بعد کیا معاملات پیش آئے؟"

ابوسفیان - (سلسلہ کلام جاری کر کے) "پھر تو اس کے نئے مذہب نے دن دونی رات چوگنی ترقی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اسکے مددگاروں کی تعداد بہت ہو گئی۔ اور ان مددگاروں کے متعلق جو تعجب انگیز بات مجھکو نظر آئی وہ یہ تھی کہ یہ لوگ ہمارے ہاتھوں سے نہایت سخت ظلم و ستم برداشت کرتے تھے اور سینکڑوں مصیبتیں سہتے تھے۔ لیکن کبھی محمد (صلعم) کی نافرمانی یا ان کی رسالت کے انکار پر راضی نہ ہوتے تھے جب ہم نے انہیں بہت تنگ کر دیا تو ان میں سے بہت سے لوگ "حبشہ" کو بھاگ گئے۔ اور وہاں کے حکمران نے اُن کو اپنی پناہ میں لیکر انہیں نہایت آرام سے رکھا۔ محمد (صلعم) مکہ ہی میں رہے اور لوگوں کو آہستگی اور صبر کے ساتھ ہدایت کرتے رہے۔ ہم لوگ اسکے کاموں سے بیخبر تھے۔ لیکن یکایک یہ بات سنکر کہ قریش کے نہایت نامی سرگروہ "عمرؓ ابن الخطاب" بھی محمد (صلعم) پر ایمان لے آئے ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ کیونکہ پہلے تو صرف حمزہؓ کے ایمان لانے سے معمولی قوت حاصل ہوئی تھی۔ اب "عمرؓ" کا ایمان لانا محمد (صلعم) کی قوت کے زیادہ پُرزور ہونے کا باعث ہو گیا اور روز بروز قبائل کے اُن سے ملتے جانے کی وجہ سے انکے ہمخیال بکثرت پیدا ہو چلے تھے۔ ہم کو اس بات کا انجام خوفناک نظر آیا۔ ہم نے باہم جمع ہو کر رائے قایم کر لی کہ ایک عہد نامہ لکھکر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے شادی و غمی لین دین اور تمام مراسم برادری ترک کر دیں۔ چنانچہ ایک تحریر اسی مضمون کی لکھکر باہمی قول و قسم کے بعد اُسے خانہ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ معاہدہ خود بخود ٹوٹ گیا جسکی صورت یہ ہوئی کہ ایک دن ہم نے اس کاغذ کی دیکھ بھال کی تو دیکھا کہ اُسے دیمک چاٹ گئی تھی۔ اس بُرے شگون سے ہمارے دل ٹوٹ گئے۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ ہمارے ہاتھوں سے کوئی بڑی چیز نکل گئی ہے۔ خیر ہم خاموش ہو کر زمانہ کے انقلابات دیکھنے کا انتظار کرنے لگے۔

اندازاً دس برس گزرتے ہیں کہ ابوطالب اور خدیجہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اثر جسکے خوف سے ہم محمد (صلعم) کو کھلے بندوں تنگ کرنے سے معذور تھے زائل ہو گیا۔ اب تو ہم کو ایسا موقعہ ملا جو پہلے کبھی حاصل نہ تھا۔ لہذا ہم نے انہیں طرح طرح کے دُکھ دیئے اور خوب دل کھولکر ستایا۔ اکثر اوقات اُنکے سر پر خاک ڈالتے تھے۔ اور اُنکے راستوں میں کانٹے بچھاتے تھے۔ آخر وہ دق ہو کر مکہ سے نکل بھاگے اور ثقیف کے گھرانے سے مدد پانے کی امید کر کے "طایف" کو چلے گئے۔ جہاں اپنا طفولیت کا زمانہ بسر کر چکے تھے۔ لیکن وہاں ان کو

کوئی بہتری نہ حاصل ہوئی۔ بلکہ اُن لوگوں نے انہیں گالیاں دینے۔ اذیت پہنچانے اور راہ چلتے دق کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور ایسا ظلم و ستم کیا کہ ہمیں خیال پیدا ہو گیا کہ اب یہ اپنی عزم سے باز آجائیں گے مگر حیرت اور سخت حیرت ہے کہ وہ اور بھی استقلال و ثبات دکھانے لگے۔ محمد (صلعم) کا یہ بھی قاعدہ تھا کہ وہ میلوں کے موقعوں پر جہاں عرب کے قبائل خرید و فروخت کیلئے اکثر جمع ہوا کرتے تھے جایا کرتے جیسے "عکاظ" وغیرہ کے میلے۔ اور انکے سامنے اپنے آپ کو پیش کر کے انہیں اپنے مذہب کی پیروی کے لئے دعوت دیا کرتے تھے۔ اُن قبائل میں سب سے زیادہ انکی جانب مائل ہونیوالے مدینہ کے باشندے بنو خزرج" تھے۔ انہوں نے محمد (صلعم) سے کئی مرتبہ بیعتیں کیں۔ جو "بیعت عقبہ" کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اسکی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ یہ بیعتیں "عقبہ" نامی ایک مقام میں لیگئی تھیں جو شہر مکہ کے قریب واقع ہے۔"

ترجمان۔ (قطع کلام کر کے) "تمہارے یہاں مبایقہ کے کیا معنی ہیں؟"

ابوسفیان۔ (سلسلہ کلام جاری رکھکر) "اسکے معنی یہ ہیں کہ دو فریق کسی معاملہ پر باہم راضی ہو جائیں مثلاً خرید فروخت وغیرہ پر۔ لیکن منشا ہے کہ اُس شخص کی بیعت کا طریقہ کچھ اور ہے جسکا مدعا یہ ہوتا ہے کہ بیعت کرنے والا شخص اسکے خیال کا پیرو ہے۔ چنانچہ اسکی ایک مثال بیعت کرنے والوں کا یہ قول ہے کہ "ہم آپ سے اس بات پر بیعت کرتے ہیں کہ کسی کو خدا کا شریک بنائیں گے۔ چوری اور زنا نہیں کرینگے۔ اپنی لڑکیوں کو قتل کرنا چھوڑ دینگے۔ کسی پر بہتان نہ باندھینگے اور کسی جائز امر میں خداوند کریم کی نافرمانی نہ کرینگے۔[۵۱] یہی "بیعت عقبہ" انصار کے وجود کی بنیاد تھی جو "مدینہ" کے رہنے والے تھے۔ محمد (صلعم) نے اُن لوگوں کا نام "انصار" اس معنی کر کے رکھا تھا کہ انکے چچا ابوطالب اور بیوی خدیجہ" کے انتقال کے بعد وہ کمزور ہو گئے تھے۔ اسی ضعف کی حالت میں "خزرج" کے لوگوں نے آکر اُن سے بیعت کی اور انہیں امداد پہنچائی۔ لہذا انہوں نے اُن لوگوں کا نام انصار رکھدیا۔ جب یہ انصار مدینہ کو واپس گئے تو انہوں نے اپنے قبیلوں میں محمد (صلعم) کی دعوت پھیلانا شروع کیا۔ اور اُن میں سے بہت لوگ اُن کے پیرو ہو گئے۔ محمد (صلعم) نے جب یہ بات دیکھی کہ ہم لوگ مکہ میں انہیں بہت ستانے لگے ہیں تو انہوں نے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو مدینہ کی جانب ترک وطن کر جانے کا حکم دیا۔ اور اُن کا نام انہیں "انصار" کے گروہ سے ممتاز بنانے کے لئے مہاجرین رکھا۔

ہم کو اس امر سے اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر اپنے ساتھیوں کیطرح یہ شخص (محمد صلعم) بھی ترک وطن کر کے مدینہ چلدیا تو وہاں اپنے یاروں مددگاروں کی حمایت میں ہو کر اپنی قوت بڑھالیگا۔ اور ممکن ہے کہ اپنی طاقت کو سنبھال کر ہم سے برسر پرخاش ہو تو ہم کو وقت پیش آئیگی۔ اس خیال

[۵۱] ابن ہشام ۱۲۔

کی بنا پر ہم سب "دارالندوہ" میں جمع ہوئے۔ جسکی بابت میں بیان کر چکا ہوں کہ قُصَی نے ایک مکان خانہ کعبہ کے پہلو میں مشورے کے لئے تعمیر کیا تھا۔ اور ہم لوگ اس بارہ میں گفتگو کرنے لگے کہ آخر اب اس شخص کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں کسی نے کہا اسکو شہر بدر کر دو۔ دوسرے نے جواب دیا کہ اگر اسے شہر بدر کر دوگے تو نتیجہ وہی ہوگا جس بات سے ڈرتے ہو وہ جا کر اپنے اصحاب سے ملیگا اور قوت حاصل کر کے ہمارے مقابلے پر آئیگا۔

بہت سے لوگوں نے یہ رائے دی کہ اگر ہم اسے قتل کر دیں اور اسکے خون کو تمام قبایل میں متفرق کر دیں تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ پھر اسکے قبیلہ "بنو عبد مناف" میں قصاص لینے اور تمام قبایل کے ساتھ جنگ کرنیکی نوبت ہوگی اور مجبوراً خون بہا لینے پر راضی ہو جائیگا۔ اتفاق ہو کر یہ تجویز منظور ہوئی اور اسپر عمل کرنے کی تجویزیں ہونے لگی۔ غرضکہ ہم لوگوں نے ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک منچلا جوان منتخب کیا اور سب کو ساتھ لیکر محمد (صلعم) کا مکان جا گھیرا صرف اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ سو جائیں تو گھُسکر کام تمام کر دیں۔ چنانچہ جب ہم کو گمان ہوا کہ وہ سو گئے ہونگے تو ہم نے ایک آدمی کو گھر میں سے نکلکر باہر جاتے دیکھا۔ لیکن چونکہ ہم نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ کوئی شخص چادر لپیٹے اندر سو رہا ہے جسکو ہم محمد (صلعم) سمجھ رہے تھے۔ لہذا اس دوسرے باہر آنے والیکو کوئی اور شخص سمجھکر چپ ہو رہے۔ حالانکہ وہ دراصل خود محمد (صلعم تھا) وہ ہم سے باتیں کر کے اور ہماری آنکھوں میں خاک ڈالکر نکل گیا۔ خیر ہم اس جانے والے کو چھوڑ کر اندر گھُسے اور سونے والے شخص کو جا گھیرا۔ لیکن دیکھا تو وہ محمد (صلعم) کا چچیرا بھائی "علیؓ" تھا۔ اور وہ بھی ہمارے روبرو نہ آیا بلکہ بھاگ گیا۔ اسطرح پر محمد (صلعم) اور ان کے تمام ساتھی اپنی جان بچا کر ہجرت کر گئے اور جو باقی رہ گئے تھے وہ بعد میں ایک ایک دو دو کر کے "مدینے" کو روانہ ہوتے گئے۔ محمد (صلعم) مدینہ میں پہنچ گئے تو مہاجرین و انصار کے لوگوں نے جواب بجائے انکی سپاہ کے تھے اور آجتک ہیں اُن کی امداد کی اور رفتہ رفتہ دوسرے قبایل کے لوگ جو اُن میں اضافہ ہوتے گئے وہ اس سپاہ کی تعداد بڑھاتے گئے۔ دوسرے قبائل کے لوگ لڑائیوں اور غزوات میں زیر ہو کر اُن کے مطیع ہوتے رہے۔ مدینے کیطرف ہو کر ہمارے قافلے گذرا کرتے تھے۔ انہوں نے کوئی قافلہ ہمارا بے لوٹے نہیں چھوڑا۔ اور اسی لوٹ کے مال کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر کے انہیں سامان جنگ سے آراستہ کیا۔ چنانچہ ہمارے اور انکے مابین "بدر کبریٰ" "بدر صغریٰ" اور "احد" وغیرہ کی مشہور لڑائیاں ہوئیں۔ جن کا بیان کرنا طوالت سے خالی نہیں "۔

ہرقل امپراطور روم ابوسفیان کی باتیں سنکر نہایت متعجب ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنی گفتگو ختم کرنے سے پہلے ہی اپنے بشرے سے عیاں کر رہا ہے کہ اس ذکر نے اسکے دلی رنج اور تاسف کو تازہ کر دیا ہے لیکن چونکہ ہرقل کو ابھی کچھ باتیں اور بھی دریافت کرنا تھیں لہذا اس نے پھر سوال کیا کہ:۔

سیرت حلبیہ ۱۲۔

—— "اب تمہاری ساتھی کا کیا رنگ ہے؟"

ابوسفیان - (آہ سرد بھر کر) "آہ - اب تمام قبایل میں اسکا مذہب اور اسکی حکومت پھیل گئی ہے بس صرف مکہ اسکے اثر سے بچا ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس شہر کے دلیر باشندے ہمیشہ اسے اُسکے قابو میں جانے سے بچائینگے۔ مگر یہ بات صرور سُنی ہے کہ وہ اب مکہ کی فتح کرنے کے لئے آنے والے ہیں لیکن آپ یاد رکھیں کہ اس مرتبہ ہم اُن کو ایسا مزہ چکھائینگے کہ اپنی تمام اگلی کامیاں بھی وہ بھول جائیں گے۔ دیکھئے تو وہ کسقدر مغرور ہوگئے ہیں کہ قیصر روم امپراطور ہرقل سے یوں بے دھڑک خطاب کر رہے ہیں؟ ؟ مگر میں اُن کو اپنی دعوت ظاہر کرنے کی ابتدا سے یہی کہتے سنتا آیا ہوں کہ کسریٰ اور قیصر کے خزانے اُن کے لئے مفتوح ہو جائینگے"[1]

ہرقل - "تمہاری گفتگو سے پایا جاتا ہے کہ وہ شخص تم سے حق بات کہتا ہے - کیونکہ بتوں کی پرستش سے خداوند پاک کی پرستش اولیٰ اور افضل ہے - تم لوگوں نے اُن کا مقابلہ محض زبردستی اور دھینگا دھینگی سے کیا ہے"

ابوسفیان - "حضور قیصر روم اس بات سے آگاہ نہیں معلوم ہوتے کہ ہم لوگ خدای پاک کا اعتقاد رکھتے ہیں - لیکن ان بتوں کو وسیلہ بنانے کے لئے استعمال کرتے ہیں - تاکہ یہ ہم کو قرب خداوندی دلادیں[2] ہم لوگ دوبارہ زندگی پانے اور قبروں سے اٹھائے جانیکے بھی مقر ہیں - لیکن رسولوں پر ایمان نہیں لاتے"[3]

ایک بطریق - (ابوسفیان کی بات کاٹ کر) "میں سمجھ گیا تم نے اپنی تجارت کے برباد ہونے اور اپنے خانہ کعبہ کے منہدم ہونیکے خیال سے کہ پھر یہاں بہت کم لوگ حج اور زیارت کو آئیں گے اس شخص کا مقابلہ کیا اور اُسے امر حق کی اشاعت سے روکا - تم نے دُنیا کی بہبودی کو آخرت پر ترجیح دی"

ابھی بطریق کی تقریر ناتمام تھی کہ ہرقل نے ایک خاص اشارہ کیا جس سے تمام حاضرین سمجھ گئے کہ امپراطور ابوسفیان کی باتیں سُن چکا ہے اور اس سے زاید کچھ معلوم کرنا باقی نہیں رہا - لہذا حارث ابوسفیان کیطرف بڑھا اور اُس سے کچھ اشارہ کیا - ابوسفیان فوراً اُٹھ کھڑا ہوا - اور قیصر کے روبرو زمین بوس ہوا - جسکو دیکھکر ہرقل کہنے لگا کہ

—— "ہم تمہاری ملاقات سے بہت خوش ہوئے اور تمہاری باتوں سے ہم نے بہت کچھ معلومات حاصل کئے اور تم نے ہمارے پاس آنے میں جو مشقت برداشت کی اسکی بابت ہم تمہارے ممنون ہیں"

ابوسفیان - "جہان پناہ! میں آپکے دربار میں باریابی کیوجہ سے تمام اہل حجاز پر فخر و ناز کرونگا - کیونکہ ان میں سے کسی کو قیصر روم سے گفتگو کرنے کا فخر کب حاصل ہو سکتا ہے" یہ کہکر مع

[1] طبری ۱۲ - [2] قرآن کریم - [3] مسعودی ۱۲

اپنے ساتھیوں کے دربار سے باہر نکل گیا۔ اور ہرقل نے حکم دیا کہ اُسکو ایک حریر کا زرکار خلعت خسروانہ مرحمت ہو۔

اس کے بعد ہرقل دوسری جانب متوجہ ہوا۔ اور پیغمبر اسلام کے خط کو جو حریر کے ٹکڑے پر تحریر تھا ایک سونے کی نلکی میں محفوظ رکھنے کا حکم دیا۔ ''دحیہ'' جو خط لیکر آئے تھے اُن کو کچھ ہدیہ اور جواب خط دیکر واپس کیا۔

سترھوان باب (۱۷)

عبداللہ کی واپسی :-

عبداللہ نے دیکھا کہ خدا خدا کرکے ابوسفیان اپنی گفتگو ختم کرنیکے بعد باہر جارہا ہے وہ بھی اسی کے ساتھ نکل آیا۔ اور مکان کے صحن میں اُس سے ملا۔ ابوسفیان عبداللہ کو نہیں پہچانتا تھا۔ لیکن عبداللہ اُوکئے میں دیکھ چکا تھا۔ غرضکہ ان دونوں میں باہم تعارف ہوا۔ اور ہموطن اور ہم زبان ہونیکے لحاظ سے دونوں نے فوراً مصافحہ کرکے الفت و محبت کی بنیاد قایم کرلی۔ ابوسفیان نے عبداللہ سے دریافت کیا کہ

— ''کیا آپ یہیں قیام کرینگے یا کہیں جانے کا قصد رکھتے ہیں؟''

عبداللہ — ''میں ''عمان'' جانے والا ہوں۔''

ابوسفیان — ''اُس مقام تک جاتے وقت راہ میں بہت سی وادیاں اور گھاٹیاں پڑینگی راستہ دشوار گزار ہے۔ کیا آپ کو ایسے رستوں میں سفر کرنے کی عادت ہے؟''

عبداللہ — ''کئی برس ہوئے جب میں اس راستے میں سفر کرچکا ہوں۔''

ابوسفیان — ''بہرحال اب جبکہ ہم ایک دوسرے سے شناسائی حاصل کرچکے اور مجھکو آپ کی دوستی کا فخر حاصل ہوگیا تو ایسی حالت میں بہتر یہ ہوگا کہ ہم اور آپ ایک ساتھ سفر کریں۔ ہمارا ارادہ حجاز جانے کا ہے اور اس حالت میں ہمیں عمان کیطرف سے ہوکر جانا آسان پڑیگا۔ اگر آپ وہاں قیام کرینگے تو ہم آپ سے جدا ہوکر اپنی راہ لینگے۔ مگر ہماری روانگی میں اسقدر توقف ضرور ہوگا کہ ہم یہاں دو ایکدن اپنے قافلہ کو ''غزہ'' سے بلانے کے لئے قیام کریں اور اُسکے آجانے کے بعد روانہ ہوجائیں۔''

عبداللہ — ''بہتر ہے آپ قیام کیجئے۔ میں ''حارث'' سے رخصت ہونے جاتا ہوں اور اسکے بعد

بعض ضروری کام دن کو انجام دیکر رات کے وقت اسی کنیسہ کے پاس والے میدان میں آپ سے ملونگا۔"

ابوسفیان "بہت مناسب"

اسکے بعد یہ دونوں ایکدوسرے سے جدا ہوئے۔ عبداللہ درباری مکان میں واپس آیا۔ جلسہ برخاست ہو چکا تھا۔ اور عبداللہ درباری کمرہ سے باہر حارث سے ملا جو خود اُسی کی جستجو میں تھا۔ حارث نے عبداللہ سے اسکے غایب ہو جانے کی وجہ دریافت کی تو اُس نے یہ کہکر ٹالدیا کہ "مَیں ایک ضرورت میں پھنسا ہوا تھا"

حارث "کیا تم میرے ساتھ ساتھ بصریٰ کو چلوگے؟"

عبداللہ متحیر ہوا کہ حارث کو کیا جواب دے اُسے ڈر تھا کہ اگر اسکے ساتھ جانے سے انکار کرتا ہے تو ممکن ہے کہ حارث بدگمان ہو جائے۔ حالانکہ حقیقتاً عبداللہ کو پہلے حماد سے ملنا ضروری تھا۔ مگر وہ سپنے اس ارادہ کا اظہار نہیں کرسکتا تھا کہ مَیں ابوسفیان کے ساتھ عمان کو جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس صورت میں بھی حارث کی بدگمانی کا اندیشہ تھا۔ لیکن اس نے حکمت عملی کے ساتھ حارث کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا کہ وہ اُسے اپنے ہمراہ لیجانے پر آمادہ ہے اور اس نے اسکو قید مصیبت سے آزادی دلوائی ہے اسکے بعد کہا "مَیں جبوقت سے بیت المقدس آیا ہوں دل چاہتا ہے کہ یہاں چند روز مقیم رہکر خوب سیر کروں اور اسکے بعد "بصریٰ" روانہ ہوں۔ بہرحال مَیں کہیں رہوں آپ کے اور حضور قیصر روم کے سایۂ عاطفت میں رہونگا"

حارث نے عبداللہ کی درخواست منظور کر کے اُسے امان کا پروانہ دیکر رخصت کیا۔ عبداللہ وہاں سے چلا آیا اور ابوسفیان سے ملکر چند یوم تک بیت المقدس میں مقیم رہا۔ پھر قافلہ کے آجانے کے بعد ان لوگوں نے سفر کی تیاریاں شروع کیں۔ قافلہ شہر کے باہر اُن لوگوں کے آملنے کا منتظر تھا۔ تیسرے دن صبح کے وقت ابوسفیان اور اسکے ساتھیوں کی سواری کے لئے گھوڑے تیار کئے گئے۔ تاکہ یہ لوگ سوار ہوکر قافلہ سے جاملیں اور روانہ ہوں۔ چلتے وقت ابوسفیان عبداللہ سے پوچھنے لگا کہ

"کیا آپ کے پاس کوئی گھوڑا نہیں ہے جس پر آپ سوار ہوتے ہوں؟"

عبداللہ "جی نہیں۔ مَیں تو اپنا گھوڑا بصریٰ میں چھوڑ آیا ہوں"

ابوسفیان نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ امیر عبداللہ کی سواری کے لئے سردست کوئی اپنا گھوڑا دیدیں اور قافلے میں پہونچکر کوئی عمدہ گھوڑا ان کی سواری کے قابل انہیں نذر کیا جائے گا۔

اٹھارھواں باب (۱۸)

حماد کا گھوڑا

ابوسفیان اور اسکے ساتھی سوار ہوکر قافلہ میں شہر کے باہر پہونچے اور ستانے کے لئے گھوڑوں سے اُتر کر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گئے۔ اگرچہ عبداللہ کو حماد سے ملنے کی بےچینی تھی اور وہ بہت مستعجل ہو رہا تھا۔ لیکن اُس نے مجبوراً اپنے مہربانوں کی پیروی کی اور خود بھی گھوڑے سے اُتر کر بیٹھ گیا۔ ابوسفیان کے ملازم عبداللہ کی سواری کے لئے دوسرا گھوڑا لائے جس کا ساز و سامان نہایت قیمتی تھا۔ مگر جیسے ہی عبداللہ کی نظر اس گھوڑے پر پڑی اُس کا دل بیطرح دھڑکنے لگا۔ کیونکہ وہ حماد کے گھوڑے کا ہمشکل تھا غور سے دیکھا تو بالکل وہی تھا۔ زین و لگام پر نگاہ ڈالی تو وہ بھی حماد کے گھوڑے کی نظر آئی۔ گھبرا کر اُٹھا اور اُسکے قریب جاکر پیشانی پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ گھوڑے کو اسکے ہاتھ رکھنے سے خوشی ہوتی ہے۔ اور اُسکی آنکھوں سے محبت و اُنس کے آثار نظر آتے ہیں۔ اب تو عبداللہ کو یقین آگیا کہ یہ بیشک حماد ہی کا گھوڑا ہے۔ وہ متحیر ہو کر سکتے کے عالم میں آگیا۔ ابوسفیان اسی جگہ کھڑا ہوا عبداللہ کی حرکات و سکنات پر نگاہ ڈال رہا تھا۔ اُسے پریشان اور بدحواس دیکھکر اس اضطراب کی وجہ دریافت کرنے لگا۔

عبداللہ "میں اسوقت اس گھوڑے کے بارہ میں سخت متحیر ہوں۔ یہ میرے عزیز لڑکے کا گھوڑا ہے۔"

ابوسفیان "آپ نے کیونکر پہچانا؟"

عبداللہ "اسکے رنگ اور قد و قامت سے۔ اسکے زین و لگام سے۔ یہ دودھ پیتا بچہ تھا جب سے میں ہمیشہ اسکو دیکھتا رہا۔ اور اس سے پہلے اسکی ماں کو جانتا تھا۔"

ابوسفیان - (اس عجیب اتفاق سے حیرت میں آکر) "اور آپ کا بیٹا تھا کہاں؟"

عبداللہ "وہ بصریٰ سے عمان کو جا رہا تھا۔ مہربانی کرکے یہ بتائیے کہ آپ لوگوں نے اس گھوڑے کو کہاں پایا؟"

ابوسفیان "اسے ہم نے زرقا کے قریب جنگل میں پھرتا ہوا پایا تھا۔"

عبداللہ کو خوف پیدا ہوا کہ خدانخواستہ اس گھوڑے کے گم ہونے کی کوئی ایسی وجہ نہ برآمد ہو جو باعث رنج و ملال ہوسکے اسلئے اس نے دوبارہ ابوسفیان کے ساتھیوں سے اسکے دستیاب

ہونے کی مفصل کیفیت دریافت کی۔

ابوسفیان۔ "چند ہفتے ہوئے جب ہم ملک حجاز سے ملک شام کو آرہے تھے اور ہمیں ''زرقا'' کے قریب ہونے سے یہ خوف دامنگیر تھا کہ کہیں ہم اسکے خوفناک درندوں کی مسکن[1] میں نہ جانکلیں۔ یکایک ہم کو بیابان میں یہ گھوڑا نظر آیا۔ جو چاروں طرف بھٹکتا پھرتا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو اسکے پکڑنے کے لئے بھیجا جو بہت کوشش اور پریشانی اٹھاکر اسے پکڑ لائے۔ پھر ہم اسی غزہ میں اپنے ساتھ لیگئے اور وہاں سے یہاں لے آئے۔"

عبداللہ مبہوت ہوکر سکوت کے عالم میں آگیا۔ اسکے دل میں مختلف قسم کے پریشان خیالات جوش مار رہے تھے۔ اور وہ اس بات کا تصور کرکے ڈر رہا تھا کہ مبادا حماد کو کسی درندہ نے چیر پھاڑ ڈالا ہو۔ اور اسکے بعد یہ گھوڑا بھاگ نکلا ہو۔ اس لئے کہ گھوڑا نہایت اصیل ہے اپنے سوار کو محض انہیں حالتوں میں چھوڑ سکتا ہے جبکہ وہ مرجائے یا گرفتار ہوجائے یا گھوڑے کی نگاہوں سے غائب ہوجائے۔ اس خیال سے عبداللہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ہرچند اس نے ضبط کرنا چاہا لیکن ضبط نہ کرسکا۔ اور آنسو نکل ہی پڑے۔ مگر دل کو سنبھال کر کہنے لگا کہ "مجھ کو اپنے بیٹے کے گم ہونے کا سخت قلق ہے اور مجھے اس وقت تک اطمینان نہ ہوگا جب تک کہ میں اس مقام پر جہاں آپ لوگوں نے یہ گھوڑا پایا ہے اُسے تلاش نہ کرلوں۔"

ابوسفیان (ہمدردی سے) "وہ جگہ عمان جاتے ہوئے ہمارے راستہ میں پڑیگی۔ اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو ہم لوگ تمہارے ساتھ اسطرف مڑجائیں گے اور اسے تلاش کرینگے۔ ہم کو بھی تمہارے بیٹے کا بہت کچھ خیال ہے۔"

اس کے بعد سب لوگ سوار ہوکر چلے اور عبداللہ جو اپنے بیٹے کے گم ہونے کی پریشانی میں مبتلا تھا اور گھوڑے پر سوار ہونا پسند نہ کرتا تھا اسے دوسرے گھوڑے پر سوار کردیا۔ لیکن وہ سکوت کے عالم میں اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا چلا جارہا تھا۔ قافلہ کے لوگ باہم ہنستے بولتے جاتے تھے۔ مگر وہ ساکت و صامت۔ یہ لوگ دو دن تک برابر چلتے رہے۔ اس عرصہ میں عبداللہ نے بہت کم آرام لیا۔ اور کھانا بھی لوگوں کے اصرار سے کھالیا لیکن محض برائے نام۔ آخر یہ لوگ ''زرقا'' کے قریب پہنچ گئے اُس وقت ابوسفیان نے کہا۔ "اب ہم لوگ ''مسبعہ'' کے قریب آپہنچے ہیں لہذا مناسب یہ ہے کہ قافلہ کے اونٹوں اور آدمیوں کو یہیں چھوڑ کر ہم چند سواروں کی جماعت سے اُس میدان کیطرف مڑ چلیں جہاں ہم نے اس گھوڑے کو بھٹکتے دیکھا تھا۔"

[1] درندوں کا مسکن۔ مترجم ۱۲

چند سوار جن میں ابوسفیان اور عبداللہ بھی شامل تھے ایک جانب کو مڑے اور ہوشیار ہو کر روانہ ہوئے۔ چاروں طرف نظر ڈالتے جاتے تھے کہ کہیں کوئی شیر یا دوسرے قسم کا درندہ نہ مل جائے حالانکہ دن کا وقت تھا۔ اور ان کی جماعت بھی کافی تھی اس لئے کوئی خوف کا مقام بھی نہ تھا۔ تھوڑی دور جا کر ابوسفیان نے اپنے گھوڑے کی باگ روک لی اور کہا "یہی وہ میدان ہے جس میں ہم نے گھوڑے کو پھرتے پایا تھا"

عبداللہ "وہ مسبعہ کہاں ہے؟

ابوسفیان۔ "وہ ہمارے داہنے ہاتھ کی جانب ہے ادھر چلنا ہو تو چلیے"۔

عبداللہ "میں گھوڑے کے سموں کا نشان ڈھونڈھتا ہوا اپنے نور نظر کا سراغ لگاؤنگا اور بغیر اس بات کا پتہ چلائے کہ وہ زندہ ہے یا خدانخواستہ کسی موذی درندہ کا شکار ہو گیا میں کسی طرح واپس نہیں جاسکتا ہوں"

ابوسفیان۔ "جو آپ کی مرضی میں اُسکی تعمیل کو حاضر ہوں" یہ کہکر اپنے ساتھ کے لوگوں سے کہا کہ متفرق ہو کر ان ٹیلوں اور جھاڑیوں کے اندر آدمیوں کے نشانات کی جستجو کریں۔ لوگ تلاش کرنے میں مصروف ہوئے۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے واپس آ کر اطلاع دی ـــــ "میں نے اس مقام سے تھوڑے فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے آدمیوں کے بیٹھنے کا نشان دیکھا ہے"

اس بات کو سنتے ہی عبداللہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ بتائی اور بتیابانہ اسی سمت کو روانہ ہوا۔ ابوسفیان اور مخبر نے بھی اسکے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے۔ چند منٹوں میں اس جگہ جا پہونچے اور سبھوں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان درخت کے نیچے کسی مردہ گھوڑے کے نشانات موجود ہیں جسکی کھوپڑی کی ہڈی اور کاٹھی اور چند دوسرے اعضاء کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ کاٹھی دیکھتے ہی عبداللہ نے شناخت کر لیا کہ وہ مردہ گھوڑا اسکے وفادار ملازم سلمان کا تھا۔ اس نے بے اختیار چیخ ماری اور آہ سرد بھر کر کہا۔ "آہ! حماد تو کہاں ہے؟" اور درخت کے گرد پھر کر تلاش کرنے لگا۔ درخت کے قریب ہی تھوڑے فاصلہ پر کوئی کپڑا پڑا ہوا نظر آیا جو غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ عبا تھی۔ عبداللہ کو گمان ہوا کہ یہ حماد کی عبا ہے جسکو درندہ جانوروں نے نوچ ڈالا ہے۔ اس تصور کا آنا تھا کہ وہ زور سے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا آہ! یہ تو اسی کی عبا ہے۔ آف! اور اسکے باقی حصے کہاں ہیں؟ شاید موذی شیر اُسے سالم نگل گیا۔ یہ کہکر عبا کا پھٹا ہوا ٹکڑا اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور منھ پر نالہ اور دردبھری آواز میں یوں کہہ رہا تھا جسکو سن کر کلیجہ پھٹا جاتا تھا۔

"آہ! میرے نور نظر! اے حماد! تجھکو موذی درندوں نے اپنی غذا بنالیا۔ افسوس اب تم کہاں ......" اسکے بعد آواز رک گئی اور وہ دھم سے زمین پر گر پڑا۔

ابوسفیان اور جو لوگ وہاں موجود تھے اسکی حالت دیکھکر متاثر ہوئے۔ اگر صحرائی زندگی کی سخت مزاجی اور قتل و شکار بینی کی عادت ان کی طبیعتوں پر غالب نہ ہوتی تو اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ بھی گریہ و زاری میں عبداللہ کا ساتھ دیتے۔ آخر ابوسفیان نے اُسے تسکین دینے کے لئے سمجھانا شروع کیا اور کہنے لگا۔ "بھائی! صبر کرو۔ دیکھو ابھی تک ہم نے اس لڑکے کی موت کا کوئی ثبوت نہیں پایا ہے۔ نہ تو تم نے اسکے جسم کا کوئی عضو یہاں دیکھا اور نہ اُسکا کوئی ہتھیار یا لباس۔ پھر ابھی سے اتنے زار و نزار کیوں ہوئے جاتے ہو۔ مجھے کو یقین ہے کہ تمہارا بچہ صحیح و سلامت ہوگا۔ تم صبر کرو اور مردانہ وار خوب تلاش و تجسس کرنے کے بعد جو رائے قائم کروگے وہ درست ہوسکیگی۔ ابھی اپنے دل کو روکو۔ اُٹھو چلکر تلاش کریں۔" لیکن عبداللہ دیوانہ تھا۔ اُسکے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ روتا جاتا تھا اور بین کرتا جاتا تھا۔ "پیارے حماد ــــ کیا تمہاری زندگی کا یہی انجام ہونا تھا۔ آہ۔ میں اُن دانتوں کو کہاں پاؤنگا جنہوں نے تیری نازک کھال کو پھاڑا ہے۔ تاکہ میں اُن کو توڑ ڈالوں۔ اور وہ پنجے جو تیرے گوشت میں گڑے ہیں میں اُن کے ویسے ہی ٹکڑے ٹکڑے کرونگا جیسے انہوں نے تجھے ریشہ ریشہ کیا ہے۔ ہائے بیٹا! بیس برس تک اس بات کا انتظار کرنا کہ اکیسویں سال کے شروع پر تمہارے سر کے بال مُنڈواؤنگا بالکل فضول ہوگیا۔ آہ! آہ! ــــ"

ابوسفیان نے دیکھا کہ یہ بہت بدحواس ہو رہا ہے تو پھر سمجھانے کی کوشش کی اور اسے پکڑ کے اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اور یوں کہنے لگا "تم ایسے سمجھدار آدمی ہوکر بالکل نادان کیوں بنے جاتے ہو۔ بھائی! اتنا تو خیال کرو کہ اگر شیر نے تمہارے پیارے نور نظر کو کوئی اذیت دی ہوتی تو اُسکے اعضاء کا کوئی حصہ۔ خون۔ ہڈی۔ بال۔ گوشت کوئی ٹکڑا یا لباس کا کوئی پارچہ یہاں نظر نہ آتا؟ ... اور اسکو بھی جانے دو۔ اسکے کپڑوں کو درندہ نگل گیا تو کیا درندہ اُسکے زرہ خود۔ اور تلوار کو بھی چبا جاتا؟؟ میرا خیال ہے کہ وہ بھاگ کر کسیطرف نکل گیا۔ اور شیر کا قابو صرف اس گھوڑی پر چل گیا۔ پھر اس بات کو بھی سوچو کہ رونے دھونے کا کیا نتیجہ ہوگا؟ اٹھو میرے ساتھ چلو میں خود اس صحرا میں جستجو کرتا ہوں۔ شاید ہم کو کوئی ایسی چیز ملجائے جسکی وجہ سے اصلی راز کھل جائے۔"

عبداللہ (روتے اور ہچکیاں لیتے ہوئے) "قریشی بھائی ..... تم سچ کہتے ہو۔

رونے .. . . سے مجھ کو فایدہ نہیں ہو . . . مگر .. مجھ کو ڈر ہے کہ جستجو کرنیکا انجام کہیں اس سے زیادہ ناکامی اور یاس پیدا کرنے والا نہ ہو ـــــ آہ ۔ تم مجھ کو چھوڑ دو ۔ میں اپنے لخت جگر کے غم میں روتا رہونگا ۔ اسکے عباء کو بوسہ دیکر اپنا دل ٹھنڈا کرونگا ۔ اور اگر وہ شیر مجھ کو مل گیا جس نے اسکے پیارے نازنین جسم کو پھاڑا ہے تو میں اس سے انتقام لینے کی کوشش کرونگا ۔ یا اُسے مارونگا یا خود بھی جان دونگا ـــــ وہ مجھے بھی پھاڑ ڈالیگا ۔ میری موت اب میرے حق میں بہت بہتر ہے ـــــ "

ابوسفیان کے دیر تک تسلی و تشفی دیتے رہنے سے عبداللہ کا دل کسی قدر سنبھلا اور وہ اٹھکر پیادہ پا ٹیلوں ' پہاڑوں ' اور جھاڑیوں کے اندر تلاش کرنے لگا تاکہ شاید کوئی امید بندھانیوالا سراغ ملجائے ۔ ابوسفیان عبداللہ کے ہمراہ تھا ۔ غرضکہ دیر تک ادھر اودھر بھٹکتے پھرنے کے بعد یہ دونو ایک مختصر تالاب پر پہنچے جو ان کو چند اونچے پہاڑی ٹیکروں کی چوٹیوں پر سے نظر آیا تھا ۔ اور عبداللہ تالاب کے نزدیک کسی چیز کے پڑے ہونے کی پرچھائیں سی دیکھکر دوڑتا ہوا وہاں پہونچا ۔ اُس نے جاکر دیکھا تو کسی شخص کے کپڑے اور ہتھیار رکھے تھے ۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حماد کی عباء اور اُسی کی تلوار اور راس کا نیزہ ہے ۔ عبداللہ نے بیتاب ہو کر تلوار کو اپنے سینہ سے لگالیا اور چیخکر کہنے لگا ـــ " یہ تو اُسکے کپڑے اور ہتھیار ہیں ۔ لیکن آہ ۔ وہ خود کہاں ہے ؟ " اس کے بعد ساتھ کے لوگوں نے قریب قریب کے مقامات میں دیر تک ڈھونڈھتے رہنے کی بیفائدہ کوشش کی یہاں تک کہ آفتاب گوشۂ مغرب کی جانب مائل ہوگیا اور جتنے متلاشی تھے وہ سب تھک گئے ۔ انہیں کچھ نہ ملا ۔ اور مجبوراً واپس آئے ۔ اب تو عبداللہ پر ثابت ہوگیا کہ ضرور حماد کو کسی موذی درندہ نے پھاڑ ڈالا ہے ۔ وہ دوبارہ نہایت دردانگیز حالت سے نوحہ و زاری کرنے میں مصروف ہوگیا جسکی وجہ سے ابوسفیان کے ایسے سخت دل شخص کا دل بھی پگھل گیا ۔ اور قریب تھا کہ وہ خود رو پڑتا لیکن ضرورت اس بات کی داعی تھی کہ وہ عبداللہ کو سمجھا بجھا کر اسے اُس خوفناک مقام سے نکال لیجائے ۔ ہرچند وہ تسکین و دلاسا دیتا عبداللہ کی بیچینی بڑھتی جاتی تھی اور وہ نہایت رقت انگیز طریقہ سے بَین کر کے رو رہا تھا ۔ آخر تنگ آکر ابوسفیان کہنے لگا کہ

ـــ " عربی بھائی ! رونے دھونے سے ہمیں کوئی فایدہ نہیں ہو سکتا ۔ جو شخص ضائع ہو گیا ہے اُس کا واپس لانا محال ہے ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ؛ صدسال میتوان بہ تمنا گریستن

واللہ! اگر تمہارا بیٹا کسریٰ اور قیصر کے محل میں اسیر ہوتا تو ہم اپنی جانوں پر کھیل کر اسے رہا کرانے کی کوشش کرتے۔ لیکن افسوس ہے کہ موت سے بچنا اور مُردہ کا زندہ کرنا ناممکن ہے۔ آپ ہماری پڑوسی ہیں اور اسکے علاوہ اب مجھے آپ سے ایسی اُلفت ہوگئی ہے کہ اس بات کو میں کسیطرح نہیں دیکھ سکتا کہ آپ پریشان اور رنجیدہ خاطر ہوں۔ میں آپ کے سامنے موجود ہوں جو دل میں آئے حکم کیجئے۔ سر آنکھوں سے بجالاؤنگا۔ اور ہر طرح آپ کی فرمانبرداری کرونگا۔"

ابوسفیان کی ہمدردی اور محبت بھری تقریر نے عبداللہ پر اسقدر اثر کیا کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوکر کچھ سوچتا رہا۔ وہ دل میں حماد کی زندگی کے حالات پر غور اور اسکے بصریٰ میں لانیکے اسباب منت پوری کرنے کا قصد۔ غرضکہ تمام باتوں کو سوچتا اور افسوس کرتا تھا۔ آخرکار اُس نے دوراندیش مردوں کیطرح اپنے دل کو مضبوط بنایا۔ اور اس خیال سے کہ واقعی رونا دھونا مجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا اس رائے پر عمل کرنے کو تیار ہوگیا کہ صبر و آہستگی کے ساتھ اس بارہ میں غور کرونگا اُس نے سوچا کہ میں پہلے عمان جاکر وہاں حماد کو تلاش کرونگا۔ شاید وہاں کسی کی زبانی مجھے اُسکا پتا مل جائے۔ اُس نے آفتاب کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ اب وہ غروب ہونے کے قریب آگیا ہے اور اصلی راستہ اور اس مقام کے مابین کئی میلوں کا فاصلہ ہے۔ اور اس نے دیکھا کہ ابوسفیان اور اسکے ساتھی کھڑے ہوئے میرے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس لئے اسے ڈر پیدا ہوا کہ کہیں میں ان لوگوں کو یہاں روکنے سے کسی اذیت میں مبتلا کرنے کا سبب نہ بنجاؤں لہذا وہ ابوسفیان سے کہنے لگا

"قریشی بھائی! میں آپ کی عنایت، محبت اور کریمانہ برتاؤ کا دلی شکریہ کے ساتھ معترف ہوں اور مجھے خوف ہے کہ اس جنگل میں جس نے میرے پیارے بچے کا خون پیا ہے میری وجہ سے کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے لہذا میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنا راستہ لیں اور مجھے اپنی راہ میں چھوڑ کر خدا کی حفظ و ضمانت میں سفر کریں۔"

ابوسفیان "آپ ان پریشانیوں کو دل سے دور کیجئے اور سمجھ لیجئے کہ ہم اس مقام سے اُسیوقت جنبش کرینگے۔ جبکہ آپ ہمارے آگے آگے چلیں گے۔ ہم آپ کو تنہا ہرگز نہیں چھوڑ سکتے اگر آپ ہمارے ساتھ ہوں تو ہم آپ کو کسی امن کے مقام تک پہونچا کر رخصت ہونگے۔ اور آپکا دل چاہے تو ہمارے ساتھ مکہ چلئے۔ ہم وہاں آپ کو بہت خاطرداری کے ساتھ اپنا معزز مہمان بنائیں گے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ ان دو باتوں میں سے اپنے لئے کوئی ایک پسند فرمالیں۔"

عبداللہ۔ (اُٹھ کر اور ابوسفیان کو سینے سے لگاکر) "آپ نے دوستی اور احسان کا حق ادا کردیا۔

میں آپ کی عنایتوں کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا ہوں اور افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ میرا آپکے ہمرکاب چلنا ناممکن ہے مجھے اس معاملہ میں غور و تفتیش سے کام لینا ضروری ہے۔ اب یا تو میں عمان کو جاؤنگا۔ یا شہر بصری کے جوار میں اپنے رہنے کے مکان کی راہ لونگا اور وہاں خداوند کریم کے فضل و کرم کا منتظر رہونگا۔"

ابوسفیان ۔ "بہت خوب ہے! اسوقت عمان تک ہم لوگ آپکے ساتھ چلتے ہیں اسکے بعد جدھر آپ کا جی چاہے جائیے گا" یہ کہکر عبداللہ کا ہاتھ تھام کر بیچلا۔ عبداللہ حماد کی تلوار اپنے ہاتھ میں لئے ہوے اُس سے اپنے دل کو تسکین دیتا جاتا تھا۔ اور یہ سب لوگ قافلہ کی جانب واپس جارہے تھے۔

عبداللہ کے منھ پر مہر سکوت لگی ہوئی تھی اور دل میں تردد و تفکر کا جوش۔ کبھی وہ سوچتا کہ عمان جانا چاہیے یا کہیں اور چلنا چاہیے؟ عمان میں حماد کے ملنے کی کیا امید ہے۔ اسوقت کے حالات دیکھنے سے تو مجھکو اسکی زندگی اور موت میں شبہ پیدا ہوگیا ہے؟ آخر اسکے کپڑوں اور ہتھیاروں کو اسطرح رکھا ہوا پانا جیسے کسی نے اوتار کر رکھدیا ہے اور اس جگہ سے قریب قریب کہیں خون کے دھبے۔ یا ہڈیوں کی کرچیں۔ یا کوئی اور علامت ایسی نہیں پائی جاتی جسطرح پر گھوڑے کی کھوپری وغیرہ پڑی ملی ہے۔ ان باتوں سے اسکی موت کا ثبوت نہیں ملتا۔ بہرحال اس کو دیر تک تصور کرنے رہنے سے کسیقدر امید کی صورت نظر آنے لگی۔ اور اسی اثنا میں سب لوگ قافلہ کے قریب پہونچ گئے۔

ابوسفیان (عبداللہ سے خطاب کرکے) "مخفی بھائی! اب آپ کی کیا رائے ہے؟ میرے ہمراہ حجاز کو چلتے ہیں یا کسی جگہ کا نام بتاتے ہیں جہاں ہم آپ کو پہنچادیں۔ اسکے علاوہ اور جس بات کی خواہش ہو ارشاد فرمائیے ہم تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔"

عبداللہ ۔ "واللہ! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا عرض کروں اور نہ یہ خبر ہے کہ میں کیا کررہا ہوں اور آیندہ کیا کرونگا۔ مناسب یہ ہے کہ آپ مجھے یہیں چھوڑ دیجیے۔ میں اپنے بارہ میں غور کرونگا۔ اور جو بات دل میں آجائیگی وہ کرونگا۔ سوقت تو مجھے اپنے سرو پا کا ہوش نہیں ہے"

ابوسفیان ۔ "یہ ناممکن ہے کہ ہم لوگ آپ کو اس حالت میں چھوڑ جائیں"

عبداللہ ۔ "آپ کی دلدہی اور احسان نے مجھکو بندہ بے دام بنالیا ہے۔ میں قریب قریب اپنے تمام رنج و غم کو بھول گیا ہوں۔ اب آپ کے اصرار سے مجبور ہوں۔ میرا قصد عمان جانیکا ہے

شاید وہ ان مجھکو سچی بات کا یقین ہو سکے۔ اس عرصہ میں آفتاب بالکل غروب ہوگیا تھا۔ اور رات کا اندھیرا غالب آچکا تھا رات توان سب لوگوں نے اسی صحرا میں بسر کی اور صبح ہوتے ہی عمان کیطرف روانہ ہوئے۔ مشرب کے قریب عمان کے نزدیک پہنچ گئے۔ اور عبداللہ یہ کہکر ان سبھوں سے رخصت ہوا۔ "خدا حافظ بھائی! میں اب عمان کیطرف روانہ ہوتا ہوں اور وہاں بیٹھکر قسمت کے فیصلہ کا منتظر رہونگا"

اُنیسواں باب (۱۹)

عمان :-

عبداللہ۔ ابوسفیان سے رخصت ہوکر عمان کی جانب جاتا ہے حماو کا گھوڑا اور کسی قدر حسب ضرورت خرچ ابوسفیان نے اُسکے حوالہ کر دیا ہے تاکہ راہ میں تکلیف نہ اٹھائے۔ جسوقت وہ تنہا ہوکر آبادی کے نزدیک پہنچا تو ایک بلند ٹیکرے پر چڑھ کر بستی کی مجموعی حالت کا نظارہ کرنے لگا ایک تباہ شدہ شہر اسکے سامنے تھا۔ جسکی عظیم الشان رومی عمارتیں بالکل منہدم ہو چکی تھیں۔ صرف چند عمارتوں کے کھنڈر باقی رہگئے تھے جن میں سب سے بڑی عمارت ایک ویران ہیکل کی بنیاد تھی جو ایک تالاب کے کنارہ بلند ٹیلہ پر اگلی شان وشوکت کو یاد دلا رہی تھی۔ تالاب کا پانی بالکل خشک ہونے کے قریب پہونچ گیا تھا۔ اس مقام کے آس پاس چند بے حیثیت جھونپڑے بھی تھے۔ جن میں کم مایہ لوگ رہا کرتے تھے۔ بستی کی مجموعی حالت ایک چھوٹے گاؤں سے بڑھکر نہیں تھی۔ عبداللہ ایک عظیم الشان پل کے اوپر سے گذر کر اُس ہیکل کیجانب چلا۔ یہ پل موجودہ حالت میں شکستہ ہو رہا تھا۔ لیکن اپنی ساخت کے اعتبار سے اس بات کا پتہ ضرور دیتا تھا کہ میں کسی زمانہ میں اپنی عظمت وشان میں بے نظیر تھا جو آج ایسی شکستہ حالت میں نظر آتا ہوں[۱]۔ عبداللہ پیادہ پا ہیکل کے پاس پہنچا۔ گھوڑی کی باگ اسکے ہاتھ میں تھی اور وہ اسکے پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے لخت جگر کی نشانی کو احتیاط سے رکھنا چاہتا ہے۔

عبداللہ ابھی اس عمارت کے اندر داخل بھی نہیں ہوا تھا کہ آفتاب غروب ہوگیا اور اُفق کا رُخ گرد آلود ہوگیا اور تاریکی پھیلنے لگی۔ وہ ہیکل کے دروازہ کے پاس پڑے ہوئے پتھروں میں سے ایک پتھر پر بیٹھ گیا گھوڑی کی باگ ہاتھ میں تھی اور ہیکل کی ٹوٹی پھوٹی عمارت پر غور کی نگاہ ڈالتا جاتا تھا۔ اس نے

[۱] فرہنگ کتاب مقدس توراۃ مصنفہ اسمتھ ۱۷ ۔ ۱۸۰۸ء

دیکھا کہ اس عمارت پر بھی اپنے گم شدہ عظمت و شان کیوجہ سے ویسے ہی حسرت و یاس برس رہی ہو جیسے میرے دل پر اپنے نورِ نظر کے گم ہونے کا رنج و الم طاری ہے۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ انسان کی صورت تک نظر نہیں آتی تھی۔ اونچے اونچے درخت رات کی تاریکی میں خوفناک دیو ہو تولوں کا نظارہ پیش کرتے تھے جس سے آدمی سہم سہم جائے۔ اسی حالت اضطراب میں اسکی نظر سے کی مکانات پر جا پڑی تو سوچنے لگا کہ حماد یہاں موجود ہوگا۔ مضطرب ہو کر اٹھ بیٹھا اور اُدھر چلنے کے لیئے آمادہ ہوگیا۔ پھر سنبھلا اور دل میں کہنے لگا۔ اُف! مَیں بھی کیسا خواب پریشان دیکھتا ہوں۔ حماد ——— آہ حماد! اب کہاں۔ وہ تو جنت میں مجھ سے پہلے پہنچ گیا۔ وفور غم نے دل بٹھا دیا۔ اور اسکے ساتھ ہی وہ بھی پتھر کے چٹان پر گر کر اشکباری میں مصروف ہوگیا۔

تھوڑی دیر عبداللہ نے اسی امید و بیم کی متضاد حالت میں گزاری۔ رات نے خورشید تاباں کے پُر نور چہرے پر سیاہ چادر ڈالدی تھی۔ کوؤں کی کاؤں کاؤں اور تالاب کے مینڈکوں کا شور شب کی آمد کی نوبت بجا رہے تھے۔ عبداللہ کو خوف پیدا ہوا کہ میرا اس ویران مقام میں پڑا رہنا خطرے سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر چوروں یا درندوں نے اپنا شکار بنایا تو حماد کے جستجو کی آرزو دل ہی میں رہجائیگی۔ حماد کے تصور کا آنا تھا کہ زخم دل پر ایک اور چٹکیس لگی اور وہ پھر زار زار رونے لگا۔ دیر تک روتا رہا تو دل کے بخارات آنسو بنکر نکل گئے اور طبیعت کسی قدر ہلکی ہوگئی۔ پہلی شب کا جوبن نکھار پر تھا۔ نیند اور سردی نے غلبہ کر کے سفر کے تکان کو اور بھی بڑھا دیا۔ مجبوراً ہیکل کی دیوار سے سہارا لگا کر جھونکے لینے لگا۔ وہ ابھی ایک نیند سو بھی نہ چکا تھا کہ یکایک گھوڑی نے ہنہنانا اور زمین پر ٹاپیں مارنا شروع کیا جس سے عبداللہ کو معلوم ہوگیا کہ کسی خطرہ کا سامنا کرنا پڑیگا۔ وہ گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے اور کان لگا کر آہٹ لینے لگا۔ مگر اسے نہ تو کوئی چیز نظر آئی اور نہ آہٹ ہی ملی۔ وہ دوبارہ اپنی جگہ پر آبیٹھا لیکن چونکہ کھٹکا پیدا ہوگیا تھا اس لیئے نیند اُڑ گئی۔ آخر اس نے اپنے کان کو زمین پر رکھکر آہٹ لینے کی کوشش کی تو اُسے معلوم ہوا کہ کہیں قریب ہی سے بہت سے قدموں کے زمین پر پڑنے کی آواز آرہی ہے۔ اب اسے علم ہوگیا کہ اصیل گھوڑی کا بدکنا بلا وجہ نہ تھا۔ کچھ لوگ اس طرف آرہے ہیں۔ وہ اپنے بچاؤ کے لئے تیار ہو کر پاس والے بلند ٹیلے پر چڑھ گیا تاکہ شاید آنے والوں کو دیکھ سکے۔ لیکن اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ کچھ نظر نہ آیا۔ مجبور ہو کر وہ پھر اپنی جگہ پلٹ آیا۔ لیکن کھٹکا لگا کہ کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اور اس خیال میں وہ باقیماندہ رات تک اپنی

پریشانیوں کو بھولا رہا۔ فجر کا وقت قریب آیا تو اسے پھر ایک جھپکی آگئی۔ مگر بہت جلد گھوڑے کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ آنکھ کھول کر نگاہ کی تو اپنے قریب بہت سے لوگوں کو کھڑے پایا۔ جن کا لباس بدوی لوگوں کا سا تھا پہلی نگاہ میں تو اُسے یہ گمان ہوا کہ یہ لوگ ابوسفیان کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ ان کی وضع و قطع شکل و شباہت اُن سے بالکل ملتی جلتی تھی لیکن کچھ ہی توقف کے بعد اُس نے سنا کہ ان میں سے چند لوگ اُسے ڈانٹ کر بلا رہے ہیں اور اسکی طرف گرفتار کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ عبداللہ نے قصد کیا کہ گھوڑی پر سوار ہو کر اپنے بچاؤ کے لئے تیار رہو۔ مگر اُن لوگوں نے پھرتی کے ساتھ اُسے محاصرہ میں کر لیا۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زاید تھی اس لئے عبداللہ ذرا بھی ہاتھ پیر نہ ہلا سکا۔ اور انہوں نے اُسے گرفتار کر کے مشکیں کس دیں اور ایک جانب لے چلے۔ عبداللہ غصہ سے بیتاب ہوا جاتا تھا اور ہر چند کوشش کرتا تھا کہ ضبط کرے لیکن بن نہیں پڑتا تھا۔ آخر کہنے لگا کہ "تمہیں مجھ سے کیا غرض ہے مجھ میں اور تم میں کوئی عداوت بھی تو نہیں۔ آخر اسطرح گرفتار کرنے کی وجہ کیا ہے؟"

ایک شخص ۔ "کیوں عداوت کیوں نہیں ہے؟ تو آل غسان میں سے ہے۔ تیری قوم نے ہمارے قاصد (نامہ بر) کو قتل کیا ہے اور ہمارے رسول (صلعم) کی اہانت کی ہے۔"

عبداللہ ۔ "تمہیں دھوکا ہوا ہے میں غسان کے قبیلہ سے نہیں ہوں۔ میں تو اس ملک میں مسافرانہ وارد ہوا ہوں۔"

اس پر چند لوگ ایک ہی آواز سے بول اُٹھے کہ "اگر تو سچا ہے تو ہمارے امیر کے سامنے اپنی بیگناہی ثابت کرنا اور یہ کہکر کھینچتے ہوئے لے چلے۔ اسکے ہتھیار چھین لئے گئے تھے۔ اور گھوڑا بھی لے لیا گیا تھا۔ چار و ناچار اُن کے ساتھ تھوڑی دور چلکر بہت سے خیموں کے قریب پہنچا۔ جو دور تک نصب ہوتے چلے گئے تھے اور وہاں جا کر دیکھا کہ حجازی عربوں کی بہت بڑی جماعت ہے جن کے پاس اونٹ گھوڑے اور خچر وغیرہ سواری و بار برداری کے جانور بکثرت موجود ہیں۔ جن لوگوں نے اُسے گرفتار کیا تھا وہ اسکو ایک بڑے خیمہ کیطرف لیگئے۔ جسکے سامنے ایک سفید نشان[۱] گڑا ہوا اس بات کا پتہ دے رہا تھا کہ وہ امیر کا خیمہ ہے۔ ابھی عبداللہ خیمہ کے قریب پہنچا بھی نہیں تھا کہ چاروں طرف سے لوگ اسے دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے لیکن سب لوگ ننگے سر اور صحرا کے باشندے تھے اور اپنے بدنوں کو چادروں سے ڈھانکے ہوئے تھے۔ چہروں پر تمازت آفتاب کے اثر اور سفر کی گرد و غبار پڑنے سے تمتماہٹ برس رہی تھی اور ان کے اسلحہ زیادہ تر نیزے اور

[۱] سیرۃ حلبیہ ۱۲

تیروں کے بھرے ہوئے ترکش تھے۔

عبداللہ بڑے خیمہ کے نزدیک پہونچا تو لوگوں نے اُسے باہر کھڑا کر دیا اور چند شخص اندر جا کر واپس آنے کے بعد اُسے بھی خیمہ کے اندر لے گئے۔ عبداللہ نے اندر داخل ہو کر دیکھا کہ صدر مقام پر ایک بزرگ صورت شخص جبہ اور عمامہ پہنے چٹائی کے فرش پر بیٹھا ہے اور اسکے روبرو ویسا ہی لباس پہنے ہوئے اور لوگ بھی ہیں عبداللہ پہچان گیا کہ یہی لوگ اہل فوج کے امرا ہیں اور اپنے دل ہی دل میں خدا سے پناہ مانگنے لگا کہ اتنے عرصہ میں امیر نے اسکو مخاطب ہو کر دریافت کیا۔

"یا اخا العرب! تم کون ہو؟ شاید حارث بن ابی شمر کے لوگوں میں سے ہو؟"

عبداللہ "جناب! میں اس طرف کا رہنے والا نہیں ہوں؟"

امیر "کیا تم غسانی نہیں ہو؟"

عبداللہ "ہرگز نہیں"

امیر "پھر کون ہو؟"

عبداللہ "میں بنی لخم ہوں"

امیر۔ (حیرت سے) یہاں کیوں آئے تھے لخمی لوگ تو ملک عراق میں رہتے ہیں۔ شاید تم اُن لوگوں میں سے ہو جو لخم اور جذام کے قبائل سے رومیوں کی کمک کو آئے تھے۔ ہم نے سنا ہے کہ ہرقل نے منتشرہ عرب کے بہت سی قبائل کے لوگوں کو فراہم کر کے ایک بھاری فوج ترتیب دی ہے [ل]"

عبداللہ۔ نہیں میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ بلکہ میں یہاں ایک ضرورت سے آیا تھا۔ اور اب عنقریب واپس جانے والا ہوں"

امیر۔ (شک کر کے) "دیکھو سچ کہو! تم ہمارے ہاتھوں میں گرفتار ہو"

عبداللہ (دلیری سے) "میں نے آپ سے بالکل سچی بات عرض کی ہے"

امیر "تمہارے اس دعوٰی کی دلیل کیا ہے؟"

عبداللہ جو اُن لوگوں کے لباس اور بول چال سے پہچان گیا تھا کہ یہ لوگ قبیلہ قریش سے ہیں لہذا اسکو یاد آگیا کہ ابو سفیان بھی اُن کی برادری کا شخص ہے۔ اگر میں اسے شہادت میں پیش کرونگا تو خطرہ سے بچ جاؤنگا اور وہی میری دلیل ہوگی۔ یہ سوچکر کہنے لگا "ابھی گزشتہ دن کا قصہ ہے کہ میں قبیلہ قریش کے امیر ابو سفیان کے ساتھ تھا۔ وہ میرے بڑے دوست ہیں یہاں ہوں تو انہیں سے دریافت کر لیا جائے"

ل سیرۃ حلبیہ ۱۲

عبداللہ نے اپنی بات پوری بھی نہیں کی تھی کہ امیر کے چہرہ پر ناراضی کے نشانات ظاہر ہوئے اور انہوں نے ترشروی کے ساتھ کہا۔ "اچھا! تو تم اس مشرک کے بڑے دوست ہو؟ اب ہم کو تمہاری نسبت اور زیادہ شک پیدا ہو گیا ہے۔ کیوں تمہیں کیا ایسی ضرورت پیش آئی تھی کہ تم نے اس بد ذات سے خلوص پیدا کیا؟"

عبداللہ اسوقت گھبرا گیا اور ایک مرتبہ ایسا پریشان ہوا کہ اسکی سمجھ میں نہ آسکا کہ اس اقرار سے کیونکر نجات حاصل کرے۔ لیکن وہ سنبھل کر کہنے لگا۔ "میرا اور اسکا صرف چند دنوں سے ساتھ ہو گیا تھا۔ وہ اس ملک میں تجارت کا مال لیکر آیا تھا۔ تین یا چار دن میں اسکے ہمراہ رہا اور کل شام کو جدا ہو گیا۔" یہ کہنے کے بعد عبداللہ کو ابوسفیان کا قصہ یاد آگیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ وہ پیغمبر اسلام (صلعم) کا سخت دشمن تھا۔ اور میں اسوقت انہیں پیغمبر کے ماننے والوں کے قبضے میں اسیر ہوں۔ لہذا وہ چپ ہو گیا اور اس سے ایک حرف بھی زیادہ نہ کہہ سکا۔

امیر۔ "اگر تم صرف اسی قدر بیان کرتے کہ تم لخم کے قبیلے سے ہو تو کوئی دقت نہ ہوتی۔ لیکن تم نے اب اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ تم ہمارے دشمن کے دوست ہو۔ اس لئے تم ہماری حراست میں رہوگے اور آخر میں تمہارا فیصلہ کیا جائیگا۔"

اسکے بعد امیر کے حکم سے لوگ اسے حراست میں کئے ہوئے لے گئے اور ایک علیحدہ خیمے میں نظر بند کر دیا۔

بیسواں باب (۲۰)

غزوہ موتہ:-

اگر عبداللہ اُن لوگوں میں سے ہوتا جنکو خطروں میں پڑنے کا اتفاق نہیں ہوتا ہے تو اس موقع پر اسے بہت قلق اور رنج ہوتا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ میں بے قصور ہوں اسلئے اپنے دل کو ڈھارس دے رہا تھا کہ جب موقعہ پاکر اصلی حالات کا اظہار کرونگا تو فوراً اس بلا سے مخلصی ملجائیگی۔ تاہم اسے اس بات نے متحیر بنا رکھا تھا کہ یہ فوج ملک حجاز سے شام کیجانب کس لئے آئی ہے اور اسکے آنے کی علت دریافت کرنے پر اسکے نجات پانے کا طریقہ سوچنا بھی موقوف تھا جسوقت وہ خیمہ میں نظر بند کر دیا گیا تو محافظ سپاہیوں میں سے ایک شخص اُس سے ابوسفیان کے

حالات اور اس کی ملاقات و جدائی کی کیفیت استفسار کرنے لگا۔ عبداللہ کو یہ موقع غنیمت معلوم ہوا۔ اور اُس نے اسی سپاہی سے دریافت کیا۔ "تمہاری یہ فوج کہاں جارہی ہے؟"

سپاہی۔ "ہم لوگ رومیوں سے لڑنے کے لئے ملک شام کی سرحدوں پر حملہ کرنے جاتے ہیں"۔

عبداللہ۔ "تم کو اُن سے لڑنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے؟"

سپاہی۔ "اُن کی شرارت نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم اُن کی سرکوبی کریں"۔

عبداللہ۔ "وہ تم سے کیا شرارت کرسکتے ہیں۔ تم قریش کے لوگ ہو اور تمہارا وطن ملک حجاز میں ہے۔ تمہارے اور ان کے مابین کوئی علاقہ کیونکر ہوسکتا ہے؟"

سپاہی۔ "ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنکو خدا نے تمام مخلوقات کے لئے ہادی بنا کر بھیجا ہے انہوں نے رومیوں کے نام ایک خط دعوت اسلام کا روانہ کیا تھا۔ جسوقت وہ تحریر غسانیون کے (جو نصرانی عرب ہیں) امیر کو پہونچی اُس بیحیا نے خط کو پاک کر ڈالا۔ اور ہمارے نامہ بر کو قتل کردیا[1] ہماری نبی صلعم کو یہ بات نہایت ناگوار گزری۔ اس لئے انہوں نے اپنے آزاد کردہ غلام "زید بن حارثہ" کو اس فوج کا سردار بنا کر اہل روم سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا ہے"۔

عبداللہ۔ "مینے دیکھا ہے کہ اسیطرح تمہارا ایک نامہ بر "ہرقل" کے پاس ایسے ہی مضمون کا خط لیگیا تھا۔ لیکن اُس نے کوئی نامناسب برتاؤ نہیں کیا"۔

سپاہی۔ "وہ دوسرا خط تھا اور جسکا مین ذکر کر رہا ہون یہ دوسری تحریر ہے اور ہرقل کے نام والی تحریر سے پہلے روانہ کی گئی تھی۔ باقی رہی یہ بات کہ تم کہتے ہو کہ "ہرقل" نے ہمارے نامہ بر کے ساتھ غسانی حکمران کے کیطرح بُرا سلوک نہیں کیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ ہرقل ہمارے سردار سے ڈر گیا۔ اور غسانی امیر کی بیوقوفی نے اُسے مغرور بنا دیا۔ دیکھ لینا اس کا نتیجہ اس کے حق میں کیا ہوتا ہے۔ اگر اُسے بھی وہی پاداش نہ ملی جو حجاز اور یمن کے اسلام سے انکار کرنے والے عربوں کو ملی ہے تو کچھ کہنا"۔

عبداللہ۔ "خیمہ کے صدر مقام میں جو امیر بیٹھے تھے وہ کون ہیں؟ اور ان کے برابر نشست کرنے والے کون کون امیر ہیں؟"

سپاہی۔ "وہی زید بن حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور دوسرے اُمرا جو ان کے نزدیک بیٹھے تھے ان میں سے داہنے ہاتھ کی جانب جعفر رض بن ابی طالب ہمارے نبی صلعم کے چچیرے بھائی اور بائیں ہاتھ پر عبداللہ بن رواحہ رض تھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

[1] سیرۃ طیبہ۔

نے وقت ضرورت ان دونوں صاحبوں کو ہماری فوج کی افسری کی وصیت کی ہے[۱]۔ اور ہمارے نبی صلعم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم لوگ اس گاؤن پر حملہ کریں۔ جہان ہمارا نامہ بر قتل کیا گیا ہے اور اُس گاؤن کا نام "موتہ" ہے پہلے ہم وہان کے رہنے والون کو دین اسلام کی طرف بلائیں گے۔ اگر انھون نے اس بات کے قبول کرنے سے انکار کیا تو ان سے لڑینگے اور اُن کو بالکل قتل کر ڈالیں گے یا جو خدا کی مرضی ہوگی"

عبداللہ کو راز کی بات معلوم ہو چکی تھی لہذا اس نے روئے سخن پھیر کر پھر دریافت کیا" اچھا پھر مینے کیا قصور کیا تھا جو مفت میں گرفتار کر لیا گیا۔ بھائی! میں نہ تو رومی ہون اور نہ غسانی"

سپاہی "تمہاری نسبت میرا خیال ہے کہ کچھ خوف نہ کرو۔ اگر تم ابوسفیان کے ساتھ اپنی دوستی ظاہر نہ کرتے تو باسانی رہا کر دیئے جاتے۔ لیکن اب تم کچھ دنون ہماری یہان گرفتار رہو گے شاید اس جنگ کی حالت میں ہم کو تمہاری کوئی ضرورت پیش آئے"

عبداللہ مطمئن ہو کر خاموش ہو گیا اور اب اُسے کوئی خوف باقی نہیں رہا تھا۔ لیکن وقت یہ پیش آئی کہ اپنے نفس سے مطمئن ہوتے ہی حماد کے تصور نے آگھیرا اور پھر اسی اضطراب کا شکار ہو گیا جس میں پہلے گرفتار تھا۔ جس وقت اُسے یقین ہوتا کہ حماد اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے تو وہ ہزار جان سے اس بات کا آرزومند ہو جاتا کہ میں بھی قتل کر دیا جاؤن اور اس سے جا ملون۔

عبداللہ کی گرفتاری سے دو دن بعد یہ فوج "موتہ" پر حملہ کرنے کو لئے تیار ہوئی اور وہان سے روانہ ہونے لگی۔ اب ہم ان کو ادھر جاتے ہوئے چھوڑ کر حماد کی خبر لینے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اسیر اور سلمان پر کیا گزری:۔

(۲۱) اکیسوان باب

حماد اور سلمان:۔

اس سے پہلے ہم نے حماد اور سلمان کو دومہ سے باہر آکر عمان جانے کی تیاری کرتے چھوڑا تھا۔ سلمان اس بات کو بہتر سمجھتا تھا کہ زیادہ مسافت والا مگر بےخطر راستہ اختیار کرے اور حماد اسکی

[۱] ابن ہشام ۱۲۔

بزدلی پر نفرین کر کے اُسے عین ”زرقاء“ کے پُر خطر جنگل میں ہو کر چلنے پر مجبور کر رہا تھا۔ کیونکہ اس طرف سے فاصلہ بہت کم تھا۔ مگر جبکہ سلمان نے حماد کو بیحد مصر پایا تو اس نے ناچار اسی کی پیروی کی اور نزدیک تر راہ سے چلنے پر راضی ہو گیا۔ لیکن سلمان کو یقین تھا کہ یہ سفر خیر و خوبی طے ہونے والا نہیں لہذا اس نے دوراندیشی کے خیال سے اور بطور حفظ ما تقدم پہلے ہی سے اس قسم کے وسائل استعمال کرنے شروع کئے جو وقت ضرورت مفید ہو سکیں۔ اُس نے حماد کو صلاح دی کہ اپنے کپڑوں کے نیچے زرہ پہن لیوے اور تلوار کا بند کھلا رکھے۔ خود بھی کیل کانٹے سے درست ہو کر چلا۔ انہوں نے دن بھر بہت تیزی اور مستعدی کے ساتھ سفر کیا اور بہت کوشش کی کہ آج ہی اس خوفناک جنگل سے نکل جائیں لیکن کسیقدر دن رہگیا ہوگا جبکہ حماد کو بھوک کی شدت اور سخت پیاس معلوم ہوئی۔ اُس وقت یہ دونوں ایک تالاب کے کنارے گھوڑوں سے اُتر پڑے تاکہ جلد جلد کچھ کھا پی کر پھر روانہ ہوں۔ انہوں نے تھوڑا تھوڑا کھانا کھایا ہوگا کہ سلمان کے دل پر وحشت کا غلبہ ہوا۔ اور اُسے ایسا معلوم ہوا کہ عنقریب کوئی سخت مصیبت آنے والی ہے لہذا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس فکر میں چلا کہ شام کا اندھیرا پھیلنے سے قبل کوئی محفوظ مقام رات بسر کرنے کو تلاش کر لے۔ حماد نے اپنی عباء اوتار کر اور اپنے ہتھیار کھولکر رکھدئے تھے اور اسی کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ سلمان کو اٹھتا دیکھکر وہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور سامان کو وہیں بھول کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ یہ دونو گھوڑوں کی باگیں تھامے اِدھر اُدھر جنگل میں کوئی محفوظ مقام ڈھونڈھ رہے تھے کہ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر وسیع الحدود میدانوں اور کنجان جنگل پر نگاہ ڈالی تو انہیں ایسا معلوم ہوا کہ درختوں کی جا بجا واقع ہونے والی قطاریں گویا آدمیوں کی جماعتیں ہیں۔ اور جھاڑیوں کے چھوٹے چھوٹے حلقے وحوش کے غول۔ دونوں کے دل خوف سے دہل گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے دور سے شیر کے دھاڑنے کی آواز سنی جس نے انکے رہے سہے ہوش بھی غائب کر دیئے اور گھوڑوں نے بدک بدک کر ٹاپیں مارنا شروع کر دیں۔

سلمان نے حماد سے کہا ”دیکھئے جناب! اب ہم خطرہ میں گھر گئے۔ میں آپ کو اسی بات کا خوف دلاتا تھا۔ آیئے میرے ساتھ آیئے جلد چلکر کوئی نجات کی صورت تجویز کریں۔“

حماد۔ (گھبرا کر لیکن ہوش بجا کر کے) ”اور یہ تو بتاؤ ہم نجات کس ذریعہ سے پائیں گے؟“

سلمان۔ (اِدھر اُدھر دیکھکر ایک درخت کو دیکھنے کے بعد) ”آیئے اس درخت پر چڑھکر اسکی شاخوں سے لپٹ جایئے۔ شیر اسکے اوپر جست نہیں کر سکیگا۔“ یہ کہکر بہت جلد قدم اٹھاتا ہوا

درخت کی جانب چلا۔ اس عجلت میں حماد کو اپنے لباس اور ہتھیاروں کی یاد بھی نہ آئی۔ اور یہ دونو
جھٹ پٹ درخت پر چڑھ کر اسکی سب سے بلند شاخوں سے مضبوطی کے ساتھ چمٹ گئے۔ گھوڑے برابر
ہنہناتے جاتے تھے اور باگیں توڑا کر بھاگ جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اب شیر کی دھاڑ نزدیک
ہوتی جاتی تھی جسکو سن سن کر وہ خوف سے لرزے جاتے تھے۔ اسی عرصہ میں انہوں نے دیکھا کہ شیر
نے ان کے پاس والے ٹیکرے پر جست بھری اور گھوڑوں نے زور سے ایک چیخ ماری اور بھاگنے
کے لئے باگڈوریں توڑانے پر زور کرنے لگے۔ اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ حماد کے گھوڑے کی باگ
ٹوٹ گئی۔ وہ تو بھاگ کر میدان میں طراری بھرنے لگا۔ مگر سلمان کا گھوڑا شیر کے حملہ سے نہ بچ سکا
کیونکہ اسکی لگام مضبوط تھی اور ٹوٹ نہ سکی۔ لہذا خونخوار شیر نے جست بھر کر اسکے سینہ پر پنجہ مارا۔ اور
زمین پر پچھاڑ کر اپنے تیز دانتوں سے اسکی گردن چبا ڈالی۔ غریب گھوڑے کے خون سے تمام زمین
رنگ گئی۔ اور موذی شیر اسکے گوشت کو نوچ نوچ کر کھانے میں مصروف ہوا۔ کھاتا جاتا اور غراتا جاتا تھا
اسے کھا کر فارغ ہوا تو کھڑا ہو کر ادھر ادھر دیکھنے میں مصروف ہوا۔ قریب ہی سلمان کی عبا
پڑی تھی اس پر جھپٹ پڑا۔ اور پنجوں اور دانتوں سے اسکے پارہ پارہ کرنے کے بعد اپنی معمولی
مغرورانہ چال سے درخت کے گرد چکر کاٹنے لگا۔ اسے درخت کے اوپر سے آدمیوں کے موجود
ہونے کی بو محسوس ہو رہی تھی لیکن ان کا پانا ممکن نہ تھا اس لئے غصہ میں بھر کر اپنی کھال کو درخت
کے تنہ سے رگڑتا اور نہایت زور سے دھاڑتا جاتا تھا جس سے وہ مضبوط درخت تھرا اٹھتا
تھا اور سلمان و حماد کے دل مارے خوف کے پانی ہوئے جاتے تھے۔ جان کا خوف بری چیز ہے۔ اسکی وجہ سے
وہ دونوں درخت کی شاخوں سے بہت مضبوطی کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔ شیر برابر درخت کو ہلاتا
اور دھاڑتا رہا۔ لیکن ان دونو نے اپنے مقام سے جنبش تک نہ کی۔ خونخوار شیر کی آنکھیں رات کے
اندھیرے میں ایسی چمکتی تھیں جیسے دو روشن چراغ۔ اور بیجان گھوڑا دم توڑتا ہوا مذبوح بیل
کیطرح خراٹے لے رہا تھا۔ آخر کار موذی شیر انتظار سے تنگ آ گیا تو غصے کی حالت میں ایک آخری
چیخ اس زور سے ماری کہ تمام کشادہ میدان اسکی گرج سے گونج اٹھا اور آس پاس کی جنگلوں
اور ٹیلوں نے صدائے بازگشت سے اسے اور بھی خوفناک بنا دیا۔ اور آخر میں اپنی
دم پشت پر ڈالکر جدھر سے آیا تھا اسی طرف پھر واپس چلا گیا۔ وہ مغرورانہ وضع سے آہستہ آہستہ اکڑتا
ہوا جا رہا تھا اور حماد و سلمان غور سے اسکی صورت دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ رات کے سیاہ نقاب
میں غائب ہو گیا۔ مگر ابھی تک دور سے اسکے دھاڑنے کی آواز برابر چلی آ رہی تھی جس کو یہ دونوں

خاموشی کے ساتھ سنتے تھے اور ان کے سینے پانی ہوئے جاتے تھے۔ غرضکہ جب اُن کو اس بات کا بخوبی اطمینان ہو گیا کہ اب ہمیں نجات مل گئی تو سلمان نے آواز دے کہا۔ "دیکھا آپ نے! مَیں اسی بات سے ڈرتا تھا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے جس نے ہمیں میدان میں یہ درخت محض اسلئے اُگا دیا تھا کہ یہ ہماری نجات کا سبب بن سکے اور ہمیں شیر کے پنجوں میں گرفتار ہونے سے محفوظ رکھے۔"

حماد کو بھی علم ہو گیا تھا کہ جس خطرہ سے انہوں نے نجات پائی ہے وہ نہایت سخت تھا لیکن اسے اپنے گھوڑے کے گم ہونے کا افسوس ہوا۔

باقی رات ان دونوں نے درخت کے پتوں اور شاخوں میں مخفی رہکر بسر کی اور خوف کے مارے اُس پر سے اُترنے کی جرات تک نہ کی صبح ہوئی تو اُترے سلمان کے گھوڑے کو خون میں لتھڑا اور بیجان پایا۔ جسکو دیکھکر سلمان کہنے لگا کہ۔ "آیئے اب پیادہ پا عمان کو چلیے۔ اگرچہ ممکن تھا کہ ہم وہاں سواریوں پر جاتے لیکن خدا کی مرضی یونہی تھی۔ اُس کا شکر ہے کہ ہم شیر کے پنجے سے بچ گئے اور جو کچھ نقصان اوٹھایا اُس کا معاوضہ بہت آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔"

حماد۔ "تم جانتے ہو کہ مَیں اپنے گھوڑے کو بہت محبت سے رکھتا تھا۔ یہ تو بتاؤ کہ اب پھر وہ ہمیں مل سکتا ہے؟"

سلمان۔ (حماد کی طفلانہ مزاجی پر متحیر ہوکر) "جناب! گھوڑے کا نام نہ لیجیے۔ ایسے ایسے ہزاروں مل جائیں گے۔ یہاں سے جلد نکل چلیے ورنہ رات ہو گئی تو پھر جان بچانا دشوار ہو گی۔"

حماد۔ "مگر مَیں بھولتا ہوں اپنا نیزہ راہ میں۔ تلوار اور عبا تالاب کے کنارہ چھوڑ آیا تھا۔ چلو اُسے تو چلکر ڈھونڈھ لائیں۔"

سلمان۔ "نہیں اب ہم کو اس جگہ کا تعین کرنا دشوار ہے جہاں ہم بیٹھے تھے۔ رستوں کی شناخت ہو نہیں سکتی۔ اگر تلاش میں دیر لگی تو بچاؤ کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ ہم دو دفعہ شیر کے حملہ سے بچ چکے ہیں۔ اب پیدل ہونے کی حالت میں تیسری مرتبہ خدانخواستہ اُس کا سامنا ہوا تو نجات کی صورت نہیں مل سکتی۔ اب دیر نہ کیجیے اور جلد چلیے۔"

حماد کو سلمان کی رائے پر عمل کرنا مناسب ہوا۔ کیونکہ وہ خود رائی کا نتیجہ بھگت چکا تھا۔ یہ دونو عمان کیجانب روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچکر مقررہ مہینہ کے باقی دن بسر کیے لیکن عبداللہ واپس ہوکر اُن سے نہیں ملا۔ انہوں نے ایک ہفتہ اور زاید انتظار دیکھا اور نہایت پریشانی میں آتے

دن کاٹے مگر انہیں کوئی نتیجہ نہیں دکھائی دیا۔ مجبور ہو کر دو گھوڑے خریدے اور آنے کے راستہ کو چھوڑ کر دوسری صاف راہ سے بصری کو روانہ ہوئے۔ عبداللہ کے غائب ہونے سے پریشان تھے اور کسی ایسی تدبیر کے سوچنے میں مصروف جس کے ذریعہ سے شہر بصری اور اسکے آس پاس کے مقامات میں پہونچکر عبداللہ کی جستجو کریں اور ثعلبہ یا اسکے لوگوں کو ان کا پتہ نہ ملے۔

حماد کے دل پر دو فکروں کا بوجھ تھا ایک ہند کی الفت اور دوسری عبداللہ کی مفقود الخبری مگر بایں ہمہ وہ اپنی محبوبہ کی قیمتی یادگار یعنی زرہ کے محفوظ رہنے پر خدا کا بیحد شکر گزار تھا۔

ان دونوں کو اسی حیرت میں مبتلا چھوڑ کر ہم اپنے ناظرین کو بصری کیطرف لئے چلتے ہیں۔ اور عبداللہ کو گرفتار کرکے بیت المقدس کی جانب روانہ کر دینے کے بعد ثعلبہ کی جو کیفیت ہوئی اُس کا بیان کرتے ہیں:۔

بائیسواں باب (۲۲)

بد باطن بُرا ہوتا ہے

ثعلبہ عبداللہ کو امیر اطور کی خدمت میں روانہ کرنے کے بعد حسند کو ایذا دینے کی فکر میں مصروف ہوا۔ اُسے بغیر اس بات کے کہ حماد کو مضرت پہونچائے کہاں چین آنے والا تھا اسکے دل میں غیرت حسد کی آگ لگی تھی اور ہر وقت اپنی ذلت کے تصور میں دانت پیستا اور اس بات کا آرزو مند رہتا تھا کہ کسیطرح حماد میرے قابو میں آجاتا تو میں اُسے اس جرأت کا مزہ چکھاتا کہ میرے مقابلہ پر ہند کی الفت کا دم بھرتا ہے پہلے تو اُس نے شہر بصریٰ کے قرب و جوار میں دور دور تک اپنے گوئندے اور جاسوس مقرر کر دیئے کہ وہ لوگ حماد کا سراغ لگائیں۔ لیکن اسطرح پر مطلب برآری نہ ہو سکی تو اپنے خاص لوگوں میں سے چند ہوشیار آدمی خفیہ طور پر بیت المقدس کو روانہ کئے تاکہ وہ عبداللہ کے حالات سے جو اسکے شاہنشاہ ہرقل کے سامنے پیش ہونے کے بعد گزریں اطلاع دیتے رہیں ان لوگوں نے عبداللہ کی رہائی اور امپراطور کے اُسے معافی دینے اور اسکے ابوسفیان کے ساتھ روانہ ہونے تک کے حالات مفصل ثعلبہ تک پہنچائے لیکن اسکے بعد وہ کوئی خبر نہیں دیسکے جسکی وجہ یہ ہوئی کہ اظہار حال کے خوف نے انہیں حجازی قافلہ کی ہمراہی میں رہنے کی جرأت نہ ہونے دی۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ محض غیرت اور حسد نے ثعلبہ کو حماد سے انتقام لینے اور ہند کو دق کرنے پر اُبھارا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس خواہش نے ایک اور صورت اختیار کی یعنے ثعلبہ کے دل میں ہند کے ساتھ شادی کرنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ یہ آرزو دلی محبت کے تقاضا سے نہیں تھی۔ بلکہ اُسکا اصلی مدعا یہ تھا کہ اس طریقہ پر وہ ہند کو اسکے محبوب کے وصل سے محروم کر دیگا اور اپنا بدلہ بخوبی لے سکیگا۔ اور جسطرح کہ ہم تجربہ سے دیکھتے ہیں یہی لاگ اصلی اُلفت کا بھی سبب بنجاتی ہے۔ ثعلبہ کو ہند سے شادی کرنے کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں تھی اور نہ وہ دل سے اس بات کا خواہاں تھا کہ ہند کو اپنی چاہتی بیوی بنائے۔ لیکن جبکہ اُس نے یہ دیکھا کہ ہند کی طبیعت کا میلان حماد کی جانب ہے۔ غیرت اور لاگ نے اُسے اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اب جسطرح ممکن ہو ہند سے عقد کرنا ضروری ہے۔ اگر ثعلبہ نیکدل اور شریف مزاج ہوتا تو امید تھی کہ یہ آرزو محبت کے رنگ میں رنگی جاتی۔ لیکن چونکہ وہ بدباطن تھا لہذا اس میلان کے پردہ میں انتقام کی خواہش پوشیدہ رکھتا تھا۔ پہلے تو اس نے علانیہ ہند سے بدلہ لینے کی کوشش کرنا چاہی اور اس نے ارادہ کیا کہ اسکے والدین سے اسکی شکایت کرے اور اُن سے ہند کے دیر کیطرف جانے اور وہاں خلوت میں حماد سے ملاقات کرنے کا قصہ بیان کر دے۔ لیکن چونکہ اسے معلوم تھا کہ ہند کو اپنے ماں باپ کے نزدیک بہت کچھ عظمت اور اقتدار حاصل ہے اس لئے ڈرتا تھا کہ کہیں میرا بیان غلط سمجھا جائے تو اُلٹی آنتیں گلے پڑینگی۔ اور جبلہ ابن ایہم مجھ سے سخت ناراض بلکہ میرا دشمن ہو جائیگا۔ اور ممکن ہے کہ اس صورت میں حماد کو کامیابی نصیب ہو جائے۔ بہرحال اس قسم کے وجوہ نے اسے بظاہر کوئی کارروائی نہ کرنے دی اور وہ مجبور ہو کر چال چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ ثعلبہ کو اپنے دل کی لاگ مٹانے کے لئے اس بات سے بڑھکر کارآمد کوئی چیز نہیں معلوم ہوئی کہ وہ ہند کے ساتھ شادی کرنے کا پیام اسکے باپ کو بھیجے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میری درخواست اسکی جانب سے نامنظور نہ ہوگی۔ چنانچہ جب ثعلبہ کا باپ حارث بن ابی شمر بیت المقدس سے واپس آیا تو اُس نے موقعہ پا کر اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ اور دعویٰ قبولیت میں قرابت خاندانی کا رابطہ پیش کیا۔ حارث بیٹے کی اس درخواست سے بہت خوش ہوا۔ اور اُس نے وعدہ کیا کہ میں جبلہ سے اسکی بابت گفتگو کرونگا۔

آخر ایک دن حارث بن ابی شمر جبلہ بن ایہم سے ملاقات کرنے کے لئے مع اپنے حشم وخدم کے بلقاء گیا۔ جبلہ نہایت عزت و تکریم سے اُسے پیشوائی کر کے اپنے دارالامارۃ میں لیگیا اور اسکے مناسب مقام میں بٹھایا۔ مزاج پرسی اور ادھر اُدھر کی گفتگو کے بعد حارث نے جبلہ سے اپنے

سمدھی ہونے کی خواہش کا اظہار کیا جسکو اُس نے بہت کشادہ پیشانی کے ساتھ قبول کرکے عنقریب
اِس تقریب کے انجام دینے کا وعدہ کر لیا۔ جبلہ کو اِس بات کی کیا خبر تھی کہ ہند کے دل میں حماد
کی الفت اور ثعلبہ کی عداوت گھر کر چکی ہے۔

دیر تک گفتگو کرتے رہنے کے بعد حارث اٹھا اور رخصت ہوکر بُصریٰ کو واپس گیا اور اسکے
بعد ہی جبلہ بھی دربار برخاست کرکے حرم سرا میں چلا گیا۔ اور اپنی بیوی سعدیٰ کو بلوا کر اُس سے
حارث کی درخواست کا ذکر کیا سعدیٰ نے اپنے شوہر کو اس درخواست کے منظور یا نامنظور کرنے کا
کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ ھند کا دل ثعلبہ کیطرف سے صاف نہیں ہے لیکن اس نے
اپنے شوہر سے کچھ دنوں کی مہلت طلب کی۔ تاکہ اس اثناء میں لڑکی سے گفتگو کرکے اسکا عندیہ
لیلے۔ گو عرب کے قبایل میں ایسے معاملات میں لڑکیوں سے کچھ دریافت کرنے یا ان کی رضا جوئی
کرنے کا قاعدہ جاری نہ تھا بلکہ اسے بیحد بُرا خیال کرتے تھے۔ لیکن چونکہ ھند اپنی ماں کی بہت
پیاری اور اسکے دل پر قبضہ رکھنے والی بیٹی تھی اس لئے اسکو اسقدر اقتدار حاصل ہو گیا تھا کہ
ماں اور باپ ہر معاملہ میں اُس سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

تئیسواں باب (۲۳)

ھند اور اسکی ماں :-

ہم نے ھند کو ایسی حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ بحیرا کے دَیر سے رات کے وقت اپنے قصر
کے جانب واپس آ رہی تھی اور حماد کی جوانمردی پر عش عش کرتی ہوئی سو جان سے اس کے
سودائی الفت کی خریدار بن گئی تھی۔ خصوصاً ثعلبہ کی سفلہ مزاجی اور فریب آمیز پاجیانہ حرکت
نے اسکی طرف سے ھند کا دل بالکل سرد کر دیا تھا۔ اب ایسی حالت میں کہ ثعلبہ کیطرف سے وہ ناراض
ہو چکی تھی اور حماد کی دلبری و مردانگی پر مفتون ہو چکی تھی یہ ضروری بات تھی کہ وہ حماد پر فریفتہ
ہو جائے اور ایسا ہی ہوا بھی۔ جسوقت وہ حما سے جدا ہوکر قصر کی جانب بڑھی ہے مڑ مڑ کر اسے
دیکھتی جاتی اور دل میں کوئی ایسی تدبیر سوچتی جاتی تھی جسکے وسیلہ سے اپنی ماں کے سامنے
اتنی دیر تک غائب رہنے کی معذرت کر سکے۔ چنانچہ اس نے محل میں قدم رکھتے ہی دیکھا کہ اُس کی

اتنے عرصہ تک اُسکے غیر حاضر رہنے سے نہایت رنجیدہ اور پریشان ہے۔ لہٰذا قبل اسکے کہ اُسکی ماں کوئی لفظ کہے۔ خود ہند نے اس بات پر خفا ہونا شروع کر دیا کہ لونڈی نے کنگن لیکر واپس جانے میں اسقدر دیر کیوں لگا دی۔ سُعدیٰ بیٹی کو خادمہ پر ناراض دیکھکر کہنے لگی کہ "مینے تو کنگن بہت پسند کئے تھے اور لونڈی کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ بہت جلد تمہارے پاس واپس لیجائے"

ہند۔ (بات بنانے کا موقعہ پاکر) "ہاں اماں جان! مینے کمبخت کا اتنا انتظار دیکھا کہ دیدے پتھرا گئے اور رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا۔ جب اسقدر دیر ہوتی دیکھی تو ڈیرے کے ایک خادم کو ساتھ لیکر یہاں آئی ہوں"

سُعدیٰ۔ (حیرت سے) "یہ عجیب اتفاق کی بات ہے! خیر بیٹی جانے دو۔ تم سلامتی سے آ تو گئیں۔ تم کو تکلیف ہوئی اسکا بیشک افسوس ہے۔ میں کیا جانتی تھی کہ تم کو یہ وقت بیٹھیں آئیگی۔ خود بھی پریشان تھی کہ اتنی دیر کہاں ہوگئی۔ شاید لونڈی دوسری راہ ہو گئی ہو گی۔ اور اب واپس آنا چاہتی ہے"۔

ہند نے دیکھا کہ چلو خیریت گزری اور بڑی بلا ٹل گئی وہ جلدی سے تھکن کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کیونکہ وہ اس خیال سے بہت پریشان تھی کہ کہیں ثعلبہ پھر حماد پر کوئی تازہ آفت نہ توڑے۔ اور اگر وہ اپنی والدہ کے پاس بیٹھتی تو ممکن تھا کہ وہ اسکی حالت سے کوئی بدگمانی دل میں لاتی۔ ہند کی یہ رات بالکل الجھنوں اور پریشانیوں میں بسر ہوئی۔ صبح ہونے کے قریب ذراسی پلک جھپک گئی ہوگی کہ پھر اُٹھ بیٹھی اور محل کے خادم جو ضروری سامان خریدنے کے لئے شہر بصری کو جاتے تھے اُن سے شہر کے حالات کی سُن گُن لینے میں مصروف ہوئی۔

کچھ دیر کے بعد اسے عبداللہ کی گرفتاری اور حماد کا فرار کر جانا معلوم ہوا۔ جسپر اُس نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ حماد بچ نکلا۔ تاہم اسے اس بات کا دھڑکا لگا رہا کہ کہیں مبتلائے مصیبت نہ ہو جائے۔ اور چونکہ ہند کے پاس حماد کی خبریں ملتے رہنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لئے اُسکے دل پر نہایت اضطراب طاری رہتا۔ اُسے کھانے پینے عیش و آرام کسی بات میں لطف نہ آتا تھا۔ آخر اُسکے چہرے پر زردی ہونٹوں پر خشکی اور آنکھوں میں حلقے نمودار ہو چلے ہر چند اسکی ماں اُسے تسکین دیکر حیرت کے ساتھ اسکی علالت اور ضعف کا باعث دریافت کرتی رہتی تھی لیکن ہند محض اس بات کو بیان کر کے ٹال جاتی کہ ڈیرے کے جانے کے دن جو تھکن ہوگئی تھی یہ اُسی کا اثر ہے"۔

ھند کی ماں اُسے دِن کے وقت میں محل کے آس پاس والے شاداب باغوں میں لیجاتی جو تالاب کے کنارہ پر واقع تھے اور دیر تک وہاں کی روح پرور ہوا سے اسکی صحت پر عمدہ اثر ڈالنے کی کوشش کرتی اور اسکے علاوہ مفرح غذاؤں اور مسکن دواؤں کا بھی استعمال کراتی لیکن ھند کی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی۔ یہانتک کہ اُسکا رنگ بالکل زرد پڑ گیا۔ غذا کم ہوگئی اور بجائے اسکے کہ وہ نہایت خوش مزاج اور بذلہ سنج تھی اسکے چہرہ پر قلق کے آثار اور وحشت نمایاں ہو چلی تھی۔ سُعدیٰ کو بیٹی کی تباہ حالت دیکھکر سخت قلق تھا اور اسکی مامتا اِس خواہش کو بڑھا رہی تھی کہ وہ کسیطرح ھند کی پریشانی یا علالت کا اصلی سبب دریافت کرسکے مگر اُس سے کوئی تدبیر بن نہ پڑی۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سُعدیٰ نہایت عاقلہ اور تیز فہم عورت تھی اسکی فراست کی یہہ حالت تھی کہ لوگوں کی تیوروں سے اُن کا خیال معلوم کرلیتی تھی۔ ہند کے ساتھ ابتداءً بوجہ مہر مادری بدگمانی نہیں کرسکی تھی لیکن کئی دنوں بلکہ ہفتوں تک ٹوہ لگانے رہنے پر بھی اظہار حال کا پہلو نہ ملا تو اُسے بدگمانی پیدا ہوئی اور اُسے خیال گزرا کہ اِس تغیر کا کوئی بڑا سبب ہے۔ لہذا اُس نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ موقعہ ملنے پر اُس سبب کو ضرور دریافت کریگی جبوقت اسکے شوہر جبلہ نے ثعلبہ کے بارہ میں اس سے رائے لینی چاہی اور بیان کیا کہ اُس نے ھند سے شادی کا پیام دیا ہے تو سُعدیٰ کو ہند کے دل کی ٹوہ دریافت کرنے کے لئے ایک موزوں اور عمدہ موقعہ ہاتھ آیا۔ آخر ایک دن اُس نے چند خادموں کو حکم دیا کہ اُس تالاب کے کنارہ پر جو باغ کے وسط میں ہے۔ سامان درست کردیں اور انتظام ہوجانیکے بعد ھند کو ساتھ لئے ہوئے اُس مقام پر گئی۔ اسوقت آسمان صاف وشفاف تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی روح پرور ہوا چل رہی تھی اور آب رواں کے کنارہ پر بیٹھنے سے دل کو شگفتگی حاصل ہوتی تھی۔ ھند معمولی لباس پہنے ہوئے اور اپنے خوشنما بالوں کو ایک چوٹی کی شکل میں گوندھکر پشت پر ڈالے ہوئے تھی اور سر پر ایک پٹی اسطرح باندھ رکھی تھی جیسے دردسر کی حالت میں باندھی جاتی ہے۔ وہ اپنی والدہ کے اصرار سے یہاں چلی تو آئی تھی لیکن راستہ میں بالکل خاموش اور سُست آہستہ آہستہ چلنے اور اپنی لٹکتی ہوئی چادر کے دامن کو سمیٹتے رہنے کے علاوہ کسیطرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ باغ میں پہونچکر ریشمی زرکار اور نرم گدے سے آراستہ آرام کرسی پر بیٹھ گئی جو خوشنما اور بیش قیمت فرش پر ایک درخت کے سایہ میں بچھی ہوئی تھی۔ وہ بالکل سکوت کی حالت میں بت بنی بیٹھی رہی۔ لیکن

اسکی ماں خوشنما پھولوں کے توڑنے اور ایک گلدستہ تیار کرنے میں مصروف تھی۔ جب وہ گلدستہ بنا چکی تو اُسے لا کر ھند کے ہاتھ میں دیدیا اور ہنسکر کہنے لگی "لو بیٹی یہ پھول لو! اگر ان کے سطح پر تمہاری سامنے پیش کئے جائیں ایک خاص معنی ہیں۔ کیا تم ان معنوں کو سمجھتی ہو؟"

ھند اپنی ماں کی بات کا مطلق مطلب نہ سمجھی لیکن اُس نے پھولوں کا گلدستہ لیلیا۔

سُعدیٰ۔ (ھند کو بدستور ساکت پاکر) "کیوں؟ تم میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتی ہو؟"

ھند۔ (چونک کر) "آپ کچھ دریافت فرمائیے تو اُسکا جواب بھی عرض کروں"۔

سُعدیٰ۔ (ہنسکر) "واہ! یہ خوب کہی! مینے دریافت بھی کرلیا اور تم جواب بھی دیچکیں"۔

ھند۔ (حیرت سے) "نہیں تو! آپ نے مجھسے کچھبھی دریافت نہیں فرمایا اور نہ مینے کوئی جواب دیا"۔

سُعدیٰ۔ "ہاں۔ ہاں۔ تم جواب دیکر مکرتی ہو یہ کیا بات ہے؟"

ھند۔ "اماں جان! جواب کیسا۔ مینے تو منھ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا"۔

سُعدیٰ۔ "ٹھیک ہے۔ تم نے زبان سے کوئی بات نہیں کی لیکن تمہارا میرے ہاتھ سے پھولوں کا لے لینا ہی میرے سوال کا جواب تھا"۔

ھند۔ (اور زیادہ متحیر ہوکر) "اماں جان! آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ صاف صاف ارشاد کیجئے"۔

سُعدیٰ۔ "مینے اپنے دل میں اس گلدستہ کو تمہیں دینے ہوئے یہ بات سوچ لی تھی کہ تمہارا اسے میرے ہاتھوں سے لے لینا میرے سوال کا جواب ہوگا"۔

ھند۔ "آخر آپ مجھ سے رمز و کنایہ کے ساتھ کیوں گفتگو کرتی ہیں۔ مینے زبان سے تو کوئی بات نہیں کہی؟"

سُعدیٰ۔ "خیر اس بات کو جانے دو۔ میں تم سے ایک اور بات دریافت کرتی ہوں اُسکا جواب تو سچ سچ دوگی؟"

ھند۔ "فرمائیے۔ بسر و چشم جو حکم ہوگا تعمیل کرونگی"۔

سُعدیٰ۔ "کیا تم اپنے ابن عم "ثعلبہ" سے محبت کرتی ہو؟"

ھند نے ثعلبہ کا نام سُنا تو وہ گھبرا گئی۔ اسکے چہرے پر پہلے سُرخی اور اسکے بعد یکایک زردی دوڑ گئی اور رنج والم کے آثار عیان ہونے لگے مگر اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔

سُعدیٰ۔ "تم نے تو جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب خاموش کیوں ہوگئیں؟"

ھند۔ "آپ کو اس بات کے دریافت کرنے کی وجہ کیا تھی جبکہ آپ کو خود علم ہے کہ میں اس جوان کی نسبت اپنے دل میں کیا خیال رکھتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی مراد کیا ہے؟"

سُعدیٰ "بیٹی میں فضول نہیں کہتی ہوں۔ تم صاف صاف بتا دو کہ تم کو ثعلبہ سے محبت ہے یا نہیں؟"

ھند۔ "(دل مضبوط کر کے اور انجان بنکر) کیا وہ میرا ابن عم نہیں ہے؟ میں اسکے ساتھ ویسی ہی محبت رکھتی ہوں جیسے برادری کے لوگوں سے رکھنی چاہیئے۔ گو وہ اس محبت کے بھی لایق نہیں ہے۔"

سُعدیٰ۔ لیکن میرے سوال کا مدعا کچھ اَور ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا اس محبت کے علاوہ کوئی اَور محبت بھی اسکے ساتھ رکھتی ہو؟"

ھند اپنی ماں کے کلام کا مطلب پا گئی اور نفرت ظاہر کر کے چپ ہو گئی۔

سُعدیٰ (ھند کو خاموش دیکھکر اسکے گلے میں ہاتھ ڈال کر لپٹا لینے کے بعد) "آخر تم جواب کیوں نہیں دیتی ہو۔ تمہارے والد نے مجھ کو اس بات کے دریافت کرنے کی ہدایت کی ہے۔ میں انہیں کیا جواب دوں؟"

ھند چپ چاپ تھوڑی دیر تک اپنی ماں کا مدعا سوچتی رہی اُسے اس گفتگو کے پردہ میں ایک اور معنی نظر آئے جو اُس نے اپنی والدہ کے چہرے سے معلوم کر لئے۔ لیکن اُس نے انجان بنکر لاپروائی عیاں کی اور آرام کرسی پر تکیہ لگائے ہوئے اپنی ماں کیطرف تیز تیز نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ گویا وہ بزبان حال کہہ رہی تھی کہ اس بارہ میں زیادہ پہیلیاں نہ بجھوائیے"

سُعدیٰ نے اس بلا کے سکوت کے توڑنے کے لئے پھر دوبارہ سوال کیا کہ "کیوں صاف صاف جواب کیوں نہیں دیتی ہو"

اور ھند نے سنبھلکر بیٹھنے کے بعد حیرت آمیز نظر سے اپنی والدہ کی صورت دیکھکر کہا "امّاں جان! مہربانی فرما کر صاف بات ارشاد کیجیئے۔ آپکے اس سوال کے ایک معنی ایسے نکلتے ہیں جنکے خیال سے میرا دل کانپ جاتا ہے۔ اُس کمینہ اور ریاکار شخص کے ساتھ علاوہ اس محبت کے جو قرابت کی وجہ سے میں اپنی طبیعت کے خلاف رکھتی ہوں اور کس قسم کی محبت آپ کو مطلوب ہے؟"

سُعدیٰ۔ (اس بات کو سمجھکر کہ ھند کے دل میں ثعلبہ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اگرچہ وہ پہلے سے یہ بات جانتی تھی مگر ھند کے خیالات کی تہ تک پہنچنے کے لئے انجان بنکر) "اپنے ابن عم کو بُرا بھلا کہنے میں جلدی نہ کرو۔ کیونکہ وہ عنقریب تم سے سب سے زیادہ نزدیکی حاصل کریگا۔"

ھند۔ (نفرت عیاں کرکے اور پھولوں کو ہاتھ سے پھینک کر اپنی ماں کیطرف ملامت آمیز تیوروں سے نظر کرکے) "اماں جان! میں اُمید کرتی ہوں کہ آپ کی زبان سے میرے دل کو دکھانے والی بات نہ نکلے گی۔ اسقدر چبا چبا کر گفتگو کرنے اور دل دُکھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے ثعلبہ کی مراد مجھ سے پوری نہ ہوگی۔ اور نہ خود وہ موجودہ قرابت سے بڑھکر کسی اَور قرابت کا خواہاں ہوسکتا ہے۔ آپ کی محبت کی قسم کھاکر عرض کرتی ہوں اگر یہ بات ممکن ہوتی کہ میں اسکی رشتہ داری سے الگ ہوسکتی تو ضرور رہتا کہ اس بات کو کرکے دکھا دیتی۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ میں اُسے نہایت ذلت کی نگاہوں سے دیکھتی ہوں اور میرا خیال ہے کہ آپ مجھ سے کہیں بڑھکر خود اس سوال کا جواب دے سکتی ہیں۔ پھر آپ مجھے کیوں چھیڑتی ہیں؟"

سُعدیٰ۔ (ضبط سے کام لیکر) "نہیں میں معاملہ کی بات کہتی ہوں۔ تمہارے چچا حارث نے تمہارے باپ سے تمہارے بارہ میں بات چیت کی ہے۔ ہم آخر انہیں کیا جواب دیں"۔

ھند نے اپنی ماں کیطرف حقارت سے دیکھا جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اسکی بات کو سچ نہیں جانتی مگر سعدیٰ نے اپنے بشرہ اور قیافہ سے اس بات کا اظہار کرکے کہ وہ صاف صاف گفتگو کر رہی ہے۔ کہا — "نہیں۔ بلکہ میں تجھ سے صاف صاف سوال کرتی ہوں کہ کیا تو اُس سے محبت رکھتی ہے؟"

ھند اُٹھکر اپنے ہاتھ سے گری ہوئی پھولوں کو چُننے میں مصروف ہوگئی۔ اسکے چہرہ پر رنج اور کبیدگی کے آثار زیادہ اُبھر آئے۔ اور اُس نے اپنے سکوت کو کافی جواب تصور کیا۔ اگرچہ ھند کا خیال درست تھا۔ سُعدیٰ تجاہل میں مبالغہ کر رہی تھی اور اُس کا خیال تھا کہ شاید انہیں باتوں کے اثناء میں اس بات کا پتہ چل جائے کہ اسکی بیٹی دیر سے واپس آنے کی رات سے رنجیدہ اور کبیدہ کیوں رہتی ہے لہذا اس نے کہا — "میں تم سے باتیں کرتی ہوں اور تم ٹالتی ہو۔ شاید میری بات تمہارے خیال میں جواب دینے کے قابل نہیں ہوتی"۔

ھند (ماں کے اس طرح پر ملامت کرنے سے شرمندہ ہوکر اور اسکی گود میں لیٹ کر ہاتھوں کو چومتے ہوئے) "توبہ۔ توبہ! اماں جان! بھلا مجھ سے ایسی گستاخی ہوسکیگی؟ ہاں مجھ کو آپ کے بار بار ایک ہی بات کو دریافت کئے جانے اور اسی کا جواب طلب کرنے پر سخت تعجب ہوتا ہے۔ آپ کو یہاں تک علم ہے کہ میں اگلی قرابت کو بھی قطع کرنے کا قصد رکھتی ہوں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک دوسرا عیب بھی اپنے سر سے تھوپ لوں؟" ثعلبہ کی مراد مجھ سے پوری نہیں ہوگی"

سعدی۔ (ہنسکر) "میرا خیال ہے کہ تو ثعلبہ کے سوا کسی اور شخص کا خیال رکھتی ہے۔"
اگرچہ سعدی نے ہنسکر یہ بات کہی تھی لیکن اُس نے دیکھا کہ ھند کے چہرہ پر اس بات کے سنتے ہی ایک فوری تغیر نمایاں ہوا۔ اور یکایک اُسکے گالوں پر سرخی جھلک آئی۔ اور وہ ساکت ہوگئی۔ سعدی نے دوبارہ کہا۔ "آخر تو مجھے جواب کیوں نہیں دیتی؟ لڑکی! میں دیکھتی ہوں کہ تیرا چہرہ بول رہا ہے۔ اور تیری آنکھیں اقرار کر رہی ہیں۔ پھر تیری زبان کو کیا ہوگیا کہ وہ نہیں کھلتی؟"

ھند کو اپنا پیارا محبوب اور اسکی دلفریب گفتگو یاد آگئی۔ اسکے ساتھ ہی اس بات کا خیال بھی آیا کہ ثعلبہ نے اُسے کیسی کیسی تکلیفیں دی ہیں اور آخر اُسے یہاں سے بھاگ جانے اور جان و آبرو بچانے پر مجبور کر دیا۔ آہ۔ اسکی صورت بھی دیکھنی مشکل ہوگئی۔ اُسے اسقدر صدمہ ہوا۔ کہ دل بے قابو ہوگیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُس نے اپنی حالت کو مخفی رکھنے کے لئے اپنی ماں کی طرف سے منھ پھیر کر ایک ہرن کیطرف دیکھنا شروع کیا جو کسی وجہ سے بھڑک کر دور کے ٹیلوں پر اُچھل رہا تھا۔ اور چپ رہگئی۔ آنسو آنکھوں میں اُمنڈے چلے آتے تھے اور قریب تھا کہ ٹپکنے لگیں۔
سعدی کو اسکی حالت دیکھکر اور بھی زیادہ شک پیدا ہوا۔ اور اس نے اپنے دل میں غور کیا کہ اصلی راز کے معلوم کرنے کا یہی وقت ہے۔ اُس نے کہا۔ "ھند! تو میری طرف سے منھ کیوں پھیر رہی ہے۔ شاید کسی بات کو چھپانا چاہتی ہے؟"
ھند اوسی طرح منھ پھیرے رہی اور اسوقت اُسکی دلی تمنا تھی کہ خلوت ملجائے تو دل کھولکر روؤں۔

سعدی۔ (ھند کے کندھوں کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کر اُسکا منھ اپنی جانب پھیرنے کی کوشش کرتے ہوئے یہ دیکھکر کہ وہ زبردستی منھ پھیرے لیتی ہے اور اب اس نے اپنے چہرہ کو آستین میں چھپا لیا ہے تاکہ اسکا رونا ظاہر نہ ہو اور یہ معلوم کر کے کہ ھند رو رہی ہے دل پر چوٹ کھا کے) "کیوں؟ ھند! تم روتی کیوں ہو؟ شاید میرا خیال صحیح ہے تم ضرور مجھ سے کوئی بات چھپاتی ہو۔"
ھند سے ضبط نہ ہو سکا اور زار و قطار رونے لگی لیکن اس بات سے ڈرتی تھی کہ اُسکی ہچکیوں کی آواز اسکے ماں کے کان میں نہ پڑے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں کی روانی سے اسکا دامن بالکل تر ہوگیا اور وہ باوجود کوشش کے اپنے دل کو سنبھال نہ سکی۔

سُعدیٰ کو یقین آگیا کہ ھند ضرور کسی کے عشق میں مبتلا ہوگئی ہے اور اسکا دل اسی غم میں مبتلا رہتا ہے۔ مگر چونکہ اصلی حال سے اُسکو علم نہیں ہوا تھا لہذا وہ رازجوئی کے طرز سے کہنے لگی ––– "تو یوں کیوں نہیں کہتی ہو کہ تمہارے ثعلبہ کیطرف متوجہ نہ ہونیکا باعث کوئی دوسرا خیال ہے؟"

ھند بالکل ساکت رہی اور شرم وحیا کی وجہ سے اپنا منھ دامن میں چھپائے رہگئی۔

سُعدیٰ خاموش ہوکر دیر تک اس بات پر غور کرتی رہی کہ وہ کون ایسا شخص ہے جسکو یہ کمبخت اپنا دل دے بیٹھی اور چونکہ اُسے خوف تھا کہ زیادہ اصرار کے ساتھ دریافت حال کی کوشش کرنے میں ممکن ہے کہ یہ شرما جائے اور اپنا حال بیان نہ کرسکے اس لئے وہ چپ ہوگئی۔

چند لمحے دونوطرف سکوت طاری رہا اور آخر میں سُعدیٰ نے متانت کے ساتھ کہنا شروع کیا۔ ––– "ھند! اب تمہارا راز ظاہر ہوگیا ہے۔ تم اسکے چھپانے کی فضول کوشش چھوڑ دو۔ مجھ کو معلوم ہوگیا ہے کہ تمہیں کسی جانگزا خیال کے پنجے سے رہائی نہیں ملتی۔ بیٹی! جو کچھ تمہارے دل میں ہو مجھ سے صاف صاف کہڈالو۔ میں تمہاری ماں ہوں اور تم جانتی ہو کہ مجھے تمہارے ساتھ بیحد محبت ہے۔ پیاری تم اپنا دل نہ کُڑھاؤ۔ مجھے اپنے راز کا خزانہ بناؤ اور اسوقت ماں نہ سمجھو بلکہ دوست کی جگہ تصور کرو۔ دیکھو یہاں تنہائی کا موقعہ ہے کوئی دوسرا موجود بھی نہیں میں ایک مدت سے تمہاری حالت دیکھ دیکھ کر متفکر تھی۔ اب زیادہ رنج نہ اٹھاؤ۔ اپنا حال صاف صاف بیان کردو۔ ثعلبہ کی مجال کیا ہے کہ وہ تمہارے جسم کے ایک رونگٹے کو ہاتھ لگا سکے۔ میں اسکے پاجی پن سے خود ہی بخوبی واقف ہوں۔ اگر تمہارے باپ منظور بھی کرلیں تو میں کب اس بات پر رضامند ہوتی ہوں۔" اسقدر کہنے کے بعد بھی جب ھند نے مہر سکوت نہیں توڑی اور نہ سر اوٹھایا تو اسکی ماں نے اُسے چمٹا کر چھاتی سے لگالینے کے بعد خوب بھینچ کر پیار کرنا شروع کیا۔ ھند اوربھی شرم کی وجہ سے منھ چھپائی جاتی تھی۔ اور اُسکی ماں باربار اصرار کے ساتھ کہتی رہی ––– "میری بچی! اب مجھ سے انتظار کی قوت سلب ہوچکی ہے۔ تم اپنے دل کی بات بتاؤ اور خوف نہ کھاؤ۔ میں تمہاری آرزو پوری کردینے کا ذمہ لیتی ہوں۔"

ھند نے اپنی ماں کو بہت مصر پایا تو اُس سے کچھ بن نہ پڑا۔ مجبوراً سر اُٹھا کر آنسوؤں سے ڈبڈبائی ہوئی اور روتے رہنے سے سرخ ہوجانے والی آنکھوں سے اُسکی طرف دیکھکر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ پھر حیا نے غلبہ کیا اور سر جھکا کر روتی ہوئی اپنی ماں کے سینہ پر لوٹ گئی۔ عشق کی پوشیدہ آگ مشتعل ہوچکی تھی اور اسکے دل وجگر کو پھونک رہی تھی اور وہ رنج والم کے وفور سے بیتاب

ہوکر آنسوؤن کے چھینٹے سے اُسے بجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

سُعدیٰ۔ (ھند کے سر کو دونون ہاتھوں سے سنبھال کر اوپر اٹھانے کے بعد اسکی پیشانی کا بوسہ لیکر) "میری جان! میری لختِ جگر! تم بولتی کیون نہیں ہو۔ دیکھو ہم اسوقت تنہا ہیں جو کہنا ہے بے تکلف اور جلد کہہ ڈالو۔ تمہیں کس سے اُلفت ہے اور وہ کون شخص ہے جس نے تمہارے جری دل کو تسخیر کر لیا ہے؟"

ھند۔ (آہ سرد بھر کر) "آہ ـــــ" چُپ رہ گئی۔

سُعدیٰ (ھند کے آہیں بھرنے کو اپنے سوال کا شافی جواب پاکر) "آخر وہ کون جوانمرد ہے جس نے تیرے دل کو اپنا شکار بنا لیا۔ ہم لوگ تو بڑے بڑے دلیرون اور جوانمردون سے بھی بڑھکر تجھ کو مستقل مزاج سمجھا کرتے تھے اور آج تک کبھی تجھے اسقدر دل چھوٹا کرتے نہیں دیکھا تھا۔ کچھ تو بتاؤ؟"

ھند۔ (شرم سے سر جھکا کر) "آپ کوئی خوف نہ فرمائیے ۔۔۔۔ میں کسی سے محبت ۔۔۔ نہیں رکھتی ـــــ لیکن میں چاہتی ہون کہ اس دنیا سے اور اسکے بکھیڑون سے نجات پا جاؤن ۔۔۔ آہ ۔۔۔۔ میں بدنصیب ہون۔ آفت زدہ ہون ۔۔۔۔ رنج وغم کھانا اور مصیبت جھیلنا میری پیشانی میں لکھدیا گیا ہے ـــــ" اسکے بعد رونے لگی اور ہچکیاں بندھ گئیں۔

سُعدیٰ۔ (بیٹی کے رونے سے بیچین ہوکر و فور الفت سے اسکی پیشانی کا بوسہ لیکر اُسے کلیجے سے لگا کر) ھند! پیاری ھند! ہوش کی دوا کر۔ یہ تو کیا کہہ رہی ہے۔ شاید تو اپنے محبوب کے وصل سے مایوس ہو رہی ہے؟"

ھند۔ (حیا کو الگ کر کے) "ہان۔ امّان جان! مَیں ناامید ہون۔ اور مرجانے کو اپنے دردِ دل کی دوا سمجھتی ہون۔ ہائے آپ اپنی بدبخت بیٹی ھند کی حالت پر روئیے اور اسکی کم نصیبی پر آنسو بہائیے۔"

سُعدیٰ کو یقین ہو گیا کہ میرا گمان صحیح تھا اور باقی حالات معلوم کرنیکے درپے ہوکر اس نے کہا۔

ـــــ "تو غسّان کی امیرزادی اور اس ملک کے عورتون کی سرتاج ہے۔ لوگ تیری سمجھداری اور دانائی کو مشہور عالم کر رہے ہیں اور تیرے کنبہ کی عورتیں کیا مرد تیرے اس رتبہ اور ہر دلعزیزی پر غار کھاتے ہیں پھر تو بدنصیب اور کمبخت کیونکر ہو سکتی ہے؟"

ھند۔ "معلوم نہیں کہ وہ لوگ کس بات پر مجھ سے غار کھاتے ہیں۔ شاید میری موت پر" روتی ہے

سُعدیٰ (دل میں بیٹی کی پریشانی پر رنجیدہ ہوکر روتی ہوئی اور ضبط کی کوشش کرتی ہوئی)

"ھند! تو بدبختی کا نام مت لے۔ تو مالک مختار ہے کسی کا خوف نہ کر۔ مَیں تیری مددگار ہوں اور جو تیری خوشی ہوگی وہی کرونگی تو اپنے دل کی بات کھول کر کہدے۔ اب بہت روچکی مجھ کو بھی بیکار رولاتی ہے تو اسے خوب سمجھ لے کہ ثعلبہ کی درخواست نامنظور کر دیجاویگی۔ خواہ وہ تیری الفت میں جان ہی کیوں نہ دیتا ہو۔"

ھند۔ (ثعلبہ کا نام آتے ہی دانت کٹکٹا کر) "وہی بدبخت تو تمام فسادوں کا بانی ہے۔ وہی تنہا میری آزار اور بدقسمتی کا اصلی باعث ہے۔ کیا آپ خیال کرتی ہیں کہ میری الفت نے اُسے مجھ سے عقد کی درخواست پر اُبھارا ہے؟"

سُعدی۔ (بات کاٹ کر) "اور کس بات نے؟"

ھند۔ "اس نے یہ سب باتیں محض اس جوانمرد اور شریف شخص سے بدلہ لینے کے لئے کی ہیں جس نے محض اپنے کرم اور دلیری کی وجہ سے اسکی جان بخشی کردی تھی۔"

سُعدی کو گھوڑدوڑ کا واقعہ یاد آ گیا۔ اور حماد کی شریف مزاجی کیطرف اُسکا خیال رجوع ہوا۔ پھر تو اُسے ایسا معلوم ہوا کہ گویا اُسکی آنکھوں پر سے ایک پردہ اُٹھ گیا۔ اور تمام حالات ظاہر ہوگئے۔ سُعدی کو یقین آگیا کہ ھند کو حماد کی اُلفت نے زار و نزار کردیا ہے۔ اور وہ حیرت و تعجب کے ساتھ کسی قدر رنج میں مبتلا ہوکر ساکت رہگئی۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ حماد ایک پردیسی اور مجہول النسب شخص ہے۔ پھر اسکے علاوہ وہ سُن چکی تھی کہ وہ کہیں بھاگ گیا ہے اور اُسکا باپ جاسوس ہونے کے الزام میں گرفتار ہوا ہے۔ غرضکہ سُعدی کو اُسوقت سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوران گفتگو میں حماد کا ذکر آنے سے اُسے کوئی نفرت یا کبیدگی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ بلکہ وہ مسرت کے ساتھ اسکے حالات سننے کی آرزومند ہوئی تھی۔ اس لئے کہ اُس نے اپنی آنکھوں سے اسکی جوانمردی اور اخلاق کریمانہ کا تماشا دیکھا تھا۔ اگر اُسے کوئی امر خلاف توقع معلوم ہوا تو وہ صرف یہ تھا کہ ھند کی ایسی سمجھدار اور خوددار لڑکی ایسے مجہول النسب اور بے جانے بوجھے آدمی کو کسطرح دل دے بیٹھی۔ مگر وہ اپنے دل میں سمجھ گئی کہ ایسی ہیچیدگی قدرت کیطرف سے واقع ہوئی ہے۔ اور خدا کی مرضی یہی تھی۔

ھند۔ (اپنی ماں کیطرف غور سے دیکھکر تا کہ اس بات کا پتہ لگائے کہ اُسکی تلمیح نے کیا اثر دکھایا اور اُسے ساکت پاکر) "آخر میںنے آپ سے نہیں کہا تھا کہ مَیں بدبخت ہوں۔ وہ بھی اپنی مصیبت میں پڑنے کے سبب کیطرف ابھی میںنے ایک ادنیٰ سا اشارہ کیا تھا جسپر یہ سِتم ٹوٹا۔

کہ آپ کی مادری محبت وغیرہ سب اُڑ گئی اور اُس نے آپ کو متحیر بنا دیا۔"
سُعدیٰ۔ "نہیں بیٹی! ایسا خیال ہرگز نہ کر۔ میں تجھ سے مدد دینے کا وعدہ کیا ہے اور میں اَب تک اپنے وعدہ پر قایم ہُوں۔ مگر چونکہ مجھ کو اچانک اِس بات کی اطلاع ہوئی ہے لہذا مَیں حیرت زدہ اور بدحواس ہوگئی ہوں۔ تو کیا تم واقعی اُس جوان سے محبت رکھتی ہو۔ وہ فی الواقع نہایت دلیر اور شریف مزاج ہی۔ اور دور والی دن سے آجتک میں دل سی اُسکی معترف ہوں"
ھند چپ ہوگئی اور اُسکی خاموشی ہی جواب شافی تھی۔
سُعدیٰ دوبارہ اسکے متعلق حیرت و تفکر میں مستغرق ہوگئی اُسے فکر پیدا ہوگئی کہ اپنی بیٹی ایک مجہول النسب شخص کو کیونکر دے سکتی ہے اور اِس پر طرّہ یہ کہ وہ جاسوس ہونے کی تہمت میں بدنام ہوچکا ہے۔ اُسکا باپ گرفتار ہوکر حارث اور ثعلبہ کے غصہ میں مبتلا ہوا ہے۔ اُسے معلوم ہوا کہ اگر ھند اسیطرح اپنے ارادہ پر قایم رہی تو اسکا باپ سخت ناراض ہوگا۔ کیونکہ اِس معاملہ کی وجہ سے اون سے اور حارث سے دشمنی ٹھن جائیگی۔ لیکن وہ اپنے ان خیالات کو ھند پر نہیں ظاہر کرسکی۔ کیونکہ اُسے ڈر تھا کہ مبادا جبکہ وہ حماد پر اسقدر دلدادہ ہے کہیں مایوس ہوکر کوفت اُٹھانے و بیمار نہ پڑجائے یا خدانخواستہ جان پر کھیل جائے۔ انہیں خیالات کی بنا پر اُس نے مناسب جانا کہ ھند کی دلدہی کرے۔ یہ سوچکر وہ کہنے لگی:۔
—— "بیٹی! اِس میں شبہ نہیں کہ حماد تمہاری الفت کے قابل ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ ایک پردیسی اور بے نام ونشان شخص کی محبت تمہارے دل میں کیونکر جاگزین ہوئی اور وہ بھی اسقدر گہری؟"
ھند۔ "(بات کاٹ کر) مَیں تو آپسے پہلے ہی عرض کرچکی ہُوں کہ میری موت کے سامان ہورہے ہیں مجھے پہلے ہی سے اِس بات کا خیال تھا کہ آپکے دل میں یہ شکوک پیدا ہونگے لیکن اَب اِن باتوں سے کیا فایدہ ہی۔ حماد ایسی جگہ چلا گیا ہے جو ہمیں معلوم بھی نہیں اور ممکن ہے کہ بدبخت ثعلبہ نے اُسے اپنے مکر و فریب کا شکار بنا لیا ہو۔" یہ کہکر پھر رونے لگی یہاں تک کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔
سُعدیٰ۔ "ھند! تو اسقدر دل شکستہ نہ ہو۔ فریبی اور مکار پر خدا کی مار پڑتی ہے مگر مجھے اِس بات سے سخت حیرت ہے کہ ثعلبہ ہاتھ دھوکر اُس جوان کے پیچھے پڑ گیا۔ حالانکہ اِن دونوں میں عداوت کی کوئی وجہ بھی نہیں۔"
ھند۔ (دانت پیسکر) "ھند۔ غیرت اور بیباکی ہیں۔ انہیں باتوں کا یہ اثر ہے۔ واللہ

یہ بدکار ثعلبہ حماد کی جوتی کی خاک کی بھی برابری نہیں کرسکتا۔" یہ کہکر پھر رونے لگی۔

سُعدیٰ دیر تک ھند کو تسلی اور دلاسا دیتی رہی یہان تک کہ اُسکی طبیعت ٹھیر گئی۔ اسوقت اُس نے اس بات کی کوشش شروع کی کہ اس محبت کی ابتدائی حالت اور نوعیت کا پتہ لگائے۔ اور اِسی خیال سے اس نے کہا ——— "ھند! تو نہایت سمجھدار اور ذہین لڑکی ہے اور تیری تیز فہمی اور باریک بینی تمام ملک میں مشہور۔ مجھے حیرت ہی کہ ایک ایسے شخص کو جسکی حسب و نسب سے ہم واقف نہیں ہیں تو نے اپنا دل کیونکر نذر کر دیا؟"

ھند۔ (آہ سرد بھر کر) "آہ۔ وہ بڑا عالی نسب اور صاحب حسب ہے خود اُسکی صورت اسبات کی گواہ ہی"

سُعدیٰ۔ "بیٹی! کہیں چہرے مُہرے سے حسب و نسب پر دلالت ہوا کرتی ہے؟"

ھند۔ "مجھ کو معتبر طریقہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ملک عراق کا ایک امیر ہے اور اتنا ہی کافی ہے اور اگر آپ اُسے اس مرتبہ سے کم بھی سمجھئے تو کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو وہ خدا کی جانب سے میرے دِل پر غالب آچکا ہے۔ مین اپنے دل کی راز آپ سے بیان کر چکی ہون" یہ کہکر حیا سے سر جھکا لیا اور اُسکا دِل جوش مسرت سے دھڑک رہا تھا۔ کیونکہ اُسکی والدہ نے اُسکی طرفداری اور مدد کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔

سُعدیٰ۔ "تجھ کو اُسکے حسب و نسب کا پتہ کیونکر چلا؟"

ھند چونک پڑی اور اپنی اُس خطا پر جو بحیرا کے دَیر کیجانب اپنی مان سے جھوٹ بولکر جانے مین اس سے سرزد ہوئی تھی نہایت نادم ہوگئی۔ اس نے جُھک کر اپنی مان کے دونو ہاتھ تھام لئے اور اُنہیں چوم کر کہنے لگی ——— "امّان جان! میری خطا کو معاف فرمایئے۔ مینے سخت گناہ کیا ہے اگر آپ اُسے سنینگی تو اَور بھی خفا ہونگی ———"

سُعدیٰ۔ (حیرت سے) "اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

ھند نے اپنی مان سے "دَیر بحیرا" جانے کا قصہ اور جو واقعات وہان پیش آئے تھے خلاصہ طور پر رُک رُک کر اور کبھی تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ جو باتیں اس سے اور حماد سے ہوئی تہیں وہ سب کہہ ڈالیں۔ اس بیان کے اثنا میں وہ کبھی شرم سے سر جھکا لیتی اور کبھی ہنس پڑتی تہی۔ سُعدیٰ گردن جھکائے ہوئے غور سے اُسکی باتیں سن رہی تھی۔ جسوقت ھند نے اپنی رام کہانی تمام کی سُعدیٰ کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ گویا کسی خواب غفلت سے چونک پڑی ہی۔ اور اس نے ھند کو بہت کچھ تسکین و دلاسا دیکر اُسے بہتری کا اُمیدوار بنایا۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی کہی کہ مین کسی ایسی تدبیر سے تیری آرزو پوری کرونگی

جس میں کنبہ اور قبیلہ کے نام ونمود میں داغ نہ لگ سکے۔
ھند کو اپنی ماں کیطرف سے تو اطمینان ہوگیا تھا۔ لیکن حماد کے بھاگ جانے کی وجہ سے وہ رنجیدہ اور کبیدہ خاطر تھی۔ بلکہ ماں کو اسقدر مہربان پاکر حماد کے لئے اسکی پریشانی ترقی کرگئی تھی۔ کیونکہ پہلے تو اُسے ان کی نارضامندی اور ناپسندیدگی کا خیال حماد کے خطرناک حالت میں واقع ہونے سے اپنی طرف مشغول کئے تھا اب یہ خوف زائل ہوا تو حماد کی فکر غالب آگئی اور اسکی بے چینی میں اضافہ ہونا شروع ہوا۔ ھند اور اسکی ماں اتنی دیر تک باتیں کرتی رہیں کہ غروب کا وقت نزدیک آگیا۔ اور یہ دونوں اپنے خیالات میں اسقدر منہمک ہوگئی تھیں کہ ان کو شام کے قرب کا بھی احساس نہ ہوا۔ اگر اُن چرواہوں کو واپس ہوتے نہ دیکھتیں جو اپنے مویشیوں کو جنگلوں سے واپس لارہے تھے تو انہیں بالکل خبر نہ ہوتی۔ آخر یہ دونوں اٹھیں اور آہستہ آہستہ محل کے جانب روانہ ہوئیں۔ دونوں کے دل افکار سے بھرے ہوئے تھے۔ مگر ھند کو حماد کا تصور بیطرح ستا رہا تھا اور وہ اُسکے تلاش کی فکر کر رہی تھی۔ اس کے دل میں آیا کہ ماں سے اس بارہ میں بھی امداد کی درخواست کرے۔ چنانچہ چلتے چلتے وہ اپنی ماں کے قریب پہنچی اور مہر مادری کو جوش دلانے کے لئے اُسکے کندھوں پر ہاتھ اور سینہ پر سر رکھ کر کہا۔ "اماں جان! اسکی کیا تدبیر ہوسکتی ہے کہ ثعلبہ کی جعلسازی سے حماد کو نجات ملے۔ یہ بات کس دین میں جایز ہے کہ ایک جوانمرد و شریف آدمی حاسدوں کے حسد اور جعلسازوں کے فریب کا شکار بنجائے اور کوئی اُس کی مدد نہ کرے؟"
سعدی۔ "بیٹی تم اسکی فکر نہ کرو۔ خدا کو منظور ہے تو میں اس بات کا بھی انتظام کرونگی اور اسکے حفظ وحمایت کی ذمہ واری کرلونگی۔ ابھی صبر وتامل سے کام لینا مناسب ہے پہلے ہم کو حماد کے حالات اور اُسکے فرار ہونیکے اسباب پر غور کرلینا لازم ہے۔"
بظاہر سعدی نے ھند کی تسکین خاطر کے لئے یوں کہدیا۔ مگر دل میں اُسے حماد کے زندہ باقی ہونیکی نسبت بھی شک تھا۔ اور وہ اپنی بیٹی کو ایک غریب الوطن سے اُلفت رکھتے دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ بلکہ اس بات سے پشیمان تھی کہ میںنے اُس سے رد دینے کا وعدہ کیوں کر لیا۔ تاہم اس خیال سے کہ حماد کی زندگی ایک موہوم امر ہے۔ اُسے اس مصیبت کے ہلکا تصور کرنے کا موقعہ ملتا تھا اور وہ ہند کو تسکین وتشفی دیتی رہتی تھی۔ اسیطرح باتیں کرتی ہوئی یہ دونوں محل میں داخل ہوگئیں۔ رات کا بھی کچھ حصہ انہیں باتوں کے متعلق سرگرم کلام رہنے میں گزرا۔ یہاں تک کہ سونے کا وقت آگیا۔ اسوقت دونوں جدا ہوگئیں۔
دوسرے ہی دن سے ہند نے حماد کی جستجو شروع کردی۔ چند روز کے بعد اُسے اتنا سراغ ملا کہ حماد کی

والد کو امیر اطور ہرقل نے معافی دیکر امان کی تحریر لکھدی جسکو سُنکر وہ خوش ہوگئی۔ اور اس امید میں رہی کہ حماد کا نشان معلوم ہونے پر اُس سے کہلا بھیجے گی۔ لیکن اس بات کا موقع کہاں ملسکتا تھا۔

چوبیسوان باب (۲۴)

دَیرِ بحران کا مُنادی

وہی صرح غدیر کا محل ہے اور ہند کا کمرہ۔ ہند دریائے تفکر میں ڈوبی ہوئی ایک آرام کرسی پر سر جھکائے بیٹھی ہے اُسکی آنکھوں سے جوئے اشک جاری ہے اور سینہ کے پھولنے۔ ہونٹھوں اور نتھنوں کے جنبش کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دبی دبی آہیں بھرتی اور وفور گریہ سے سسکیاں لیتی ہے۔ یکایک وہ کسی صدا کے کان میں آجانے سے چونک پڑتی ہے اور معلوم نہیں کیوں رونا دھونا موقوف کرکے کان لگا کر بغور سننے لگتی ہے کہ کیا آواز آئی تھی اور کدھر سے۔ کوئی آواز دینے والا دوبارہ صدا لگاتا ہے "بحران مبارک کی منت کس نے مانی ہے؟" اور ہند اس صدا کو سنتے ہی جھروکے سے سر نکالکر پکارنے والے شخص کی صورت دیکھنے لگتی ہے۔ ایک سوار سر سے پیر تک عبا میں لپٹا ہوا۔ سر پر راہبون کی ایسی ٹوپی رکھے ہوئے اور ہاتھ میں چاندی کی صلیب لئے ہوئے اسے نظر آتا ہے جسکو دیکھتے ہی وہ سمجھ جاتی ہے کہ یہ بحیرا کے دَیر کا منادی ہے جو معمول کے مطابق ہرسال بستیون اور شہرون میں گشت لگاکر دَیر کے لئے نذریں جمع کیا کرتا ہے۔

ہند نے دَیر بحیرا کا نام سُنا تو اُسکے دل پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ اُسے اپنے حبیب کی ملاقات اور اُسکی دلفریب گفتگو کا تصور آگیا۔ تھوڑی دیر تک سکتہ کے عالم میں تصویر بنی کھڑی رہنے کے بعد وہ کسیقدر سنبھلی اور اُسے فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ اس منادی سے بات چیت کرے۔ کیونکہ یہ بڑا گھومنے پھرنے والا ہے۔ شاید اس سے حماد کا کوئی نشان ملجائے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ ہند نے دستک دی۔ خادمہ حاضر ہوئی اور حکم پاکر اُس شخص کو جو ندا کرتا پھرتا تھا۔ محل میں لے آئی۔ منادی گھوڑے سے اُترکر اپنا تھیلا بغل میں دبائے ہند کے روبرو آیا۔ اور شاہی آداب کے ساتھ سلام و دعا سے فارغ ہوکر صلیب مقدس پیش کی۔ ہند نے صلیب اور اُسکے ہاتھوں کو بوسہ دینے کے بعد ایک کرسی اُسکے لئے بچھادی جسپر وہ راہب بیٹھ گیا اور اپنا تھیلا ایک بغل میں رکھ لیا

ھند کی ماں اسوقت خانہ داری کے اہتمام میں مصروف تھی۔ اس لئے ھند اپنے کمرہ میں تنہا تھی۔ اُس نے پہلے تو مُنادی راہب کی صورت کو غور کی نگاہ سے دیکھا جسکے سبب سے اُسے ایک طرح کا ہراس پیدا ہوا۔ کیونکہ جس راہب کو اُس نے ہمیشہ آتے دیکھا تھا یہ شخص اُسکے سوا کوئی اَور تھا۔ لہذا وہ اپنے دل میں ڈری کہ کہیں یہ شخص چوری وغیرہ کی بُری نیت سے نہ آگیا ہو۔ لیکن بلا چکی تھی اس لئے کچھ کہہ نہ سکی اور دریافت کیا کہ کیا وہ کھانا کھائیگا۔ راہب نے بنی غسّان کے جود وسخا کی ثنا وصفت کرنیکے بعد معذرت کرکے کہا کہ اُسے بھوک نہیں ہے۔ پھر ھند نے اُس سے دریافت کیا

"مقدس باپ! آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟"

راہب:- "بلقا کے اطراف میں گھوم کر نذروں کو جمع کرتا ہوا آرہا ہوں"۔

ھند:- "بہت سی چیزیں آپ نے جمع کی ہونگی؟"

راہب:- "ہاں میری سیدہ! عیسائیوں نے اس سال بہت نذریں مانی تھیں دیکھئے میرا جھولا مختلف قسم کی چیزوں سے لبریز ہو گیا ہے"۔ یہ کہکر تھیلے کو جنبش دی اور اُسکے اندر سے لوہے کی کھڑکھڑاہٹ سنائی پڑی۔

ھند:- "یہ کس قسم کی نذریں آپ نے اس سال جمع کی ہیں؟ مجھکو تو کچھ کھڑکھڑاہٹ سنائی پڑتی ہے؟"

راہب:- "میرے اس تھیلے میں بہت سی ایسی نذریں ہیں جو ابتک کبھی دَیر بحیرا میں داخل نہیں ہوئی تھیں"۔ یہ کہکر وہ مُسکرایا۔ اور ھند کو اُسکے تبسم سے شک گذرا جسکی وجہ سے وہ سمجھ گئی۔ کہ دربردہ اسکی ہنسی کوئی معنی رکھتی ہے۔

ھند:- "یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ آپ کو ایسی نایاب چیز نذر چڑھانے کے لئے ملجائے؟ اس دَیر کے لئے اطراف عالم سے سونا چاندی۔ اور بیش قیمت جواہرات نذر میں آیا کرتے ہیں؟"

راہب:- "میں تو صرف اسی سال اس کام کے لئے نکلا ہوں اور عجیب عجیب نادر چیزیں لایا ہوں"۔

ھند کو راہب کی گفتگو میں غیر ملکی زبان کا لہجہ معلوم ہوا۔ لیکن اس بات سے اُسے تعجب پیدا ہونیکی کوئی وجہ نہیں تھی۔ کیونکہ دَیر بحیرا کے راہبوں میں ہر ملک اور قوم کے لوگ شامل تھے جنکی زبانیں مختلف ہوتی تھیں۔ تاہم اسکی گفتگو کے سمجھنے میں ھند کو مزید شبہ پیدا ہوا۔ اور اُس نے کہا۔

"وہ عجیب چیزیں کیا ہیں جو تمہیں مل گئیں اور دوسروں کو نہیں ملی تھیں؟"

راہب:- "میں دَیر کے لئے ایک ایسی نذر لایا ہوں۔ جو اگرچہ بیش قیمت نہیں ہے لیکن اپنی وضع میں انوکھی اور بے مثل ہے"۔ یہ کہکر تھیلے کا ڈورا کھول ڈالا اور اُس میں ہاتھ ڈال کر

کسی چیز کو نکالنے لگا۔ ھند نے ایسی کھڑکھڑاہٹ سنی جیسطرح زرہ کا جال کھڑکتا ہے۔ اُسے حماد کی زرہ یاد آئی۔ اُسکا دل دھڑکنے لگا۔ اور چہرے پر سرخی جھلک آئی اور وہ بیتاب ہو کر کہنے لگی۔ ”دکھاؤ تمہارے پاس کیا چیز ہے؟“ راہب نے ایک زرہ نکال کر سامنے رکھدی۔ جونہیں ھند کی نگاہ اس زرہ پر پڑی ہے اُسکے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اور حیرت و پریشانی نے اُسکے دل پر قابو کر لیا۔ پہلے تو اُسے صرف اتنا معلوم ہوا کہ یہ زرہ حماد کی زرہ سے ملتی ہوئی ہے۔ لیکن جس وقت اُسکو ہاتھ میں لیکر بغور دیکھا تو وہ اصل میں وہی زرہ تھی جو حماد کو پہنائی گئی تھی۔ ھند نے راہب کی صورت کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور یہ دیکھکر کہ وہ بھلا وا دیتا اور کسی راز کو مخفی رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُسکے شک میں اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ اُس نے دیکھا کہ مسکراہٹ اُسکے چہرے سے برس رہی ہے۔ آخر کار ھند سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور وہ راہب سے کہنے لگی کہ ”تم نے یہ زرہ کہاں سے پائی اور کس شخص نے یہ تم کو دی؟“

راہب۔ (بے پروائی کے ساتھ) ”جسکی زرہ ہے اُس نے دی اور کس نے؟“

ھند۔ ”تم اُس شخص کا گھر جانتے ہو۔ وہ کہاں ہے۔ یہ زرہ ہمارے یہاں سے چوری گئی تھی۔“

راہب۔ (ھند کیطرف معنی خیز نگاہ سے دیکھکر) ”نہیں! میری دانست میں وہ شخص کبھی چور نہیں ہو سکتا۔ وہ نہایت دیانتدار آدمی ہے۔ اور اُس نے یہ زرہ بڑی بھاری قیمت ادا کرکے خریدی ہے“

ھند۔ ”شاید تمہارا ہی کہنا سچ ہو۔ لیکن میں بخوبی جانتی ہوں کہ یہ زرہ ہمارے یہاں تھی۔ اس لئے جس شخص نے تمہیں یہ زرہ دی ہے میں اُسکو ضرور دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیا وہ یہاں سے کہیں قریب ہی موجود ہے“

راہب۔ ”جی ہاں! بہت قریب۔ اور اگر میرا خیال صحیح ہے تو وہ آپ کے نہایت نزدیک تر مقام میں ہو گا۔ اور آپ خود جانتی ہونگی کہ وہ چور نہیں ہے“

ھند۔ (یہ سمجھکر کہ راہب حماد کیطرف اشارہ کر رہا ہے اور اُسے ہماری محبت کا کسیقدر علم ہے لیکن شرماکر اور انجان بنکر) ”اس گفتگو سے تمہارا کیا مدعا ہے؟ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم فضول بک رہے ہو؟“

راہب۔ ”جی! یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں یقینی اور صحیح امر گذارش کر رہا ہوں۔ مگر آپ انجان بنتی ہیں۔ حالانکہ جو بات ہے وہ آپ کے چہرے سے ظاہر ہو رہی ہے“

ھند کو اب یقین ہو چلا تھا کہ یہ شخص حماد کا پیام بر ہے مگر بدگمانی بُری ہوتی ہے خصوصاً عاشقوں کی۔ اُسے اس بات کا بھی شک گذرا کہ کہیں یہ آدمی خفیہ طور پر ثعلبہ کا بھیجا ہوا نہ ہو۔ اور میری حالت دریافت کرنے آیا ہو۔ اس لئے اُس نے تجاہل عارفانہ کے طور پر پھر کہا کہ ــــــ

"تم ایسی باتیں کرتے ہو جو کسیطرح میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ یا شاید تم کو دھوکا ہوا ہے۔"

راہب۔ "نہیں نہیں۔ مجھے دھوکا نہیں ہوا ہے۔ مَیں بہت درست کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ میری کلام سے مشکوک ہوں تو کنگنوں کے جوڑے سے دریافت فرما لیجیے۔"

ھند۔ (متحیر ہو کر) "کون سے کنگن؟ تمہاری کیا مراد ہے؟"

راہب۔ "وہ کنگن جنکے معاوضہ میں یہ زرہ بیع ہوئی۔ اور اگر آپ تجاہل سے باز نہ آئینگی تو مَیں خود اُسی زیوروں کے بیچنے والیکو حاضر کردونگا۔"

اگرچہ اب ھند کو اس بات کو مان لینے میں ذرا بھی شک و شبہ باقی نہیں رہگیا تھا کہ یہ شخص حماد کا قاصد ہی۔ اور وہ اُس سے کھُلکر باتیں کرنے پر آمادہ ہو چکی تھی لیکن اس نے ضبط سے کام لیا اور مناسب سمجھا کہ پہلے اپنی ماں کو اس بات کی اطلاع کردے۔ وہ فوراً اٹھی اور چپکے سے کمرے سے نکل کر اپنی ماں کے پاس پہونچی۔ اور اُسکو الگ لیجا کر کل ماجرا کہدیا۔ ھند کی ماں سُعدیٰ کہنے لگی کہ "شاید یہ شخص ثعلبہ کا جاسوس نہ ہو۔ خبردار جب تک مَیں اُسکی پیام آوری کا ثبوت نہ لیلوں کبھی اس سے ایک لفظ بھی نہ کہنا۔" یہ کہکر وہ بھی ھند کے ساتھ ہولی اور راہب کے پاس پہنچی۔ راہب سُعدیٰ کو دیکھکر تعظیماً کھڑا ہو گیا اور شاہی ادب کے ساتھ آداب بجالایا۔

سُعدیٰ۔ (ذرا ناک بھویں سکوڑ کر) "شاید تم اس وقت بحیرا کے دَیر سے آرہے ہو؟"

راہب۔ "نہیں حضور عالیہ! مَیں بلقار سے آرہا ہوں۔"

سُعدیٰ۔ "اچھا مجھ کو بھی وہ زرہ دکھاؤ جو تم نذر میں لائے ہو؟"

راہب نے زرہ نکال کر پیش کی اور سُعدیٰ اسکو دیکھتے ہی پہچان گئی کہ بیشک یہ وہی زرہ ہے جو حماد کو انعام میں ملی تھی۔ سُعدیٰ راہب کے ہاتھ سے زرہ لیکر کہنے لگی کہ "یہ زرہ ہمارے یہاں سے لیگئی ہے اور شاید چرائی گئی ہو۔ کیا تم اُس شخص کو پہچانتے ہو جس نے تمہیں یہ زرہ دی ہے؟"

راہب (تعجب اور شک سے ہنسکر) "جی ہاں! میرا خیال تو ہے کہ مَیں پہچانتا ہوں۔"

سُعدیٰ۔ "تم نے اُسے کہاں چھوڑا؟"

راہب۔ "اس محل سے چند گھنٹوں کی مسافت پر بلقار کے دیہات میں سے ایک گاؤں میں۔"

سُعدیٰ۔ "وہ اب بھی وہیں ہے یا چلا گیا ہوگا؟"

راہب۔ "موجود ہے اور میری واپسی کا منتظر ہوگا۔"

سُعدیٰ۔ (متحیر ہو کر) اُسے تمہاری واپس جانے سے کیا فائدہ۔ تم تو یہ کہتے ہو کہ اُسنے اس زرہ کو

دَیرِ بحیرا کی نذر چڑھانے کے لئے دیا ہے۔ آپ اسکے کیا معنی ہیں کہ تم پھر اِسکے پاس ہو کر واپس جاؤ گے ؟ تمہارے کلام میں تناقض پایا جاتا ہے "

راہب "میرا کلام متناقض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس زرہ کے مالک نے اپنی نذر میں شرط لگا دی ہے کہ جب میں واپس ہو کر اسے ایک ضروری خبر پہونچا دوں اُسوقت یہ زرہ نذر ہوگی" یہ کہتے ہوئے کن انکھیوں سے ھند کیطرف دیکھتا جاتا تھا۔ گویا وہ اُسکے کسی اشارہ کا منتظر تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ھند کے چہرے پر شگفتگی برس رہی ہے۔ لہذا مُسکرا کر اپنی ابرو سے اُس کی ماں کیجانب اشارہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ ھند سے اِس بات کی اجازت مانگتا ہے کہ اسکی ماں کے سامنے اظہار راز کرے یا نہیں ؟"

ھند کو ثابت ہو گیا کہ یہ شخص ضرور حماد کا پیام لایا ہے۔ مگر اُس نے ضبط سے کام لیا اور اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ راہب زرہ کو ہاتھ میں لئے ھند کے حکم کا منتظر بیٹھا رہا۔ اور ھند نے اپنی ماں کو ایک اشارہ کیا جسکے ساتھ ہی وہ دونو راہب کو تنہا چھوڑ کر کمرہ سے باہر نکل گئیں۔ خلوت میں جا کر ھند نے خوشی سے دھڑکتے ہوئے دل کو سنبھال کر کہا "اماں جان! مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ یہ آدمی حماد کا بھیجا ہوا آیا ہے۔ اِس کے طرز بیان سے مترشح ہو رہا ہے کہ کوئی اچھی خبر لایا ہے۔ لیکن آپ کے روبرو صاف صاف عرض کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ شاید اُسے گمان ہے کہ آپ کو میرے اور حماد کے تعلق سے آگاہی نہیں ہے۔ اور مجھے اُسکے اخلاص میں بھی کوئی تردد نہیں۔ مہربانی فرما کر آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس سے بالتصریح گفتگو کروں اور آپ بھی بات سنیں" ھند کی ماں نے اُسکی درخواست منظور کر لی اور وہ دونو ایک خلوت کے کمرہ میں جا بیٹھیں۔ راہب کو بھی وہیں بلوا لیا۔ وہ بھی تھیلے کو کندھوں پر ڈالے آپہنچا جسوقت با آرام بیٹھ گیا تو سُعدی نے اس سے کہنا شروع کیا "میں تجھ کو قسم دلا کر دریافت کرتی ہوں اپنا صاف صاف حال بتا دے اور بیان کر دے کہ اِس زرہ کا مالک کون شخص ہے ؟"

چونکہ عرب کے امیروں کی قسم دلانے کی بابت وہاں کے لوگوں کا دستور تھا کہ جس بات پر وہ قسم دلائیں اُسے بجا لانا فرض اور واجب ہوتا تھا۔ اس لئے راہب کو کچھ تامل نہیں آیا۔ اور اس نے ھند کی جانب دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ وہ بہ ہند سُعدی کے بارہ میں رائے طلب کرتا ہے۔ اور ھند نے کہا "بیان کرو! ڈرو نہیں"

راہب۔ (اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈالکر اور ایک خود نکال کے) "اگر آپ اس شخص کو نہیں

پہچانتی ہیں جیسے اپنے ہاتھوں سے یہ خود پہنایا تھا۔ تو میرا بیان کرنا فضول ہے۔"

حصند۔ (جس کا جوش مسرت سے چہرہ دمک اٹھا تھا) میں بخوبی جانتی ہوں۔ آپ اسکا نام فرمایئے؟

راہب "حماد"۔ اس نام کے سنتے ہی حصند کے چہرہ کی جلد کے نیچے خون اترآتا ہوا پھرنے لگا۔ مگر اس نے ضبط سے کام لیا۔ پیام بر (مصنوعی راہب) نے اسکے بشرے سے مسرت کے آثار عیاں پاکر خود بھی اس خوشی میں شرکت کرنے کے بعد سعدی کے جواب کا انتظار کیا۔

سعدی "ہاں۔ تم سچ کہتے ہو اسکا نام حماد ہے۔ اب وہ کہاں ہے؟"

مصنوعی راہب "روپوشی کیحالت میں ہے۔ اس ملک میں چند وجوہ سے آ نہیں سکتا جن کو غسان کے عام لوگ تک جانتے ہیں۔ خاص الخاص لوگوں کا کیا ذکر۔"

سعدی "اب تم اس بات کو بیان کرو کہ تم کون ہو؟ میری دانست میں تم راہب نہیں ہو"

مصنوعی راہب نے اپنی ٹوپی اتار ڈالی اور اپنا چہرہ دکھاکر کہنے لگا کہ "میں جانتا ہوں کہ آپ دونو مجھ سے واقف نہیں ہیں۔ لیکن میں آپ کو بخوبی پہچانتا ہوں۔ اور آپ کا تابعدار خادم سلمان امیر حماد کا ملازم ہوں۔"

حصند اور سعدی کو اسکے ملنے سے نہایت مسرت ہوئی۔ اور حصند نے حماد کے حالات دریافت کرنے شروع کئے۔ سلمان نے اپنے بھاگنے کی حالت بشیر کے جنگل سے بچنے کی کیفیت۔ عمان جانا۔ اور وہاں سے پھر واپس آنا۔ تمام حالات بیان کرکے کہنے لگا کہ "اسوقت میں بھیس بدل کر آپکے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اور اپنے آقا امیر حماد کو یہاں سے قریب ایک بستی میں چھوڑ آیا ہوں انکی حالت یہ ہے کہ اپنے والد ماجد کی نسبت سخت تردد میں مبتلا ہیں اور آپ کے چہرہ زیبا کی (حصند کی طرف اشارہ کرکے) اب تک زیارت کے لئے بیتاب ہیں۔"

سعدی "تم دونو کو امیر عبداللہ کی اب تک خبر نہیں ملی؟ میں تم سے اسکا حال بیان کروں؟"

سلمان (آنکھیں پھاڑ کر حیرت کے ساتھ ہمہ تن گوش بنکر) "نہیں عالیمرتبہ خاتون! ارشاد فرمایئے ان پر کیا گزری؟"

سعدی "معتبر طریقہ سے سنا گیا ہے کہ امپراطور ہرقل نے انہیں معافی دیکر امان کا پروانہ عطا کیا۔ اور اپنے دربار سے واپس کردیا۔"

سلمان کے دل پر جس قسم کی مسرت طاری ہوئی ہے اسکا بیان قوت تحریر سے باہر ہے۔ اسکے دل میں آرزو تھی کہ کاش میں اسوقت تیز رو پرند ہوتا کہ اڑکر اس خوشخبری کو اپنے آقا حماد

سے بیان کرتا۔ مگر اُس نے احتیاطاً سعدیٰ سے اس بارہ میں مشورہ طلب کیا۔ سعدیٰ نے رائے دی کہ وہ بہت جلد جاکر حماد کو اس بات کی اطلاع دے اور کہنے لگی کہ "تم فوراً اپنے آقا حماد کو بات سے آگاہ کردو۔ اور انہیں ھند کی طرف سے بھی اطمینان دلانا۔ اُسسے یہ بھی کہدینا کہ ھند کی ماں نے تمہیں سلام کہا ہے اور پیام دیا ہے کہ خبردار اپنے اس ملک میں آنے کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا۔ اور نہ کسی سے اس بات کا تذکرہ کرنا جو تم سے کہی گئی ہے۔ تم اپنے باپ کی جستجو کرو۔ وقت ضرورت ہم تم سے خبر رسانی کا سلسلہ رکھینگے اور تم اپنے دل کو ڈھارس دو۔ دیکھو پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور خدا کو کیا منظور ہے۔ خبردار گھبرانا نہیں" ھند اپنی ماں کی لچھے دار گفتگو سنکر سن ہورہی تھی اور ایسے دور دور کے وعدوں سے اُسے کب تسکین ہوسکتی تھی۔ اُسکے دل میں تو یہ تھا کہ اماں جان ہماری ملاقات کے سامان کرینگی اور اسکے لئے کوئی وقت یا دن مقرر فرمائینگی۔ یہاں خالی وعدوں پر ٹالا گیا۔ بہرحال خودداری اور ماں کے رعب سے اُسے خود گفتگو کرنے کی جرات نہ ہوئی۔

سلمان سُعدیٰ کو حماد سے رضامند پاکر اسقدر خوش ہوا کہ پھولا نہیں سماتا تھا۔ لیکن اُسکی مختصر اور اُکھڑی اُکھڑی گفتگو سے کھٹک بھی گیا تھا۔ کیونکہ ان باتوں میں ٹھیک طور پر تسکین پانے کی کوئی صورت نہ تھی۔ بہرحال اُس نے جسقدر دیکھا اور سنا تھا اسی پر قناعت کرکے اپنی ٹوپی پہنی اور ان سے رخصت ہوکر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور حماد کیطرف روانہ ہوگیا۔ سعدیٰ سلمان کے جانیکے بعد متفکر ہوگئی۔ کیونکہ اب تک اُسکو حماد کی نسبت اُسکی موت کا یقین یا احتمال تھا۔ جسکے لحاظ سے وہ بظاہر ہند کی اس انوکھی الفت کو ہلکی بات تصور کرتی تھی۔ اور اُسکی امداد کا وعدہ کرنے سے اسکی تسکین کرتی رہتی تھی۔ لیکن جبکہ اسے ثابت ہوگیا کہ حماد زندہ وسلامت یہاں سے قریب موجود ہے اور ھند کو اس خبر کے علم سے پھر بشاشت اور انتعاش روح حاصل ہوگیا ہے جسکا زوال درحصل اسکی مامتا کو جنبش میں لانے کا باعث ہوا تھا۔ تو پھر اُسے یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ مینے اپنی بیٹی سے کیوں اس بات کا وعدہ کرلیا۔ کہ وہ ایسے مجہول النسب شخص کی محبت میں استوار رہے۔ اور میں اسکی مدد کرونگی۔ اسکے ساتھ ہی اس بات کا بھی خوف لاحق ہوا کہ اس معاملہ کی وجہ سے اُسکے شوہر جبلہ اور حارث میں فساد ہوگا۔ کیونکہ جس وقت ثعلبہ کا پیام رد کیا جائیگا ضرور جانبین سے کشش کے سامان ہونگے اور تعجب نہیں کہ جنگ چھڑجائے۔ اُسے اس بات کا بھی تصور بندھا کہ ثعلبہ کی بدطینتی اور

حصند کا اُسکی طرف سے کبیدہ ہونا اس سے خالی نہیں ہوسکتا کہ ہند اسکی درخواست کو نا منظور کرے۔
اور یہ بات درست بھی ہے۔ لیکن جو دقتیں واقع ہونگی وہ اس صورت میں بھی ہونگی اور اس حالت میں بھی۔ غرضکہ وہ گومگو میں مبتلا ہوکر حصند کی صورت کو بغور دیکھنے اور اُسکے بشرہ سے دلی خیالات کا اندازہ کرنے میں مصروف ہوگئی۔ حصند بھی اسی طرح کے تردد میں مبتلا ہوکر اپنی ماں کے چہرہ پر نظر ڈال رہی تھی اور دیر تک اُسے خاموش دیکھنے سے سمجھ گئی کہ اسے پھر کوئی تردد دامنگیر ہے۔ اُس کے دلی انقباض نے دوبارہ عود کیا۔ اور پریشان خیالات کے غلبہ نے بیقرار بنادیا جسکی وجہ سے وہ اپنی والدہ کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر اپنے کمرہ میں چلی گئی اور رنج والم کے وفور سے بیتاب ہوکر پلنگ پر پڑ رہی سلمان اور اپنی والدہ کی گفتگو پر غور کرتی ہوئی اس بات کا تصور کرتی جاتی تھی کہ اماں جان نے ہوقت جیسی گفتگو کی ہے یہ بالکل اُس وعدہ کے منافی ہے جو وہ مجھ سے کرچکی ہیں۔ اُسے محسوس ہوا کہ میری ماں نے محض دکھاوے کے طور پر میرا ساتھ دینے کا وعدہ کرلیا تھا۔ ورنہ دل سے وہ اسکے لئے آمادہ نہیں تھی۔
اس تصور نے اُسکے دل پر ایسا غلبہ کیا کہ وہ پہلے سے زیادہ مایوس اور دل شکستہ ہوکر زار زار رونے لگی۔

حصند مایوسی کے عالم میں رو رہی تھی اور اُس کا دل قابو سے باہر تھا۔ اسی حالت میں اُسکی ماں کمرہ میں آئی۔ سُعدیٰ نے دیکھا کہ میری بیٹی کی آنکھیں آنسوؤں سے پُر ہیں اور چہرے پر رنج والم کے آثار عیاں ہیں۔ یہ حالت اُسکے دل کو اُلٹ دینے کے لئے سحر کا اثر رکھتی تھی۔ فوراً ہی اُس کے تمام خیالات کافور ہوگئے۔ اور اسکی مادری محبت نے جوشزن ہوکر اُسے بیقرار بنا دیا۔ وہ مُسکراتی ہوئی اپنی بیٹی کے قریب آئی۔ اور اپنے دلی خیالات کو دبا کر چہرے پر بشاشت کی علامات نمایاں کرلیے۔
حصند نے اپنی ماں کیطرف نظر کی اور خیال کیا کہ شاید کوئی نئی بات مجھ کو معلوم ہوسکے۔ لیکن اُسے متبسم پاکر کسیقدر مطمئن ہوئی اور سمجھ گئی کہ محض اُلفت مادری کی بنیاد پر اُس نے اپنے تئیں محفوظ بناکر میرے رنج والم کے دور کرنے کی فکر کی ہے۔ حصند نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ جسطرح ممکن ہوسکی شفقت کو اُبھار کر اس سے حتمی وعدہ اس بات کا لے لینا چاہیئے کہ پھر کبھی میرے ارادہ کے خلاف عزم نہ کریگی۔ لہذا اس نے بناوٹ کے غصہ اور فرزندانہ ناز اور خفگی کا اظہار کرکے منھ بنا کر تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا اور کوئی بات نہ کی۔

سُعدیٰ۔ (حصند کی خاموشی سے پریشان ہوکر) "بیٹی! کیوں پھر تم انہیں الجھنوں میں گرفتار ہوئیں؟ کیا جو باتیں حماد کی صحت و عافیت کے متعلق تم نے سُنی ہیں وہ کافی نہیں ہوئیں جو دوبارہ اپنا دل کڑھاتی اور اپنی جان ہلکان کرتی ہو؟" مگر ہند نے کچھ جواب نہ دیا۔

سُعدیٰ۔ (مہرمادری کے جوش سے مضطر ہوکر اور ھند کے کندھوں پر پیار سے ہاتھ رکھ کے)
"ھند! پیاری ھند! اسے اس سکوت کا کیا موقع ہے؟ خدا کا شکر کر بیٹی"

ھند۔ (رنجیدہ ہوکر) "بہت شکر ادا کر چکی لیکن میں دیکھتی ہوں کہ خدا کا حکم ابھی میری بدنصیبی کا زمانہ ختم ہونے کے لئے صادر نہیں ہوا۔ ابھی میں نے ایک خوشی کی بات پوری طرح سُنی نہیں تھی کہ دوسری بات پہلے سے زیادہ دردانگیز پیدا ہوگئی"

سُعدیٰ "ایں! کیا کہتی ہے لڑکی؟ آ کس بات نے تجھے رنجیدہ کیا؟"

ھند۔ (بیقرار اور آنسو بہا کر) "اس بات کا رنج اور سخت رنج ہے کہ مجھ کو جس طرف سے مدد ملنے کی توقع ہوتی ہی وہ آس ٹوٹ جاتی ہے ــــــ"

سُعدیٰ "یہ کیا کہا؟"

ھند "وہی بات جو آپ کے چہرے سے تردد کے نشانات بڑھنے کے بعد پیدا ہوئی۔ اماں جان! آپ کو میں بُرا نہیں کہہ سکتی۔ آپ نے میرے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو ایک مہربان ماں اپنی بیٹی کے ساتھ کر سکتی ہے" یہ کہکر آئینے کے روبرو اپنی چوٹی کھول کر اُسے دوبارہ گوندھنے میں مصروف ہو گئی۔ سُعدیٰ نے بھی اس شغل میں اُس کا ساتھ دیا اور انتظار کرنے لگی کہ اب ہند کے چہرے پر مسرت نمایاں ہوتی ہے۔ مگر اُس کا یہ انتظار بے سود تھا۔ ھند کے چہرے پر کبیدگی اور رنج کے آثار اُبھرتے اور سُعدیٰ کو پریشان کرتے رہے آخر اُسے خوف پیدا ہوا کہ کہیں پھر وہی اگلی حالت نہ پیدا ہو جائے اور اُسکو زار و نزار کر دے۔ اب تو ہند کا ہر ایک سخت سے سخت ارادہ اُسکے نزدیک آسان ہوگیا اور اس نے عملی طور پر اسکی امداد کرنے کا پختہ ارادہ کر کے حیرت و تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اُسے اپنے کلیجہ سے لگا لیا۔ اور بار بار پیشانی کے بوسے لیکر کہنے لگی ــــ "بیٹی ھند! بدگمانیاں دور کر۔ اسطرح فضول خیالات کے بوجھ سے اپنا دل دبائے رکھنا ٹھیک نہیں۔ میں تیرے ارادہ میں امداد کو تیار ہوں اور تو دیکھیگی کہ میں ہر طرح تیری خوشی کے سامان بہم پہونچادونگی"

ھند۔ (اپنی ماں کے وعدہ سے دل میں خوش ہوکر مگر بظاہر منھ بنا کے) "ہاں۔ ہاں۔ بس اب زیادہ بیکار کی اُمیدیں نہ بندھائیے۔ کرنا دھرنا کچھ نہیں۔ زبانی جمع خرچ سب کچھ۔ آپ تو مجھ چھیڑتی ہیں"

سُعدیٰ (خوب ہنسکر) "تلون اور بے استقلالی تو غسان کی گھٹی میں پڑی ہے نا"

ھند نے اپنی ماں کیطرف مایوسانہ نگاہ ڈالی۔ عالم یاس میں سر کو کھجانے لگی۔ مگر اپنی ماں کو ہنستا دیکھکر دل ہی دل میں خوش بھی ہولی۔ خون نہان خانۂ دل سے نکل نکل کر چہرے کی جلد

کے نیچے خوشی میں دوڑنے لگا۔ آرزوئیں اور تمنائیں از سرِ نو زندہ ہوگئیں۔ اور وہ خود بھی دل ہی دل میں ہنس پڑی۔ مگر منھ کو پھیر کر کنگھی چوٹی میں مشغول ہوگئی۔

سُعدیٰ۔ (ھند کی چوٹی کو درست کر کے) "لڑکی! اب بال گوندھنے کا خیال چھوڑ دے۔ ہم اس وقت ایک ضروری امر میں گفتگو کرلیں تو بہتر ہے"

ھند۔ "کسی دوسری بات کی فکر فضول ہے"

سُعدیٰ۔ "ثعلبہ کے پیام سے نجات پانے کی فکر کرنا بھی فضول ہے۔"

ھند۔ (ثعلبہ کا نام سننے سے چونک کر اور کبیدہ خاطر ہونیکے بعد کسی امید کے یکایک دل میں راہ پانے سے خوش ہوکر) "کاش! اگر یہ بات صحیح ہوتی۔"

سُعدیٰ چوٹی گوندھ چکی تھی۔ اُس نے ھند کا بازو تھام کر اُسے پلنگ پر سیدھا بٹھا دیا اور اسکی طرف متانت کی نگاہ سے دیکھکر کہنے لگی۔ "ھند! گھبرانا اور مچلنا جانے دے۔ سمجھ بوجھکر معاملہ میں غور کرنا بہتر ہوگا۔ آ۔ ہوش درست کر کے مشورہ کریں" ھند اپنی ماں کی گفتگو سے سمجھ گئی کہ ہو وقت یہ متانت کے ساتھ گفتگو کرنے کو آمادہ ہے لہذا وہ سُننے کے لئے تیار ہوگئی اور کہنے لگی "جو آپکے دل میں آئے فرمایئے۔ لیکن زبان کے پاس ہے۔ وضع کا نباہ ہے۔"

سُعدیٰ۔ "میں تیری مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کہونگی۔ مگر مجھ کو معلوم ہے کہ تو بہت سمجھدار اور ذہین لڑکی ہے۔ میرا گمان ہے کہ تو میری الفت اور اپنے باپ کی محبت کو جو ہم دونو کو تیری ذات سے ہے بخوبی جانتی ہے اور یہ سمجھتی ہوگی کہ ہم کوئی کام خواہ وہ تجھے پسند ہو یا ناپسند کرینگے تو اس میں تیری راحت و آسایش کا خیال پہلے کرینگے۔"

ھند کا دل اس خوف سے دھڑکنے لگا کہ کہیں ان تمہیدی مقدمات کے بعد کوئی ایسی نصیحت نہ کیجائے کہ جسمیں مجھ حماد کے خیال سے باز آنے کی ہدایت ہو۔ مگر اُس نے بات پوری ہونیکا انتظار کیا۔

سُعدیٰ۔ (سلسلہ کلام جاری کر کے) ہم سے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہم حماد کی حسب و نسب کی تفتیش نہ کریں۔ تونے اگر اس امر سے قطع نظر کی تو عشق کا تقاضا یہی تھا۔ اور محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ سُن! میں تجھ کو ادھر توجہ دلاتی ہوں کہ اپنے ہوش حواس سنبھال کر ذرا اپنی عقل سے بھی سوال کرلے کیا وہ بھی تیرے دل کی آرزو سے موافقت کرتی ہے؟"

ھند۔ "ہاں اماں جان! میں اپنے ہوش و حواس میں ہوں۔ اور میں اپنے اس کام میں کسی غلطی کا وجود نہیں پاتی۔ میری دانست میں اگر آپ حماد سے گفتگو کرینگی اور اسکے اخلاق و اطوار سے مطلع ہونگے

تو اس میں شک نہیں کہ جسقدر بیٹے اُسکی تعریف کی ہے اس سے کہیں حصہ بڑھکر اسے پائینگی۔ وہ انسانی صفات کا جامع ہے اور یقینی وہ شریف ہے۔ اگر وہ بادشاہ نہیں تو آسمانی فرشتہ ہے۔ اور امارت کے نہ چھپنے والے آثار تو اُسکے چہرے سے عیاں ہیں۔ اس پر اتنا اور اضافہ کیجئے کہ ہم نے اسکی جوانمردی اور کریمانہ اخلاق کا جو حال مشاہدہ کیا ہے وہ خود بتا رہا ہے کہ وہ شخص ابا جان کی (دامادی) کے لایق ہے۔ اور یہ تو مشہور مثل ہے کہ "اَلْمَرءُ بِاَصْغَرَیْہِ لَا بِبُرْدَیْہِ" اگر آپ یہ بھی مان لیجئے کہ وہ صاحب حسب نہیں ہے لیکن اس میں کیا شک ہے کہ ایک جوانمرد اور صاحب کرم ضرور ہے۔" جسوقت هند یہ گفتگو کر رہی تھی اُسکے چہرے پر جوش الفت کے آثار برس رہے تھے۔ مگر جب وہ اپنا سلسلہ کلام ختم کر چکی تو شرما کر خاموش بھی ہو گئی۔

سُعدیٰ "اگر یہی معاملہ ہے جیسا تو کہہ رہی ہے تو میں تجھے تیری خوش قسمتی پر مبارکباد دیتی ہوں۔ مگر ہم کو لازم ہے کہ اس معاملہ کو نہایت حکمت اور متانت کیساتھ طے کریں۔ تاکہ ہماری طرز عمل سے کوئی ایسی خرابی نہ پیدا ہو جو تمہارے باپ کی مصلحتوں کو ضرر پہنچائے۔ یا جنگ کی باعث ہو جائے۔ تم کو معلوم ہے کہ تمہارے ابا جان اور حارث میں کس قسم کے تعلقات ہیں۔ بظاہر دنیاداری کے طور پر میل ملاپ ہے۔ لیکن دلوں میں عداوت ہے۔ اس لئے ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہماری اس کاروائی کے نتیجہ میں جنگ نہ چھڑ جائے۔ اور سخت خونریزی ہو"

هند (تنک کر) "تو کیا آپ کی یہ مرضی ہے کہ اب میں ثعلبہ کو پسند کر لوں اور ....."

سُعدیٰ۔ (بات کاٹ کر) "نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میری یہ رائے نہیں ہے اور نہ میں اسکو پسند کرتی ہوں۔ میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ تو جلدی نہ کر۔ جلد بازی سے برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے"

هند۔ (گھبرا کر) "پھر کیا کروں؟"

سُعدیٰ "اس معاملے کو مجھ سونپ دے۔ میں موقع مناسب دیکھکر جو بن پڑیگا کرونگی۔ اور مجھ کو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ تو بہت آسان طریقہ پر اپنا مدعا حاصل کریگی"

هند "بہت بہتر۔ میں نے اپنی قوت زندگی اور رنج و راحت سب چیزیں آپکے سپرد کر دیں"

سُعدیٰ نے هند کا بوسہ لیکر اُسے تسکین دی اور اپنے کمرہ کیجانب چلی گئی۔

---

۵ ترجمہ۔ "انسان اپنی دو چھوٹی چیزوں کے ساتھ انسان ہوتا ہے۔ 'دل' اور 'زبان'۔ دو چادروں کی وجہ سے انسان نہیں ہوتا۔" ۱۲ مدعا یہ ہے کہ مرد کے دل و زبان کی تعریف ہوتی ہے۔ لباس و جامہ کی نہیں۔ مترجم۔

پچیسواں باب (۲۵)

عبداللہ کی جستجو

سلمان حماد کے پاس آ گیا ہے۔ حماد جو روپوشی کی حالت میں ایک پرامن اور مخفی جگہ میں بیٹھا ہوا بے صبری سے سلمان کا انتظار کر رہا تھا۔ اسکی صورت دیکھکر اور اسکے چہرہ پر مسرت کے آثار پا کر نہایت شوق میں دریافت کرنے لگا کہ "سلمان! کیا خبر لائے ؟"

سلمان۔ (ہنسکر) آپ کے والد ماجد کو عفو اور امان کا پروانہ ملگیا۔ شہزادی ہند آپ کی محبت میں اسیطرح ثابت قدم ہے اور اسکی ماں بھی اس محبت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور آپکی ثناخوان ہے"

حماد فرط مسرت سے اچھل پڑا۔ اور گویا اسے معلوم ہونے لگا کہ خوش نصیبی اسکی لونڈی بنگئی ہے۔ وہ دیر تک سلمان کی باتوں کے خیال سے خوش ہوتا رہا۔ اور پیاری ہند کے پرشوق اور محبت آمیز فقروں کو دہرا دہرا کر مزہ لیتا رہا۔ تھوڑی دیر تک اس کیفیت سے محظوظ رہنے کے بعد اسے اپنے مہربان باپ کا تصور آیا جس نے پھر اسے غمگین بنا دیا۔ اور وہ اسکو عرصہ تک گم رہنے سے متردد ہو گیا۔ اس نے سلمان سے اسبارہ میں مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہیے۔

سلمان "آپ کی کیا رائے ہے ؟"

حماد "میرا خیال ہے کہ ہم دونو بھیس بدلکر بصری میں داخل ہوں۔ اباجان کی تلاش کریں۔ اگر وہ ملجائیں تو اس معاملے میں ان سے رائے لیں "

سلمان "اگرچہ اب اس بات کا خوف باقی نہیں ہے کہ ہم کو کوئی ضرر پہونچیگا۔ کیونکہ امیرالطو کے دربار سے معافی کا پروانہ مل چکا ہے۔ لیکن ثعلبہ بڑا مستغنی اور کینہ ور ہے اس سے امید نہیں ہوسکتی کہ وہ چپ چاپ بیٹھ رہیگا۔ بس آپ یہیں بیٹھے رہیں میں جاتا ہوں۔ پہلے اپنے مکان میں جاؤنگا۔ جو غسام میں ہے اور وہاں سے اصلی خبر کا پتہ لگا کر ـــــ"

حماد۔ (بات کاٹ کر) "وہاں سے کیا خبر پاؤ گے ؟"

سلمان۔ "میں وہاں اس غرض سے جاتا ہوں کہ اس دفینہ کی جستجو کرونگا۔ جو مکان کے قریب زمین میں دفن ہے۔ اور ہمارے سوا اس سے کوئی واقف نہیں ہے۔ اگر اسے نہیں پاؤنگا تو معلوم ہو جائیگا کہ آقائے نامدار نے اسے آکر نکال لیا ہے اور سمجھ جاؤنگا کہ وہ اپنے سفر سے واپس آ گئے ہیں۔ پھر بصری اور اسکے آس پاس کے مقامات میں انکی جستجو کرونگا۔ ورنہ معلوم ہوگا

کہ وہ اب تک واپس نہیں آئی۔ اور میں اُن کی تلاش میں بیت المقدس جاؤنگا۔"
حماد نے سلمان کی رائے پسند کی۔ رات اِن دونوں نے وہیں بسر کی صبح ہوتے ہی سلمان راہبوں کی وضع میں گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوگیا۔ اور حماد کو ایک نبطی شخص کے گھر میں جو اُن باقیماندہ نبطیوں میں سے تھا۔ جنکی سکونت بلقا کے جنوبی سمت میں تھی چھوڑ گیا۔ اگلے زمانے میں نبطیوں کی قوم بڑی پُرہیبت اور نہایت معزز و مکرم قوم تھی۔ یہ لوگ مصر۔ شام۔ عراق اور بلاد عرب میں تجارت کیا کرتے تھے۔ اور اُس خطہ ملک میں جو عقبہ کا شرقی حصہ کہلاتا۔ اور مصر شام اور بلاد عرب کے وسط میں واقع ہے سکونت رکھتے تھے۔ وہاں اُنکے آثار اب تک باقی ہیں چنانچہ باترا یا بطرہ نامی مقام میں اُنکے وقت کے آثار نظر آتے ہیں اور اُنکی عظمت و جبروت کا پتا دیتے ہیں۔
گمان غالب اس بات کا ہے کہ اُن نبطیوں کی اصل مابین النہرین کے رہنے والے نبطیوں سے ملتی تھی اس قوم کی حکومت دوسری صدی عیسوی کے اوائل تک بہت مستحکم رہی۔ مگر اُس زمانہ میں پہلے پہل رومانیوں نے اُن پر حملہ کیا اور اُنہیں پراگندہ کر ڈالا۔ نبطی لوگ جلاوطن ہوکر تمام ملکوں میں منتشر ہوگئے۔ اور عرب کے دیگر قبائل سے مل جلکر رہنے لگے۔ اُن کی زندگی بسر کرنیکے طریقوں میں طریقہ ستارہ شناسی کا فن تھا جسے وہ مابین النہرین سے اپنے ساتھ لائے تھے اور اُنکے اکثر لوگ اسی حیثیت سے بسر اوقات کرتے تھے۔[۱۵]
جس نبطی کے گھر میں حماد مہمان تھا وہ نہایت سن رسیدہ اور ضعیف العمر شخص تھا۔ اُس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک چھوٹے سے زمین کے ٹکڑے میں زراعت کرکے اُسی کی پیداوار سے بسر اوقات کیا کرتا تھا۔ وہ غسانی لوگوں سے بہت جلتا تھا۔ کیونکہ اُسکے خیال میں آل غسان کم رتبہ تھے۔ اور عزت حاصل کئے ہوئے اُن کو بہت کم دن ہوئے تھے۔ اور نبطی سرداری اور فرمانروائی کے زیادہ مستحق تھے۔ اس بغض کا سبب محض حسد تھا جو قوم حکمران قوموں کی اولاد میں فطرتاً اُسوقت پیدا ہوجاتا ہے جبکہ وہ اپنے کنبے اور قبیلے کے سوا دوسرے لوگوں کو حکمرانی کرتے دیکھتے ہیں۔ اُسوقت کبھی ممکن نہیں ہے کہ وہ بخوشی خاطر اُنکی حکمرانی کو پسند کریں۔ چنانچہ جب تنہائی میں بیٹھیں گے تو جدید حکومت کی بیخکنی کی تدبیریں سوچیں اور اُسکے عیبوں کی جستجو کرنے میں مصروف ہونگے محض ریا کیوجہ سے بظاہر حکومت کے طرفدار رہیں گے۔ انسانی کمزوری کی یہ بھی ایک دلیل ہے۔
سلمان جسوقت حماد کو ساتھ لئے ہوئے عمان سے واپس آرہا تھا۔ اتفاقاً اس بڈھے سے اور اُس سے ملاقات ہوگئی تھی اور اُسکے حالات و طبیعت کا اندازہ کرنیسے سلمان نے یہ خیال کر لیا تھا۔ کہ

[۱۵] انسائیکلوپیڈیا وغیرہ ۱۲۔

میرے آقا کے بآرام مخفی رہنے کے لئے یہ بہت عمدہ جائے پناہ ہوگا۔ چنانچہ پہلے وہ مصفد کی خبر لینے گیا۔ اور وہان سے واپسی کے بعد جب یہ رائے قرار پائی کہ غسّام کو روانہ ہو اُسوقت بھی حماد کو اسی بڈھے کے گھر پر چھوڑ گیا۔ سلمان کو اسبات کا کامل اطمینان تھا کہ حماد ایک محفوظ جگہ میں ہے صرف اتنی تکلیف اُسے ضرور ہوگی کہ میرے انتظار کی پریشانی دامنگیر رہیگی باقی کوئی خوف و خطر نہیں۔

سلمان کو گئے ہوئے دو دن ہوا چاہتے ہیں۔ حماد بڈھے نبطی کی جھونپڑی میں بیٹھا ہوا بیقراری کے ساتھ اپنے خادم کی واپسی کا منتظر ہے صبح ہولی۔ دوپہر ہوگئی اور اب شام ہونیکے قریب آئی۔ مگر سلمان کا اب تک پتہ نہیں۔ آخر حماد اُٹھا۔ اور سبزہ زار میں استادہ ہوکر دن کے آخری وقت کا پُرلطف منظر دیکھنے میں مصروف ہوا۔ آفتاب کے آتشین چہرہ پر زردی غالب آچکی تھی۔ اور اُسکی شعاعیں مدھم پڑگئی تہیں۔ سبزہ کے فرش پر یا درختون کی شاخون اور پہاڑون کی چوٹیون پر دھوپ کی رنگت بالکل اس وضع کی نظر آتی تہی کہ تمام چیزون پر سنہرا ملمع کردیا گیا ہی۔ نواسنج طیور کلبلیں کرتے اور ہر طرف چہچہاتے ہوئے اُڑتے پھرتے تہے۔ غریب کسانون کے لڑکے اپنے مویشیونکو گھیر کر گھرون کو واپس لانیکی تیاریان کر رہے تہے۔ حماد اسی شغل میں منہمک تھا کہ یکایک پشت کیجانب سے کسی نے اُسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اور کچھ کہا۔ اُس نے چونک کر پیچھے مُڑکر دیکھا تو سلمان تھا۔ بیشک حماد کو اسبات کی مسرت تھوڑی دیر کے لئے حاصل رہی کہ میری انتظار کا زمانہ ختم ہوا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ سلمان نہایت پژمردہ دل اور افسردہ خاطر ہے تو اُسے تشویش پیدا ہوگئی اور وہ پوچھنے لگا کہ "اینہ ہے سلمان! تم اس قدر سُست کیون ہو؟"

سلمان۔ (وہ تحفے اور زر و جواہر جنکو دفینے سے نکال کر لایا تھا دکھانیکے بعد نہایت پست آواز میں) "حارث کے بیٹے کی شرارت سے مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں اُس نے میرے آقا کو ضرر نہ پہنچایا ہو۔ شاید کمبخت نے یہ سنکر کہ امیر اطور نے اُسے معافی اور امان کا پروانہ دیدیا ہے غصہ سے ملکر چند آدمیون کو بھیجدیا ہو کہ موقع سے اُس کا کام ــــــــ"

حماد۔ (گھبرا کر) "ہر گھڑی بُرے الفاظ منھ سے نکالنا اچھا نہیں سلمان تمہیں یہ گمان کیونکر پیدا ہوا؟"

سلمان۔ "مینے خود غور کرنیکے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے۔ اور خدا کرے یہ غلط ہو۔ بُصریٰ کے لوگون سے معلوم ہوا کہ ایک عشرہ سے زاید زمانہ گزرا جبکہ میرے آقا کو امان کا پروانہ ملا تھا اور وہ بیت المقدس سے ایک قافلہ کیساتھ روانہ ہوئے تھے جو سیدھا حجاز کو جا رہا تھا۔ کیا آپ کے خیال میں آتا ہے کہ وہ حجاز کو چلے گئے ہونگے؟"

حماد "یہ ناممکن ہے کہ وہ حجاز کو چلے گئے ہوں۔ اُن سے ہم سے عمان ہیں ملنے کا وعدہ تھا۔ وہ ضرور ہے کہ اُس قافلہ کے ہمراہ عمان کے قریب تک آئے ہوں اور پھر اُنسے کٹ کر عمان چلے آئے ہوں۔ ہمیں تلاش کیا ہوگا۔ اور وہاں نہ پاکر اب اسطرف آتے ہونگے" اسکے بعد سلمان نے کپڑے اُتارے اور جن چیزوں کو لایا تھا کچھ اپنے کپڑوں میں اور کسیقدر حماد کے جیب اور کمر وغیرہ میں چھپاکر رکھ لیا۔ مالک مکان اسوقت کہیں باہر گیا تھا اور صرف اُسکا کتا گھر اور جانوروں کے باڑہ کی حفاظت کر رہا تھا۔

چھبیسواں باب (۲۶)

تیرے ہوتے اسے ہجوم یاس یہ کیا ہوگیا
دل کسی ناکام کا وقف تمنّا ہوگیا

ہم نے ھند کو صبح غدیر کے خوشنما محل میں چھوڑا تھا اور یہ حالتیں کہ اسے حماد کے وصل کی امید پیدا ہوگئی تھی لیکن اسکے ساتھ ہی وہ اپنے مدعا کے حصول میں ناکامی کی جھلک اور اس راہ کے طے کرنے میں خار حسرت کی باڑھ لگی پاتی تھی۔ اسکی تیز فہمی اور باریک بینی نے اسے سمجھا دیا تھا کہ میری ماں کا حماد کی نسبت پسندیدگی کا اظہار خلوص اور رضامندی پر مبنی نہیں ہے۔ تاہم "دنیا بامید قایم" وہ خوش تھی۔

ھند کی ماں سعدیٰ کا دل الگ اس تذبذب میں پڑا تھا کہ اس نے ہند سے ایسی بات کا وعدہ کیونکر کر لیا۔ جو اسکے امکان سے بالاتر تھی۔ وہ ہر چند اپنے دلکو اسبات پر آمادہ کرتی تھی کہ ھند کا طرفدار بنا رہے لیکن بار بار اسکے عزم میں لغزش اور استقلال میں خلل آجاتا تھا۔ گو وہ اپنے شکوک اور اعتراضات کو دباکر اس بات کے درپے رہتی کہ ھند کی جان ہلاکت سے بچانے کے لئے اُسی کی سی کہے۔ مگر بن نہیں پڑتا تھا مجبوراً اس نے ھند کی قسمت پر خود کوشش کرنے کا خیال دل میں جما لیا۔

ایکدن سعدیٰ تنہا اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی انہیں خیالات کے متلاطم سمندر میں غوطہ کھا رہی تھی کہ یکایک کسی خادم نے ایک سوار کے بلقاء سے آنے کی اطلاع کی۔ سوار کی آمد سنکر سعدیٰ کمرہ سے باہر آئی۔ اور اس توقع میں کہ شاید وہ امیر جبلہ کے پاس سے کوئی پیام لیکر آیا ہو اس سے ملنے کو صحن میں پہنچا اُسنے دیکھا کہ سوار اپنے گھوڑے سے اُتر کر شہ نشین کیطرف آرہا ہے۔ اور اسی اثنا میں اُس سوار نے سعدیٰ کو دیکھکر اسکی طرف رُخ کیا۔ اور قریب آکر ادب کیساتھ دست بوس ہونیکے بعد استادہ ہورہا۔ سعدیٰ نے دریافت کیا "کیوں اسوقت کیسے آنا ہوا؟" کیونکہ اس نے پہچان لیا تھا کہ یہ شخص اسی کے شوہر کی فوجکا ایک افسر ہے۔

سوار۔ "کل صبح کو امیر جبلہ بن ایہم آپکے پاس تشریف لائینگے انہوں نے آپکو سلام کہا ہے۔"

سُعدیٰ۔ "بصد خرم آئیں! ہم انکے استقبال کیلئے آمادہ ہیں۔" یہ کہکر پھر اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اسے معلوم ہوگیا کہ میرا شوہر ھند اور ثعلبہ کے بارہ میں آخری فیصلہ دریافت کرنے کیلئے آتا ہے۔ اسکے دل پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ اور معاملہ کی نزاکت نے اسے شش و پنج میں گرفتار بنا دیا۔ اور اس نے غور کرنا شروع کیا کہ یہ عقدہ کیونکر حل کرے

سُعدیٰ انہیں تفکرات میں مستغرق تھی کہ ھند اسکے پاس آئی جو سوار کو آتے ہوئے دیکھ چکی تھی اور اسکو آنیکا باعث بھی سمجھ گئی تھی۔ ھند کا دل ان شکوک کی پیش آنیسے جو اسے اپنی امیدوں کے حصول کی بارہ میں عارض ہوگئے تھے دھڑک رہا تھا اور اسے توقع تھی کہ اسوقت میری ماں عجب تذبذب میں مبتلا ہوگی۔ چنانچہ جب وہ اپنی ماں کی خلوتمیں یکایک داخل ہوئی تو اسنے اپنے شک کو یقین کے مرتبہ میں پایا۔ مگر ضبط سے کام لیا اور ماں کو ادب کے ساتھ سلام کیا۔

سُعدیٰ (چونک کر اور شگفتہ رو بننے کی کوشش کرکے) "جیتی رہو! کیوں کیسے آئیں؟"

ھند۔ (یہ سمجھکر کہ میری ماں اپنی پریشانی کو چھپانا چاہتی ہے رکتی ہوئی آواز میں) "اماں جان! آپ اسوقت .. پریشان .... اسکی کوئی وجہ .. ؟"

سُعدیٰ (بات کاٹ کر) "بیٹی! میں کچھ بھی متفکر نہیں ہوں! ہاں ذرا طبیعت سست ہے۔"

ھند (رقت انگیز صدا سے) "درست! مگر اس ناسازی مزاج کا سبب یہی ھند ہے اور کیا ـــ"

سُعدیٰ۔ "حاشا و کلا بیٹی تو میری نور نظر اور دل کی ٹھنڈک ہے۔ میں تیرے سبب سے رنجیدہ کیا ہونگی کیا تو خود نہیں دیکھتی کہ تیری صورت پر نظر ڈالتے ہی میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور میں اپنے تمام رنج و الم کو بھول جاتی ہوں"

ھند۔ "دیکھتی کیوں نہیں ہوں۔ مگر مجھ کو اسکے ساتھ ہی بناوٹ اور ظاہر داری کے آثار بھی نظر آتے ہیں۔ اماں جان! آپ اسقدر پریشان اور رنجیدہ کیوں ہوتی ہیں۔ انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ گزر جاتی ہے" اسکے کہنے کا مدعا یہ تھا کہ ھند اپنی والدہ کے دل کی تہ دریافت کرے اور اسسے قبل اپنے والد کے آمد آمد کے اسکے عذر پر دوبارہ یاددہانی کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ ان دونوں کی اسی ملاقاتمیں اسکی آیندہ زندگی کا برا یا بھلا فیصلہ ہونیوالا تھا۔

سُعدیٰ۔ (ھند کا مطلب تاڑ کر) "ھند! تو رمز و کنایہ سے کیوں کام لیتی ہے؟ کیا تجھ کو ابتک اس بات کا یقین نہیں آتا کہ میں اپنے وعدہ پر قایم ہوں؟"

ھند۔ "یقین تو ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے آپکو خواہ مخواہ کی الجھن اور تذبذب میں ڈالدیا ہے"

سُعدیٰ۔ "تیرے واسطے تکلیف اٹھانی عین راحت ہے۔ بیٹی بدگمانیوں کو دور کر اور آ میرے پاس بیٹھکر تو بھی کچھ تدبیر بتا جسپر ہم عمل کریں۔ کل تیرا باپ آئیگا اور ضرور ہے کہ وہ ثعلبہ کی بات چھیڑیگا۔ تیرے خیال میں میں اسے کیا جواب دوں؟"

ھند۔ "آپکو میرے دل کی بات معلوم ہے۔ اپنے طور پر مناسب خیال فرماکر کوئی بات کہئے۔ ہاں

مجھ سے دریافت کیا گیا تو انکار کے سوا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ خواہ اُسکا نتیجہ کچھ ہی ہو۔"
سُعدیٰ۔"فرض کرو اگر اُسنے مجھ سے ہی نامنظوری کا سبب دریافت کیا تو میں حماد کا معاملہ اُس سے بیان کردونگی"
صفد۔"میں نہیں جانتی۔ جو آپ کا دل چاہے کیجئے۔ میں نے اپنے راز کو آپ سے ظاہر کر دیا۔ اور آپ نے
مجھسے بات کے سُلجھانے کا وعدہ کیا ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے۔"
سُعدیٰ چپ ہوگئی اور اُسنے دل میں ٹھان لیا کہ چاہے جو کچھ ہو صفد کی طرفداری پچھونگی۔ اسکے
بعد اُس نے اپنے کمرہ سے نکل کر محل کے داروغہ کو طلب کیا اور خیمونکے نصب کرنے اور کھانوں کے پکنے کا حکم دیا
کیونکہ امیر جبلہ آنیوالا ہے۔ کل صبح کو وہ مع جلوس کے آجائیگا۔
رات کو دیر تک صرح غدیر میں نہایت گہما گہمی رہی اور صبح ہوتے ہی خادموں نے سامان کی درستی
اور مکانات کی آراستگی شروع کردی۔ صفد اور سُعدیٰ نے اعلیٰ درجہ کا اور خوشنما لباس پہنکر استقبال
کی تیاری کی۔ تھوڑا سا دن چڑھا ہوگا اُسوقت بلقا کی سمت سے ایک غبار اُڑتا ہوا نظر آیا اور محلی نے اطلاع دی
کہ امیر جبلہ کی سواری قریب آگئی ہے۔ سُعدیٰ نے خادموں کو استقبال کے لئے روانہ کر دیا اور خود ایک
جھروکے میں بیٹھکر سواری کا جلوس دیکھنے لگی۔ صفد پہلے تو باپ کے استقبال کیلئے تیار تھی لیکن جسوقت اُسے
معلوم ہوا کہ وہ آپہنچا اُسکا دل دھڑکنے لگا اور اُسکے دماغ میں طرح طرح کے پریشان خیالات آنے لگے۔ یہ
خیال کرکے کہ میرے والد کو میری محبت کا حال کھلا تو وہ سخت ناراض ہوگا۔ اسکے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔
اور وہ کمرہ میں جاکر اپنے پلنگ پر منھ لپیٹے ہوئی پڑ رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد گھوڑونکے ہنہنانے کی آواز
محل کے نیچے سے سنائی دی۔ اور صفد کو معلوم ہوا کہ اُسکا باپ آپہنچا۔ چار ناچار دلکو مضبوط کرکے بستر سے
اُٹھی اور ماں کے پاس پہنچی۔ پھر یہ دونو آگے پیچھے مجلس کے صدر دروازہ کیطرف بڑھیں۔ اُدھر سے امیر
جبلہ بن ایہم اپنے ہمراہی سپاہیوں اور افسروں کو خیموں میں چھوڑ کر اپنا بیش بہا لباس پہنے ہوئے پیادہ پا محل
کی ڈیوڑھی میں داخل ہوا۔ اُسکے سر پر کلاہ اور اسکے اوپر عمامہ بندھا تھا۔ قبا کے اوپر ایک قلمکار عبا اوڑھے
تھا۔ پہلے سُعدیٰ نے بڑھکر اپنے شوہر کی پیشوائی کی اور شگفتہ روی کیساتھ جسمیں کسیقدر رنج کے
آثار بھی شریک تھے اس سے مصافحہ کیا۔ اسکے بعد صفد آگے بڑھی اور اُسنے باپ کے ہاتھونکو ادب کے ساتھ بوسہ
دیا۔ جبلہ نے بیٹی کو سینہ سے لگا کر اسکی پُرنور پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے اسے سست اور اسکے چہرے کو اترا
ہوا پاکر حیرت سے دریافت کیا۔"اہا! صفد تو کیسی ہے؟" سُعدیٰ نے ہندکیطرف سے جواب دیا کہ اسکی طبیعت
کئی دن سے کچھ ناساز ہے اور بات ٹالدی۔ پھر یہ سب ملکر شہ نشین میں پہنچے جہاں مکلف فرش بچھا تھا۔ جبلہ
صدر میں بیٹھ گیا اور صفد کو اپنے برابر بٹھالیا۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑے ہوئے بار بار اُسکی صورت دیکھتا تھا اور
محبت پدری کے جوش میں اسکی کمزوری کو دیکھکر متاسف ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب اُسے تنہائی نصیب ہوئی۔

اور ہند اور اُسکی ماں کے سوا وہاں کوئی نہیں ہا۔ سب سے پہلے جبلہ نے ہند کی بیماری کی بابت سوال کیا۔ ہند اور اسکی ماں نے بات ٹالنے کے لیے اسے اطمینان دلا کر اس بات کا اصرار کیا کہ پہلے لباس سفر تبدیل کر کے آرام حاصل کر لے۔ پھر جو بات ہوگی وہ بیان کیجائیگی۔ جبلہ نے لباس بدل ڈالا اور خادموں کو ہدایت کر دی۔ کہ میرے ساتھیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

سُعدیٰ نے اپنے شوہر کو خلاف معمول کسیقدر رنجیدہ پایا۔ حالانکہ ہند کیصورت دیکھکر وہ نہایت مسرور ہوجاتا تھا خصوصًا ایسی حالتمیں کہ بہت دنوں کے بعد دیکھا ہو۔ لہذا اُسنے دل میں ارادہ کیا کہ اس کبیدگی کا سبب کھانے کے بعد دریافت کریگی۔ لیکن چونکہ کھانا کھاکر جبلہ محل کی سیر اور اسکے مکانات کی معاینہ میں مصروف ہو گیا۔ پھر اصطبل کو ملاحظہ کرنے چلا گیا ان اسباب سے وہ کچھ پوچھ نہ سکی۔ بلکہ سمجھ گئی کہ میرا شوہر ٹالنے کیلئے ادھر ادھر پھر رہا ہے اور مجھے کچھ دریافت کرنے کا موقعہ نہیں دیتا ہے۔

شام ہونیکے بعد پھر سب لوگوں نے کھانا کھایا۔ دسترخوان پر بھی ان ماں باپ اور بیٹی میں کسی قسم کی بات سوا کھانے کے متعلق ضروری امور کی نہ ہوئی۔ کھانے سے فارغ ہوکر خادم لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوئے اور صرف جبلہ۔ ہند اور سُعدیٰ یہ تینوں شخص رہ گئے۔ جبلہ ایک گاؤتکیہ سے پیٹھ لگائے بیٹھا تھا۔ ہند اسکے برابر اور سُعدیٰ اپنے شوہر کے مقابل بیٹھی ہوئی تھی۔

جبلہ (ہند کیصورت کو غور سے دیکھنے کے بعد سُعدیٰ کیطرف مخاطب ہوکر) "اس مرتبہ مجھکو یہاں آنے میں بعض ضرورتوں کی وجہ سے دیر ہوگئی۔ اب کئی دنوں سے روز قصد کرتا تھا مگر رک جاتا تھا۔ آج آیا تو یہ امید لیکر چلا تھا کہ وہاں جاکر کچھ خوشی کا سامان پاؤنگا۔ لیکن افسوس ہے کہ میں اسوقت پہلے سے زیادہ پریشان ہوں اور کوئی مسرت کا سامان نہیں دیکھتا"

سُعدیٰ۔ (سر اٹھاکر اور جبلہ کیطرف نظر گڑاکے) "خدانخواستہ ہند کیحالت پریشانی کے قابل نہیں ہے انسان ہے تو کبھی سو مزاج ہو ہی جاتا ہے اور بلا سبب بھی وہ پریشان نظر آتا ہے مگر آج صبح سے دیکھ رہی ہوں کہ تم جب سے آئے ہو رنجیدہ نظر آتے ہو۔ پہلے تو میں سمجھتی تھی کہ میری نظر کی غلطی ہے۔ مگر اب تم نے اپنی زبان اقرار کر لیا۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ صاف صاف اپنی پریشانی کا سبب ظاہر کروگے تاکہ تسکین حاصل ہو"

جبلہ "تم مجھ کو جس سبب سے پریشان پاتی ہو وہ ایک عارضی امر ہے اور قابل بحث نہیں"

سُعدیٰ۔ (حیرت سے) "عجب! یہ خوب ہے کہ آپکو ایک بات کی فکر ہو اور ہم بیفکر رہیں۔ کچھ بھی سہی ہمارے دل کو بلا اُسکے سبب معلوم ہوئے تسکین نہیں ہوسکتی"

جبلہ۔ "اونہہ۔ جانے بھی دو بات ہی کیا ہے بے فصل کی بدلی ہے آتی ہے اور بغیر برسے ہوئے نکل جاتی ہے"

سُعدیٰ (زیادہ مشتاق ہوکر) "مانا۔ کہ تمکو سُبا کے سے ماننے میں کلام ہے۔ لیکن ہم سے بھی تو بیان کرو۔

میرا تو دل اُلجھ رہا ہے۔"

جبلہ۔ "تمہارا اصرار ہے تو سنو! ایک شخص نے جو ملک حجاز سے آیا ہے ہمیں خبر دی ہے کہ ملک حجاز کے عربوں کا ایک لشکر ہم سے لڑنے کو آرہا ہے۔"

سعدیٰ۔ (حیرت زدہ ہوکر) "اُن سے اور ہم سے کیا علاقہ؟ وہ ہم پر کیوں چڑھے آتے ہیں؟ ہم نے تو اُن سے کوئی مخاصمت نہیں کی"؟

جبلہ (سر ہلا کر اور سنبھل کر بیٹھنے کے بعد اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر) "یہ عرب بڑی قوی جماعت رکھتے ہیں۔ ان میں ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جو لوگوں کو ایک نئے دین کیطرف بلاتا ہے۔ وہی نبی ان لوگوں کے سردار ہیں۔ انہوں نے ایک خط ہمارے پاس اپنے مذہب کی دعوت دینے کیلئے بھیجا تھا۔ وہ خط حارث کو ملا اُس نے خط کو پھاڑ ڈالا اور نامہ بر کی آبروریزی کی۔ صاحبِ دعوت (صلعم) کو یہ امر شاق گذرا۔ اور اب انہوں نے ایک قوی لشکر ہمارے ساتھ جنگ کرنے کی غرض سے بھیجا ہے ہم نے اس فوج کی نقل و حرکت سے خبردار رہنے کے لئے جاسوس اور مخبر مقرر کر دیئے ہیں۔ ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوا کہ وہ فوج کب تک یہاں آئیگی۔"

ھند حارث کا نام سُنکر چونک پڑی اور اُس نے اپنے دل میں کہا "حارث اور اسکے بیٹے کے ہاتھوں ہماری مصیبت کے سامان فراہم ہونے مقدر میں لکھے گئے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ" مگر اپنے والد کیطرف دیکھکر اور جوشِ حمیت سے متاثر ہوکر کہا۔ "ابا جان! ہم کو ان عدنانیوں کے آنیکا کیا خوف ہو سکتا ہے؟ ہم بنی غسان ہیں جو کسی حالت میں جنگ سے ڈرنے والے نہیں شمشیر زنی ہمارا جوہر ہے اور دنیا نے ہماری تیغ رانی کا لوہا مانا ہے۔"

جبلہ۔ (بیٹی کی جوانمردانہ گفتگو سے مسرور ہوکر) "بیٹی! ہم انکی جنگ سے ڈرنے والے نہیں اسکا تو ہمکو ذرا بھی خوف نہیں ہوتا لیکن اسوقت ہمکو فوجوں کے جمع کرنے اور مدافعت کا سامان فراہم کرنیکے مشغلہ سے نجات ملی ہوئی تھی۔ ابھی چند روز ہوئے ہیں کہ اہلِ فارس کے جنگ سے ہمیں نجات ملی ہے نہ ہمارے قلعے درست ہوئے ہیں اور نہ ہمارے بہادروں نے اچھی طرح اُس جنگ کا تکان دور کیا ہے۔ خدا حارث کا بھلا کرے کہ اُس نے ایک دوسری بلا سر پر لی اور ہم کو مفت کے دردِ سر میں مبتلا کیا۔"

ھند۔ "مگر بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عدنانی عرب حارث سے لڑنے آتے ہیں ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے"

جبلہ۔ "ہاں بیٹی! مگر مشکل یہ ہے کہ ہم بنی غسان سب کے سب رومی حکومت کے زیر اثر ہیں اگر انکو مدافعت کی ضرورت پیش آئیگی تو ہم سے کمک ضرور طلب کرینگے اور ہمیں انکے حکم کی بجا آوری سے چارہ نہوگا۔"

ھند۔ "عجب! خطا کریں امیر حارث اور انکی طرف سے لڑنے ہم جائیں؟"

جبلہ۔ "بیٹی! ضرورت پیش آنے پر اس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔ بہرحال

ابھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ غنیم کی فوج کیا کرتی ہے اور کسطرف رخ کرتی ہے۔ کل حارث میرے پاس آیا تھا اور دیر تک خلوت میں اس بارہ میں گفتگو کرتا رہا۔ اب ہم نے سپاہیوں کا جمع کرنا فوجکی آراستگی اور سامان جنگ کی فراہمی کا اہتمام شروع کر دیا ہے۔ آئندہ خدا کی جو مرضی ہو۔"

سُعدیٰ نے جسوقت سُنا کہ حارث میرے شوہر سے ملنے آیا تھا تو اُسے یقین ہو گیا کہ ضرور اُن دونوں میں حمند کی بابت بات چیت آئی ہو گی اور سُعدیٰ کو اُمید پیدا ہوئی کہ اب اپنے شوہر سے ان باتوں کو سُننے لیکن وہ جانتی تھی کہ حمند کی موجودگی میں اُسکا ذکر نہ آسکیگا۔ لہذا اس نے کچھ کسل اور ملال ظاہر کر کے اپنے شوہر سے کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ آج صبح سفر کرنے کیوجہ سے تم بے آرام رہے ہو۔ تھکن غالب ہو گی۔ کیا اب بستر پر جا کر آرام نہ کرو گے؟" جبلہ اپنی بیوی کی مراد سمجھ گیا اور اسنے کہا بہتر ہے۔ واقعی مجھ کو آج سخت کسل ہے۔" یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ حمند بھی اُٹھ کھڑی ہوئی اور وہ بھی اس تحریک کا مدعا سمجھ گئی تھی اور اپنے کمرہ کیطرف آرام کرنیکے بہانہ سے چلی۔ مگر چلتے چلتے اپنی ماں پر ایک پرمعنی نگاہ ڈالتی گئی جس سے اسکے وعدہ کی یاددہانی مقصود تھی۔ پھر یہ سب ایکدوسرے سے جُدا ہوئے۔ حمند کے چلے جانیکے بعد جبلہ نے اپنی بیوی سُعدیٰ کا ہاتھ تھام لیا اور اسکے ساتھ آرامگاہ میں داخل ہوا پہلے دونو نے شب خوابی کا لباس پہنا اور اُسکے بعد ایکدوسرے کے مقابل متفکرانہ صورت بنا کر چپکے بیٹھ گئے۔۔

ستائیسواں باب ۲۷

افشائے راز

دو آرام کرسیاں آمنے سامنے پڑی ہیں۔ ایک پر جبلہ اور دوسری پر اسکی پری جمال بیوی سعدےٰ بیٹھی ہے۔ کافوری شمعیں جل رہی ہیں۔ میز پر رکھی ہوئی بنت العنب کا شوخ شہابی رنگ مزہ دے رہا ہے۔ رات کا سناٹا چاروں طرف چھایا ہوا ہی صرح غدیر کے عالیشان محل میں بھی سکوت کا عالم طاری ہے۔ نوکر چاکر سب کاموں سے فارغ ہو کر سو رہے ہیں کسیطرف سے خراٹے لینے یا کہیں سے گھوڑوں کی ہنہنانے کی صدائیں البتہ آجاتی ہیں جبلہ اور سعدیٰ دونو ایکدوسرے کے مقابل میں تصویر کیطرح چپ بیٹھے اور کسی اہم مبحث پر غور کر رہے ہیں۔

جبلہ (مہر سکوت کو توڑ کر) "میں نے کئی دن ہوئے تم سے ایک کام کے انجام دینے کی بابت کہا تھا۔ میں اس عرصہ میں ہر روز اسکا منتظر رہتا تھا کہ آج تم آکر اسکے متعلق کچھ کہو گی اور کل آکر کوئی

خبر سناؤگی لیکن تم نے اسقدر دیر لگائی کہ آخرکار حارث نے مجھ سے جواب کا تقاضا کیا۔ اور خود ملکر جلد تصفیہ کرنیکا طلبگار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ جلد جواب نہ پانے سے کسیقدر رنجیدہ تھا اور خاصکر اسحالت میں کہ ان غسانیون کی آمد آمد اور جنگ کا سامان ہو رہا ہے اسطرف سے دیر ہونی اسے ناگوار ہوئی۔ وہ چاہتا ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو اس کار خیر سے فراغت کر لیجائے"

جبلہ اپنی گفتگو ختم کرکے سعدیٰ کے جواب کا منتظر ہو گیا۔ مگر سعدیٰ اس تذبذب میں مبتلا تھی کہ کیا کہے اور کہے کیونکر۔ وہ اپنے دل میں سخت پشیمان تھی کہ میں نے ہند سے ایک بیکار وعدہ کرکے اپنے سر اتنی سخت آفت مول لی۔ اس سے کوئی جواب بن نہیں آتا تھا۔ غرضکہ یونہیں جواب میں تاخیر ہوتی چلی گئی جسکو دیکھ کر جبلہ سخت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ "کیون! میری بات کا جواب کیون نہیں دیتی ہو معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں کوئی تردد کی صورت پیدا ہوئی ہے؟"

سعدیٰ "مجھ کو اسکا علم نہیں۔ لیکن یہ ضرور جانتی ہون کہ جسدن سے میں نے ہند سے اس بات کا تذکرہ کیا ہے اسکی صورت پر مردنی چھائی رہتی ہے اور خدا جانے دل میں کیا کوفت اٹھاتی ہے"

جبلہ "آخر اس نے جواب کیا دیا؟"

سعدیٰ "نہ ہان اور نہ نہیں"

جبلہ "تو پھر وہ رضامند ہے"

سعدیٰ۔ (تنک کر) "ہر حالت میں سکوت کی دلالت رضامندی پر نہیں ہوا کرتی"

جبلہ (حیرت سے چونک کر) "پھر کیا بات ہے؟ شاید تمنے کوئی ایسی بات معلوم کی ہے جس سے نامنظوری مترشح ہوتی تھی"

سعدیٰ "میں نہیں جانتی ...... شاید میری سمجھ کا پھیر ہو"

جبلہ (حیرت سے مبہوت ہو کر) "کہو۔ صاف کہو۔ تمہارے رک رک کر بات کرنے سے مجھے آثار برے معلوم ہوتے ہیں۔ شاید کوئی سخت خطرہ ہے"

سعدیٰ "ارے۔ خطرہ؟؟ تم کو کس خطرے کا ڈر ہے؟"

جبلہ "کیا تمکو نہیں معلوم ہے کہ اس بات کی نامنظوری میں مجھ سے اور حارث سے بگاڑ ہو جائیگا؟"

سعدیٰ (جبلہ کی مراد سے انجان بنکر) "بھلا اس سے اور بگاڑ سے واسطہ کیا شادی بیاہ میں بھی کہیں زبردستی ہوتی ہے؟"

جبلہ (جھلا کر اور اپنی نشست کو چھوڑ کر) "این! کیا ہند اب اتنی خودسر ہو گئی کہ اپنے مان باپ کی پسند کی ہوئی بات سے انکار کرے!!!"

سعدیٰ۔ (نرمی سے) "نہیں نہیں۔ مان باپ دونو کو نہ سانو۔ صرف باپ کو کہو"

جبلہ (غضب آلود نگاہوں سے سعدیٰ کی صورت دیکھکر اور کرخت آواز سے) "سعدیٰ! شاید تو بھی اس بدعنوانی میں کمبخت ھند کی طرفدار ہے؟"

سعدے (رنج و غم کیوجہ سے گھٹی ہوئی اور نہایت پست آواز میں) "نہیں میں نے اُسکی طرفداری خوشی سے نہیں کی ہے۔ لیکن مجھے ڈر پیدا ہوا کہ وہ اپنی جان دیدیگی اس لئے مجبور ہوگئی۔ اگر تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ ھند اُس بدطینت شخص کے سامنے بطور ایک حقیر شکار کے پیش کردیجائے تو تمہیں اختیار ہے نکاح کردو۔" یہ کہکر سر جھکا لیا اور رونے لگی۔

جبلہ نے یہ گفتگو سُنی تو سُن ہوگیا۔ اور تھوڑی دیر تک وہ خیال کرتا رہا کہ میں کوئی خواب دیکھتا ہوں جو مجھے پریشان کررہا ہے آخر بہت تامل کے بعد اپنے جوش غضب کو دباکر بولا "سعدیٰ! کیا واقعی تم ٹھیک کہہ رہی ہو؟"

سعدے "میں نے جو بات کہی ہے چھان بین کرکے کہی ہے۔ ہر پہلو پر بحث کرکے طے کیا ہے۔ اگر تم مجھکو سچا نہیں تصور کرتے تو ھند موجود ہے خود اسی کو بلاکر بالمشافہ گفتگو کرلو۔ میں تو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئی۔"

جبلہ کے ہوش بمشکل درست ہوئے اور اس بات کے سننے سے وہ دیر تک خود رفتہ رہا۔ ھند کی اُلفت اور اُسکی جرات و ہمت پر فریفتہ ہونا۔ اُسکی دانائی کا اعتراف۔ اِن سب باتوں نے جبلہ کو اُس کی رضامندی کا تابع بنانا چاہا۔ مگر یہ خوف غالب رہا کہ اس نامنظوری کا نتیجہ بُرا ہوگا۔ بہرحال اس نے دیر تک غور کرنے کے بعد اپنی بیوی سے کہا "ھند کو بُلا لو! میں خود اُس سے باتیں کرونگا اور اسکے اعتراض سنونگا"

سُعدیٰ اُٹھکر کمرہ سے باہر چلی۔ مگر یہ خیال کرکے کہ ھند کا اس وقت یہاں آنا جبکہ اُسکا باپ غصہ سے بیخود ہورہا ہے بُرا نتیجہ پیدا کریگا۔ اُسے مناسب معلوم ہوا کہ پہلے جبلہ کا غصہ فرو کردے اور اُس کا دل ٹھکانے لگادے اسکے بعد ھند کو بلائے۔ چنانچہ وہ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے واپس ہوکر پھر اپنے شوہر کے روبرو گئی اور کہنے لگی "سچی میں ہند کو بلانے جاتی ہوں۔ مگر آپ کو ایک بات کیطرف توجہ دلاتی ہوں مجھے اُمید ہے کہ آپ اُس بات کو اپنے دل سے دور نہ کرینگے۔"

جبلہ "وہ کیا بات ہے؟"

سُعدیٰ "تم ھند کی جوانمردی اور نازک مزاجی سے واقف ہو۔ خاصکر آجکل ثعلبہ کے متعلق جیسے اس سے جو گفتگو کی ہے اُس نے اُور بھی اُسے ضعیف و ناتوان بنا دیا ہے۔ پھر تمہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ ثعلبہ اُسکا کسیطرح ہمسر نہیں ہے۔ ہم اسکے کمینہ پن اور کیا دہ ہونے کو بخوبی آزما چکے ہیں۔ تم یہ خیال کبھی نہ کرنا کہ اُسے ھند کے ساتھ الفت ہے۔ بلکہ وہ در پردہ اسکے قتل کا خواہاں اور اسکے خون کا پیاسا ہے اس بات کے معلوم کرلینے کے بعد تم تدبیر اور حکمت عملی سے کام لینا اور بہت عمدہ پیرایہ میں ہند سے گفتگو کرنا اُسے مجبور نہ کرنا ورنہ ضرور ہے کہ وہ اپنی جان ہلکان کرڈالیگی اور ہمیں پچھتانا پڑیگا۔ مناسب یہ ہے کہ ہم

نرمی سے اُسے رفتہ رفتہ سمجھا ئیں ممکن ہو کہ اسطرح اسکو دلکو قابو میں کرکے بالآخر اسے اپنی مرضی کا تابع بنا سکیں"۔

جبلہ۔ (سعدیٰ کی قابلقدر رائے سے متاثر ہوکر) "سچ کہتی ہو۔ مگر میں اسکی کبھی توقع نہیں کرتا ہوں کہ اس نامنظوری کے انجام میں جو فتنہ برپا ہوگا اسکے شر سے محفوظ رہ سکوں۔ اسکے ماسوا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ھند ثعلبہ سے کیوں نفرت کرتی ہو اور اسکی درخواست کس لئے نامنظور کرتی ہے تمہیں بتاؤ کہ کیا ثعلبہ اسکے چچا کا لڑکا نہیں؟ مجھ کو تمام بنی غسان میں صرف ایک یہی شخص ھند کے ساتھ نسب کے رو سے نہایت قریب اور اسکے مرتبہ کے لایق تر معلوم ہوتا ہو۔ اس بغض وعناد کا سبب ہے؟"

سعدیٰ۔ ھند کی ناپسندیدگی کا باعث ثعلبہ کی سفلہ مزاجی اور دون ہمتی ہے۔ مدتیں گزر گئیں کہ اس سے ملتی جلتی اور اسکے طور طریق دیکھتی رہی ہو اسے کسی وقت میں اسبات کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا کہ ثعلبہ میں مروتی سی خودداری اور بنی غسان کے کریمانہ اخلاق کی جھلک نظر آئی۔ اکثر ھند نے مجھ سے اسبات کا ذکر کیا۔ اور خود ہم اسکے روبرو ثعلبہ کی بُرائیاں کرتے رہے ہیں۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے کب ممکن ہو کہ ہم اب ھند کو ثعلبہ کے پاکیزہ خصال اور کرم اخلاق کا قائل بنادیں؟"

جبلہ "سعدیٰ! میں تمہاری باتوں کو غلط نہیں کہتا۔ بیشک تم سچے ہو اور ھند بھی ٹھیک خیال کرتی ہے لیکن ... تمہیں معلوم ہے کہ مجھ میں اور حارث میں قرابت کے پردہ میں اندرونی لاگ ڈانٹ مخفی ہے۔ ظاہری برتاو اچھا اور ہے اور دلی خیالات کا رُخ دوسری طرف ہو مجھے اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ اس کی درخواست کا نامنظور کرنا ایک معنی کرکے اعلان جنگ کر دینا ہے۔ حالانکہ ہو وقت ہماری حالت اتفاق و اتحاد کی محتاج ہے۔ حجاز والوں کی خبریں تشویشناک سنائی دیتی ہیں"

سعدیٰ "میں تمہاری ہمخیال ہوں اور اسبات میں کبھی تم سے مخالفت نہیں رکھتی۔ لیکن مجھکو اپنے قول پر اعتماد ہے اور یہ بھی کہے دیتی ہوں کہ اگر ہم نے ھند سے زیادہ اصرار کیا اور اسے ثعلبہ کیساتھ بیاہنے پر مجبور بنایا تو یاد رکھو کہ ہم سخت پشیمان ہونگے۔ وہ اپنی جان دیدیگی اور نہ مانیگی۔ ھند ہرگز ثعلبہ سے محبت نہیں رکھتی اور نہ اسے پسند کرتی ہو اور کسیطرح ممکن نہیں کہ وہ آئندہ اسے پسند کرے۔ کیا ہم اپنی زندگی کی پھل اور اپنی امیدوں بھری بیٹی کو ہاتھ سے کھو دیں۔ اسے اس کینہ اور بزدل کے سامنے حقیر ہدیہ کے طور پر نذر کر دیں حالانکہ اسکے دل میں ذرہ برابر بھی ھند کی الفت نہیں ہے" یہ کہا اور بے اختیار اشکبار ہوگئی۔

جبلہ "میں دیکھتا ہوں کہ تمکو ثعلبہ کی نسبت ھند سے الفت نہ رکھنے کا یقین آگیا ہے۔ لیکن ایسی حالت میں وہ پھر اس کا کیوں طلبگار ہے؟"

سعدیٰ۔ (گریہ وزاری کو ضبط کرکے گھٹی ہوئی آواز میں) "اسکی وجہ پھر کسی موقعہ پر بیان کرونگی ہو وقت میں ھند کو بلانے جاتی ہوں۔ تم خود اسکے روبرو اسکی زبان سے اسکے بیان کو سنو۔ میں تم سے

درخواست کرتی ہون کہ اسکا دل نہ دکھانا۔ جہان تک ہوسکے مردانہ وار ضبط کرنا سختی سے کام نہین نکلیگا۔" یہ کہکر چراغ ہاتھ مین لئے ہوئے باہر نکل گئی اور ہند کے کمرہ پر پہونچی۔ دروازہ بند تہا اور کمرہ کے اندر سے کچھ آواز آرہی تہی۔ کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ رونے اور ہچکیان لینے کی صدا آرہی ہے۔ سعدے کو معلوم ہوگیا کہ ہند رو رہی ہے اس لئے دروازہ کہٹکہٹا کر ہند کا نام لیکر آواز دی۔ تہوڑا توقف کرکے ہند نے دروازہ کہولا۔ سعدے نے ہند کے چہرہ روشنی قریب کرکے اسکی صورت دیکھی تو اُسے معلوم ہوا کہ ہند کی آنکھین سرخ ہورہی ہین اور وہ نہایت دل شکستہ ہے۔ اس حالت کا دیکھنا تہا کہ سعدے کا دل بہر آیا اس نے شمعدان زمین پر رکھدیا اور ہند کو گلے لگا کر پیار کرنے اور اسکے چہرے کے بوسے لینے لگی۔ شفقت مادری کی وجہ سے آنسو بہانے اور کہتی جاتی تھی "بیٹی! میری لخت جگر! تو روتی کیون ہے۔ بس اب اپنے دل کو سنبہال۔ رنج و ملال کو چہوڑ انشاء اللہ تیری مسرت کا سامان ہوگا۔ گھبرا نہین۔"

ہند (جوش گریہ کو ضبط کرکے) "امان جان! آپ کیسے تسلی دلاسے سے کیا حاصل مینوا اپنے کانون سے ابا جان کو غصہ ہوتے سنا ہے آہ میرا دل ٹوٹ گیا" یہہ کہا اور پہر رونے لگی۔

سعدے۔ (متحیر ہوکر) "تم تو یہان ہو اُن کی باتین کیسے سن لین؟"

ہند۔ "میں ابہی اس کمرہ کے دروازہ پر ہوکر آئی ہون مینے سنا کہ وہ آپ کو گہرک رہے تہے اور اپنے قول پر اڑے تہے ہائے یہ میری کم نصیبی کی پہچان ہے۔ اُف! اگر وہ برابر اپنی بات ہی پر ثابت قدم رہے تو اے امان جان! خدا ... حافظ" پہر رونے لگی۔

سعدے۔ (بیٹی کو پیار کرکے) "بیٹی! تمہارا خیال غلط ہے۔ تمہارے باپ تو میرے ساتھ موافق ہوچلے ہین اور قریب ہے کہ وہ بھی ثعلبہ کی درخواست کو نامنظور کردین۔ صرف انکو تمسے بالمشافہ گفتگو کرنیکا انتظار ہے تاکہ اسکے متعلق تمہارا جواب سن لین اور خود تمہاری زبان سے۔ میرے بیان مین انکو شک ہے۔ چلو وہ تمہاری راہ دیکھ رہے ہونگے" اس وقت سعدے نے ہند کو روتا ہوا پایا تو اسکے دل مین آیا کہ اسی طرح اسکے باپ کے پاس لیچلون تاکہ شاید اس حالت مین دیکہکر اسکا بھی دل نرم ہو اور اسکی طرفداری کرے۔

اٹھائیسوان باب (۲۸)

خبر دوری رہ منزل مقصود کا اپنے
ڈہونڈہا بھی مگر ہم نے تو پایا نہ نشان اور

ہند نے چاہا تہا کہ میری مان تھوڑی دیر تامل کرے تاکہ آنسو خشک ہونے کے بعد چلون لیکن سعدے نے مہلت نہ دی اور اُسے ہمراہ لئے ہوئے اپنے کمرہ مین جہان اُسکا شوہر جبلہ بیٹہا ہوا تہا لیگئی۔ جبلہ ہند کے انتظار مین کوچ پر تکیہ لگائے بیٹہا تہا اور ہند پر اپنے دل مین سخت خفا تھا کہ اس ناشدنی لڑکی نے کیسی دیدہ دلیری اختیار کی ہے۔ اگرچہ سعدے کو گئے ہوئے کچھہ زیادہ وقفہ نہین گذرا تہا لیکن جبلہ کو اتنا انتظار بھی گران گذر رہا تھا۔ آخر ہند اپنی مان کے بازو پر سہارا لئے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی باپ کے کمرے مین داخل ہوئی۔ نگاہین نیچی تہین۔ اور آنکھین پر نم۔

جو رونے سے سرخ ہو گئی تھیں۔ چہرے پر تمتماہٹ تھی اور بال کھلے ہوئے پشت پر پڑے تھے۔ وہ اسی انداز سے دھیمی چال چلتی ہوئی اپنی ماں کے پلنگ کے قریب آ کر دیوار سے بازو ٹیکنے کے بعد مسکین صورت بنائے ہوئے کھڑی ہو رہی۔ اسکے چہرے سے رنج والم کے آثار عیاں تھے۔ اور سر جھکائے ہوئے کھڑی ہوئی تھی۔

جبلہ نے بیٹی کی یہ حالت دیکھی تو اسکا دل پسیج اٹھا۔ وہ اپنا غیظ وغضب بھول گیا لیکن چونکہ اسکے فعل کی ناپسندیدگی اور اسکے طرز عمل کی عدم پیرائی پر مصر تھا۔ اس لیے اس سے مخاطب ہو کر بولا "ھند تیری کیا رائے ہے؟"

ھند نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور اپنے بال کی لٹ کو انگلیوں سے لپیٹتی رہی۔

جبلہ۔ "بتاتی کیوں نہیں! تو اپنے ابن عم ثعلبہ کی نسبت کیا کہتی ہے؟" ھند نے ثعلبہ کا نام سنا تو اسکے بند بند پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ ہر چند ضبط کرتی تھی لیکن بہنے والے آنسوؤں کو روک نہ سکی۔ جبلہ نے ھند کے رونے کو دیکھکر معلوم کر لیا کہ گویا اسکا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جاتا ہے اسنے تیسری بار سوال کیا۔ لیکن نہایت نرم الفاظ میں "بیٹی! جواب کیوں نہیں دیتی ہے؟ میں نے تجھکو صرف اسی بات کے دریافت کرنے کے لیے بلایا ہے کہ اپنی زبان سے "ثعلبہ" کی طلبگاری پر ہاں یا نہیں جو کہنا ہو کہدے۔"

ھند سے ضبط نہ ہو سکا اور چیخ مار کر رونے لگی۔ اس نے چاہا کہ کمرہ سے نکل جائے لیکن سعد نے بیٹی کا ہاتھ پکڑ کے اسکو واپس لانا چاہا۔ ھند زمین پر لوٹ گئی اور کسقدر روئی کہ بیہوش ہونے کے قریب ہو گئی۔

سعد نے اسے تسکین دیتی رہی اور اپنے شوہر سے اشارہ کیا کہ بس اب سوال کرنا بند کر دو۔ اور ھند کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے اسے چند قطرے پلائے جب ذرا اسکے ہوش ٹھکانے ہو چلے جبلہ اسکی تمام حالتیں دیکھتا رہا اور اسکا دل ھند کیوجہ سے بیٹھا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ بھی اسکی خاطر ہر آفت کو اٹھانے پر تیار ہو گیا اور کہنے لگا۔ "ھند! میں سمجھ گیا کہ تجھکو ثعلبہ سے محبت نہیں۔ خیر نہیں سہی۔ لیکن کیا تو اپنے باپ اور اپنے خاندان سے بھی الفت نہیں رکھتی ہے؟"

ھند (آنسو بہاتے ہوئے) "ہاں۔ بیشک میں آپکی ذات اور اپنے خاندان والوں کو دل سے عزیز رکھتی ہوں۔ اگر مجھے ابن عم کے حوالہ کر دینے میں آپکو یا آپکے کنبہ کو کوئی آرام ملسکتا ہے تو میں آپ پر قربان ہو جانیکو پسند کرتی ہوں میری جان آپکے روبرو حاضر ہے جو دل میں آئے کیجیے۔" یہ کہکر وہ اپنے باپ کی گود میں گر پڑی۔

جبلہ بیٹی کو رونے اور مچلنے سے بیچین ہی تو ہو گیا اور باوجود ضبط کے خود بھی رو پڑا۔ آخر اسکی پیشانی پر بوسہ دیکر کہنے لگا "ھند! دیکھ بے صبر نہ ہو جو تمہاری مرضی ہے میں بھی وہی کرونگا۔ اپنے ہوش درست کر و بیٹی!" یہ کہکر اسے اپنے برابر بٹھا لیا۔ ھند بیٹھ گئی اور وہ اپنے بالوں کو جو تھوڑی دیر پیشتر باپ کی گود میں مچل جانے سے چہرہ پر بکھر گئے تھے سمیٹکر پشت پر ڈال رہی تھی جسوقت ھند نے باپ کو اسقدر مہربان پایا تو اسے یاد آ گیا کہ ابھی میری مسرت کی راہ میں بہت سی ناہموار گھاٹیاں واقع ہیں۔ ابھی حماد کا معاملہ بدستور دشوار گذار ہے۔ اگر والد کو اسبات کی خبر ہو گئی تو وہ

آجائیگی۔ ثعلبہ کا معاملہ بہت خفیف تھا۔ لیکن حماد کے بارہ میں وہ آپے سے باہر ہو جائیگا۔ اسے مناسب معلوم ہوا کہ ابھی وقت جبکہ یہ مہربان ہو رہا ہے اسکی مزید رضامندی حاصل کر لیجائے اور موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اس خیال سے وہ پھر رونے لگی۔

جبلہ کو ہیات سے سخت حیرت ہوئی کہ ابتو میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ ثعلبہ کے بارہ میں کوئی تردد نہ کرے پھر یہ کیوں روتی ہے اسلئے اسنے کہا "بیٹی! کیا تو میری مراد نہیں سمجھی؟ اب اپنے دلکو ڈھارس بندھا میں نے ثعلبہ کی درخوست کو نامنظور کر لیا۔ لیکن صند اور بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ہند کی ماں سمجھ گئی کہ اس رونے کا مدعا کیا ہے۔ لہذا اسنے اپنے شوہر کو سوال کرنیکی نسبت ممانعت کا اشارہ کر کے صند کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اٹھا کر اس کمرہ سے باہر لیگئی جس وقت خاص ہند کے کمرہ میں داخل ہوئی تو اس سے دریافت کرنے لگی کہ اب تیری کیا مراد ہے۔ اور صند نے کہا "اماں جان مجھکو چھوڑ دیجئے اور اپنی بدقسمتی پر رونے دیجئے۔ آہ۔ میں نے کیسی آفت اپنے سر مول لے لی ہے۔ آہ۔ آہ" اور پھر رونے لگی۔

سعدی سمجھ گئی کہ یہ حماد کے معاملہ کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اپنے باپ کے غصہ سے ڈرتی ہے اسنے کہا "صند! خدا کا شکر ادا کر ہم نے آدھی راہ امن و امان کے ساتھ طے کر لی ہے۔ اور باقی کے طے کرنے میں بھی خدا ہماری مدد کریگا۔"

صند "اماں جان! ہم نے ابھی صرف راہ کا آسان اور صاف حصہ طے کیا ہے دشوار گذار اور ناہموار ٹکڑا تو اب آگے آئیگا۔"

سعدی "بیٹی! جس ذات نے ہمکو ثعلبہ کے پنجے سے نجات دلائی ہے وہی حماد کے وصل کی بھی کوئی صورت نکال دیگا تو اپنے دلکو مفت کڑھاتی ہے"

صند "آہ۔ یہ کمبخت دل کن مشکلوں سے تو اتنا آسان راستہ کٹا ہے۔ اب وہ دشوار گذار منزل درپیش ہے جسکا طے کرنا خیال میں نہیں آ سکتا۔ باوجود اسکے کہ ابا جان کو ثعلبہ کی سفلہ مزاجی اور کمینہ ہونیکا علم تھا تاہم محض اسکی درخوست کو رد کرنے میں وہ کیسے کیسے بگڑے ہیں۔ اب کسکی اتنی جرات ہو سکتی ہے کہ حماد کے سے پردیسی اور مجہول النسب شخص کا ذکر انکے سامنے کرے۔ وائے قسمت

میرا تو یہ حال ہے ؎ دن مرا روتا ہے میری رات کو ۔۔ رات روتی ہے مرے دن کے لیے۔

اگرچہ سعدی خود اسبارہ میں ہند سے زیادہ خائف اور مایوس تھی لیکن بیٹی کی تباہ حالت دیکھکر وہ اس بلا کے جھیلنے پر آمادہ ہو گئی۔ اگرچہ صند دلشکستگی اور مایوسی کا اظہار کرتی رہی لیکن اسنے تسلی و تشفی دینے سے اسے امیدوار بنائے رکھا اور کہنے لگی "جاؤ اپنے دلکو ہلکان نہ کرو اور سو رہو۔ میں تمہارا کام کرنیکا ذمہ اٹھاتی ہوں اور وعدہ کرتی ہوں کہ صبح ہونے سے قبل تمہارے باپ کو راضی کر لونگی اور اس سے تمہاری ہر ایک بات منوا لونگی۔"

اس وعدہ کو سنکر ہند کے تن بیجان میں جان آگئی اور وہ اس مایوس بچے کیطرح جو کسی چیز کے لینے کیلئے رو رہا ہو اور اسکو پاکر خوشی سے مسکرا دے ہنس پڑی۔ سعدی کی شفقت مادری اس مایوسانہ تبسم کو دیکھکر اور بھی جوش میں آگئی اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگی "صند! تو بالکل بیفکر ہو جا۔ میں تیری ہر ایک آرزو پوری کرنیکی ضامن ہوں کیا میرا یہ کہنا کافی نہیں ہے"

صند "نہیں اماں جان! آپکا وعدہ میری تسلی کیلئے کافی ہے اور ضرور ہے۔ لیکن ابا جان سخت ولندیزی مزاج کے ہیں ان سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔"

سعدی "جا۔ آرام کر۔ دیکھ اللہ میاں کیا کرتے ہیں۔ میں کوشش کرنے جاتی ہوں اسکی ذات ہر ایک شئی پر قادر ہے۔"

انتیسوان باب (۲۹)

حیرت!!

جبلہ بن ایہم بنو غسان کا امیر نہایت سراسیمہ اور حیران ہے۔ خلوت کدے مین بیٹھا ہوا دروازہ کیطرف باربار دیکھتا جاتا ہے گویا وہ کسی کا منتظر ہے اسکے چہرے پر ملال کیساتھہ تعجب اور تشویش کے آثار پائے جاتے ہین کافوری شمعونکی دھیمی روشنی جو اسکی پیشانی پر پڑ رہی ہے اس بات کو دکھاتی ہے کہ اسکی بلند اور کشادہ پیشانی پر شکنین پڑی ہوئی ہین تیوریون پر بل آگئے ہیں۔ ابرو کھنچے ہوئے ہین آنکھین کچھہ تو زیادہ رات تک جاگتے رہنے اور کچھہ رونے اور غصہ کرنیسے سرخ ہوگئی ہین نتھنے پھول رہے ہین بہرحال وہ غیظ و غضب رنج و تردد۔ انتظار و تفکر کی مجسم تصویر بنا بیٹھا ہے۔ اسی عرصہ مین اسکی بیوی سعدا ہے ہند کو اس کے کمرہ مین چھوڑکر اور امید بندھانے والے وعدون سے اسکی تسکین کرکے واپس آتی ہے۔

سعدی کے کمرہ مین داخل ہوتے ہی جبلہ کہنے لگا "کیا تم خیال کرتی ہو کہ ہند اپنی ہٹ سے باز نہ آئیگی؟ وہ ثعلبہ کے ساتھہ شادی منظور نہین کریگی؟ مینے اسکی خاطر سے بظاہر کہدیا کہ تیری پسند کا لحاظ کیا جائیگا لیکن یہ محض پدری محبت کے جوش مین کہدیا ہے اب مجھکو پھر اس بات کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ اسکا نتیجہ میرے اور حارث مین خونریزی پر ختم ہوگا مین ضرور کسی اور موقعہ پر لڑکی کو پھر سمجھاؤنگا اور اس امر پر راضی کرونگا۔ کیا تم میرا اس بارے مین ساتھہ دوگی"؟

سعدا ہے حیرت آمیز تبسم کیساتھہ "افسوس! کیا تمہارا خیال ہے کہ مین نے اس بارے مین ہند کی بیکار طرفداری کی ہے؟ مین تم سے کہہ چکی ہون کہ مین نے مجبور ہوکر اور اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو ہماری بیٹی ہاتھہ سے جاتی رہے ایسا وعدہ کر لیا اگر مین اس بات کی کچھہ بھی امید پاتی کہ کسی دوسرے وقت ہند کا مزاج راستی پر آجائیگا تو ہرگز ایسا کام نہ کرتی۔ اسکی کوئی بات نہ سنتی اور اسے مطلق آس نہ بندھاتی۔ لیکن مین نے اچھی طرح سمجھہ لیا کہ اس بارے مین کچھہ بھی اصرار کرنا محض بیکار اور بلاوجہ نقصان پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ کیا تم اس بات کو نہین سمجھتے کہ ہمارے باغ حیات کا تازہ ثمر کون ہے؟ ہماری امیدون کا روشن چراغ اور ہمارے بڑھاپے کا آسرا کونسی شئے ہے؟ ستو! وہ ہند کی ذات ہے۔ آہ کیا ہم اسکی ذات سے شاہان عرب پر فخر نہین کرتے؟ کیا ہم اسے چیدہ چیدہ لڑکون سے بھی افضل و اعلے نہین تسلیم کرتے؟ کیا وہ غسان کی امیرزادی اور انکی ہر دلعزیز فتاۃ نہین ہے؟ کیا وہ انکے شہسوارون سے بڑھ کر شہسوار اور ان کے کریمون سے زیادہ تر کریم نہین؟ تم ہند کو بھول گئے یہ وہی ہند ہے جو بنی غسان کے جوانمردون کو بھی میدان جنگ میں اپنا ہمسر نہین پاتی تھی جسوقت گھوڑے پر سوار ہوتی تھی اسکی "فروسیت" کی سیر دیکھنے کے لئے تمام لوگون کی گردنین اٹھہ جاتی تھین اور جسوقت وہ میدان جنگ مین کھڑی ہوکر لوگون سے پرجوش تقریر کرتی تھی تو انکی طبیعتین مشتعل ہوجاتی تھین اور انکی رگ حمیت کو جوش مین لے آتی تھی؟ آج تم نے اسے بچے کیطرح روتے دیکھا تو اسکے عجز و انکسار نے تمہین دھوکا دیدیا اور تم بالکل بھول گئے کہ ہند کیا چیز تھی؟ ایسی شیر دل لڑکی اور ایسے شخص کے حوالہ کردیجائے جو اسکی جوتیوں کے تلے کی خاک کے برابر بھی نہین۔ ثعلبہ کون ثعلبہ جو کہ سخت بیوقوف

اور بزدل ہے۔ ہاتھی کی طرح کینہ رکھنے والا[1]۔ لومڑی کی مثل دغاباز۔ اور بچھو کا سا فریبی۔ ہم خود اپنی آنکھوں سے اسکی حالت دیکھ چکے ہیں اور پھر بھی ایسا ارادہ کریں؟ کیا گھوڑدوڑ والے دن تمنے نہیں دیکھا کہ اس نے اس غریب الوطن نوجوان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جو دو مرتبہ اسپر سبقت لیجا چکا تھا اور تیسری بار سبقت لینے چلا تو میدان سے واپسی کے بعد اُس نے قلم کی طرح کٹا ہوا ہاتھ پیش کیا۔ کیا تم نے اپنی آنکھوں سے ہاتھ کو کٹا ہوا نہیں دیکھا ہے؟"

جبلہ سعدے کی مسلسل اور فصیح گفتگو سُننے میں مصروف اور مجسم تصویر بنا رہا۔ لیکن جبکہ سعدے نے ہاتھ کا تذکرہ کیا اور اوسکے کٹا ہوا دیکھنے کی بابت سوال کیا تو وہ بھی چونک کر اور کسی بھولی ہوئی بات کو یاد کرکے کہنے لگا "ہاں مجھے یاد ہے"۔

سعدے (سلسلہ کلام جاری رکھکر) "پھر کیا تمہیں اسکے کٹے ہوئے ہونیکا سبب بھی معلوم ہے؟ سنو خدا اور بنی غسان کے شرف کی قسم کھاکر کہتی ہوں۔ اگر میں تمہیں اس امر کا راز عیان کردوں تو تم اس گھڑی پر لعنت بھیجو گے جس میں یہ کمبخت ثعلبہ پیدا ہوا تھا۔ اور دل سے پسند کروگے کہ کاش وہی نوجوان حماد اسکی جگہ ہوتا اسلیئے کہ شہامت اور کرم اخلاق کے لحاظ سے وہ ہمارے برابر ہے"۔

جبلہ۔ (واقعی سبب معلوم کرنیکا مشتاق ہوکر) "اچھا اسکے کٹ جانیکا اصلی سبب کیا تھا؟"

سعدے (اس بات سے خوش ہوکر کہ میرا شوہر اس وقت کی گفتگو سُننے پر تیار ہے)۔ "اچھا سُنیئے"۔ یہ کہکر تمام قصہ ثعلبہ کے حملہ کرنے اور حماد کے اُس وار کو چہرہ پر روکنے کا اور جو باتیں پیش آئی تھیں بیان کرکے حماد کی جوانمردی اور شرافت کے اوصاف میں خوب خوب مبالغہ کیا اور اسی کے مقابل میں ثعلبہ کی کمینہ مزاجی اور پاجی پن کو بھی ابھار ابھار کر دکھادیا۔ ابھی سعدے نے پوری طرح اپنی گفتگو ختم بھی نہیں کی تھی کہ جبلہ ثعلبہ کی شرمناک کارروائی کے سُننے سے ملول اور حماد کے شریفانہ برتاؤ سے مسرور ہوکر بول اُٹھا "تُف ہے ثعلبہ کو اور شاباش! ہے اس جوان کو۔ کاش وہ ثعلبہ کو جان سے مار ڈالتا اور ہم اوسکی یہ سرگذشت نہ سُنتے"۔

سعدے جبلہ کو اپنی بات کیطرف متوجہ پاکر اور موقع پاکے) "خیر اب بات چھڑ گئی اور تم اس قدر سُن چکے تو اب میں تم سے ہی ایک سوال کرتی ہوں اور تم خوب غور کرکے جواب دینا کیونکہ میرا یہی سوال تمہارے اس استفسار کا جواب ہوگا جو آج رات کو تمنے مجھسے دریافت کیا"۔

جبلہ (اشتیاق سے) "وہ کیا؟"

سعدے "کچھ تمہاری سمجھ میں آیا کہ ثعلبہ نے ہند سے شادی کا پیغام کیوں دیا۔ پہلے تو وہ اس خیال سے دور بھاگتا تھا"۔

جبلہ "دور بھاگتا کیسا؟ یہ کیا؟"

سعدے (طنزاً)۔ "اُف رے مردو! کیا ہند پیدایش کے وقت سے اسکی بنت عم نہ تھی؟"

جبلہ "تھی کیوں نہیں؟"

سعدے "پھر کیا یہ مناسب تھا کہ وہ اسے کئی سال پیشتر اسکا خواستگار ہوتا؟ خاندان کی لڑکیاں تو ٹھیکری سے مانگی جاتی ہیں"۔

جبلہ "یہ بھی صحیح ہے"۔

سعدے "کیا تم جانتی ہو کہ وہ کیوں اب تک اسکی خواستگاری سے باز رہا؟"

[1] یہ سب عربی کے محاورے ہیں۔ اردو میں کہیں آتے ہیں۔ مترجم

جبلہ (مبہوت ہوکر اور گردن بڑھا کر) "نہیں میں نہیں جانتا۔ تم بتاؤ کیا بات تھی؟"

سعدیٰ (حقارت سے) "وہ اپنے آپکو معزز اور عالیمرتبہ اور ہند کو ذلیل و خوار سمجھتا تھا۔ یا شاید اسبات کا متمنی تھا کہ ہم لوگ خود ہند کو اسکے سامنے بطور کنیز کے نذر کریں۔ اگر وہ قبول کرکے ہمیں سرفراز کرے تو فبہا"

جبلہ (منہ بگاڑ کر اور غصہ سے سرخ ہوکر) "کمینہ۔ پاجی۔ اسکے اور اسکے باپ کی دونوں کی ایسی کی تیسی"

سعدیٰ "بلکہ جو اسکی سُنی کہے اسکی بھی ایسی کی تیسی۔ مجھکو معلوم ہے کہ ثعلبہ کو ہند کی خواستگاری منظور نہ تھی۔ اگر اسکی غیرت کو جنبش میں لانیوالی بات پیش نہ آجاتی اور وہ ہند سے انتقام لینے پر تیار نہ ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا۔ اگر تم کہو تو ابھی سب قلعی کھول کر رکھدوں"

جبلہ (مشتاق ہوکر) "وہ کیا راز ہے؟ میرا دل اُلجھ رہا ہے جلد کہو"

سعدیٰ "لیکن میں تمہیں ہند کی پیاری جان اور اسکی محبت کی قسم دلاکر کہتی ہوں کہ اُسکی اُلفت نہ چھوڑنا اور اسکی بے بسی اور ناتجربہ کاری پر رحم کرکے اُسکی خطاؤں سے درگذر کرنا"

جبلہ "میں پہلے ہی اسکو معاف کرچکا ہوں قسم دلانے کی کیا ضرورت ہے؟"

سعدیٰ "میں ہوقت دوبارہ حلف لینا چاہتی ہوں۔ کیونکہ جو بات اب کہونگی وہ تمہارے علم سے باہر ہے"

جبلہ (بیحد مشتاق ہوکر) "اچھا کہو۔ مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا"

سعدیٰ "تمہیں یہ تو معلوم ہوگیا کہ سبقت حاصل کرنیکی وجہ سے ثعلبہ حماد پر حسد کرتا تھا۔ لیکن جسوقت اسنے دیکھا کہ ہند اُس جوان کو اپنے ہاتھوں سے انعامی زرہ پہناتی ہے۔ تو اسکی آتش حسد میں اور بھی اشتعال پیدا ہوا۔ حالانکہ ہند نے یہ کام محض تمہارے حکم کی تعمیل میں انجام دیا۔

جبلہ "بیشک"

سعدیٰ (سلسلہ کلام جاری رکھکر) "مینے دیکھا کہ تم مرد ہوکر حماد کی جوانمردی کے قدردان ہو۔ پھر آپ غور کرو کہ عورتیں جو فطرتاً مردوں کی جرأت و ہمت پر فریفتہ ہوجاتی ہیں انکا کیا قصور ہے؟ خصوصاً ہند کی سی جوان جہان لڑکیاں" اسی قدر کہکر جبلہ کی حرکات پر غور کرنے لگی جبکہ وہ صرف اُسکی حیرت کا اندازہ کرنا چاہتی تھی۔

جبلہ (آنکھیں لال کرکے جنسے غیظ و غضب کے شرارے نکل رہے تھے ہونٹھ کاٹتے ہوے) "کیا کہا؟ اس کیا مطلب؟"

سعدیٰ (تصریح یا رازداری کے تذبذب حالتمیں) "یعنے جب ثعلبہ نے ہند کو حماد پر فریفتہ ہوتے دیکھا تو اسکے دل میں غیرت، حسد اور انتقام کی آگ لگ اُٹھی اور ——"

جبلہ (بات کاٹ کر) "نہیں تمہاری مراد کسی اور بات سے ہے جو اس سے بڑھکر ہے"

سعدیٰ (اصل حال کی تصریح مناسب سمجھکر اور اسکے نتیجہ دیکھنے کی منتظر ہوکر) "میری مراد؟ مراد کیا ہے سنو! جب ثعلبہ نے دیکھا کہ ہند خوشی خوشی حماد کو زرہ پہنا رہی ہے تو اسے شبہ پیدا ہوا کہ وہ حماد سے محبت

رکھتی ہے۔ اس غیرت کی وجہ سے اس نے حفصہ کے ساتھ عقد کا پیام دیا ہو اور اسکا مدعا یہ ہو کہ حفصہ کو اس جوان کی طرف سے محروم بنا کر دونوں سے اپنا بدلہ لے لے۔"

جبلہ (مبہوت ہو کر اور سعدیٰ کے متردد ہو کر بات کرنیسے مشکوک بنکر) "کیا یہ صرف اسکا شک تھا؟"

سعدیٰ "مجھے کیا معلوم۔ شک تھا یا کہیں اس سے بھی بڑھ کر۔"

جبلہ "میں دیکھتا ہوں کہ تم ٹالتی اور اپنے دل کی بات چھپاتی ہو۔ صاف صاف کہو۔"

سعدیٰ مارے خوف کے زیادہ صراحت نہ کر سکی۔ مگر چونکہ جبلہ کا شک بڑھتا جاتا تھا اسلئے وہ اصرار کر رہا تھا جس سے آخر مجبور ہو کر سعدیٰ کہنے لگی "ہاں لو کہ میں کوئی بات چھپاتی ہوں لیکن تمہیں اسکو ورنیا کرنیسے کیا فایدہ؟"

جبلہ سمجھ گیا کہ اسکے دل میں کوئی ایسا راز ہے جسکے ظاہر کرنیسے خوف کھاتی ہے اور میرے غصہ سے بچنا چاہتی ہے اس سے اسکا غصہ اور بڑھ گیا اور وہ سخت آواز میں کہنے لگا کہ "کہو! صاف صاف کہو! کیا تمکو یقینی طور پر معلوم ہوا ہے کہ حفصہ اس جوان پر فریفتہ ہو گئی ہے" اسکے آگے غصہ کے سبب مطلق نہ بول سکا۔

سعدیٰ نے زبان سے کوئی جواب نہ دیا لیکن کندھوں اور ابروؤں کی جنبش سے اشارتاً لاعلمی کا اظہار کیا۔

جبلہ "آخر زبان سے کیوں نہیں بولتی ہو شاید وہ اس جوان سے محبت رکھتی ہے۔"

سعدیٰ نے اپنے شوہر کیطرف نظر کر کے قصد کیا تھا کہ صاف صاف حال کہدے لیکن اسکی تیوریوں پر بل پڑا ہوا دیکھکر چپ ہو گئی اور اٹھکر کمرہ سے باہر جاتی ہوئی کہنے لگی "ہوگا بھی! اتم تو پیچھے ہو میں اسکی تحقیقات کرکے پھر تم سے کہونگی"

جبلہ (بیوی کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بٹھالینے کے بعد) "بہت ٹال چکی ہو۔ اب کہدو تمکو سب کچھ معلوم ہے میں تمہاری حیلہ بازی میں نہیں پھنس سکتا۔ تمہاری باتوں سے میں بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔"

سعدیٰ (طنزاً) "جب سمجھ چکے تو پھر مجھ سے کیوں کہلواتے ہو۔"

جبلہ "تو یوں کیوں نہ کہدو کہ حفصہ اس جوان سے محبت رکھتی ہے اور اسکے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے۔"

سعدیٰ "شاید ایسا ہی ہو۔" یہ کہکر جبلہ کیطرف سے منھ پھیر لیا اور بستر صاف کرنے میں مشغول ہو کر ایک طرح بے پروائی کا اظہار کرنے لگی۔

جبلہ یہ حالت دیکھکر شدت غیظ سے بیتاب ہو گیا اور سعدیٰ کو زور سے اپنی طرف کھینچکر کہنے لگا۔ آخر یہ بات کیا ہے۔ تم میرے غصہ کو شاید کچھ نہیں سمجھتی ہو۔ اس معاملہ میں تمہارے نزدیک کوئی بات خیال کرنیکے قابل نہیں۔ کیا تم اسبات کو پسند کرتی ہو کہ ہم تمہاری بیٹی کو ایک گمنام شخص کیساتھ بیاہ دیں جسکے اصل و نسل سے ہم واقف نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی عام بازاری آدمی ہو۔"

سعدیٰ (جبلہ کیطرف بنگاہ عتاب دیکھکر پست آواز میں) "یہ سوچ سے میں پردہ پوشی کر رہی تھی میں جانتی تھی کہ غسانیوں کی شرف اور شہزادیوں کی مرتبہ کی لحاظ سے تم اسبات کو ناپسند کروگے اور ناحق غصہ کرکے رنج اٹھاؤگے

مگر یہ خیال کرلو کہ حماد بازاری آدمی نہین ہے وہ ملک عراق کا امیر و رئیس ہے جو نجیب تخم اور صاحب حسب و نسب ہین"

جبلہ یہ جواب سنکر اپنی تیزی پر نادم ہوگیا اور اب وہ معذرت کے الفاظ ڈھونڈھ رہا تھا آخر وہ سعدیٰ کا ہاتھ نہایت نرمی سے پکڑ کر کہنے لگا کہ "کیا تمکو اس بات کے برا سمجھنے سے انکار ہے؟ نہین تم بھی اس نازیبائی کی قائل ہوگی اور مان لو کہ وہ امیر ہے لیکن ہم مین اور عراق والون مین جو عداوت ہے وہ کب اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ہم اُن سے رشتہ ناطہ کرلینے جائین"

سعدیٰ نے شوہر کو ٹھنڈا پاکر کسی قدر ملامت کی طرز سے (مینے بھی پہلے پہل اس بات کو سنکر سخت ناپسند کیا تھا لیکن حکمت عملی اور صبر کرنا اسکی تدبیر کرنے پر آمادہ ہوکر مناسب کارروائی کی درپے ہوئی ہون اگر تمکو بھی ہند کی وہ حالت معلوم ہوگئی ہوتی جو مجھے معلوم ہے تو یقیناً تم بھی یہی اصول اختیار کرتے جو مین برت رہی ہون مگر تمسے بات کرنیکا کیا فائدہ تمہین تو غصہ کے ہوتے دبالیا ہو اور الفت پدری اور ہند کی محبت سب دل کے گوشہ سے نکال پھینکی ہے اب جو تمہارے دل مین آئے کرو۔ اگر ہند خدانخواستہ مرگئی تو اسکی موت کے باعث تم ہوگے" یہ کہکر آنکھون مین آنسو بھرلائی اور جبلہ کی طرف دیکھنے لگی یہ حالت دیکھکر جبلہ کا غصہ کافور ہوگیا تھا اور اسنے اپنے دل کو تسکین دے لی تھی سعدیٰ کو روتا دیکھکر اسکی آنکھون مین بھی آنسو بھر آئے اور کہنے لگا کہ "پھر جب ایسی حالت ہے تو تم نے کیا تدبیر سوچی ہے؟"

سعدیٰ "اگر تم مجھے اس معاملہ کو حکمت عملی کیساتھ طے کرنیکی اجازت دو تو مین ایسی تدبیر کرونگی جسکی وجہ سے یہ جملہ مشکلین رفع ہوجائنگی ورنہ تمہین اختیار ہے۔"

جبلہ (مبہوت ہوکر دیر تک کچھ سوچنے کے بعد) "کہو بھی تم کیا مشورہ دیتی ہو؟"

سعدیٰ جبلہ کے پہلو مین بیٹھ گئی اور نہایت سنجیدگی و متانت سے کہنے لگی کہ "مناسب یہ ہے کہ ابھی ہم ہند سے اسکے ارادہ کی پسندیدگی ظاہر کرین۔ پھر رفتہ رفتہ ایسی فکر کرینگے کہ حماد اسکے حاصل کرنے پر قوت نہ پاسکے اور ہند کو بھی کوئی تکلیف یا سختی محسوس نہ ہو"

جبلہ (پریشان ہوکر) "آخر وہ کیا تدبیر ہے؟" سعدیٰ "کل مین ہند سے ظاہر کرونگی کہ اگر حماد تمہارے ابا جان سے دامادی کی درخواست کریگا تو وہ برا نہین مانینگے اسکے بعد اسے سمجھاؤنگی کہ تجھ سی عالی مرتبہ امیرزادی ایک پردیسی گمنام شخص کے ساتھ کیونکر منسوب ہوسکتی ہے وہ بھی اس بات کو تسلیم کرلیگی اور اب بھی تسلیم کرتی ہے پھر مین ہند کو اس بات پر آمادہ کرونگی کہ اس نکاح کے لئے حماد سے کوئی اس قسم کا کام انجام دینے کی شرط مقرر کرے جسکے انصرام مین کچھ فخر و ناز کا موقعہ ہاتھ آئے اور ہم بے تکلف ہند کو اسکے ساتھ بیاہ سکین ہند کی خودداری سے قوی امید ہے کہ وہ فوراً اس بات پر راضی ہوجائیگی اور پھر ہم حماد سے شرط پیش کرینگے جسکا پورا ہونا محال ہو آپ سمجھ گئے ہونگے؟ اگر حماد امتحان مین پورا اترا تو خدا کی بھی مرضی ہوگی کہ ہند اسکے لئے پیدا ہوئی ہے"

جبلہ کو اس رائے کی وقعت ظاہر کرنیکے لئے تعریفی الفاظ نہ ملسکے اور اُس نے دوبارہ سوال کیا کہ "آخر وہ شرط کیا ہوگی؟" مگر سعدیٰ نے شرط کی تقرر کی نسبت غور و فکر کرنیکے بعد جواب دینے کا وعدہ کیا اور کہنے لگی "تم سو رہو۔ رات بہت گذر گئی مین ذرا ہند کو سمجھا بجھا آؤن اور اسے تسکین دے آؤن ورنہ وہ رات بھر روتے روتے صبح کردیگی" یہ کہکر چلی گئی اور ہند کے کمرہ مین پہنچی۔ ہند نے ماں کو ہشاش بشاش آتے دیکھکر اپنے دل کو سنبھالا اور منتظر ہوگئی کہ کوئی خوشخبری سننے مین آیا چاہتی ہے۔ سعدیٰ نے بیٹی سے تمام باتین جو ہند کے والد سے ہوئی تھین بیان کرکے اُسے نہال کردیا اور خوش و خرم چھوڑکر اپنے خلوت کدے مین واپس گئی۔ اب ہم ان میاں بیوی کو خلوت مین چھوڑتے ہین اور خود حماد کی خبر لینے چلتے ہین۔ +

تیسواں باب

عبداللہ کے پائے جانے سے مایوسی

حماد اپنے بیٹے کے ملنے سے بالکل ہی نا امید ہو چکا تھا۔ سلمان بیچارہ دوڑتا پھرتا رہا اور آسپاس کے قریب جوار کے مقامات کی خاک چھان ڈالی۔ مگر کہیں اس کا سراغ نہ ملا۔ حماد کا رنج و غم اسقدر بڑھ گیا تھا کہ وہ ہر وقت پریشان خیالات کے دل میں آنے سے گھبرا اٹھتا۔ آخر ایک دن سلمان شام کو بصری سے واپس آکر کیا دیکھتا ہے کہ حماد سر جھکائے کسی تردد میں پڑا ہوا غور کر رہا ہے۔ حماد سلمان کی آہٹ پاتے ہی چونک کر دریافت کرنے لگا۔ کیوں سلمان! کیا خبر لائے کچھ پتہ لگا؟۔

سلمان (دروسے) جناب عالی اب تک میں آپکے احکام کی تعمیل کرتا رہا۔ اب صبر نہیں ہوتا۔ آپ مجھکو اجازت دیں کہ میں بیت المقدس اور عمان کیطرف جاکر اپنے آقا کو تلاش کروں۔ انتظار نے تھکا دیا۔ اور کچھ نتیجہ نہ نکلا۔"

حماد۔" اگر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں تو مناسب ہوگا؟"۔

سلمان۔" حضور آپکے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ یہیں قیام فرمائیے اور میری واپسی کا انتظار کیجئے"۔

حماد۔" تو کہاں جائیگا۔ بیت المقدس کو یا عمان کو؟"۔

سلمان۔" پہلے بیت المقدس جاکر وہاں سے پتا لگاتا ہوا عمان آؤنگا اور پھر کوئی سراغ نہ ملیگا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

حماد۔ (رنج کے ساتھ)" خیر۔ خدا حافظ۔ مگر جلد واپس آنا کیونکہ میں بہت پریشان اور سخت منتظر رہونگا۔"

سلمان رخصت ہوکر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور بیت المقدس کیطرف روانہ ہوکر چند روز کے بعد وہاں جا پہونچا۔ شہر کی ہر گلی اور ہر سڑک چھان ماری لیکن ہیر عبداللہ کا پتہ نہ چلا۔ آخر وہ صبح سے شام تک ہر طرف ڈھونڈھنے کے بعد شام کو ایک سرا کے دروازہ پر پہونچا۔ سرا کے مالک کی صورت عربی النسل لوگوں سے ملتی جلتی دیکھکر اسکے دل میں خیال آیا کہ شاید اس سے کوئی بات معلوم ہو سکے۔ وہ ٹھہرنے کی جگہ مانگنے کیلئے اسکے پاس پہونچا۔ سرا کے مالک نے فوراً ایک حجرہ اسکے لئے صاف کرا دیا اور اپنے سائیس کو حکم دیدیا کہ انکا گھوڑا لیجاکر طویلہ میں باندھ دو۔ اور اسکے دانہ چارہ کی فکر کرو۔ سلمان حجرہ میں گیا۔ کمر کھولی۔ کپڑے اتارے اور سائبان کے نیچے ایک بنچ پر آ بیٹھا۔ اسی عرصہ میں سرا والے نے اسکے پاس آکر ادھر ادھر کی باتیں کرتا

شروع کر دیں اور رہونے حسب عادت ہرقل امپراطور کے بیت المقدس آنیکا ذکر چھیڑ دیا جس سے سلمان کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص بعض حالات سے واقف ہے۔ اسلئے اُس نے اپنا مطلب نکالنے کیلئے یون گفتگو شروع کی

سلمان۔ "کیا تم نے قیصر کو یہان آنیکے دن خود بھی دیکھا تھا"۔

سرائے والا۔ "جی ہان میں نے اسکو مع خدم و حشم شہر کی سڑکون پر پیدل ہو کر گذرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور جبتک وہ یہان مقیم رہے ہر طرف سے لوگ انہین مبارکباد دینے کو آتے رہتے تھے"۔

سلمان۔ "تمہاری سرا میں صرف رومی لوگ اور شام کے باشندے قیام کیا کرتے ہیں یا اہل عرب بھی آکر ٹھہرتے ہیں"؟

سرائے والا۔ "عرب کے قافلے بہت کم آتے ہیں لیکن اس سال بہت لوگ اُس ملک سے آئے تھے اور کئی دن مقیم رہے"۔

سلمان۔ "کیون"؟۔

سرائے والا۔ "قیصر نے ایک حجازی امیر ابوسفیان نامی کو طلب کیا تھا۔ وہ معہ اپنے رفقائ کے آکر ہمارے یہان مقیم ہوا تھا۔ اُسکے ساتھ ایک تجارتی سامان کا بڑا بھاری قافلہ بھی تھا۔ اُن کے قیام سے شہر والون کو خوب فائدہ رہا کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا سامان آخر وہ لوگ ہمین سے مول لیتے تھے۔ اُنکی حالت دیکھکر ہمین علم ہوا کہ وہ لوگ بڑے مالدار اور نہایت سیر چشم ہیں۔ اور ہمارے ملک میں اہل حجاز کی تنگدستی اور اُنکے ملک کی خشکی کی نسبت جو قصے مشہور ہیں مجھے تو وہ بالکل لغو معلوم ہوئے"۔

سلمان۔ "مین نے بھی ابوسفیان کا نام بارہا سنا ہے۔ بلکہ مین اُسے جانتا ہون۔ وہ شہر مکہ کا عالی مرتبہ امیر ہے۔ اور اپنے ہمراہیون کے ساتھ اکثر اطراف شام میں تجارت کی غرض سے آیا کرتا ہے"۔

سرائے والا۔ "لیکن بیت المقدس کیطرف تو وہ محض اسی سال آیا تھا اور وہ بھی قیصر روم کے طلب کرنے پر"۔

سلمان۔ "قیصر روم کو کیا ضرورت تھی کہ اس نے ابوسفیان کو بلوایا۔ قیصر اور ابوسفیان سے کیا نسبت"؟۔

سرائے والا۔ "قیصر کے پاس ملک حجاز کے کسی امیر کا ایک خط آیا تھا۔ ہرقل نے اُس امیر کے حالات دریافت کرنیکے لئے ابوسفیان کو طلب کیا تھا۔ اسلئے وہ یہان کئی دن تک مقیم رہا۔ اور پھر یہین سے واپس چلا گیا"۔

سلمان۔ (اپنے آقا کی خبر دریافت کرنیکے قصد سے) "میرا خیال ہے کہ جسقدر عرب کے باشندے تمہارے یہان آتے ہیں وہ ملک حجاز کے رہنے والے ہونگے۔ عراق کا کوئی شخص بہت کم آنکلتا ہوگا"۔

سرائے والا۔ (سلمان کے لہجہ سے دریافت کر کے کہ وہ عراق کا باشندہ ہے) "نہین۔ عراق کے بھی بڑے بڑے تاجر اکثر آیا کرتے ہیں لیکن وہ عیدون اور میلون کے زمانے میں آتے ہیں۔ جبکہ مسیح کے روضے کی زیارت کیواسطے بہت سے لوگون کا مجمع ہوتا ہے اُسوقت بین تاجر اور بیوپاری لوگ ہر ایک ملک سے اپنا مال بیچنے اور دوسرے مقامات کی چیزین خریدنیکی غرض سے آتے ہیں۔ اور انہی کے زمرہ میں عراق کے لوگ بھی ملک فارس کی بنی ہوئی چیزین فرش اور چٹائیون کی قسم سے اور کسی قدر خاص ملک عراق کی

چیزیں مثل کھجور وغیرہ کے لایا کرتے ہیں۔

سلمان۔ "اس عرصہ میں بھی کوئی وہاں سے آیا تھا"؟

سرائے والا "میں نے دیکھا تو بہت سے لوگوں کو تھا مگر اس سرائے میں صرف ایک امیر نے قیام کیا تھا۔ اور قیام بھی نہیں کیا تھا بلکہ جس دن ابوسفیان سفر کرنیوالا تھا وہ صرف ہمراہ جانیکے لئے آیا تھا"۔

سلمان۔ (حصول مدعا کی راہ نکلتی دیکھکر) "آپ کو اس امیر کا نام بھی معلوم ہو سکا"؟

سرائے والا "خیال پڑتا ہے کہ لوگ انہیں عبداللہ کے نام سے پکارا کرتے تھے"۔

سلمان (یقین کرکے کہ وہ میرا ہی آقا تھا) "پھر انکے سفر کرنیکے بعد بھی کچھ انکے حالات آپکو معلوم ہوئے"؟

سرائے والا۔ (تھوڑی دیر تک ہچکچانے اور غور کرنیکے بعد) "آپ نے تو مجھے اس امیر کا حال دریافت کرکے ایسی بات یاد دلا دی جسکے خیال سے دل پھٹتا ہے"۔

سلمان۔ (دل میں کانپ کر) "بھائی تم نے مجھے ڈرا دیا۔ مہربانی کرکے صاف صاف کہئے۔ کیا امیر عبداللہ کو یہاں کسی قسم کا نقصان پہونچ گیا تھا"۔

سرائے والا۔ "نہیں نہیں۔ انکی خاص ذات کی بابت میں نے کوئی بدخبر نہیں سنی۔ لیکن یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ ان کے ایک لڑکے کو زرقار کے جنگل میں درندوں نے کھا لیا۔ اسی کی صورت نے انہیں بالکل شکستہ دل بنادیا تھا"۔

سلمان۔ "بھائی وہ امیر میرے آقا ہیں انکے بارہ میں مجھکو سخت تشویش ہے۔ انہی کو ڈھونڈتے اس شہر میں آیا ہوں کیا آپ مہربانی فرماکر انکی سرگذشت مفصل طور پر مجھے سنا سکینگے۔ اور یہ بات بتا سکینگے کہ ان کے لڑکے کے مارے جانے کی خبر انہیں کس نے دی"؟

سرائے والا۔ (تاسف کرکے) "افسوس۔ بھائی میاں! میں جو کچھ جانتا ہوں آپ سے بیان کرتا ہوں۔ سنئے۔ جب ابوسفیان کی روانگی کے دن وہ امیر ہمارے یہاں آئے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ ابوسفیان کے ساتھ یہاں سے گئے تھے قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں نے اسی سرائے کے ایک خادم کو انکے ہمراہ کر دیا تاکہ شاید راستہ میں کسی مقام راستہ بتانے یا منزل کے تلاش کی ضرورت پیش آئے تو وہ خادم کام آسکے اسی قافلہ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا جسے ابوسفیان کے متعلقین نے زرقار کے خوفناک بیشہ کے قریب مارا مارا پھرتا دیکھکر گرفتار کر لیا تھا جبکہ وہ ملک شام کیجانب آرہے تھے چنانچہ قافلہ کوچ کرنے پر آمادہ ہوا تو ابوسفیان نے وہی گھوڑا عبداللہ رو برو سواری کے لئے پیش کیا۔ امیر موصوف نے گھوڑے کو دیکھکر پہچان لیا کہ وہ انکے لڑکے کی سواری کا گھوڑا ہے انہیں کچھ شبہ پیدا ہوا تو انھوں نے اس گھوڑے کے دستیاب ہونیکی حالت ان لوگوں سے دریافت کی۔ ابوسفیان نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ امیر عبداللہ کو خوف و تردد پیدا ہوگیا انہوں نے وہ موقع دیکھنا چاہا جہاں سے گھوڑا پکڑا گیا تھا۔ ابوسفیان چند سواروں کو لیکر ان کے ہمراہ گئے اور اس مقام پر جاکر دیکھنے

وہ لوگوں کو کسی درخت کے نیچے ایک مردہ گھوڑے کی ہڈیاں اور اُسکا ساز و یراق پڑا ملا اور چند دوسری چیزیں بھی دستیاب ہوئیں جس سے خیال قائم ہو سکا کہ وہ لڑکا درندوں کا شکار بنگیا ہے۔ بیچارہ امیر عبداللہ داڑھیں مار مار کر روتا تھا اور اپنے بیٹے پر نوحہ کرتا تھا۔ ہر چند ابو سفیان نے اُسکی دلدہی کی لیکن اُسے تسکین و تشفی حاصل نہوئی"۔

سلمان سب باتیں سنتا جاتا تھا۔ اُسکا دل وفور رنج والم سے پامال ہورہا تھا اور جس وقت سرائے والا یہانتک بیان کرچکا تو اُسکے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اور اُس نے گھبرا کر دریافت کیا کہ "پھر اسکے بعد کیا ہوا"؟۔

سرائے والا۔ "میں نے سُنا ہے کہ اُس نے اپنے فرزند کی موت کا ثبوت پاکر گھر جانے سے انکار کر دیا۔ اور بجائے اسکے کہ بصرہ کیطرف روانہ ہوتا قافلہ کے ساتھ حجاز کو چلا گیا"۔

سلمان۔ "آپ کو پوری طرح معلوم ہوا ہے کہ وہ حجاز چلے گئے"؟۔

سرائے والا۔ "میں نے یونہی سُنا تھا۔ پھر نہیں معلوم کیا صورت پیش آئی"۔

سلمان۔ (سراسیمہ ہوکر) "میں اسبارہ میں نہایت متفکر ہوں۔ اگر آپ اس سے زیادہ وضاحت پر قادر ہوں تو مہربانی فرمانے کے دریغ نہ کیجیے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپسے ملاقات ہوگئی۔ اور اسقدر حالات معلوم ہو سکے۔ ورنہ کوئی سُراغ نہیں چلتا تھا"۔

سرائے والا۔ "میں خود دیکھ رہا ہوں کہ آپ کو سخت تردد ہے۔ میں اُس بدرقے کو بلاتا ہوں جس نے واپس آکر یہ قصہ بیان کیا تھا۔ شاید وہ کسی قدر وضاحت سے بیان کر سکے"۔ یہ کہکر اُس نے بدرقے کو جو دروازہ کی طرف ہٹ کے کسی کام کو انجام دینے میں مشغول تھا۔ وہ آیا تو اس سے امیر عبداللہ کا مفصل حال دریافت کرنے لگا۔ بدرقے نے محض اسقدر مزید تفصیل بیان کی کہ "میں نے امیر عبداللہ کو پیادہ پا اپنے بیٹے کی تلوار اور عبا لئے ہوئے جنکو اُس نے ایک نالے کے کنارہ پر وہیں پایا تھا آتے دیکھا۔ وہ بار بار تلوار اور کپڑے کو بوسہ دیکر آنسو بہاتا اور آہیں بھرتا تھا اور گھوڑا پیچھے پیچھے خالی چلا آرہا تھا۔ چنانچہ جس وقت وہ ہمارے ساتھیوں کے راستہ پر پہونچا ابو سفیان نے اُس سے درخواست کی کہ وہ میرے ساتھ حجاز کو چلے لیکن اُس نے منظور نہ کیا۔ پھر ابو سفیان نے کہا کہ میں تمکو بصرے کے قریب تمہارے گھر تک پہونچا دوں اسپر انہوں نے جواب دیا کہ میں ابھی وہاں جانیکا بھی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اور اسکے بعد انہیں خیال پیدا ہوا کہ لاؤ حجاز ہی کو چلے چلیں۔ غرضیکہ کوئی ٹھیک بات قرار نہیں پائی تھی۔ اور سب لوگ ساتھ ساتھ روانہ ہوگئے۔ میں وہاں سے واپس آیا۔ اسلئے بعد کے حالات کا مجھے کوئی علم نہیں"۔

سلمان۔ "تم نے امیر عبداللہ کی زبان سے عمان جانے کا کوئی تذکرہ نہیں سنا"۔

بدرقہ۔ "نہیں جناب"!۔

سلمان پریشان ہوکر اس بات پر غور کرنے لگا کہ وہ اب کیا کرے۔ اُسے معلوم تھا کہ میرا آقا حماد کی مدت کا نیز

گم ہونیکے بعد تعجب نہیں ہے کہ ملک شام کو چھوڑکر حجاز جانے پر رضامند ہو گیا ہو۔ پھر سلمان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اُسکا آقا نہایت دانشمند اور دور اندیش آدمی ہے۔ ایسی جلدبازی کرنا اُسکی عادت سے بعید ہے۔ کچھ دیر غور و فکر کرنیکے بعد اُس نے سرائے والیکا شکریہ ادا کیا۔ اور معاملہ میں پوری طرح غور کرنیکے لئے تنہائی مین رہنیکی اجازت طلب کرکے اپنے حجرہ مین چلا گیا۔

تنہائی مین اسقدر پریشان خیالات کا ہجوم ہوا کہ اُسکا دماغ مختل ہو چلا۔ وہ اپنے دل سے باتین کرتا تھا اور سر جھکائے بیٹھا تھا۔ " اُف۔ حماد سے ایسی منحوس خبر بیان کرنیکا کیا موقعہ ہے۔ پھر اسکے کہنے سے فائدہ کیا امیر عبداللہ کا ایسا سمجھدار شخص اسقدر مایوس ہو گیا ہوگا کہ اصل معاملہ کی تفتیش چھوڑکر حجاز چلا گیا ہو؟ یہ تو دشوار ہے۔ وہ کبھی نہین گئے ہونگے " باقیماندہ دن اور رات بھر اسی قسم کے خیالات اُسے گھیرے رہے اور آخر اُس نے اس بات پر رائے قائم کرلی کہ اپنے آقا کے نقش قدم پر چلکر خود اُسکا پتہ لگائیگا۔ اور عمان تک یونہی جائیگا شاید اصل واقعہ کا جلوہ نظر آسکے۔ صبح ہوتے ہی وہ سرائے والیکے پاس پہونچا۔ اُس سے درخواست کی کہ اسی بدرقے کو مناسب اُجرت پر میرے ساتھ کر دیجئے۔ سرائے والے نے منظور کیا۔ اور سلمان بدرقے کو ساتھ لیکر چل کھڑا ہوا۔ بدرقہ ہر موقعہ کی حالت سے اُسے آگاہ کرتا جاتا تھا۔ اسیطرح یہ دونون سبعہ کی راہ سے نکلکر اُس مقام تک پہونچے جہان سے بدرقہ قافلہ کو چھوڑکر واپس آیا تھا۔ اُسوقت سلمان بدرقے سے کہنے لگا کہ :-

سلمان " کیا تم عمان تک میرے ساتھ اور چل سکتے ہو۔ شاید وہان ہمین کوئی نئی بات معلوم ہو "؟-

بدرقہ۔ مین آپکے ساتھ ہون۔ جدہر دل مین آئے چلئے۔ لیکن عمان جاتے ہوئے ایک خطرہ کا سامنا ہوگا۔ وہان سے قریب ہی قریش کی ایک جماعت ہم سے جنگ کرنیکے لئے آئی ہے اور قرو کش ہے۔ اگر ہمین اُن لوگون نے دیکھ لیا تو پھر بچاؤ کی صورت نکلنی ناممکن ہے "

سلمان کو خیال ہوا کہ بصریٰ سے روانہ ہونیکے قبل وہ بھی اس خبر کو سُن چکا ہے لیکن اُسکا دل نہین چاہتا تھا کہ عمان جانیسے پہلے واپسی کا قصد کرے۔ اسلئے اُس نے راہبر سے کہا کہ وہ ایسی راہ سے چلے جو غیر معروف ہے۔

چنانچہ یہ دونون اسی قسم کے راستہ سے عمان پہونچے۔ اور وہان بہی بہت کچھ تلاش کرکے تھک گئے کوئی سراغ نہین ملا۔

سلمان رنجیدہ اور دلشکستہ ہوکر سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔ حماد سے یہ بری خبر کسطرح جاکر کہے تاہم اُسے خیال تہا کہ اُسکا آقا اپنے دل کے تسکین کیلئے قرار پا بعد حجاز سے واپس آکر بلقا آئیگا۔ اور مکان کے قریب دفینہ تلاش کریگا اور اسی ناپاکی حالت مین ضرور کہ میری اور حماد کی جستجو کریگا انہی خیالات کی اُدھیڑبن مین وہ بلقا کی جانب روانہ ہوا تاکہ حماد سے ملکر اُسے ساتھ لیتا ہوا حجاز کو جائے اور وہان امیر عبداللہ کی جستجو کرے جسوقت وہ راہبر کو ساتھ لئے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہونچا جہان سے بلقا کو سیدہی سڑک جارہی تہی تو اُسے انعام و اکرام دیکر رخصت کر دیا اور خود حماد کیجانب روانہ ہو گیا ۔

اکتیسوان باب

اے دل بیتاب ابھی رونا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

سلمان کا بیت المقدس کی جانب روانہ ہونا تھا کہ حماد کو اپنی محبوبہ کی دوری اور غریب کسان کے خیمہ مین قید تنہائی نے ستانا شروع کیا۔ اُسے اپنے والد کی مفقود الخبری کا بھی سخت قلق تھا۔ اور ان پریشانیوں کے مجموعہ نے اسے ایسا بیقرار اور شکستہ دل بنا رکھا تھا کہ اکثر اوقات وہ سر جھکائے عالم خیالات کی سیر مین مصروف رہتا۔ سال رواں کے چند ہی مہینوں مین جتنی دقتین اُسے جھیلنی پڑی تھین اور جسقدر زمانہ کی نیرنگیاں اُس نے دیکھی تھین وہ اُسکے ناتجربہ کار دل کے واسطے بہت تھین۔ بلقار آنیکے قبل جبکہ وہ ملک عراق۔ اپنے اصلی وطن مین بیفکری کی زندگی بسر کرتا تھا اُس حالت سے اور موجودہ صورت سے جسقدر زمین و آسمان کا فرق ہو گیا ہے وہ اسی بات سے عیان ہے کہ پہلے اُسے صرف شہسواری سیر و شکار اور تیر اندازی نیزہ بازی وغیرہ کے مشاغل سے دلچسپی تھی اور اب تنہائی پسند شکار اور سواری سے متنفر غور و فکر مین مبتلا رہنے کا عادی ہو گیا ہے۔ چہرہ پر زردی ہونٹون پر خشکی۔ دل مین دہڑکا اور دماغ مین اختلال رہتا ہے۔ ان تغیرات کا سبب کیا ہے؟ محبت جسوقت اُسے ہند کی اُلفت اور اُسکی مانگی رضامندی کا خیال آتا ہے اُسکا دل نہال ہو جاتا ہے اور اپنے تمام رنج و غم کو بھول جاتا ہے۔ اور جسوقت اس بات کا تصور کرتا ہے کہ ہند کا باپ امیر جبلہ کبھی میری نسبت ہند کے ساتھ پسند نہ کریگا تو مایوسی و حسرت سے ہمکنار ہو کر بیخود سا ہو جاتا ہے۔

وہ جس کسان کی مبتذل جھونپڑی مین مقیم تھا اُسکی سادہ زندگی بسر کرنیکی حالت دیکھکر رشک کھاتا اور اپنی حالت کو اُسکی کیفیت سے مقابلہ کر کے اُسے بہ نسبت اپنے فارغ البال تصور کرتا تھا۔ سلمان کو گئے ہوئے چند روز گذر ہونگے۔ حماد کی پریشانی اس عرصہ مین محض اسی غریب میزبان کی صحبت مین بیٹھنے سے کم ہوتی تھی۔ دن کو وہ اپنے کھیت کی دیکھبھال اور مویشیون کو چرانے مین مصروف رہتا اور شام کو تھکا ماندہ گھر آکر پڑ رہتا۔ لہذا حماد کو اسکا بہت کم موقعہ ملتا کہ اُس سے بات چیت کر کے دل بہلائے۔ ایک دن وہ متفکر بیٹھا تھا کہ اسی اثنا مین خیمہ کے قریب کسی بیل کی آواز سنکر چونک پڑا اور سمجھ گیا کہ اُسکا میزبان اپنے مویشی کو چراگاہ سے واپس لا رہا ہے۔ کیونکہ شام کا وقت قریب تھا۔ حماد نے تصور کیا کہ اس شخص کی زندگی کسطرح بسر ہوتی ہے۔ اسکو دنیا کے افکار سے محض اسقدر

حصہ ملا ہے کہ اپنی زمین کی پیدا وار اور اپنے چارپایوں کی بہتری کا خیال رکھتا ہے۔ اور کوئی تردد نہیں۔ مگر آہ! یہ دردِ الفت سے ناآشنا ہے۔ اسکی لذت ہی عجیب ہے۔ حبکو عشق و محبت کا احساس نہ ہوا ہمین اور حیوان بیشعور مین کیا فرق ہے۔ انسان ہونا اسکے لئے زیبا نہیں۔

حماد سوچ ہی رہا تھا کہ بڈہا کسان خیمہ مین داخل ہوا۔ کدال اسکے ہاتھ مین تھی۔ اور اسکی داڑہی اور عمامہ پر تمام خاک و دہول جمی ہوئی تہی۔ کرتہ کا گریبان کھل گیا تھا۔ جسکے نیچے سے اسکو سینہ کو کہچڑی بال موسم بہار کے اپنے سبزہ کیطرح ظاہر ہو رہے تھے۔ حماد اسے دیکھکر تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا اور اسکے سن و سال کا ادب کرکے اُسے سلام کیا۔ بڈہے نے کدال خیمہ کے دروازہ پر ڈالدی اور خود اندر آ گیا۔ اسوقت اسکے چہرہ پر مسرت کے آثار نمایاں تھے اور وہ مسکرا رہا تھا۔ حماد کئی دنون سے اسکے یہان مقیم تھا لیکن ابتک اُس نے بڈہے کو کسی وقت مسکراتے نہین دیکھا گو وہ اس بات کو دیکھنے کا بہی عادی نہین تہا کہ اُسے سنجیدہ یا متفکر پاتا لیکن خلاف معمول متبسم پاکر اُسے کسیقدر حیرت ہوئی اور اُس نے ضعیف العمر میزبان کے لئے اپنے بستر پر جگہ خالی کر کے بیٹھنے کی استدعا کی۔ بڈہا کسان فرش پر بیٹھنے سے انکار کر کے زمین پر بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھون مین لگی ہوئی مٹی کو ملکر صاف کرنے لگا۔ انہین صاف کر چکا تو اپنی داڑہی کو بھی جہاڑ کر اُسکا گرد و غبار دور کیا۔ حماد نے خود ہی اپنی طرف سے سلسلہ کلام یون شروع کیا:۔

حماد۔ بڑے میان مجھے امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہونگے۔

بڈھا (اپنے عمامہ کو اُتار کر اُسکے اوپر جمی ہوئی گرد و غبار کو صاف کرنیکے بعد) "خدا کا شکر ہے مین آج بہت خوش ہون ابھی ابھی میری گائے نے ایک بچھڑا دیا ہے جتنا زندگی مین ہو بس دو سال کے بعد مین اُس سے کھیتی کا کام لونگا اور بچون کی پرورش سے بیفکر ہو جاؤنگا۔"

حماد (صحرائی لوگونکی سادہ زندگی اور بیفکری سے متعجب ہو کر مذاق سے) "بس آپکو دنیا کے دہندون مین صرف مویشیونکا چرانا اور بچھڑونکا پرورش کرنا ہی باقی رہگیا ہے۔ دیکھئے تو غسانی لوگ حکمرانی اور عیش و عشرت کے کیسے مزے اُڑاتے ہین۔"

حماد جانتا تہا کہ نبطی لوگ غسانیون کو بہت ہی برا بہلا کہتے ہین۔

بڈھا۔ (حقارت آمیز ہنسی کے بعد) "دنیا کے عیش و آرام انسان کو مغرور بنا دیتے ہین۔ صاحبزادے دنیا کا دستور ہے کہ ایک دن اچھی طرح گذرتا ہے تو سو دن رنج و الم مین بسر ہوتے ہین۔ حارث غسانی چند روزہ ظلم و ستم کے ساتھ حکمرانی کرنے پر خوشی منا چکا۔ اب وہ لوگ آ گئے ہین جو تمام سرداری کو اُسکے ہاتھ سے نکالکر اُسے پھر اُسکے باپ دادونکی حالت سے ملا دینگے۔ یعنی اُنہی بنی عمرو کے مارے ہوئے لوگون سے جو اپنی کمزوری اور حماقت کیوجہ سے اُس سنگین بند کے شکست ہونے کے بعد جسکے ذریعہ سے پہاڑی جہرنون اور برسات کے پانی کو روک کر سال بہر تک آبپاشی

کا کام کیا کرتے تھے! اور اسکے ٹوٹنے سے سیلاب کی مصیبت مین مبتلا ہوکر فاقے کرتے ہوکون تمہارے ملک باہر آئے تھے۔ ان سے اتنا کام نہین ہوسکا کہ بند کی مرمت کر لیتے۔ یہان آکر بلا کسی استحقاق کے ملک پر قابض ہوگئے اور ہماری املاک غصب کر بیٹھے تھے۔ اب انکی سرکوبی اور قلع قمع کیلئے بہتسے لوگ آپہونچے ہین۔ اور عنقریب انہین انکے ظلم و تعدی کا مزا چکھائینگے"۔

حماد یہ تو سمجھ گیا کہ بڈھا میزبان سیلاب سے سیل عرم کو مراد لیتا ہے جو ملک یمن کے اطراف مین آیا تھا اور قحطان کی اولاد کو پراگندہ کر دیا تھا۔ منجملہ ان مصیبت زدہ لوگون کے بنو غسان بھی تھے جنہون نے اس سرزمین مین دوبارہ اپنی سلطنت اور حکومت قائم کر لی لیکن اسبات کا مطلب نہین سمجھا کہ اب انکی حکومت کا زوال کیونکر قریب ہوگیا ہے چنانچہ اس نے سوال کیا۔ "انکے ملک کے زوال سے آپکی مراد کیا ہے۔ مین تو دیکھتا ہون کہ انکے استقلال حکومت اور قوت مین روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے"۔

بڈھا میزبان۔ "شاید تم نے حجاز سے آنیوالے عدنانی بہادرونکا حال نہین سنا۔ انکی ایک بھاری جماعت غسانیون سے بدلہ لینے اور انکا قلع و قمع کرنیکو آگئی ہے"۔

حماد۔ "بھلا کس بات کا۔ غسانیون اور حجاز والونکے مابین اس قسم کے تعلقات کہان سے ہوگئے۔ ملک حجاز اول تو شام سے بہت فاصلہ پر ہو۔ دوسرے یہ کہ وہان کے لوگ آجکل ایک نبی کے ظہور فرمانے سے اپنے دین کی اصلاح مین مصروف ہین۔ مین نے سنا ہے کہ وہ پیغمبر لوگون کو خدائے واحد و آسمانی مذہب کیطرف بلاتے ہین انہون نے اس ملک مین ایک نئی حکومت قائم کر لی ہے۔ اور تمام ملک عرب اس حکومت کے زیر اثر آگیا ہے۔ حجاز والونکو اس ملک کیطرف توجہ کرنیکی فرصت کہان ہے"۔

بڈھا۔ (قہقہہ مارکر) خدا کی مرضی۔ یہ سب اسکی قدرت کے کرشمے ہین۔ ان عدنانیونکے ادہر آنیکی وجہ حارث غسانی کی بدسلوکی اور اسکا بیجا غرور ہے بعض مسافرونکی زبانی مجھکو خبر ملی ہے کہ انہین پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) نے جنکا تم ذکر کر رہے ہو۔ حارث کو ایک خط بھیجا تھا اور اسے اپنے دین کے قبول کرنیکی بابت ہدایت کی تہی۔ اس نے بجائے اسکے کہ خط کو پڑہتا اور اسکے مضمون پر غور کرکے نامہ بر کو مناسب جواب دیکر بخاطرداری واپس کر دیتا خط کو پھاڑ کر پھینکدیا۔ اور پیام لانیوالے قاصد کی بیحرمتی کی۔ قریشی نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو یہ امر شاق گذرا۔ اب انہون نے اپنے پیرو لوگون کی ایک بھاری فوج حارث سے جنگ کرنے اور اسکے ملک کو فتح کرنیکے لئے روانہ کی ہے"۔

حماد اس خبر کو سنکر سکوت مین آگیا۔ اُسے معلوم تہا کہ جنگ کا چھڑنا میری امیدون کو خاک مین ملادیگا جبلہ کو اپنے بھائی حارث کی کمک کرنا ضروری ہوگا۔ اور اس شغل مین میری بات بگڑ جائیگی۔ تاہم وہ جانتا تہا کہ حجازکے تہیدست اور فاقہ مست لوگ ہزیمت کھاکر پسپا ہونیکے سوا کامیابی کا منہ نہین دیکھ سکتے۔ مگر اسی

لڑائی کے انجام میں سبنہ کیلئے خطرہ کیصورت کا عیان ہونا اُسکے دل کو بیچین کررہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اسی فکر میں مصروف رہا اور آخرکار اپنے ضعیف العمر میزبان سے اُسنے دریافت کیا کہ۔ "کیا آپ کو ان حجاز والوں کے آنیکا پورا یقین ہے؟"۔

بڈھا۔ "مجھے اسمین کوئی شبہ نہین"۔

حماد۔ "شاید آپنے کسی معتبر شخص سے یہ خبر سنی ہے؟"۔

بڈھا۔ "بڑے واقفکار شخص سے یہ خبر مجھکو معلوم ہوئی ہے۔ اور مجھے تو اسکی بڑی فکر ہو گئی تھی کیونکہ بدمعاش غسانیون کا برباد ہونا میری مسرت کا باعث ہے۔ وہ ہمارے قدیمی دشمن ہین۔ اور مین بارہا تم سے یہ بات بیان کر چکا ہون"۔

نبطی بڈھا حماد کو لخمی النسل معلوم کرکے اپنا ہم خیال تصور کرتا تھا۔ اُسے کیا خبر تھی کہ اس نوجوان کا دل مرغ عذیر مین پھنسا ہوا ہے۔

حماد کی یہ کیفیت ہوئی کہ اُسپر سناٹا طاری ہوگیا۔ اسکو کچھ کہتے نہ بن پڑا اور وہ اپنے والدہ اور سلمان کے تصور مین رنج والم سے ہمکنار ہوکر بڈھے کیطرف متوجہ ہوا۔ حماد نے دیکھا کہ اُسکا بڈھا دوست نیند کے جھونکے لے رہا ہے اور اُسکی آنکھین جھپکی پڑتی ہیں۔ دن بھر کا تھکا ماندہ ہونیکی وجہ سے وہ آرام کا طلبگار ہے خصوصاً ضعف پیری نے اور بھی اُسے آرام کا خواہان بنا دیا ہے۔ اور اس قسم کے لوگ اکثر باتین کرتے کرتے سو جایا کرتے ہین۔ لہذا حماد اُسے اپنی حالت مین چھوڑ کر خود اپنی فکرون مین مستغرق ہوگیا۔

ابھی چند منٹ ہی نہ گذرے ہونگے کہ بڈھا اپنے بیلوں کے چلانے اور بدکنے کی آواز سنکر چونک پڑا اور یہ کہتا ہوا خیمہ سے باہر چلا۔ "اُف۔ بیل لڑنے لگے"۔ حماد نے دیکھا کہ رات اندھیری ہے اور بڈھا تنہا جا رہا ہے وہ بھی ساتھ ہو لیا۔ یہ دونوں بیلون کے باندھنے کی جگہ مین پہونچے تو دیکھا کہ وہ بدستور بندھے ہین اور چپکے اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہین لیکن یہ دیکھکر کہ وہان ایک اجنبی اونٹ آگیا ہے انہین حیرت ہوئی۔ بڈھے نے لپک کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور اُسکو بیلون کے پاس سے دور ایک جلتے ہوئے الاؤ کے پاس لیجاکر غور سے دیکھنے لگا حماد بڈھے نبطی کی حرکتون کو بغور دیکھ رہا تھا۔ ابھی بڈھے نے پوری طرح اُس اونٹ کی شکل کو غور سے دیکھا بھی نہیں ہوگا کہ وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگا اور بولا:"۔ یہ۔ مدینہ والون کی اونٹنی ہے اور اُسی حجازی فوج سے الگ ہو گئی جسکی بابت مین نے تم سے کہا تھا کہ غسانیون سے جنگ کو آئی ہے"۔

حماد۔ "تمہین یہ بات کیونکر معلوم ہوئی؟"۔

بڈھا "اسکی شکل اور اسکی کاٹھی کی وضع سے۔ یہ صورت خاص اہل مدینہ کی کاٹھیونکی ہوتی ہے یمن شام وغیرہ کو جاتی ہوئی ایسی اونٹنیان بکثرت دیکھی ہین جو اسطرف ہوکر گذرا کرتی تھین"۔

حماد۔ "تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عدنانی لوگ ہمارے قریب آپہونچے ہین"۔
بڈھا۔ "نہین میرے خیال مین وہ لوگ ابھی ہم سے کئی دن کی مسافت کے فاصلہ پر ہین۔ یہ شاید بیابان کی دلدل سے بھٹکتی پھرتی ہے اور آج ادہر آنکلی ہے"۔ یہ کہتے ہوئے وہ اسکے زانو باندھنے اور اسے چارہ کھلانے مین مصروف ہوگیا۔

حماد خیمہ مین واپس آگیا اور بڈھے کو وہین باہر چھوڑ دیا۔ اسے اپنی امیدونکو زائل ہونیکا خوف ہوگیا تھا۔ اسلئے وہ نہایت پریشان تھا۔ اور اسکی تمنا تھی کہ کاش! اس وقت سلمان میرے پاس موجود ہوتا۔ لیکن مجبور تھا اور صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

بتیسوان باب

سلمان! تم کیا خبر لائے

اب حماد انتظار کرتے کرتے تھک گیا تھا۔ اور سلمان کی واپسی مین دیر ہو رہی تھی۔ صبح کا سہانا وقت ہے، اور حماد بیٹھا ہے نبطی کے خیمہ کے روبرو والے سبزہ زار مین بیٹھا ہوا قدرت کی دلچسپیون کی بہارین لوٹ رہا ہے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ اگر حماد کے دل کو ہند کی محبت۔ اسکے والد کی مفقود الخبری اور سلمان کی واپسی مین دیر ہوجانیکے پریشان کن خیالات چارونطرف سے گھیرے ہوئے نہ ہوتی تو وہ اس خوش فضا مقام کے لطف سے دل کو سرور اور آنکھونکو نور دیتا۔ لیکن ابتو اسکی یہ حالت ہے کہ کسی وقت اسکا دماغ پریشان بنادینے والے خیالات سے خالی نہین ہوتا۔ جب دیکھو وہ کسی ذہن مین مستغرق نظر آتا ہے چنانچہ اسوقت بھی وہ اپنے دل سے اسی قسم کی باتین کر رہا ہے۔ "سلمان نہین آیا۔ معلوم نہین والد کا کچھ پتا چلا یا نہین۔ افسیری حالت تو اس مثل کی تصدیق کر رہی ہے کہ "سر منڈاتے ہی اولے پڑگئے" ہند .... آہ پیاری ہند تیری الفت نے مجھ کہین کا نہ رکھا۔ (جذب لکھنوی) سے

سودا دیا خدایا کیون آنکھ مین حسین کا   اس عشق سے نہ رکھا آخر مجھے کہین کا

نہ تیری دلفریب صورت کی زیارت ہوتی ہے اور نہ موت آتی ہے۔ جو اس جانکاہ عذاب سے ....
توبہ۔ توبہ۔ یہ مین نے کیا کہا موت! آہ۔ پیاری ہند کے وصل کی آرزو مرنے بھی نہیں دیتی۔ اُف محبت! تو نے دونون جہان سے کھویا (نظر اٹھا کر ادہر ادہر دیکھنے کے بعد) "سلمان کا کہین پتہ نہین۔ کیا وہ بھی لاپتا ہوجائیگا"۔ دور سے کسی سوار کو آتے دیکھکر۔ "وہ کون آتا ہے؟ کیا سلمان ہے؟ ہان ہان وہی ہے۔ سلمان تجھے

قریب آ جانے پر اُسکے چہرے سے آثارِ حزن وملال نشرح پاکر سراسیمگی کے ساتھ "سلمان! تم کیا خبر لائے ہو؟"

سلمان "کیا بتاؤں حضور! کچھ پتا نہیں ملا" یہ کہا اور گھوڑے سے اُتر کر سبزہ پر بیٹھ گیا۔ اور اُن سے اپنے تلاش کرنیکا تمام قصہ سنا کر کہنے لگا "مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے آقا ابوسفیان کے ہمراہ ملک حجاز کو چلے گئے۔ جتنی باتیں مجھکو دریافت ہوئیں اُن سب سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ آپکی جان سے ورنہ آپکے تیر کے پنجوں سے ہلاک ہو جانیکو باور کرکے خود بھی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ اور ابوسفیان نے اُن سے مکہ چلنے کا اصرار کیا۔ لیکن یہی ارادہ تو ٹھا نے کئے۔

حماد۔ "میرے نزدیک وہ پہلی بصریٰ گئے اور دفینہ نکالکر ساتھ لئے ہوئے کہیں جا سکتے تھے۔ یونہی جانا معلوم ....

سلمان۔ کیا معلوم ہے کہ وہ وہاں نہ آئے ہوں۔ شاید ہمارے نکال لینے کے بعد آئے ہوں یا کسی شخص کو دفینہ کی تلاش میں روانہ کیا ہو اور اُسے نہ ملا ہو۔ خیر کچھ بھی ہو۔ آپکے والد ماجد فلسطین۔ بلقاء اور عمان میں نہیں ہیں۔ اسکے علاوہ خواہ کہیں ہوں۔ اور جسقدر باتیں میں نے سنی ہیں اُن سب کا خلاصہ یہ نکالا ہے کہ وہ حجاز کو چلے گئے۔ آپ مجھکو مکہ جا کر اُنکی جستجو کرنیکی اجازت دیجئے"۔

حماد "اگر ہمیں اس بات کا یقین ہوتا تو میں خود چلنے کو آمادہ ہو جاتا۔ مگر اٹکل پچو کام کرنے سے بیکار کی پریشانی کے علاوہ کیا نکلیگا۔ اسپر طرہ یہ ہے کہ ہم اسوقت ایک دوسرے قلق میں مبتلا ہیں جو آئندہ جنگ کا نتیجہ ہے۔ غسانی مدافعت کے لئے آمادہ ہو رہے ہیں۔ اور اہل حجاز کی فوج بڑھتی آ رہی ہے۔ خود تم نے بھی اثنار گفتگو میں اُنکے آنیکا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ میں نے کئی دن ہوئے اپنے بڈھے میزبان سے اسکا تذکرہ سنا تھا لیکن ابتک شبہ تھا۔ اب یقین ہو گیا۔"

سلمان۔ اُن لوگوں کے آنے میں کیسے کلام ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے عمان کے قریب جوار میں اُنکا کیمپ دیکھ آیا ہوں۔ مگر مجھے اپنے آقا کی بابت گمان غالب یہی ہے کہ وہ ملک حجاز کیطرف گئے ہیں یا کسی ایسی بلا میں مبتلا ہو گئے کہ بصریٰ نہیں آسکے اور روپوش ہوں۔ اگر ہم کچھ دن کی انتظار کے بعد بھی اُنہیں یہاں نہ دیکھینگے تو اس بات کے یقین کرنیکا کافی موقع ہے کہ وہ ابوسفیان کے ہمراہ مکہ چلے گئے"۔

حماد نے بھی انتظار کی ضرورت محسوس کرکے اسے تسلیم کر لیا۔ مگر اُسے ہند کی فکر بھی دامنگیر تھی اور بہت دنوں سے کسی طرح کی خبر نہ ملنے کیوجہ سے وہ پریشان تھا اسلئے اُس نے سلمان سے کہا —— "سلمان! تم بصریٰ جا کر پھر کچھ پتہ لگاؤ ممکن ہے کہ والد کے آنیکا حال وہاں معلوم ہو سکے۔ اور دیکھو ہند کی حالت دریافت کرنیکو بھی نہ بھولنا ضرور سراغ لگانا کہ اُسکے والد کا کیا ارادہ ہے۔ اس اچانک جنگ کے پیش آ جانے سے غسانیوں کے چھکے چھوٹے ہوئے ہیں اور مجھکو ڈر ہے کہ لڑائی چھڑ جانے پر میری اُمیدوں کا خون نہ ہو جائے"۔

سلمان (رنج والم کے آثار کو چھپاکر) "آپ نے یہ کیونکر سمجھا کہ مین ان باتون کی فکر سے غافل ہون - رات دن اسی خیال مین رہتا ہون بلکہ خود آپ سے کل صبح بصری جانیکی اجازت طلب کرنیوالا تہا - اب تو خود آپنے حکم دیدیا - مین نے لوگونکو بہت سی ایسی باتین کرتے سنا ہے جنکے باور کرنے مین مجھے پس و پیش ہے"۔

حماد (پریشان ہوکر) "کیا! کیسی باتین ...... اور کسکی نسبت ؟ کہو - جلد کہو ؟"۔

سلمان - "کوئی پریشانی کی وجہ نہین ...... مجھکو ہند کی الفت آپکے ساتھ یقینی معلوم ہوتی ہے - اور وہ راہ وفا مین ثابت قدم ہے"۔

حماد (اور زیادہ پریشان ہوکر) "ضد ...... ہند کا کیا ذکر تھا ..... اسکے بارہ مین .. لوگونکی اُلٹی پلٹی باتین ہند کی نسبت .. کیا کہا سلمان ! صاف صاف کہو ... ؟"۔

سلمان "خاطر جمع رکھئے - مین آپ سے کوئی بات چھپاتا نہین ہون - مین نے جو باتین سنی ہین اُن سے کسی قسم کی پریشانی پیدا نہین ہوسکتی"۔

حماد - "پھر کہتے کیون نہین - میرا دل لرز رہا ہے"۔

سلمان "یہی - مین نے بصری اور اُسکے قرب و جوار کے مقامات مین لوگون کی زبانی سنا ہے کہ "ثعلبہ" نے ہند سے شادی کا پیام ...."

حماد - (غضب سے لرز کر بے صبری کے ساتھ) "کب - اور کیونکر ......"۔

سلمان "مین نے سنا ہے کہ اُس نے اپنے باپ کی زبانی پیام دلوایا تھا - اُسکے باپ حارث اور جبلہ سے گفتگو ہوئی تو جبلہ نے وعدہ کرلیا"۔

حماد - (غصہ سے بھڑک کر) "ایں - ! کیا وعدہ کیا ..."۔

سلمان (طنز آمیز تبسم کرکے) "ایسے حواس باختہ کیون ہوجاتے ہین - اتنی بے صبری - مین تو آپکو بڑا مستقل مزاج اور دور اندیش سمجھتا تہا - مین جو کچھ کہتا ہون اُسے غور سے سنئے !"۔

حماد - "آہ - سلمان ! تمام دنیا کی باتونکے مقابل مین صبر کرسکتا ہون - مگر ہند کے مقابلہ مین مجھسے صبر نہین ہوسکتا - للہ جلد بتا - اُسکے باپنے کیا وعدہ کیا ؟"۔

سلمان "جبلہ نے حارث سے وعدہ کیا ہو کہ مین لڑکی سے - یا - ایسا خیال پڑتا ہے اور قرین قیاس بھی یہی بات ہے کہ اُسکی مان سے مشورہ کرلون کیونکہ بنو غسان مین شادی کے لئے لڑکیونکی رائے نہین دریافت کیجاتی ہو"۔

حماد - "پھر اسکا نتیجہ کیا نکلا ؟"۔

سلمان "بعد کی خبرین مجھکو پوری طور پر معلوم نہین ہوئین - کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جبلہ نے اپنی بیوی سے کہا لیکن

اُس سے منظور نہین کیا۔ اور بعضونکی زبانی معلوم ہوا کہ ابتک اُس نے مشورہ نہین کیا لیکن میرا ایک دوست جو ثقہ کہا تندہ ہے اور مین اُسے اسبارہ مین واقف کار جانتا ہون۔ اُس نے کل مجھسے کہا تہا کہ حارث نے جواب ملنے مین دیر ہوتے دیکہکر دوبارہ جبلہ پر زور ڈالا ہے اور اُس سے ملکر قبل جنگ شروع ہونیکے جواب دینے کی عجلت کی ہے کیونکہ اسکا ارادہ ہے کہ لڑائی چھڑنے سے پہلے ہی نکاح سے فراغت کرلے۔"

جسطرح کسی شخص کا دل اپنی کوششون کے رائگان جانیسے بیٹھ جاتا ہے اور اچانک صدمہ اُٹھاتا ہے اسی طرح حماد کے دل پر اسبات کو سُننے سے ایک چوٹ لگی اور اسکا دل بیٹھ گیا۔ اُسکے چہرہ پر سیاہی چھا گئی۔ آنکھون کے نیچے اندہیرا آگیا اور وہ مبہوت کھڑا رہ گیا۔ چند لمحون کے بعد جب ذرا اُسکی طبیعت ٹھکانے ہوئی تو اُس نے کہا۔ "سلمان! تم کیسی باتین کرتے ہو؟ آہ۔ مین کیا اسوقت پریشان خواب دیکھ رہا ہون۔ میری کوششین اور میری امیدین سب رائگان جائینگی۔ آہ کیا ہند۔ ثعلبہ سے عقد کرنے پر راضی ہوجائیگی۔" یہ کہتے ہی کہتے اُسکی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے۔ سلمان کا دل اپنے آقا کی پریشانی دیکھکر بھر آیا اور غیرت وجوانمردی کے جوش نے اُسے بیتاب بنادیا۔ اُس نے حماد کو اپنے سینہ سے لگاکر کہا۔ "اُس کمینہ کی ایسی تیسی۔ ہند کا مرتبہ اس سے بہت رفیع ہے کہ وہ اُس پاجی کی محبت سے اپنے دل کو ناپاک بنائے۔ میری نسبت آپ خود ہند کی خودداری اور عالی دماغی سے واقف ہین اور جانتے ہین کہ وہ ثعلبہ کی صورت سے بیزار ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب مین لیت ولعل اُسی کی ناپسندیدگی کے سبب سے ہو رہی ہے"۔

اس کلام نے حماد کے بدن مین جان ڈالدی۔ مگر وہ اسبات سے ڈرتا ہی رہا کہ کہین ہند کو زبردستی اس پیام کے قبول پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور اُس نے کہا: "ہند کے دل سے ہرگز امید نہین ہوسکتی کہ وہ اُس کمینہ اور بدطینت شخص سے الفت کرسکے۔ مگر سلمان! مجھکو صرف اسبات کا ڈر ہے کہ ہند کے باپ اور اُس بدمعاش ثعلبہ کے والد کے مابین جو تعلقات ہین اور قرابت نسبی ہے اُسکے لحاظ سے اور نیز اس نامنظوری کے بدتر نتائج کے تصور سے ہند کو اپنے ماں باپ کی مرضی سے روگردان ہونا دشوار ہوگا"۔

سلمان۔ "ہند کی ماں اُسکی مددگار ہے۔ اسلئے یہ بات کوئی دشواری نہین رکھتی جسدن مین اُس عورت سے ملا ہون۔ مین نے بغور دیکھا کہ ایسے مدبر اور مضبوط دل کی عورت ہے کہ اگر اپنے شوہر کو اُسکے ارادہ سے پھیرنا چاہے تو ذرا بھی مشکل نہین ہوسکتا"۔

حماد۔ "آہ۔ ہمین کسطرح معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ ہند کی امداد پر ثابت قدم ہے۔ اُسکی اُسدن والی باتون سے تو اخلاص کی بو نہین آتی تہی۔ وہ میری خیر خواہ کبھی نہین ہوسکتی۔ اور پھر یہ بات کیونکر مانی جاسکتی ہے کہ جبلہ ثعلبہ کی درخواست نامنظور کرنے مین ہند کا ساتھ دیگا تو دوسرے کے ساتھ رضامند ہونین بھی اُسی کی

مرضی کا تابع رہیگا۔" اس آخری فقرہ کا اشارہ حماد نے اپنی طرف کیا تھا۔ اگرچہ سلمان اس راہ کی دشوار گذاری سے خبردار تھا لیکن حماد کو تسکین دینے کے لئے اُس نے حقارت اور استخفاف کا اظہار کر کے کہا۔ "آپ اس بات کو مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میں کل صبح اسکی تدبیر کرنے اور خبر لانے جاؤنگا۔ آگے خدا کی جو مرضی ہے۔"

حماد اپنی قسمت کا فیصلہ دیکھنے کیلئے منتظر بنکر چپ ہوگیا۔

تفتیش

حماد نے یہ رات ہند اور ثعلبہ کے تصور میں تڑپ کر کاٹی۔ اور سلمان بھی مقصد تک پہونچنے کی تدبیرین سوچنے میں بہت رات گئے تک جاگتا رہا۔ صبح کو صرح غدیر کی طرف روانہ ہونے کی نیت سے اُٹھا۔ کیونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ اصلی اور قطعی خبر ہند کے سوا کسی دوسرے سے معلوم نہ ہو سکیگی۔ اُس نے راہب کے کپڑے پہنے اور گھوڑی پر سوار ہو کر صرح غدیر کے قریب پہونچکر لوگوں سے دریافت کیا کہ آجکل محل میں کون کون ہے۔ اُسے معلوم ہوا کہ جبلہ بن ایہم حیرہ سے ہو کر صرف ایک دن کیلئے محل میں آیا تھا اور دوسرے دن صبح کو واپس چلا گیا۔ اور اب یہاں اُسکی بیوی سعدی اور اُسکی بیٹی ہند بھی دونوں موجود ہیں۔ سلمان باغ کے دروازہ پر پہونچکر اندر جانیکا خواہان ہوا۔ خادم نے اسکی وجہ دریافت کی تو اُس نے کہا کہ وہ دیر بحیرا کے رئیس کے پاس سے امیرہ سعدی کی خدمت میں کوئی پیام لایا ہے اور اسکی ملاقات کا طالب ہے۔ خادم نے سعدی کو اطلاع دی اور اُس نے خلوت کر کے اسکو طلب کر لیا۔ سعدی صورت دیکھتے ہی سلمان کو پہچان کر حماد کی خیریت اور اُسکے حالات دریافت کرنے لگی۔ سلمان نے حماد کی طرف سے سلام کہنے اور مزاج پرسی کرنیکے بعد اُسکے مختصر حالات کہہ سنائے اور دریافت کیا۔ "حضور! آپنے امیر حماد کے بارہ میں کیا امر قرار دیا ہے۔ میں اسی کے دریافت کرنیکو حاضر ہوا ہوں۔" سعدی نے اسکی بات کا کچھ جواب نہ دیا لیکن اُس نے ہند کو بلوا بھیجا۔ ہند اُسوقت تنہا اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی حماد کے تصور میں غرق تھی۔ اور اس فکر میں تھی کہ کسی طرح اُسکے قیام کی جگہ کو دریافت کرے سلمان کا آنا سنکر مسرت و انبساط سے مدہوش ہوگئی اور بہت جلد اپنی ماں کے پاس آپہونچی۔ سلمان ہند کی تشریف آوری سے مسرور ہو کر تعظیم کو اُٹھا۔ اور سلام کے بعد اُسے حماد کی خیریت سنائی۔ اور خود ہند کی صحت مزاج کا حال دریافت کیا۔ جسکے جواب میں ہند کہنے لگی۔

"خدا کا شکر ہے میں نہایت خوش اور تندرست ہوں۔"

اسوقت تک جتنی گفتگو خود سعدٰی یا ہند اور سلمان سے ہوئی۔ سلمان اس عرصہ میں غور کے ساتھ سعدٰی کی حرکات وسکنات پر نگاہ ڈالتا رہا تھا۔ اور وہ اسبات کو تاڑنیکی کوشش کر رہا تھا کہ اپنے اُس خوف کی تصدیق کرے جو اُسے سعدٰی کے اندرونی طور پر حماد سے مخالفت رکھنے کی بابت ہو لیکن ابپارہ میں اسکو ثابت ہو گیا کہ سعدٰی ضرور حماد کے موافق اور اُسکی قرابت پر رضامند ہے۔ اب سلمان کو محض ایک بات کا قلق باقی تھا۔ وہ یہ کہ ثعلبہ کے پیام کا نتیجہ دریافت کرے۔ چنانچہ وہ اِدہر اُدہر کی بہت سی باتیں کرتا رہا۔ اور اُسکا سوال جواب زیادہ تر خاص سعدٰی سے رہا۔ اثنائے کلام میں موقع اور محل دیکھکر ہند کیجانب بھی روئے سخن پھیر دیتا تھا۔ باتوں ہی باتوں میں سلمان نے اسبات کا پتہ لگا لیا کہ جبلہ نے ثعلبہ کی درخواست مسترد کر دی۔ اور حماد کو پیش کیا جسقدر مسرت اسبات کے علم سے سلمان کو ہوئی ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ اُسوقت سلمان کی دلی آرزو یہی تہی کہ کاش وہ پرندہ ہوتا تو فوراً اڑکر حماد کو یہ خوشخبری سنا دیتا۔

آخر سلمان نے سعدٰی سے یہ سوال کر ہی دیا کہ۔ "ہم امیر جبلہ سے اس معاملہ میں کب گفتگو کر سکیں گے ؟"

سعدٰی "ہمیں خود امیر کے آنیکا انتظار ہے دوچار دن بعد وہ تشریف لائیں گے۔ اور جسوقت وہ آگئے ہم حماد کو بلوا بھیجیں گے۔ حماد اگر اُن سے ہند کیلئے درخواست کریں تو امید قوی ہے کہ اپنی مراد حاصل کر لیگا" سعدٰی سلمان سے یہ گفتگو کر رہی تہی اور ہند حیا سے سرجھکائے بیٹھی سب باتیں سنکر دل میں فرط طرب سے کھلی جاتی تہی۔

سلمان "ہمکو کسطرح خبر ملیگی کہ آج امیر کی آمد ہے ؟"۔

سعدٰی "میں تمہارے ساتھ ایک آدمی بھیجے دیتی ہوں۔ وہ تمہاری قیامگاہ کو دیکھ آئیگا۔ پھر مقررہ دن پر اُسی کی معرفت تمہیں طلب کر لونگی"۔

سلمان نے "بہت بہتر" کہکر اُٹھنے کا قصد کیا۔ سعدٰی اور ہند بھی کھڑی ہو گئیں۔ اور اُنہوں نے سلمان کو رخصت کیا۔ سلمان اُنکے پاس سے نکلکر گھوڑے پر سوار ہوا اور حماد کیطرف چلا۔ راہ میں خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا تھا۔ جبکہ اُن باتوں کا تصور کرتا جو اُس نے ابھی ابھی سنی تھیں۔ لیکن وہ جانتا تہا کہ میرے آقا کو اس منزل کے طے کرنے میں کیسی دشواریوں اور خطروں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ غسان کی شہزادی سے عقد کر لینا اور اس گمنامی کی حالت میں یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ صرح غدیر کا ایک معتبر خادم جو رازداری کے طور پر سلمان کے ہمراہ اسلئے جا رہا تھا کہ قیام دریافت کرنیکے لئے ساتھ کر دیا گیا تہا وہ ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ دونوں اُس خیمہ کے قریب پہونچ گئے جسمیں حماد رہتا تھا اور جو اسوقت سلمان کے انتظار میں بیتابانہ دروازہ پر ٹہل رہا تھا۔

سلمان کیصورت دور ہی سے دیکھکر حماد نے اُسکے چہرہ سے علامات مسرت پڑھ لئے اور اشتیاق کے جوش

بیخود ہوکر دریافت کرنے لگا۔ سلمان! کہو کیسی خبر لائے؟

سلمان "مٹھائی دلوا دیجئے حضور! میں یون تو نہیں کہونگا"

حماد۔ "اچھا مٹھائی بھی کھا لینا۔ کیا میرا اعتبار نہیں کرتے ہو بات تو کہو"

سلمان نے تمام حالات بیان کر دیئے جنکو سنکر حماد کی فرط طرب سے باچھیں کھل گئیں اور اُسے یہ معلوم ہوا کہ قسمت اسوقت میری زرخرید لونڈی بنگئی ہے۔ محبت کے جوش نے باپکے لاپتا ہونیکے رنج کو بھی مٹا دیا اور اُسے بیخود بنا دیا کیونکہ اب وہ سمجھتا تھا کہ شاہ غسان کا داماد بنکر آزادی کے ساتھ اپنے باپ کی تلاش کر سکیگا۔

ان کو ہم اسی مسرت میں چھوڑکر حنلہ بن ابہم ملک غسان کی حالت کا اندازہ کرنے چلتے ہیں کہ محل سے واپسی میں اُسکی رائے کس امر پر قائم رہی۔

بیٹی کی تباہ حالت دیکھنے سے الفت پدری کے جوش نے مجبور بنا کر اُسے اس بات پر آمادہ کر دیا تھا کہ وہ ہند کی رضامندی کا خیال رکھے۔ اور ثعلبہ کی درخواست مسترد کرکے حماد کی نسبت منظور کرلے۔ اور سعدی کی مسلسل اور فصیح تقریر اُس پر غالب آگئی تھی۔ لیکن دوسری صبح کو جسوقت وہ ملاقات کیواسطے واپس چلا ہے محل سے نکلتے ہی اپنی غلطی پر آگاہ ہوگیا۔ کیونکہ اُسوقت بیوی اور بیٹی تو موجود تھیں نہیں جنکی محبت اور تقریر سے اُسکی رائے مغلوب ہوسکتی۔ لہذا وہ بخوبی سمجھ گیا کہ اُس نے حماد کے بارہ میں اپنی بیوی کی طرفداری کرنے اور قول دیدینے میں نامناسب دلیری اور سخت غلطی کی ہے۔ اُسکے خیال میں نہیں آتا تھا کہ وہ حارث کو کیا اور کیونکر جواب دے۔ پہلے اُس سے منظوری کا خیال عیاں کر چکا جب درخواست مسترد کریگا تو وہ اپنی درخواست کو رد ہوتے دیکھکر خفا ہوگا۔ اور پھر میری رائے کی کمزوری بھی ظاہر ہوجائے گی۔"

راستہ کا اکثر حصہ انہی خیالات کی اُدھیڑبن میں طے کیا۔ اور بہت کچھ غور و تامل کے بعد آخر کار اُس نے یہ رائے دل میں طے کرلی کہ اصل حقیقت کو پوشیدہ رکھے۔ اور حارث کو یہ جواب دے کہ ہونے والی جنگ کا انجام دیکھنے تک منگنی کو ملتوی رکھتے۔ بعد اسکے جو مناسب ہوگا وہ کیا جائیگا۔ کیونکہ جبلہ کی نیت میں تھا کہ حماد کو کسی ایسی مہم پر روانہ کرونگا جسکے انجام دینے کے پھر وہ زندہ نہ واپس آسکیگا۔ یا بیحیائی سے پلٹ بھی آیا تو ناکام ہوکر واپس آئے گا۔ اور ہند کا طلبگار نہ رہے گا۔

چونتیسوان باب

ثعلبہ

ثعلبہ نے اسوقت تک جو چال چلی تھی۔ اُس سے صرف اسقدر مقصود تھا کہ ہند کے نازک دل کو آزار پہونچے اور وہ چار و ناچار اُسکے ساتھ عقد کرنے پر مجبور بنا دی جائے لیکن اسبات کا علم ہونے پر کہ عبد اللہ کا پتہ نہین چلتا۔ اور حماد ظالم شیر کے پنجون کا شکار ہو گیا ہے۔ اُسکی حسد کی آگ سرد پڑ گئی۔ اب وہ اس فکر مین غلطان و پیچان ہوا کہ مین اپنی درخواست ہند سے شادی کرنیکی واپس لون تاکہ اُدہر حماد اُسکے ہاتھ نہین آیا ہے اور اِدہر مین بھی کنارہ کشی کر کے اُسکے زندگی بھر جلنے اور اشکِ حسرت بہانیکے سامان فراہم کر دون۔ وہ کوئی ایسا موقع ڈھونڈھ رہا تھا جسکے دستیاب ہونے پر شادی کو ٹال دے اور پھر در پردہ کسی اور طریقہ سے ہند کو گزند پہونچا کر اُس سے اپنا بدلہ لے۔ اُسکا ناپاک دل اُسے اسبات پر اُبھار رہا تھا کہ ہند اُسکے ساتھ شادی کرنا منظور کر لے تو بات کو ٹال جائیگا اور آجکل کے وعدو نپر اُسے تذبذب مین رکھیگا تاکہ اسیطرح وہ کوفت اُٹھا کر جان دیدے۔ اور جب کبھی حماد کے بفرضِ محال زندہ پہنچنے کی خبر پائیگا تو پھر اُس سے عقد کی تازہ تحریک کر دیگا۔

حارث بن ابی شمر۔ ثعلبہ کا باپ اپنی خبیث طینت بیٹے کی اصلی مراد سے بیخبر رہنے کے باعث جبلہ سے جواب دینے کے بارہ مین عجلت کرتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ اہل حجاز کے حملہ سے پیشتر ہی اپنے بیٹے کی مسرت کے سامان فراہم کر دے۔ چنانچہ غنیم کی آمد آمد کی خبر پاتے ہی وہ خود بلقاء جا کر جبلہ سے ملا اور اصرار کے ساتھ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی شادی رچانیکا خواہان ہوا لیکن غنیم کے بڑہے آنیکی پیہم خبر ون نے جبلہ اور حارث دونون کو سامانِ جنگ کی درستی کیطرف مصروف کر کے اس خیال سے الگ کرنیکی کوشش کی۔

ثعلبہ بھی غنیم کے بڑہ آنیکے حالات سنکر اپنے باپ کے پاس آیا اور فوجونکی درستی قلعونکی آراستگی۔ اور سامان رسد کی فراہمی کے بارہ مین گفتگو کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ ہند کا تذکرہ اور ثعلبہ کے ساتھ اسکی شادی ہونیکا قصہ بھی چھڑ گیا جسکی بابت حارث اپنے بیٹے کو تسکین دینے کے طور پر کہنے لگا" مین نے جبلہ سے شادی کی تاریخ مقرر کرنے مین عجلت کی درخواست کی ہے اور وہ عنقریب منظور کر کے مجھے اسکی اطلاع دیگا کہ سردست سادہ طور پر عقد کے مراسم ادا کر لئے جائین پھر اس جنگ سے فراغت پا کر فتح و ظفر کی خوشی اور تمہارے بیاہ کی مسرت کا یکجائی جشن دھوم دھام سے کرنا مناسب ہوگا۔"

ثعلبہ۔(دیر تک خاموش رہکر جس سے عیاں ہوتا تہا کہ کسی اہم معاملہ مین غور کر رہا ہے) "ابا جان! ہماری موجودہ حالت شادی رچانے کی اجازت نہین دیتی۔ دشمن سر پر ہے۔ اور جنگ در پیش۔ اسلئے میرا خیال ہے کہ عقد کی جلدی کرنا مناسب نہین۔ اسبات کو ٹال جائیے اور لڑائی سے فارغ ہونیکے بعد ادہر توجہ کرنیکی بابت غور کیا جائیگا"۔

حارث (بیٹے کے اس خشک جواب کو سنکر اور پہلے کے اصرار سے اس جواب کا موازنہ کرکے حیرت زدہ ہونیکے بعد اس خیال سے خوش ہوکر کہ اسکا بہادر فرزند جنگ کے مقابلہ مین اپنی راحت و آرام کو ترک کرنے پر آمادہ ہے) "بہتر ہے۔ مین دیکھتا ہون کہ تم غنیم کی مدافعت مین مصروف ہونیکو اپنی دلی آرزو حاصل ہونیکے مقابلہ مین افضل خیال کرتے ہو۔ یہ امر تمہاری سعادتمندی اور غسانی خاندان کی دلیری پر دال ہے"۔

حارث بھی شادی کا ملتوی کرنا پسند کرتا تھا۔ لیکن اسنے صرف اپنے فرزند کی خاطرداری کیلئے جبلہ سے اصرار کیا تھا۔ اب وہ خود التواء کا خواہان ہوا تو حارث کو خوف پیدا ہوا کہ کہین التواء کا ذکر کرنے سے جبلہ آزردہ خاطر نہ ہوجائے۔ اور ہماری تعلقات مین کدورت واقع ہو۔ اس لحاظ سے اسنے کہا "بیٹا! اگر تمہارا چچا منظوری کا جواب دے تو ہم اس سے کیا کہینگے؟"۔

ثعلبہ۔ "جواب دیدینگے کہ لڑائی در پیش ہے یہ شادی کا کون موقع ہے"۔

حارث۔ "واہ! جبدن درخواست کیگئی ہے وہ کون بیفکری کا دن تھا۔ جبلہ نے بھی مجھسے لڑائی کا عذر پیش کیا تہا۔ مگر مین نے اس سے کہا کہ جنگ شروع ہونیکے قبل ہم اس کام سے فراغت حاصل کرلینا پسند کرتے ہین۔ اب مَین خود اس سے لڑائی کے اہتمام کا عذر کیونکر کرسکتا ہون۔ کیا تم نہین خیال کرتے کہ وہ بدگمانی کریگا"۔

ثعلبہ۔ "اسے اچھا معلوم ہو یا برا۔ ہمین اسکی کچھ پروا نہین ہے ہم التواء پسند کرتے ہین"۔

حارث اپنے بیٹے کی تیز مزاجی سے متعجب ہوکر اور اسکے جبلہ کے ساتھ برادرانہ تعلقات کی نزاکت سے غافل ہونے کو بہ نگاہ حیرت دیکھکر کہنے لگا کہ:۔ "بیٹا! کیا تمہین اسبات کا علم نہین ہے کہ اس قسم کی بدگمانی ہمارے اور اسکے مابین جنگ کی محرک بنجائیگی۔ اگر تم اسبات سے بے خبر ہو تو مین کیونکر اس سے غافل بنون۔ بہرحال یہ مسئلہ پیچیدہ اور غور طلب ہے۔ اسلئے کسی عمدہ پیرایہ مین لانا مناسب ہوگا"۔

ثعلبہ تھوڑی دیر تامل کرکے معاملہ کی پیچیدگی کا تصور کرتا رہا۔ انتقام کی خواہش اور غیرت کی آگ نے اسکے دل و دماغ پر اسقدر قابو کرلیا تھا کہ وہ کسی بات کے بخوبی سمجھنے پر قادر نہ تھا۔ لہذا اس نے پھیکا پھیکا سا جواب دیا۔ اور کہنے لگا کہ "جبدن آپنے اسبارہ مین عجلت کی خواہش ظاہر کی تھی اور حالت تھی اور آج

کی حالت دوسری ہے۔ پہلے دن غنیم کا مقام عمان مین تہا۔ اور آج وہ جنبش کرکے ملقار کیجانب بڑہ رہاہے بس التوا کا سبب اِسی بات کو بنا دیجئے۔"

حارث نے دیکھا کہ ثعلبہ کی یہ بات کسیقدر معذرت پر شامل ہے لہذا اُس نے قصد کیا کہ جبلہ سے یہی عذر پیش کر دے گا۔

اِن باپ بیٹون مین یہی گفتگو ہو رہی تہی کہ اسی اثنا مین جبلہ کا قاصد حارث کو بُلانیکے لئے آیا جس نے جنگ کے بارہ مین مشورہ کرنیکے واسطے اُسے طلب کیا تہا۔

حارث (بیٹے سے) "اچھا اب مین ملقار جاتا ہون۔ اگر جبلہ نے ہند کی شادی کا کوئی ذکر چھیڑا تو اُس سے التوا کی خواہش معذرت کے ساتھ کر دونگا۔ تم فوج کی آراستگی مین مصروف ہو۔ قبیلہ غسان کے امیرون کو فرمان لکھو کہ سب لوگ اپنی اپنی جماعت کے ساتھ اپنے اپنے نشانون کے نیچے جمع ہوکر جنگ کے لئے تیار ہو جائین۔ اور اگر اُن مین کسیقدر سستی کے آثار دیکھو تو انہین اُبھار کر ہمت دلاؤ۔ اور انعام واکرام حسب ضرورت دو۔ اس بارہ مین بطریق روما توس سے صلاح لینا۔ کیونکہ اُنہون نے ہمکو ماتحت غسانی قبیلون کے اکٹھا کرنیکی ہدایت کی ہے اور ضرور ہے کہ اُنہون نے جبلہ کو بھی ایسا ہی فرمان بھیجا ہوگا۔ غرضکہ تم ہر طرح تیار رہو۔ اگرچہ ان حجازی فاقہ مستون کے مقابلہ مین ہمین کسی بڑے اہتمام کی ضرورت نہین۔ تاہم دشمنون کے مقابلے سستی سے کام بگڑ جاتا ہے"

ثعلبہ۔ "مین آپکے احکام کی تعمیل کرتا ہون۔ مگر مجھے امید ہے کہ آپ شادی کے التوا مین ضرور کوشش فرمائینگے"

حارث اُس سے وعدہ کرکے سوار ہو کر جلوس کے ساتھ ملقار کیطرف روانہ ہو گیا۔

پینتیسوان باب ۳۵

جبلہ اور حارث

ہم نے جبلہ کو مرج غدیر سے ملقار واپس آئے ہوئے اس خیال مین چھوڑا تھا کہ وہ ہند کے بیاہ کو کسیطرح ملتوی کر دے۔ ملقار پہونچکر اُسے خبر ملی کہ اہل حجاز کی جماعت نے عمان سے نقل وحرکت کرکے اِدہر کا رخ کیا ہے۔ اُسنے اپنے دل مین خیال کیا کہ التوا کے عذر کا یہ عمدہ موقع ہاتھ لگا ہے کیونکہ غنیم کا حملہ تمام کامون کی طرف سے توجہ ہٹا لینے کے واسطے کافی حیلہ ہے۔ اُس نے حارث کو فوراً ایک رقعہ لکھکر اپنے پاس بلایا۔ تاکہ اُس سے مدافعت وجنگ کے بارے مین مشورہ کرے۔

چنانچہ حارث کے آتے ہی مزاج پرسی کے بعد تخلیہ ہوگیا۔ اور دونوں لڑائی کے بارے میں رائے زنی کرنے لگے جبلہ۔ "میں نے آپکو اسلئے تکلیف دی ہے کہ آنیوالے غنیم کی مدافعت کرنے کیلئے جو مناسب کارروائی کرنا منظور ہو اسمیں آپکی قیمتی رائے سے فائدہ اٹھاؤں۔ مخبروں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ غنیم نے عمان کی شمالی سمت میں حرکت کی ہے۔ اسلئے بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس ملک پر حملہ کرنے آرہے ہیں اور عنقریب ہمارے سر پر آجائینگے۔ گو میں نے اپنی فوجوں کو فراہم کرلیا ہے اور جاسوسوں کو مقرر کردیا ہے کہ وہ مجھکو انکی نقل و حرکت کی خبریں پہونچاتے رہیں۔ مگر آپ بھی اپنی فوج کے جمع کرنیکی فکر شروع کردیجئے تاکہ ضرورت کیوقت دقت نہ پیش آئے۔"

حارث۔ "میں نے ابھی جب میں آپکی خدمت میں آرہا تھا راستے میں بنی غسان کے قبیلوں کو آپکے پاس آنیکے لئے تیاریاں کرتے دیکھا ہے۔ میں نے اپنے بیٹے ثعلبہ کو ہدایت کردی ہے کہ وہ دوسرے حلیف قبیلوں کو بھی فرمانوں کے ذریعہ سے بلاکر بصریٰ کے جوار میں جمع کرلے۔ جب وہ جمع ہو جائینگے اور ہمیں غنیم کے کیمپ کا واقعی مقام معلوم ہو جائیگا تو ہم بلکر ایک ساتھ اُنپر ٹوٹ پڑینگے۔ اسطرح ہمارا خیال ہے کہ ہم بلا مزید دقت کے اُنہیں ہزیمت دیدینگے۔ وہ بہت تھوڑی تعداد کے لوگ ہیں اور اسپر طرہ یہ ہے کہ ننگے بھوکے بیپیر ننگے بدن۔ صرف ایک تہ بند آدھا باندھا ہوا اور آدھا اوڑھے رہتے ہیں جو اکثر حجاز والوں کا طریقہ ہے۔ اُنکے امیر اور غریب کیصورت میں بہت کم امتیاز ہوسکتا ہے۔ اور مجھکو تو یہ نظر آتا ہے کہ اگر ہم اُنکے ساتھ مقابلہ کی قوت اپنے آپ میں نہ دیکھیں گے تو اُنہیں کچھ مال بطور نذر دیکر رضامند کرلینگے اسلئے کہ وہ محض اس لالچ سے ہمپر حملہ آور ہوئے ہیں کہ ملک شام کی زرخیزی اور رومی حکومت کی مالداری کے قصے مشہور ہیں وہاں سے خوب لوٹ کا مال سمیٹ لائینگے۔"

حارث کی یہ گفتگو اس بنیاد پر تھی کہ جبلہ کو یہ خیال پیدا ہو کہ یہ لوگ لالچ و طمع کی وجہ سے حملہ آور ہوئے ہیں اور وہ اس خیال کو دل میں نہ لاسکے کہ میری ہی بدعنوانی سے جو میں نے اُنکے نامہ بر کے ساتھ برتی تھی یہ بلا نازل ہوئی ہے۔

جبلہ۔ "اسکا خیال تو ہم اُسوقت کرینگے جب ہم اُنہیں جنگ پر تلا پائینگے۔ مگر میرا خیال اسبات پر جمگیا ہے کہ وہ لوگ ہماری فوجوں کے مقابلہ میں پورے ایک دن بھی پامردی نہیں دکھاسکیں گے۔"

اسبات کے کہنے کے بعد جبلہ کو خیال پیدا ہوا کہ ثعلبہ اور ہند کی شادی کا تذکرہ چھیڑے جسکی تمہید کیلئے اُس نے کہنا شروع کیا۔ "آپنے ذکر کیا تھا کہ عزیز از جان ثعلبہ بنی غسان کے قبائل سے خط و کتابت اور اُنہیں جنگ پر آمادہ کرنے میں مصروف ہیں کیا وہ اسوقت بصریٰ ہی میں موجود ہیں؟"

حارث۔ "جی ہاں۔ وہ بصریٰ ہی میں ہے مجھکو اسبات کا نہایت افسوس ہو جو ثعلبہ کی نورچشمی ہند کے ساتھ شادی کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہو رہی ہے۔"

۵۱۔ مقریزی (مولف)

جبلہ۔ (اس عذر سے دل مین خوش ہوکر) "فی الحقیقت نہایت تاسف کی بات ہو لیکن اسمین کیا ہرج ہوسکتا ہو کہ ہم جنگ کے ختم ہونے تک اس کام کو ملتوی کر دین۔ اسوقت ہماری مسرت دوبالا ہوجائیگی۔ اور آخر دونون ہمارے بچے ہین انکی منگنی تو پیدائیش ہی کے وقت سے ہوچکی ہے"۔

حارث نے بلا کسی عذر و معذرت کے خود جبلہ کو شادی کے التوا کا خواہان دیکھکر مسرت آمیز تبسم کرکے جواب دیا کہ۔ "بارک اللہ! مین اسکا بیحد خواہشمند تہا۔ لیکن اس خوف سے تم سے نہین کہہ سکتا تہا کہ مبادا تم کچھ بدگمان ہوجاؤ۔ خدا کا شکر ہے کہ میری اور تمہاری ایک رائے ہے اور ضرور ہے کہ یہ رائے درست ہوگی"۔

جبلہ۔ "جی درست۔ اب مین صرح عذیر جاکر سعدیٰ سے بہی اسبات کی اطلاع کردونگا تاکہ وہ سامان نکاح کی تیاری ملتوی کردے۔ کیونکہ مین پہلے آپکے جلدی کرنے پر اُسے عجلت سے سامان کرنیکی ہدایت کرچکا ہون۔ خیر اب روکدونگا"

حالانکہ جبلہ ابکی مرتبہ صرح عذیر محض اس غرض سے جانا چاہتا تہا کہ حماد کو کسی اہم اور دشوار کام پر لگاوے۔

حارث جبلہ کی گفتگو سنکر کہنے لگا "جو تمہاری خوشی وہ کرو۔ خداوند کریم ہمین بہلائی کی توفیق عطا فرمائے"۔ یہ کہکر حارث اُٹھا۔ اور جبلہ بہی اُسی کے ساتھ ہولیا۔ جبلہ نے خلوت سے برآمد ہوتے ہی اپنے خاص لوگون سے دریافت کیا کہ "جو شخص غنیم کے حالات کی جستجو کو بہیجا گیا تہا واپس آیا یا نہین"؟ جسکا جواب اثبات مین ملا۔ اور جبلہ نے اُس جاسوس کو فوراً دربار طلب کیا۔ جب وہ مخبر آگیا تو اُسے مع حارث کے پھر تخلیے مین لیگیا۔

یہ جاسوس ایسے لوگون مین سے تہا جنکو حجاز والون سے اکثر ملنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ اور اُس نے غنیم کے لوگون مین ملکر نہایت عمدگی کے ساتھ اُنکے حالات دریافت کرلئے تہے۔ جبلہ نے انہی اوصاف کے لحاظ سے اس شخص کا انتخاب اس خدمت کو انجام دینے کیلئے کیا تہا۔ چنانچہ جبلہ نے تنہائی مین اُس سے حالات دریافت کرنے شروع کئے۔

جبلہ۔ "ہان بیان کرو۔ تم نے کیا دیکہا۔ اور غنیم کا ارادہ کسطرف حملہ کرنیکا معلوم کیا"!

جاسوس۔ "اُنہون نے عمان سے کوچ کرکے موتہ کا رخ کیا ہے جو کرک[1] کے قریب واقع ہے۔ اور عنقریب وہ وہان پہونچ جائینگے"۔

حارث (جاسوس سے) "کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ ہماری طرف بہی آئینگے"؟

جبلہ۔ (حارث سے) "شاید آبہی" (جاسوس سے) "تم نے اُنکی تعداد اور قوت کا بہی اندازہ کیا تہا"؟

جاسوس۔ "جی ہان۔ اُنکی تعداد تین ہزار جنگ آوروں سے زیادہ نہین ہے۔ مگر سامان جنگ اُنکے پاس بہت کم ہے نہ تو پورے ہتھیار ہین۔ اور نہ رسد کا سامان۔ اس لحاظ سے اُنمین اور ہماری فوج مین زمین و آسمان کا فرق ہے"۔

حارث (تمسخر آمیز ہنسی ہنسکر) "بس صرف تین ہزار سوارونکو لیکر ہمپر فوجکشی کی ہے۔ اور ہماری اور رومی افواج کے

[1] ابن اثیر ۱۲ (مصنف)

مقابلہ پر کمر باندہی ہے !!! ہماری فوج کی تعداد مع رومی سپاہ کے ایک لاکہ سے بہی زائد ہے[1] اور وہ سب سازوسامان سے آراستہ ہے"۔

جاسوس۔ "مجہے محسوس ہوا ہے کہ وہ لوگ اپنی کمزوری سے آگاہ ہوگئے ہین۔ اسلئے شاید کچہ دنون تک توقف کرکے حملہ کرینگے۔ تاکہ حجاز سے اور کمک آجائے"۔

حارث۔ "تمہین یہ بہی معلوم ہوا کہ اُنہون نے مدد مانگی ہے یا یونہی کہتے ہو!"۔

جاسوس۔ "نہین جناب! مجہکو اسکا مطلق علم نہین۔ مگر اُنہون نے اسبارہ مین باہم مشورہ کیا تہا۔ اور غالب گمان یہ ہے کہ وہ کمک نہ مانگین گے۔ مینے خود اپنے کانون سے اُنکی باتین سنی ہین۔ کیونکہ مین بہی اُنہی لوگون مین ملا ہوا بیٹہا تہا۔ اُنہین سے ایک شخص نے کہا تہا کہ "ہم ایسے ملک پر کیونکر بے سوچ سمجہے حملہ کرسکتے ہین جسکی محافظ فوج موجودہ حالت مین ایک لاکہ سے کم نہین ہے اور ممکن ہے کہ چند روز کے عرصہ مین اُسکی تعداد دو لاکہ ہوجائے۔ اسلئے ہمین کمک منگانیکی سخت ضرورت ہے"۔ اس گفتگو کو سنکر اُنکے معزز لوگون مین سے ایک شخص عبداللہ بن رواحہ نامی نے جواب دیا کہ:۔ "لوگو واللہ! جس چیز کو تم اسوقت ناپسند کررہے ہو ہی وہ بیش قیمت شے ہے جسکی تلاش مین تم یہانتک آئے ہو۔ تم لوگ شہادت کی جستجو مین نکلے تہے۔ حالانکہ ہم کثرت سپاہ اور آراستگی سامان حرب و ضرب کی حیثیت سے لوگون سے جنگ نہین کیا کرتے۔ ہم اُن سے صرف اُس ایک بات کو حاصل کرنیکے لئے لڑتے ہین جو خدا نے ہمین بخشی ہے۔ اور وہ بات دو خوبیون مین ایک خوبی ہے خواہ فتح و ظفر ہو یا شہادت"۔ اس گفتگو کو سن لینے کے بعد سب لوگ چلا اُٹھے "واللہ۔ ابن رواحہ سچ کہتے ہین"۔ لہذا اب میرا خیال ہے کہ وہ اہل حجاز سے کمک نہین طلب کرینگے"۔

جبلہ۔ "اچہا گاؤن کے باشندون سے جنکے قریب ہوکر غنیم کا گذر ہوا ہے تم نے کوئی اُنکی شکایت سنی ہے۔ ضرور ہے کہ اُن لوگون کو ستایا ہوگا۔ اُنکے درخت کاٹ ڈالے ہونگے اور اُنکا سامان لوٹ لیا ہوگا"۔

جاسوس۔ "نہین مینے کوئی شکایت نہین سنی۔ اور مجہے تو ان اہل حجاز کی حالت دیکہکر سخت حیرت دامنگیر ہے۔ بظاہر وہ تنگدست۔ فاقہ مست اور پریشان حال ہین۔ ایسے لوگ جو کچہ لوٹ مار مچاتے کم ہوتی لیکن اُنہون نے دیہاتی رعایا کو ذرہ برابر اذیت نہین پہونچائی ہے۔ البتہ جو اُنکے مُنہ چڑہے اُنکی بیشک گوشمالی کی ہے۔ مین عمان اور موتہ کے مابین ایک دیر مین رات کو رہا تہا۔ راہبونکو اُنکا مداح پایا۔ کیونکہ وہ لوگ اسی دیر کے قریب سے ہوکر گذرے اور اُنہونے راہبون کو بجز پانی پینے اور جانورون کو چارہ کہلا لینے کے کسی بات کی تکلیف نہین دی۔ اپنی ضرورت کی چیز اُن سے مانگ لینے پر کفایت کی ہے"۔

حارث۔ "اسبات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رعایا کو اپنی موافقت پر آمادہ کرتے ہین تاکہ جنگ کیحالت مین وہ اپنے حکام کی شرکت سے باز رہکر اُنہین ضرر نہ پہونچائین"۔

[1] سیرت حلبیہ (مولف)

جاسوس۔ "نہین حضور! اُنکی یہ غرض نہین ہے لیکن گذشتہ دن مین مجھے ایک شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا جس نے مجھسے بہت سی باتین بیان کین۔ اور وہ اس انداز سے باتین کرتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا وہ دل و جان سے اُس نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) پر فدا ہے جنکی مددگاری کیلئے اہل عرب آمادہ ہوگئے ہین منجملہ بہت سی باتون کی ایک بات اُسنے یہ بھی بیان کی کہ جسوقت وہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی اس فوج کے سرداروں کو رخصت کرنیکے لئے شہر سے باہر نکلے اور فوج کے نشان اُنکو حوالہ کئے اُسوقت اُنہون نے یہ نصیحت بھی کی تھی کہ "مین تمکو خدا سے ڈرنے اور اپنے ساتھی مسلمان بھائیون سے عمدہ سلوک کرنیکی ہدایت کرتا ہون۔ تم خدا کا نام لیکر غزا (جہاد) کرو۔ خدا کے اور اپنے دشمن سے ملک شام مین جاکر لڑو۔ تمکو وہان کچھ گوشہ نشین لوگ خانقاہون مین بیٹھے ملینگے۔ اُنہین نہ چھیڑنا۔ عورت۔ چھوٹے بچے۔ اور بہت سن رسیدہ بڈہون کو قتل کرنے سے باز رہنا۔ کوئی درخت نہ کاٹنا۔ اور کسی مکان کو منہدم نہ کرنا[1]"۔

حارث اور جبلہ دونون ان باتوں کے سننے سے حیرت مین آگئے۔ جب حیرت کم ہوئی تو حارث جبلہ سے کہنے لگا کہ "ابتو یہ لوگ ملقا رسے نزدیک آپہونچے ہین۔ ہمین چاہئے کہ دمشق سے رومی فوج کو بھی جلد طلب کرین اور ایک جا ہوکر ان دشمنون پر ایکبارگی حملہ کرین تاکہ اُنہین پسپا کرکے ہزیمت اختیار کرنے پر مجبور کردین"۔ جبلہ نے بھی اُسکی صائب رائے تسلیم کرلی۔ اور حارث اُس سے رخصت ہوکر اپنے مکان کو واپس چلا گیا۔

حارث کے جاتے ہی جبلہ صرف دو سوارون کو ہمراہ لے کر مرج غدیر کیطرف روانہ ہوگیا۔ سعدٰی اُسکے آنیکی خبر پاکر پہلے تو گھبرا اُٹھی تھی لیکن اصل وجہ کے دریافت ہونے پر اُسے تسکین ہوگئی۔ جبلہ نے جاتے ہی اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ "کیا ابھی تک تم اُس جوان کے بارہ مین اُسی اگلی رائے پر قائم ہو۔ یا ہند اپنے قصد سے باز آگئی ہے؟"۔

سعدٰی۔ "مین پہلے ہی تم سے کہہ چکی ہون کہ جو شخص عماد کیطرف سے ہند کا دل پھیرنیکی کوشش کرے گا وہ ہوا کو مٹھی مین بند کرنیکی درپے ہوگا"۔

جبلہ۔ (افسوس کے ساتھ آہ سرد بھر کر۔ اور سعدٰی کی رائے پر رضامندی ظاہر کرنے سے پشیمان ہوکر) "اچھا تو وہ حیلہ بیان کرو جس کے ذریعے سے تمنے اُس بلا کو ٹالنے کا وعدہ کیا تھا۔ اب تو ہم اس مین بُری طرح پھنسے ہین"۔

---

[1] سیرت حلبیہ ۱۲ مولف

چھتیسواں باب ۳۶

ماریہ کے کانوں کے آویزے

سعدی۔ "میرا خیال ہے کہ حماد سے ہند کے مہر میں کوئی ناممکن الحصول شے طلب کیجائے اگر وہ اُسے نہیں لا سکیگا تو خود ہی اپنے پیر میں کلہاڑی ماریگا۔ ہمکو تو ہند کی دلشکنی اور اُسکے ملامت کرنیسے نجات ملجائیگی۔ میں ہند سے بھی اسکے متعلق گفتگو کر چکی ہوں اور وہ بھی ادھر مائل ہے۔ کیونکہ اسکی دلی تمنا ہے کہ کسی طرح حماد کی عزت اور وقعت اُسکے کنبہ والونکو دل میں جم جائے۔ لہذا اگرچہ ہم کیسا ہی سخت سے سخت اور خطرناک سے خطرناک کام حماد کے لئے تجویز کرینگے۔ ہند کو اُسکے منظور کرنیمیں ہرگز تامل نہ ہوگا"۔

جبلہ (سعدی سے) "پھر تم نے اُس شرط کے متعلق ہند سے بھی کوئی بات کہی ہے یا نہیں؟"

سعدی۔ "بالکل نہیں"۔

جبلہ۔ "اور اپنے ذہن میں بھی کوئی بات قرار دے لی ہے یا یوہی محض ہوائی قلعے باندھے جاتے ہیں"۔

سعدی۔ "ہاں میں نے ایک بات تجویز کرلی ہے۔ تم بھی سُنکر اُسے پسند کروگے۔ ورنہ پھر کوئی اور شکل نکالینگے"۔

جبلہ۔ "پھر بیان کرو وہ کیا بات ہے؟"۔

سعدی۔ "بنی غسان کے حکمرانونکی جدّہ (دادی) تمہیں معلوم ہے کون تھی؟ .... (کسیقدر تامل کے بعد) وہی۔ کندی پہ خور حجر کی بیوی ہند الھنود کی بہن اور ظالم کی بیٹی جسکا نام ماریہ تھا۔؟"

جبلہ۔ "خدا خیر کرے تم تو اسوقت سبق یاد کرانے لگیں۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ وہی جسکے کانوں کے آویزے ضرب المثل ہیں"۔

سعدی۔ "ٹھیک کہتے ہو۔ وہی وہی۔ میری مراد بھی اُسی سے ہے۔ پھر تمکو یہ بھی ضرور معلوم ہوگا کہ اُسکے دونوں آویزے جنکا تم نے ذکر کیا بے مثل تھے۔ اور تمام دنیا کے بادشاہوں کی بیویوں نے ویسے آویزے کبھی نہ پہنے ہونگے کیونکہ انمیں کبوتر کے انڈونکی برابر دو موتی تھے۔ جنکی آب و تاب اپنی آپ ہی نظیر تھی۔[1] اور جنکی قیمت کا اندازہ آجتک کوئی نہیں کر سکا ہے"۔

جبلہ۔ "ہاں وہ بہت بیش قیمت تھے"۔

[1] مجمع الامثال میدانی (مولف)

سُعدیٰ "کیا تم جانتے ہو کہ اب وہ آویزے کہاں ہین ؟"۔

جبلہ۔ (مبہوت ہوکر تھوڑی دیر سکوت کرنیکے بعد) والدنے دادا سے اور دادانے اپنے اگلے بزرگوارون سے سُنکر بیان کیا تہا کہ ہماری جدہ ماریہ نے اپنے کانون کے دونون آویزے نذر کے طور پر خانہ کعبہ کو بھیجدیئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بُت پرست تہی۔ ورنہ ایسا نادر تحفہ کعبہ کو کیون بھیجدیتی"۔

سُعدیٰ "بہرحال کچھ ہی سہی۔ یہ آویزے اِتنک کعبہ مین موجود ہین"۔[1]

جبلہ۔ "ٹھیک کہتی ہو"۔

سُعدیٰ "بس میری رائے ہے کہ مین حماد سے یہ شرط بیان کرون کہ وہ اُن آویزون کو لاکر ہند کے مہر مین دے۔ اور ہم شادی کے دن وہی آویزے ہند کو پہنائینگے"۔

یہ سُنکر جبلہ خوشی سے پہولا نہ سمایا فرط طرب سے سُعدیٰ کو چھاتی سے لپٹا لیا اور خوب پیار کیا۔ جس نے آخر کو گھبراکر اپنے آپ کو اسکی گرفت سے چھڑا لیا اور تیز تیز نگاہون سے جبلہ کو دیکھنے لگی۔ جسکو دیکھکر جبلہ کہنے لگا کہ "واہ واہ۔ خوب تدبیر سوچی کبہی پٹ ہی نہ پڑے"۔

سُعدیٰ (بات کاٹ کے غصہ سے) "واہ۔ ترکیب بتاکر سزا ہی تو پا گئی۔ توبہ توبہ! ایسا دبایا ہے کہ پسلیان دُکھنے لگین"۔

جبلہ۔ (سلسلہ کلام جاری رکھکر) "لے اب معاف ہی کر دو غصہ تھوک ڈالو۔ بات پیاری کہی تہی۔ میرا دل خوش ہوا پیار کر لیا۔ اتنی بگڑتی کیون ہو۔ چلو قصور ہوا۔ بہرحال مذاق سے قطع نظر کرو اور سنو! واقعی امر یہ ہے کہ ایسی تجویز نکالنا تمہارا ہی کام تھا۔ مرحبا! انسان بیچارے کا کیا پتہ ہو کہ ایسے دشوار کام کو کرسکے اور اسقدر بعید المنال چیز کو لاسکے۔ اور ہم فرض بہی کرلین کہ حماد اس کام کو انجام دیدیگا تو اس سے ہمارا ہرج کیا ہوسکتا ہے۔ ہم ایسے جری اور نامور شخص کو ہند کا شوہر بنانے مین ذرا ہی تامل نہ کرینگے۔ مگر یہ تو بتاؤ اسبارہ مین ہند بہی ہماری ہمخیال ہوگی ؟"۔

سُعدیٰ "کیون نہ ہوگی ؟ ورنہ ہمکو حماد کی نامنظوری کا بہانہ ملجائیگا"۔

جبلہ۔ (خوب ہنسکر) "اب بات پوری ہوگئی۔ تم خود ہند سے اسکی متعلق گفتگو کرکے اُس جوان کو بُلا بہیجو۔ اور میری طرف سے اُسے پیام دو۔ مجھکو خود ادہر توجہ کرنیکی فرصت نہین ہے۔ لڑائی کمبخت ایسی درپیش ہے جس نے سخت

[1] بعض مسلمان مورخین نے جبلہ کے لباس کا وصف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اُسکے تاج مین ماریہ کے آویزون کے دو موتی ٹکے تھے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمثیل کے طور پر لکھا گیا ہوگا۔ یعنے جبلہ کے تاج مین دو بڑے موتی ماریہ کے موتیون سے ملتے جُلتے ہونگے۔ ہمارا یہ خیال اس بنا پر ہے کہ مسلمان مورخون نے ۳۱۶ھ مین قرامطہ سے قبل کسی کی نسبت ماریہ کے آویزون کو خانہ کعبہ سے نکالنے والا بیان نہین کیا ہے"۔ (مولف)

عدیم الفرصت اور پریشان کر رکھا ہے"۔

سعدٰی۔ "بہت بہتر" ــــ کہتی ہوئی کمرہ سے باہر نکل گئی۔ اور زنا دمونکو کہانا نکالنے اور چُننے کا حکم دے گئی۔

ہند باغ مین ٹہل رہی تہی۔ اُسے اپنے باپ کا آنا معلوم ہو چکا تہا۔ اور وہ یقین کر رہی تہی کہ اُسی شادی بیاہ کے بارہ مین مشورہ کرنے آیا ہوگا۔ خصوصًا اپنی ماں کو اُسکے ساتھ تنہائی مین باتین کرتے دیکھکر اور بہی یقین ہوگیا تہا وہ باغ مین ٹہلتی ہوئی بار بار نظر اُٹہا اُٹہا کر اُس کمرہ کیطرف دیکھ لیتی تہی۔ جہان سعدٰی اور جبلہ باہم تنہائی مین گفتگو کر رہے تہے اور اُسکے دل مین طرح طرح کے سوال بات کا دہڑکا سما رہا تھا کہ دیکہئے اب یہ دونوں صاحب ملکر کیا گل کہلاتے ہین۔ چنانچہ جیسے ہی اُس نے اپنی ماں کو باہر نکلتے دیکھا لپک کر اُس سے دریافت کرنے کو بڑہی۔ مگر سعدٰی نے اُسے توقف کرنیکا اشارہ کر دیا اور خود مطبخ کی جانب چلی گئی

جبلہ ہند کی جستجو مین باغ کی طرف گیا اور اُسکی صورت دیکہتے ہی اُسے پیار کرکے مزاج کی خیریت دریافت کی اور نہایت شگفتہ روئی کے ساتھ بیٹی سے باتین کرتا رہا۔ ہند بیچاری اُسکی ظاہری حالت دیکہکر اپنی امید و نکے پوری ہونیکی آرزو مند بنگئی تہی۔ لیکن اُسے کیا خبر تہی کہ اُسکی پیاری ماں اور عزیز و بزرگ باپنے اُسکے محبوب مطلوب کی راہ مین کیسے کانٹے بچہانیکی تدبیر کر رکھی ہے۔ جبلہ دیر تک بیٹی سے ادہر اُدہر کی باتین کرتا رہا۔ شادی بیاہ کا نہ اُس نے ذکر کیا۔ اور نہ خود ہند شرم و لحاظ کی ماری کچھ اسکا تذکرہ کرسکی۔

کچھ دیر کے بعد خادموں نے دستر خوان تیار ہونیکی اطلاع دی۔ اور جبلہ ہند کا ہاتھ تہامے ہوئے کہانے پر گیا۔ سعدٰی پہلے ہی سے وہان موجود تہی۔ اور تمام باتون کا اہتمام کر رہی تہی۔ غرضکہ تینون نے ساتھ ملکر کہانا کہایا۔ اور کہانے سے فارغ ہوکر جبلہ ان دونون سے رخصت ہو کے ملقار کیطرف روانہ ہوگیا۔

باپکے چلے جانیکے بعد ہند نے اپنی ماں سے آجکی گفتگو کا حاصل دریافت کیا جسکے جواب مین سعدٰی نے بظاہر مسرت آمیز تبسم کرکے (اگرچہ وہ تبسم ہند کے حق مین زہر ہلاہل تہا) کہا۔ "بیٹی! تو خوش اور بے فکر رہ۔ تیرا باپ اپنے ارادہ پر مستقل طور سے قائم ہے اُسنے حارث اور اُسکے فرزند کی درخواست مسترد کرکے حماد کی نسبت قبول کرلی ہے لیکن اُسکی اور میری دونون کی ایک رائے ہوگئی ہے۔ وہ یہ کہ ہم حماد سے کوئی ایسی شرط پوری کرائین جسکے انجام دینے سے وہ نیکنام ہو۔ اور اُسکی گمنامی کا چرچا لوگون کی زبان پر پھر نہ آسکے۔ تم ہی جانتی ہو کہ حماد نہایت دلیر اور جوانمرد شخص ہے۔ بجز اس بات کے کہ اُسکا نسب لوگون کو معلوم نہین کسی بد اندیش کی زبان اُسکی نسبت طعن کرنے پر دراز نہین ہوسکتی۔ لہٰذا اگر اُس نے کوئی اہم اور دشوار کام کا اقدام کرکے اپنے نام کو روشن کرلیا تو علاوہ اُس عزت کے جو اُسے بذات خاص حاصل ہوگی۔ لوگون کی زبان بہی اُسکی نسب کی نسبت طعنہ دینے سے بند ہو جائیگی"۔

ہند جو کہ اپنی ماں سے پہلے بہی اسی قسم کی بات کئی بار سُن چکی تہی بولی۔ "اماں جان! یہ تو بڑی خوشی

کی بات ہی۔ مجھے بھی حماد کی زوجہ ہونے پر فخر و مباہات کا موقع ملجائیگا۔ اور مین اسبات کا یقین رکھتی ہون کہ میرے وصل کی راہ مین حماد ہرگز کسی ایسے کام سے باز نہ رہیگا جو انسانی قوت کے احاطہ مین ہو۔ کیا آپ کی رائے مین کوئی بات اسطرح کی قائم ہوگئی ہے جو اُسکے سامنے شرط کے طور پر پیش کیجا سکے؟"

سُعدٰی۔ "ہمین مناسب معلوم ہوا ہے کہ ہماری شرط اس قسم کی ہو جس سے علاوہ تیری عزت بڑہنے کے تیرے سُر کی زینت بھی ہو سکے۔"

ہند۔ "وہ کیا؟"

سُعدٰی۔ "ہم حماد سے درخواست کرینگے کہ وہ کعبہ سے ماریہ کے کانون کے آویزے لی آئے۔ اور یہی تحفہ تیرا مہر ہوگا۔" یہ کہکر آویزونکا پورا قصہ کہہ سنایا۔

ہند اس دشوار اور ناممکن الحصول شرط کو سُنکر سُن ہوگئی۔ اور دل مین تصور کرنے لگی کہ امان جان اور ابا جان نے میری ضد کا بہت مناسب علاج تجویز کیا ہے لیکن خودداری کی وجہ سے وہ اس شرط کو کوئی بڑی بات نہین بتا سکی اور کہنے لگی۔ "اگر خدا کو منظور ہے تو حماد اس شرط کو ضرور پورا کریگا۔"

سُعدٰی۔ "پھر آؤ اب ہم حماد کو بلوا کر اُس سے شرط نکاح بیان کر دین۔"

ہند نے حماد کے بلائے جانیکا حال سُنا تو خوشی کے مارے اُسکا دل اُچھلنے لگا۔ اور دیدار جانان کے شوق نے اُسے اسقدر از خود رفتہ بنا دیا کہ وہ شرط کی واقعی دشواری کا اندازہ بھی نہ کر سکی۔

سُعدٰی نے اُس خادم کو جسے سلمان کے ہمراہ حماد کی قیامگاہ کا نشان معلوم کرنیکے لیے بھیجا تہا بلا کے حکم دے دیا کہ چپکے سے جا کر حماد کو بلا لائے۔

سینتیسوان باب ۳۷

حماد کی امیدین

حماد اور سلمان امیر عبداللہ کے لاپتہ ہونیسے متردد و متفکر رہتے ہین۔ سلمان دن بہر بصریٰ اور اسکی قرب و جوار مین۔ اور بلقار اور اسکے آس پاس کے مقامات پر جستجو مین مصروف رہتا اور شام کو ناکام واپس آجاتا ہے۔ ہر روز صبح کو امید بہرا دل لے کر جاتا اور شام کو دل شکستہ اور متفکر بنا ہوا آتا ہے۔ کئی دن اسی حال

گذر گئے۔ آخر حماد مایوس ہوگیا۔ اور اُسے سلمان کا قول کہ عبداللہ ابو سفیان کے ہمراہ مکہ چلا گیا ہوگا باور آ گیا۔
حماد کو دو سخت فکر و تلی کشمکش مین مبتلا ہونیکی وجہ سے کسی وقت چین نہین ملتا تہا۔ ایک طرف ہند کی الفت اور اُس سے دوری کا صدمہ۔ دوسری جانب باپ اور پیارے باپ کی مفقود الخبری ان دونون غمون نے اُسکی جان ضیق میں پھنسا رکھی تہی ہند کے وصل کی آرزو اور اُس سے ملاقات کی اشتیاق نے حماد کی یہ حالت کر رکھی تہی کہ جہان اُس نے دور سے کوئی آدمی آتا دیکھا۔ خیال کرنے لگتا تہا کہ ہند کا قاصد ہے جو اسکی طلبی مین آ رہا ہے۔
جس دن صریح غدیر مین اُسکے طلب کئے جانیکی قرار داد ہوئی ہے۔ اتفاقاً اُسدن صبح کو حماد جسوقت سو کر اُٹھا ہے وہ نہایت ہشاش و بشاش تہا۔ خود بخود اسکا دل فرط طرب سے کہلا جاتا تھا۔ گو مدت سے اُسکی یہ حالت ہو رہی تہی کہ ہر صبح کو بستر سے مایوس اور دلشکستہ اُٹھا کرتا تہا اور اسی وجہ سے وہ نہایت لاغر ہو گیا تہا۔ اکثر اوقات حماد شکار کے قصد سے اِدہر اُدہر نکل جایا کرتا اور دل بہلانیکی تدبیر مین مصروف ہوتا۔ اور اگر وہ اس طریقہ کو نہ اختیار کرتا تو کوئی شک نہ تھا کہ سخت بیمار ہو جاتا۔
آج صبح کو خلاف معمول مسرور و فرحناک اُٹھنے سے اُس نے اچھا شگون لیا۔ اور کسی فرحت بخش خبر کے سننے کا منتظر بن بیٹہا۔ سلمان اُسوقت چند ضروری کامونکے انجام دینے کے لئے خیمہ سے باہر گیا تہا۔ اور اسکی حالت بدستور اپنے آقا کی موجودہ حالت کے خلاف تہی۔ سلمان خیمہ سے باہر میدان مین کھڑا تھا کہ یکایک اُس نے دور سے ایک سوار کو آتے دیکھا جو تیزی کے ساتھ گھوڑا پھینکتا ہوا آ رہا تھا۔ اُسکے آنیکی سمت سے اسبات کا علم ہوتا تہا کہ وہ انہی کے خیمونکیطرف آ رہا ہے۔ سلمان نے غور سے اسکی صورت دیکھنے کے بعد پہچان لیا کہ وہ صریح غدیر کے ملازمون مین سے ہے۔ اور اُسکے آنیسے کسی بہبودی کا امیدوار ہوگیا۔ سوار اُسکے قریب آیا تو سلمان نے اُسے متبسم پاکر سمجھا کہ واقعی کوئی خوشخبری لے کر آیا ہے۔ اب وہ سوار گہوڑے سے اُتر کر اسکی باگ تھامے ہوئے سلمان کیطرف بڑہا۔ اور سلمان بہی اُسکی جانب چلا۔ دونون نے سلام اور مصافحہ کیا۔ اور سلمان نے اُس سے دریافت کیا "کیونکر آنا ہوا؟"۔

سوار۔ "امیرہ سُعدیٰ نے امیر حماد کو یاد فرمایا ہے اُنہین بلانے آیا ہون"۔
سلمان۔ "کیون بلایا ہے؟ آپ اسکی کوئی وجہ بہی بتلا سکتے ہین"؟
سوار۔ (ہنسکر) مجہے تو نہین معلوم۔ لیکن آپ کو ضرور معلوم ہوگا۔ اور سچ یہ ہے ہم قصر کے خادم ہین ہمنے جیب چہپا کر جسقدر سن پایا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری آقازادی ہند کی شادی عنقریب ہونیوالی ہے۔ ہمارا (حسن) سے ہم لوگ تو اُس مبارک دن کے جلد آنیکی دعا مانگ رہے ہین۔ وہ ایسا دن ہوگا کہ غسان کے لوگونے اُسکا نظیر نہ دیکھا ہوگا۔ ہمارا آقا ملک جبلہ بڑا کریم النفس اور سخی داتا ہے۔ ہم سب لوگون کو بہاری بہاری جوڑے اور

بہت بہت سا انعام عطا کریگا۔"

سلمان (تبسّم کرکے) "تمہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اُسکا خواستگار کون ہوا ہے؟"۔

سوار۔ "ہاں۔ وہ اسکا ابن عم ثعلبہ ہے۔ کیونکہ اُس سے زائد قریب النسب اُسکو کنبہ مین کوئی لڑکا نہین اُسنے خواستگاری بھی کی ہے۔ مگر مین نے چند خاص خادمون سے یہ بات سُنی ہے کہ ہند اُسے محبت کی نگاہ سے نہین دیکھتی اور منظور نہین کرتی۔"

سلمان (حیرت سے) "تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ہند اُسکی درخواست مسترد کردے"؟۔

سوار۔ "کیا معلوم۔ مگر ظاہرًا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے نہین مانا۔" خادم نے حماد اور ہند کے عشق و محبت کی خبر اُڑتے اُڑتے سن لی تھی۔ مگر وہ اس خیال سے کہ کہین اُسکے سر افشائے راز کا الزام نہ آپڑے انجان بنکر ٹال گیا۔ اور سلمان کیطرف سے اس بات کا عیان ہونا بہتر سمجھکر چپ ہوگیا۔ سلمان سے صبر نہ ہوسکا۔ کہ وہ اپنے آقا کو ان معاملات سے جو حال مین پیش آئے ہین بے خبر رکھے۔ لہٰذا اُس نے خادم سے استفسار کیا۔ "کیا تم نے قصر مین کسی نئی بات کے وقوع کی کوئی خبر پائی ہے"؟۔

خادم۔ "نہین مین نے کوئی بات نہین سنی ہے۔ مگر یہ بات دیکھی تھی کہ کل شام کو امیر جبلہ قصر مین آئے تھے اور چند گھنٹون تک سعدیٰ اپنی بیوی سے تخلیہ مین گفتگو کرکے بلقاء کو واپس چلے گئے۔ اُنکے جانیکے بعد ہی میری مالکہ سعدیٰ نے مجھے یہان بھیجدیا۔"

سلمان سمجھ گیا کہ جبلہ کے آنیکا باعث بھی شادی کے متعلق گفتگو کرنا تھا۔ وہ ضرور سمجھ کہ حماد کو پسند کرتا ہے۔ ورنہ اس بات کا کیا موقع تھا کہ حماد کی طلبی آتی۔ وہ فورًا اپنے آقا کے پاس خیمہ کے اندر پہونچا۔ جو ابھی شکار کھیلکر واپس آیا تھا۔ اور خوش و خرم بیٹھا ہوا تھا۔ آج حماد کا دل خودبخود کھلا جاتا تھا۔ اور بار بار اُسکے ہونٹون پر تبسّم کے آثار عیان ہوتے تھے۔ اور کسیکو تو کیا خبر ہوتی خود حماد بھی اپنی اس مسرت کے سبب سے ناواقف تھا۔ اسی اثنا مین سلمان نے خیمہ مین داخل ہوکر ہنسکر اپنے آقا کو سلام کیا۔

حماد۔ "کیون سلمان! اسوقت کیا بات ہے؟ تم بہت خوش خوش نظر آتے ہو۔"

سلمان۔ "حضور! ایک خوشخبری لایا ہون۔"

حماد۔ "کیا خوشخبری لائے ہو بیان کرو۔"

سلمان (ہنستے ہوئے) "صرح عذیبہ کے لوگون نے آپکو بلانیکے لئے آدمی بھیجا ہے۔ آپ تشریف لیجائینگے یا اسوقت کوئی کام ہے۔ مین آدمی کو واپس کردون۔"

حماد (سلمان کو مذاق کرتے جانکر اور سیدھا بیٹھ کے) "مجھے صرح والونکے بلانے یا نہ بلانیکی کوئی پروا نہین ہے

آج مین نے جسوقت سے صبحکو آنکھ کھولی ہے۔ تمام رنج وغم دل سے دور پاتا ہون۔ اور کئی ایک اچھے شگون دیکھ چکا ہون۔"

سلمان۔ "پھر اسمین کیا حرج ہے کہ آپکی خوش نصیبی مکمل ہوجائے۔ آپکے دل کا مسرور رہنا خوش طالعی کی ابتدا نہین تو کیا ہے؟ دیکھئے آخر محل کا خادم آگیا۔ کیا مین اُسے آپکے سامنے حاضر کرون"؟۔

حماد۔ "بلالو۔"

خادم (حماد کے روبرو خیمہ کے اندر آکر) "جناب عالی! بادشاہ بیگم سُعدیٰ نے آپکو یاد فرمایا ہے"۔

حماد۔ "سب کو خیریت سے چھوڑ آئے ہو"؟۔

خادم۔ "جی ہان۔ جناب کی صحت و عافیت کے دعاگو اور آپکے دیدار کے آرزومند چھوڑ آیا ہون"۔

حماد۔ "اچھا اُن سے میرا سلام عرض کرنا اور کہدینا کہ مین انشاءاللہ کل صبح کو حاضر ہونگا"۔

خادم حماد سے دست بوس ہوکر رخصت ہوا۔ اور خیمہ سے باہر گیا۔ سلمان بھی اُسے پہونچانے کچھ دور تک ساتھ گیا۔ اور دس اشرفیان اُسکے ہاتھ مین رکھکر کہنے لگا۔ "یہ آپکے پان کھانیکی دعوت ہے۔ آئندہ انشاءاللہ حماد کیطرف سے آپ کو بہت کچھ ملیگا۔" خادم ہدیہ اور آئندہ کیلئے وعدہ پاکر بہت مسرور ہوا۔ اور دل سے اسبات کا متمنی ہوا کہ حماد کی نسبت ہند سے قرار پاجائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ ثعلبہ ایسا بخیل اور تنگدل تھا کہ اُسکے ہاتھ سے کبھی اہل قصر نے ایک پیسہ بھی انعام مین نہ پایا تھا۔ اسلئے حماد کی سیرچشمی اور سخاوت نے اُسے خادم کے نزدیک عزیز بنادیا۔ خادم کے چلے جانیکے بعد سلمان پھر حماد کیخدمت مین حاضر ہوا۔ مگر اسوقت اُسے سر جھکائے کسی فکر مین مبتلا پاکر حیرت سے دریافت کرنے لگا۔ "کیون جناب! آپکو تردد کس امر کا ہے؟ کیا اس طلبی سے آپ کچھ سراسیمہ ہوئے ہین"؟۔

حماد۔ "نہین سلمان! یہ بات نہین ہے۔ مین تو آج صبح سے کسی مسرت بخش خبر کے سننے کا منتظر تھا۔ مگر اسوقت والد ماجد کی یاد دِق کررہی ہے۔ معلوم نہین وہ کہان ہونگے۔ اُنہین میرے بیاہنے کی بڑی آرزو تھی۔ اس کام مین اُنکی شرکت واجب تھی۔ لیکن آہ! کون بتا سکتا ہے کہ وہ کہان ہین"۔

سلمان۔ "حضور! آپ اپنے دل سے فضول خطرات نکال ڈالین۔ میرا دل یہی کہتا ہے کہ آپکے والد ماجد حجاز کو چلے گئے ہین۔ اور ہم اس طلبی کا نتیجہ دیکھکر اُدھر چلکر اُنکی تلاش کرینگے۔ اگر خدا کو منظور ہے تو ڈھونڈھ نکالینگے۔ چلئے۔ اُٹھئے۔ اب غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر صرح عذیر چلنے پر تیار ہوجائیے"؟۔

حماد۔ "ابھی کیا جلدی ہے۔ پچھلے پہر رات سے اُٹھکر روانہ ہونگے اور حسب وعدہ صبح ہوتے وقت وہان پہونچ جائینگے"۔

سلمان "بہت بہتر" کہکر سامانِ سفر درست کرنے لگا۔ اور حماد زیارت یار اور تدبیر وصل دلدار کے منصوبے

باندھنے میں مصروف ہوا۔" آہ وہ پہلی مرتبہ پیاری ہند کا دیبہ بحیرا میں ملنا۔۔۔ اُسکی دلداری کی باتیں۔ اُف۔۔۔ کیسی کیسی دقتوں کے بعد پھر وہ مبارک گھڑی آنیوالی ہے۔ کہ شربت دیدار کا لبریز جام مجھ تشنہ کام شوق کو ملیگا ... مگر اس ملاقات کا نتیجہ کیا ہوگا ؟ ... اسکی بابت کوئی قطعی رائے نہیں طے کیجا سکتی۔ ناکامی ... توبہ اللہ! کیسا منحوس نام ہے۔ نہیں نہیں۔ مجھے اسکا مشا... (کاٹ کر) نہ کرنا ہوگا۔ ضرور ہے کہ وصل کی تدبیر ہوگی۔ ہاں۔ بلانیکے معنے یہی ہیں کہ دلنوازی کا سامان کرینگے۔" غرضکہ اُس نے اسی قسم کے فکروں میں رات بسر کی ✤

اڑتیسواں باب ۳۸

دیدار جانان

مرغ سحر نے بانگ دی۔ سپیدۂ صبح نمودار ہوا۔ خدا خدا کر کے شب ہجر کی درازی ختم ہوئی۔ ہند جس نے یہ رات ارمان بھرے دل سے باتیں کرنے میں جاگ کر بسر کی تھی آنکھیں ملتی ہوئی بستر سے اُٹھی۔ اُس نے دیکھا کہ محل میں ہر طرف صفائی اور آراستگی کا اہتمام ہو رہا ہے۔ چند خادم باغ کیطرف بھی کام میں مصروف ہیں۔ روشیں درست کیجاتی ہیں۔ کیاریوں سے خس و خاشاک دور کیا جاتا ہے۔ اور نہروں کے پانی پر سے بھی گرد و غبار کے اُڑ نیسے آکر گرنیوالے تنکے چھوٹے چھوٹے دستی جالوں کے ذریعہ سے کھینچے جا رہے ہیں۔ مطبخ میں دیگیں کھڑک رہی ہیں۔ یہ سب اہتمام ہے مگر کام نہایت خموشی اور رازداری کے اصول پر ہو رہا ہے۔

ہند نے دیکھا کہ چند خاص خادموں کو اسکی ماں نے طلب کر کے معلوم نہیں اُن سے کیا کہدیا کہ وہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر محل سے باہر والے وسیع میدان کیطرف چلے گئے۔ اگرچہ ہند کو گمان ہو گیا تھا کہ یہ جماعت آنیوالے مہمانوں کے استقبال کیلئے گئی ہے تاہم اُسے پورے طور پر یقین نہ تھا۔ اُسکا دل دیدارِ جانان کے شوق میں بیطرح دھڑک رہا تھا۔ اور وہ بار بار عالم تصور میں کہتی تھی۔ "آخر حماد سے ملاقات ہوگی تو کیا باتیں کرونگی۔ جوش مسرت کی لہریں اُس کے دل کو بار بار تھپیڑے دیتی تھیں۔ اور اُسکی طبیعت کے سکون کو جنبش میں لے آتی تھیں۔ اپنے دلی خیالات کو چھپانیکے لئے ہند نے یہ شغل اختیار کیا کہ کپڑے بدلنے اور کنگھی چوٹی کرنے میں مصروف ہو گئی۔ پہلے اُس نے ایک بیش بہا اور خوشنما جوڑا جو خاص خاص موقعوں کے لئے بنایا گیا تھا نکال رکھا۔ یہ جوڑا دمشق کے ایک نامی کاریگر نے سیا تھا اور اعلیٰ درجہ کی آسمانی رنگ کے ریشمی حریر کا بنا ہوا تھا۔ دامنوں کے کناروں پر پاکیزہ اور سبک سلمہ ستارہ کا زردوزی کام تھا۔ اور جا بجا

خوش وضع بوٹے بھی بنے ہوئے تھے۔ پشت اور بازو ونیز بھاری بھاری ترنج علیحدہ اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ جوڑا ہنکر آئینہ کے مقابل ہو بیٹھی۔ اور ململی بالون کو پھر سے درست کرکے گوندھنے مین مصروف ہوگئی۔ کاش! حماد اسوقت یہان موجود ہوتا اور ہند کی یہ حالت دیکھتا تو بے ساختہ کہہ اٹھتا (وفا رامپوری) ؎

اسطرف عکس ادہر آپ کی رعنائی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ آئینہ تختۂ مشق ستم آرائی ہے

آفتاب بلند ہو چکا ہے۔ اور دہوپ مین تیزی آچلی ہے لیکن حماد ابتک نہین آیا۔ اسوقت تک تو اُسے آجانا چاہئے تھا۔ کیا عجب ہے کہ آرہا ہو۔ بس چند لمحونکی دیر ہوگی۔ لاؤ ذرا جہروکے سے سر نکالکر دیکھون"۔ ہند اپنے دل سے یہ باتین کرنیکے بعد اُس دریچے کے برابر آبیٹھی جسکے اندر سے گھوڑ دوڑ والا وسیع میدان اور اُسکے پیچھے والے جنگل کی حالت بخوبی نظر آتی تھی۔ وفور شوق کی یہ حالت تھی کہ ذرا گرد اڑی اُسکا دل دھڑکنے لگا۔ اور خیال کرنے لگی کہ حماد آرہا ہے۔ یہ انتظار زیادہ دیر تک نہین قائم رہا۔ آخر کار اُس نے دیکھا کہ میدان کے ایک گوشے سے غبار اُٹھتا آرہا ہے جسکو محل کے قریب پہونچکر ہوا کے جھونکے نے چاک کردیا اور اسمین سے تین سوار نمودار ہوے۔ پہلا اور سب سے آگے کا سوار نوہی خادم تھا جو ان مہمانون کی پیشوائی کے لئے گیا تھا۔ اور اُس سے کچھ فاصلہ پر حماد اور سلمان برابر گھوڑے ملائے آرہے تھے۔ حماد نے کوفیہ کا دامن اپنے چہرہ پر ڈال رکھا تھا۔ اسلئے پہلی نظر مین ہند اُسے پہچان نہ سکی کیونکہ اب وہ گھوڑا حماد کے زیر ران نہ تھا جس پر سوار ہوکر وہ دوڑ کی بازیون مین شریک ہوا کرتا تھا۔ مگر کچھ دیر کے بعد وضع قطع سے پہچان کر نسائی ضعف اُسپر غالب آگیا۔ اُسکی ہنڈلیان تھرانے لگین اور وقت ملاقات کا ہول دل پر طاری ہوگیا۔ ہند لجاکر دریچہ کے پاس سے ہٹ تو گئی لیکن دزدیدہ نگاہون سے اُسکیطرف دیکھتی جاتی تھی۔ ہند کی ماں بھی اسوقت اُسی کمرہ مین آگئی تھی اور بیٹی کے پاس کھڑی ہوئی اُسکے اضطراب و سراسیمگی کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ ہند کی بیچینی بڑھتی ہے تو کہنے لگی۔ "ہند! تو یہین رہ مین ذرہ دیر کے بعد تجھے دار الضیافت مین بلا لونگی"۔ یہ کہکر خود باغ کیطرف چلی گئی تاکہ آنیوالون کا خیر مقدم کرے۔

حماد اور سلمان گھوڑون سے اُتر پڑے۔ قصر کے شاگرد پیشون نے گھوڑون کو ٹہلانا شروع کردیا۔ اسکے بعد حماد نے باغ کی چار دیواری مین قدم رکھا۔ سلمان اُسکے پہلو مین تھا۔ اور دوسرے خدام پس پشت آرہے تھے۔ اُسوقت حماد ایک خوشنما قلمکار حریر کی عبا اوڑھے تھا۔ اور اب اُس نے کوفیہ کے دامنونکو چہرے پر سے سمیٹ کر پشت پر ڈالدیا تھا جسکی وجہ سے اُسکے خط و خال صاف صاف نمایان ہوتے تھے۔ سعدیٰ کی صورت دیکھتے ہی سلمان نے آگے بڑہکر حماد سے کہا۔ "بادشاہ بیگم سعدیٰ ملک جبلہ بن ایہم کی بیوی یہی ہین"۔ حماد نے یہ معلوم کرکے کہ وہ ہند کی والدہ کو روبرو کھڑی ہے نہایت ادب سے سلام کیا۔ اور ہند کو موجود نہ پاکر سمجھا کہ حیا و شرم نے اُسے یہان آنیسے روکدیا ہے۔ سعدیٰ نے دعائین دین اور انکو ساتھ لئے ہوئے محلسرا مین چلی گئی۔ حماد کو ایک مغرق مسند پر بٹھانیکے بعد کہنے لگی

کہ "بیٹا کھانا کھانے سے پہلے حمام کر لو تو اچھا ہے" حماد نے شکرگذاری کے ساتھ اس بات کو منظور کر کے اظہار میں سر جھکا لیا اور نہا دھو کر سلمان سے ایک خوش وضع حریر کی چادر لیکر اوڑھ لی اور سر پر کوفیہ پہن لی پھر باقاعدہ بیٹھکر دروازہ کیطرف دیکھنے لگا۔ ذرا بھی آہٹ یا پیرونکی چاپ محسوس ہوتی تو ہند کو آتے سمجھکر اسیطرف دیکھنے لگتا۔ سلمان۔ حماد اور سعدی کو کمرہ میں چھوڑکر خود ہند کی تلاش میں نکل گیا پہلی دفعہ راہب کی وضع میں آکر اس نے ہند کا کمرہ پہچان لیا تھا۔ لہذا اُسی طرف گیا تو اُس نے دیکھا کہ ہند دروازے میں کھڑی ہوئی اپنی کلائی میں پہنے ہوئے کنگنوں کو گردش دے رہی ہے، اسوقت اسکی صورت پر از خود رفتگی اور سراسیمگی برس رہی تھی سلمان نے ہند کو دیکھکر کھانسنا۔ کھنکارنا شروع کیا تاکہ اُسے اپنی طرف متوجہ کرلے۔ ہند کی تو یہ حالت تھی کہ ہوا کے سناٹے کو بھی سنکر چونک اُٹھتی تھی۔ سلمان کے کھنکھارنے کی آواز نے اُسے جھجھکا دیا۔ اور مڑکر اسکیطرف دیکھنے لگی ہند سلمان کو مسکراتا دیکھکر خود بھی مسکرائی مگر اسکے ساتھ ہی اُسے پھر یری بھی آگئی۔ اور وہ اپنی حالت کو پوشیدہ کر کے سلمان کیطرف بڑھی سلمان لپک کر اُسکے قریب پہونچگیا۔ مگر سوء ادبی کے لحاظ سے کمرہ میں داخل نہ ہو سکا۔ بلکہ دروازہ سے باہر کسی قدر ہٹ کر کھڑا رہا اور ہند نے خود اُسکے قریب آکر سلام کیا۔

سلمان (ہند سے) "میں آپکے خیالات میں مخل تو نہیں ہوا ہوں"۔ اسکو سنکر ہند مسکرا کر چپ ہو گئی اور کچھ جواب نہ دیا۔

سلمان "میں زرہ کے چور کو پکڑ لایا ہوں۔ کیا آپ اُسے سزا دونگی؟ مگر مجھے امید ہے کہ اگر آپ کو اُسے قید کرنا ہوگا تو دل میں قید کرینگی، اور ان اپنے لانبے بالوں سے اُسے باندھیں گی"۔

ہند کو یاد آگیا کہ اس نے اس شخص کو راہبونکی وضع میں دیکھا تھا۔ اسلئے وہ ہنس پڑی۔ مگر کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ بدستور اپنی کلائیوں کو دیکھتی اور کنگنوں سے کھیلتی رہی۔

سلمان (ہند کے قریب جاکر) "جناب عالیہ! آپ باتیں کیوں نہیں کرتی ہیں؟ شاید میں نے یہ خطا کی ہے کہ زرہ کے مالک (بقول آپکے زرہ کے چور) کو نہیں لایا ہوں۔ بلکہ تنہا آیا ہوں۔ کیا اُسے بلاکر حاضر کر دوں"؟

ہند نے اسکا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ مگر سلمان نے اُسکے چہرے سے خوشی کی نہ چھپنے والی نشانیاں پاکر پھر کہا "میں دیکھتا ہوں کہ آپ اظہار اُسکے آنیکو لاپروائی سے دیکھتی ہیں لیکن آپکے قیافہ سے میں نے وہ عبارت پڑھ لی ہے جو آپ کی زبان سے ادا ہوتی۔ بس میں مطلب سمجھ گیا۔ اب آپ زبان ہلانیکی زحمت نہ برداشت فرمائیے۔ میں اُس شخص کو بلانے جاتا ہوں"۔

ہند نے تیز نگاہوں سے سلمان کو دیکھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس چھیڑ اور مذاق کو پسند نہیں کرتی مگر سلمان ایسی باتوں کو کب مانتا تھا وہ ہنستا ہوا لپک کر اُس کمرے میں داخل ہوگیا جہاں حماد کو چھوڑ آیا تھا۔

اور یہ دیکھکر کہ وہان صرف حماد اور سعدی ہی ہین۔ سعدی کے نزدیک جاکر مذاقیہ انداز سے کہنے لگا کہ:۔
"ارے! اس کمرہ مین روشنی کا نام ہی نہین۔ کیا یہان آفتاب کی کرنین نہیں آتی ہین"؟
سعدی (ایک روشندان کیطرف اشارہ کرکے اور متحیر ہوکر کیونکہ وہ سلمان کا مقصد نہین سمجھی تھی) کیا اس روشندان سے شعاعون کا آنا تجھے نہین نظر آتا"۔
سلمان۔ (ہنسکر) مجھے تو ذرا سی روشنی نہین نظر آئی۔ مجھکو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپکا آفتاب (ہند کے کمرہ کیطرف اشارہ کرکے) ادہر دکھن سے نکلتا ہے"۔ سعدی سلمان کی مراد سمجھکر مسکرانے لگی۔ اور حماد نے جھینپکر سر جھکا لیا۔ لیکن وہ دل مین یہی آرزو رکھتا تھا کہ سلمان ہند کے ملوانے مین اصرار کرے۔
سلمان۔ (منہ بناکر) بس آپ لوگ میری باتین سنکر ہنسدیئے۔ کیا مین غلط کہتا ہون؟ میرا ذاتی خیال تو یہ ہے کہ مجھے آپکے قصر کے آفتاب کا جائے طلوع بخوبی معلوم ہے۔ کیون جناب عالیہ! کیا آپ اپنے شبستان کے خورشید تابان ملکہ بنی غسان کے مہر درخشان کا جلوہ ہمین نہین دکھائینگی۔ دسترخوان چنا جاچکا ہے۔ آپ سب صاحب صبح کا کھانا تناول فرمانیکے لئے آآ رہے ہین مگر شہزادی ہند کے تشریف لانیسے قبل ہمین کھانا پینا حرام ہے۔ اُنکی ذات ہماری دلبستگی کا مرجع ہے۔ اور میرا گمان ہے کہ آپ بہی اس بات کو ناپسند نہ کرینگی"؟
سعدی "سلمان! تو بڑا بکی ہے۔ تجھے ان باتون کی کیا پڑی ہے"۔
سلمان (ہنسکر) مجھے کیا پڑی ہے۔ آپنے سچ ارشاد فرمایا۔ مجھے کچھ غرض نہین۔ مگر مین دوسرون کے دل کی باتین کہہ رہا ہون"۔ یہ کہکر حماد کیطرف آنکھ سے اشارہ کردیا۔ حماد سلمان کی حرکتون سے خوش ہوکر ہنسنے لگا اور اُسکے چہرے پر مسرت سو شرم آگئی لیکن التماس آمیز نظر بہی ڈالی۔
سلمان۔ (حماد کیطرف دیکھکر) "معلوم ہوا آپ غسان کی امیرزادی سے ملنا نہین چاہتے۔ اگر آپکی یہی مراد تھی تو استغفراللہ۔ پھر ہمین اتنی دقیتن جھیلنی اور حیرہ اور عراق چھوڑکر اتنے دور کا سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔
سعدی نے متانت وفراست کے ساتھ سلمان کیطرف دیکھکر کہا کہ "مین نے اپنے نور نظر حماد کو بلایا اسلئے ہے کہ وہ ہند کی ملاقات سے محظوظ ہو۔ اور ہند اسکی صورت دیکھکر خوش ہو۔ یہ دونون میرے دل کے ٹکڑے ہین۔ اور مین اس بات سے واقف نہین ہون کہ یہ ایک دوسرے کو دیکھکر بہت خوش ہونگے۔ لیکن جلد بازی سے کیا فائدہ۔ ہند بہی اب آنیوالی ہے۔ اور ہمارے ساتھ ہی کھانا کھائیگی۔ یہ کہکر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہا۔ "لو مین اُسے لینے کیلئے جاتی ہون"۔ اور کمرہ سے باہر نکل گئی۔
سعدی کمرہ سے باہر ہوئی تو حماد نے سلمان کیطرف دیکھکر اُسے بادشاہ بیگم سے ایسی دلیرانہ گفتگو کرنے پر

بڑا بہلا کہنا چاہا۔ مگر سلمان ایک کائیاں تھا۔ وہ فوراً نظر پہچان کر بول اُٹھا" اگر مین اتنی شوخی نہ رکھتا۔ تو دن بھر اکیلے ہی بیٹھنے کے آثار تھے۔ کیا ہم صرف کھانے پینے کی غرض سے یہاں آئے ہین ؟"۔

حماد نے خیال ہی خیال مین دیدارِ جانان کے مزے لینے شروع کئے۔ اور سلمان کمرہ کے دروازہ مین کھڑا ہو کر تاک جھانک مین مشغول ہو گیا۔ تاکہ ہند کی آمد کی خبر اپنے آقا کو دے سکے۔ حماد کی بیتابی بڑھ رہی تہی اور وہ بار بار انتظار یار و لقائے ولدار مین پہلو بدل رہا تھا۔ ؎

وعدۂ وصل چون شود نزدیک آتشِ شوق تیز تر گردد

اب اُسکی یہ حالت تہی کہ ذراسی بہی آہٹ کسیطرف محسوس ہوتی تو سمجھتا کہ ہند آرہی ہے۔ اور آنکھیں پہاڑ کر چارونطرف دیکھنے لگتا۔ بصد وقت انتظار کے چند منٹ جو اُسے کئی دنون سے بڑھکر گران گذری تھے تمام ہوئے اور سلمان نے مسکرا کر اپنے آقا سے آنکھون کے اشارہ مین اطلاع دی کہ " وہ آگئے"۔

اس اثنا مین سُعدی اور ہند آگے پیچھے کمرے کے دروازہ مین داخل ہوئین۔ ہند نیچی نظرین کئے ہوئے شرماتی لجاتی ہوئی حماد کے دل کو اپنے خرام ناز سے پیستی ہوئی چلی آرہی تہی۔ وہ بہی نظرون ہی نظرون میں استقبال کیلئے چلا۔ مگر یہ جراءت نہ کر سکا کہ ہاتھ ملائے۔ اور نہ ہند کو یہ ہمت ہو سکی کہ وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑہائے۔ مگر اسمین شبہ نہین کہ دونون کے دل جوش مسرت سے بے طرح دھڑک رہے تھے۔ اور ہر ایک انتہائی ضبط و تحمل سے کام لے رہا تھا۔ حماد اپنی چادر کو سنبھال کر اوڑھنے اور کوفیہ کے دامنون کو سمیٹ کر پس پشت ڈالنے مین مشغول ہو کر اپنے دلی جذبات کو ٹالنے لگا۔ اور ہند اپنے کانون کے آویزون کو سنبھالنے مین مشغول ہو کر طبیعت کے فوری جوش کو فرو کرنے لگی۔ کچھ پوچھو نہین کہ اسوقت ہند کی کیا حالت تہی اُسکی نازک نازک گلابی گال خجالت سے ارغوان زار کا لطف دکھا رہے تھے۔ ہنڈلیاں کانپ رہی تہین۔ قلب پر اختلاجی کیفیت تہی۔ اُسکی متغیر حالت دیکھکر اُسکی ماں نے اشارہ کیا کہ بیٹھ جائے۔ اور وہ ماں کے پہلو مین مسند پر بیٹھ گئی۔ اسوقت کمرہ مین سناٹا چہا رہا تھا۔ اور ہر شخص خموشی اور سکوت کے عالم مین بُت بنا ہوا بیٹھا تھا۔ البتہ حماد اور ہند باہم ایک دوسرے کیجانب دزدیدہ نگاہون سے دیکھتے اور آنکھون ہی آنکھوں مین راز و نیاز کی باتین کر کے حسرت دیدار کی تلافی کر رہے تھے۔ حماد نے دیکھا کہ ہند کیصورت بہ نسبت اُس دن کے جبکہ وہ دونون دیرِ بحیرا مین ملے تھے اب بہت بدل گئی ہے۔ اُسکے چہرہ کا خون حضرت عشق نے منہ لگا کر چوس لیا تہا۔ اور وہ خود سوکھ کر کانٹا ہو گئی تہی۔ لیکن آہ! بگاڑ مین بہی بناؤ تہا اور اس گذری ہوئی حالت مین بہی جوبن۔

ہند بہی کبھی کبھی دزدیدہ نگاہی سے حماد کو دیکھ لیتی تہی۔ وہ اسی کو غنیمت خیال کر رہی تہی۔ کیونکہ اُسی

پوری طرح یہ امید نہ تھی کہ اسکا باپ حماد کے وصل سے شاد کام ہونے پر راضی ہو گیا ہے کیونکہ ماریہ کے آویزون کا سالم اُسکے دل کو مایوس کرنیکو کافی تھا۔ دیر تک سب کے مونھون پر مُہر سکوت لگی رہی جسکو آخر کار سُعدی آہ بھرکر کہنے لگی کہ "حماد تمہارے ابا جان کے بارے مین کیا ہوا۔ وہ تمہین ملے۔ یا اُنکا کہین پتہ لگا ؟"۔

حماد (آہ سرد بھرکر) آہ ... تمام زمانہ کی خاک چھانی۔ اور ہر جگہ جہان اُنکے ہونیکا گمان ہوا جستجو کر لی لیکن ہنوز روز اول ہے کہین نہ ملے اور نہ صاف صاف ابھی تک سراغ لگا کہ کہان گئے۔ (سلمان کیطرف اشارہ کرکے) میرے اس رفیق نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تلاش مین سرگرمی دکھائی لیکن سب بے سود۔ کوئی یقینی بات معلوم نہین ہو سکی"۔

سلمان۔ "مگر میرے خیال مین یہ بات جمی ہوئی ہے کہ وہ حجاز کو گئے ہین۔ سرائے کے مالک کا بیان اسی کی تائید کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے بیت المقدس مین سرائے کے مالک سے جو باتین سنی تھین بیان کرنی شروع کین اور اسی کے ضمن مین شیر کا قصہ بھی بیان کرنا پڑا جسکے سُننے کی خواہش سُعدی نے ظاہر کی تھی۔ اور سلمان نے وہ تمام حالتین جو زرقا کے مسبعہ مین پیش آئی تھین سنا دین۔ ہند اس بیان کو نہایت توجہ سے سنتی رہی اور جس وقت اُس نے اُس خطرناک حالت کا ذکر سنا جو درخت کے قریب شیر کے حملہ آور ہونیسے حماد کو پیش آئی تھی تو اُسکی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ آہ۔ حماد کا دل ہند کو آنسو بھرا دیکھکر اور وہ بھی اپنے غم مین بیتاب ہی تو ہو گیا۔ اُسے خیال پیدا ہوا کہ کہین ہند رونہ پڑے کیونکہ وہ نہایت رقیق القلب ہے۔ اسلئے اُس نے سلمان سے مختصر طور پر کہکر ختم کر دینے کا اشارہ کیا جسکی تعمیل مین سلمان کو بھی چپ ہو جانا پڑا۔

سلمان اپنے قصہ کو ختم کر چکا تو سُعدی کہنے لگی کہ "جو باتین مین اسوقت سُن چکی ہون اُنکا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ "تمہارے ابا جان ملک حجاز کیطرف ضرور گئے ہین۔ ورنہ اگر وہ بلقا مین ہوتے تو تمہاری تلاش ضرور کرتے۔ اور اب اُنہین مخفی رہنے کیضرورت نہ تھی۔ کیونکہ قیصر نے اُنہین عفو اور امان کا پروانہ دیدیا تھا"۔ اسقدر کہنے کے بعد سُعدی سکتا کر چپ ہو گئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُسکے دل مین کوئی بات ہے جسے چھپا رہی ہے۔ سب لوگ بدستور خاموش بیٹھے اسبات کا انتظار دیکھ رہے تھے کہ شاید ابھی کوئی اور بات کہیگی کہ اتنے مین خادم نے آکر اطلاع دی کہ "کھانا تیار ہے اور وقت تنگ ہو رہا ہے۔ حکم ہو تو دسترخوان بچھا یا جائے"۔ سُعدیٰ نے کھانا لانیکا حکم دیا۔ اور حماد سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ "آؤ اب کھانا کھالین۔ اس کے بعد پھر باتین کرین گے"۔

دسترخوان بچھا اور کھانے چُنے گئے۔ لوگون نے کھانا شروع کیا۔ حماد کھانا کھاتا جاتا تھا اور سوچتا جاتا تھا

کہ سعدی کی مسکراہٹ مین کیا بات پیدا ہوسکتی ہے لیکن چونکہ اسکی سمجھ مین کوئی بات نہ آسکی لہذا وہ بیتابی کے ساتھ اس راز کے اظہار کا منتظر ہوگیا۔

کھانا کھانیسے فارغ ہوکر پھر سب لوگ بیٹھ گئے اور سعدی کی باتون کے منتظر ہوگئے۔ اسوقت یہ کمرہ ہند سے اسی طرح خالی تہا جیسے عشاق کا دل صبر وشکیبائی سے۔ کیونکہ اسکی ماں نے اُسسے اسوقت ہٹا دیا تہا جسکا باعث یہ امر تہا کہ اب اُسکی نسبت کے بارے مین گفتگو کرنیوالی تہی۔

جسوقت یہ لوگ بآرام بیٹھ چکے تو سعدی نے یون گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔ "مین سمجھتی ہون کہ میرے مُسکرا کر چپ ہونے سے تمہین کسی بات کے سننے کا انتظار ہوگا"؟۔

حماد۔ "آپ کا خیال بہت درست ہے۔ فرمائیے"۔

سعدی "میرے مسکرانیکی وجہ یہ تہی کہ حسن اتفاق سے تمہارے ابا جان کا حجاز جانا سنکر مجھکو وہ بات یاد آگئی جسکے لئے مین تمہین اسطرف روانہ کرنیوالی ہون۔ اور اس طریقہ پر تمکو اسکے ملنے اور اپنی مہم کے انجام دینے کا ایک ساتھ موقع ملیگا"۔

حماد۔ (سعدی کے کلام پر متعجب ہوکر اور اسکی مراد نہ سمجھنے سے مبہوت ہوکر) "وہ کیا بات ہے جو آپ مجھسے دریافت فرمائینگی"؟۔

سعدی (بشاشت سے) "حماد! جان لو۔ کہ تمہاری جوانمردی اور شریف عادتون نے تمہین اپنا گرویدہ بنالیا ہے اسلئے ہم تمکو ہند کا ہمسر بنانیمین پس وپیش نہین کرتے اور اُسکے چچا زاد کے مقابلہ مین بہی تمکو ترجیح دیتے ہین مگر چونکہ ہم اہل عرب قرابت کی پاسداری اور نسب کی محافظت کا بیحد خیال رکھتے ہین اور تم بہی سُن چکے ہوگے کہ حارث بن ابی شمر نے اپنے بیٹے ثعلبہ کیلئے ہند کی خواستگاری کی تہی جو اسکا ابن عم اور تمام لوگون کی بہ نسبت اُسکے شوہر ہونیکے لئے زیادہ موزون تہا لیکن بایں ہمہ ہم نے ہند کی مرضی کا خیال کیا اور تمہاری عالی ہمتی اور کریمانہ اخلاق پر نظر کرکے اُسے ہند کیلئے پسند کیا۔ اور ثعلبہ کو اگرچہ وہ ہند کا چچا زاد تہا نامنظور کر دیا"۔

حماد اسقدر اپنی نسبت مبالغہ آمیز تعریف سنکر اپنی کامیابی پر نازان ہوگیا تہا۔ اور اسکا دل فرط طرب سے باغ باغ تھا مگر وہ چپ چاپ سنتا رہا۔

سعدی (سلسلہ کلام جاری رکھکر) "لیکن ہند کے باپ نے ایک رائے قائم کی ہے اگر تم اُس بات کو منظور کر لوگے تو علاوہ اس کے کہ بدگویون کی زبان کٹ جائے گی۔ اور اقربا کے دل مسرور ہونگے۔ ہم سب کو تمہاری ذات پر فخر ومباہات کا موقع بہی ملیگا"۔

حماد (مشتاق ہوکر) "آپ فرمائیے۔ مین آپکے احکام کو بسر وچشم بجا لاؤنگا"۔

سُعدٰی "۔ہم نے تمہارے لئے ایک شرط تجویز کی ہے جو تم جیسے دلیر شخص کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر تم نے وہ شرط پوری کر دی تو بدگوؤں کی زبان بند کر دو گے اور ہماری مسرت اور افتخار میں اضافہ کرو گے"۔

حماد۔ (جوشِ حمیت سے بیتاب ہو کر) "آپ پھر فرماتے کیوں نہیں۔ میں آپ کے حکم کے بجا لانے کو اپنی عزت کا سبب خیال کرتا ہوں۔ اور جس امر سے ہند رضامند ہو وہ مجھ پر کبھی گراں نہ گذریگا"۔

سُعدٰی "۔ہم تمہارے سامنے یہ شرط پیش کرتے ہیں کہ ہند کو اُسکے عقد کے دن ویسے آویزے پہناؤ جنمیں دو اتنے بڑے بڑے موتی ہوں جیسے کبوتر کے انڈے"۔

یہ سُنکر حماد بیساختہ بول اُٹھا "شاید اس سے آپکی مراد ماریہ کے آویزے ہیں؟"۔

سُعدٰی "۔بیشک وہی مراد ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں؟"۔

حماد "۔میں نے سنا ہے کہ آپکی دادی ماریہ نے کئی سو برس گذرے وہ آویزے خانہ کعبہ میں ہدیۃً بھیجدیئے تھے۔ کیا وہ ابتک وہیں موجود ہیں؟"۔

سُعدٰی "۔میرا گمان تو یہی ہے کہ وہ ابتک وہیں موجود ہیں۔ اور اُنکے کعبہ سے نکال لانیکے لئے جو دلیری اور اقتدار درکار ہے وہ تمہاری شان کے لئے شایاں ہے"۔

سلمان نے یہ بات سُنی تو اُسکا دل اپنے آقا کے سر آفت آنیکے خیال سے تڑپنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ کعبۃ اللہ کے اندر پہونچکر وہاں سے اس قسم کا کام کرلانا ناممکن ہے۔ اسلئے اُس نے سُعدٰی کو مخاطب بناکر کہا:۔ "کیا حضور عالیہ مجھے ایک بات عرض کرنے کی اجازت دیتی ہیں؟"۔

سُعدٰی "۔بسم اللہ کہو"۔

سلمان "۔آپ کا کیا ارادہ ہے۔ آیا شہزادی ہند کو وہی اصلی ماریہ کے آویزے پہنانے مقصود ہیں۔ یا اُسی طرح کے وہ دوسرے آویزے؟"۔

سُعدٰی "۔سلمان تم خیال کر سکتے ہو کہ جو چیز قیمت دیکر دستیاب ہو سکے خدا کی عنایت سے ہمیں اُسکی کوئی پروا نہیں۔ ہمارے پاس اُسکے فضل و کرم سے اسقدر سامان موجود ہے اور ہو سکتا ہے کہ ویسے دو کیا کئی جوڑے مہیا کر سکیں۔ مگر ہمارا مقصود یہ ہے کہ ہم بنی غسان میں اس بات کا فخر کریں کہ ہم نے ہند کیلئے ایسا شوہر پسند کیا جس نے خانہ کعبہ سے ماریہ کے آویزے نکالے تھے۔ اسی خیال سے میں ہنسی تھی کہ امیر عبداللہ کا قصہ اور اُسکا حجاز جانا سُنکر میں نے اپنے دل میں تصور کیا کہ خداوند پاک کی یہی مرضی ہے کہ حماد اس حیلے سے وہاں جائے۔ اور اپنے باپ سے ملے۔ کیونکہ ابوسفیان کا گھر بھی شہر مکہ میں ہے جہاں خانہ کعبہ ہے"۔

حماد (جسکے چہرے سے جوانمردی اور شجاعت کے آثار اسوقت عیاں ہو رہے تھے) سُعدٰی کیطرف متوجہ ہو کر

بولا" آپنے ہند کی رضاجوئی کے معاملہ مین مجھسے نہایت حقیر چیز کے حاضر کرنیکا حکم دیا ہے۔ یہ کون بڑی بات ہے!!! اگر خدا کو منظور ہے تو آپ مجھے ایسے کامون کی انجام دہی مین سر بکف پائیے گا۔"

سلمان کو اگرچہ یہ شرط بہت دشوار بلکہ محال معلوم ہوتی تھی لیکن وہ اپنے آقا کی بات رکھنے کے خیال سے چپکا ہو رہا۔ یہ لوگ تو یہان باتون مین مصروف تھے۔ اور ہند اپنے کمرہ مین بیٹھی ہوئی اسبات کا تصور کر رہی تھی کہ اب اسکی والدہ حماد کو وہ شرط سنائیگی جو اُس نے ابا جان کی رائے سے قرار دی ہے جسوقت اُسے اس شرط کے خطرناک ہونے اور اس مہم کے ناممکن العمل ہونیکا تصور بندھتا وہ اپنے دل مین سخت نادم ہوتی کہ اُس نے ناحق اپنے ماں باپ کو اپنا طرفدار بنانیکی سعی کی۔ یہ دونون بزرگوار تو نہایت سنگدل نکلے آہ۔ حماد کی جان لینے کے درپے ہو گئے"۔ اس تصور کے آنیسے اسکا دل تڑپنے لگا۔ اور وہ بے اختیار رونے لگی۔

ہند زار و زار رو رہی تھی کہ ایک لونڈی نے آکر اُسے اُسکی والدہ کی طلبی کا پیام دیا۔ اور وہ جلد جلد آنسو پونچھکر اُسکے ساتھ ہولی۔ ہند کے چہرے سے دلی رنج والم کے آثار عیان تھے۔ آنکھون مین نمی کے ساتھ سرخی بھی موجود تھی۔ کمرہ مین داخل ہوتے ہی حماد نے اُسکی یہ حالت دیکھی تو اسکے دل پر سخت صدمہ گذرا اور مردانہ حمیت نے اُسے بے قابو بنا دیا۔ کیونکہ وہ سمجھگیا تھا کہ میرے کسی بلا مین مبتلا ہونیکے خوف سے یہ گریہ و زاری ہو رہی ہے۔ لہذا وہ کہنے لگا۔

"ہند تم مہربانی کرکے اپنے دل کو قابو مین رکھو اور ایسی ہراسان نہ ہو۔ انشاء اللہ عنقریب ماریہ کا مشہور عالم آویزونکا جوڑا تمہارے کانون کی زینت بنیگا۔ جسکی وجہ سے تم شاہان روئے زمین کی لڑکیون پر فخر و مباہات کر سکوگی"۔

اگرچہ ہند نے ساکت رہنے کے سوا حماد کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن عشق و محبت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور اُسکے دل و جگر مین شعلہ زنی کرنے لگی۔ اسوقت کی دلیرانہ گفتگو جو حماد کی زبان سے نکلی ہند کے ساتھ وہی سلوک کرگئی جو آگ کی چنگاری بارود کے ڈھیر سے کرتی ہے۔ اُسکے تمام جسم مین آتش عشق کی گرمی سرایت کرگئی اور آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے۔ مگر اُس نے اپنے آپکو سنبھالکر نظرین نیچی کرلین اور اپنا اضطراب کو حماد سے مخفی رکھنے کیلئے آستینون کے کنارے موڑنے مین مصروف ہوگئی۔ حماد بمصداق :۔ ع

"کہ از دلہا بدلہا راہ باشد"

ہند کی اندرونی کیفیت سے بے اثر نہ رہ سکا اور اُسکے دلی خطرات سے بیخبر نہین رہا تھا لیکن اُسکے دل کو خوش کرنیکی نیت سے روئے سخن اُسکی ماں کیجانب پھیر کر کہنے لگا" مجھے بہت دنون سے کعبہ جانیکا شوق تھا۔ کیونکہ مین نے سنا ہے کہ وہان تمام دنیا کے لوگ ہر چہار طرف سے آتے ہین۔ مجھکو اُس مجمع کی سیر کرنیکی بڑی آرزو رہتی ہے۔ ابا جان سے مین نے اُن بتون کے بہت سے قصے سُنے ہین جو خانہ کعبہ مین قائم ہین اور اہل عرب اُنپر قربانیان چڑھایا کرتے ہین۔ اور کسی کتاب مین پڑھا ہے کہ وہ نہایت قدیم تعمیر ہے۔ ابتداً خدا کی عبادت کیلئے تعمیر ہوا تھا۔ اور دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ

اُسکی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ مگر بعد کے زمانہ مین بعض عرب قبائل نے اُسے ایک بتخانہ بنا ڈالا۔ اور ایسے ہی ملک[سلہ] عرب مین جہان بت پرستی کا رواج تھا ایک ایک یا اس سے زائد بتون کو لاکر وہان رکھا۔ منجملہ اُن بتون کے ایک بت خاص اس ملک سے بھی لیگئے تھے۔ یعنی بلقاء سے اُسکا نام ھُبَل رکھ چھوڑا ہے۔ ورنہ یہان سے جانیکے قبل اُسکا نام ہبعل تھا جو عبرانی زبان کا لفظ ہے اور اُسکے معنی بعل یعنے معبود کے ہین[سلہ] جو ہمارے پڑوسی کلدانیون کی زبان مین لفظ بل کے مشابہ ہے۔ اسکی علاوہ مصر۔ اشور۔ اور بابل وغیرہ ملکون سے بھی سیکڑون بت وہان لاکر رکھے گئے جنکی وجہ سے وہ خدائے واحد کی عبادت کا سب سے قدیم گھر اعلیٰ درجہ کا بتخانہ بنگیا ہے۔"

سلمان جو اسوقت تک اپنے آقا کی جان پر اس شرط کے قبول سے خطرات کے پیش آنیکے مہیب تصور مین مستغرق تھا بتون کا تذکرہ سنکر چونک پڑا اور بول اُٹھا "بیشک کعبہ مین بکثرت بت رکھے ہین لیکن قریش کے اکثر سمجھدار لوگ اُنہین عزت کی نگاہ سے نہین دیکھتے۔ مین نے ایک وہان کے سردار کو اپنے آقا امیر عبداللہ سے گفتگو کرتے سنا تھا جو وقت ہم مکہ کے سفر مین تھے۔ اُس نے میرے آقا سے ان بتون کے حالات بیان کرکے اُنہین اسبات کا ثبوت دیا تھا کہ مکہ کے اکثر دانشمند لوگ جو قریش کے خاندان سے ہین کعبہ کی زیارت محض عبادت آلہی کے اعتقاد سے کرتے ہین اور اُنہین خدا کے وجود کا اعتقاد سند[نا] ابراہیم علیہ السلام کی تلقین سے پہونچا ہے۔ مگر بعض لوگون نے راہ راست سے ہٹکر بت پرستی اختیار کرلی ہے[سلہ]"

سعدی (حماد کو مخاطب بنا کر) "معلوم ہوتا ہی کہ تمہارے والد اس سے پیشتر بھی ملک حجاز کو گئے ہین"۔

حماد۔ "بیشک گئے تھے اسی لئے تو مین گمان پیدا ہوا کہ اسدفعہ بھی چلے گئے ہونگے"۔

سعدی۔ "پھر تو انکے وہان چلے جانے مین شک کی گنجایش نہین۔ لہذا امید ہے کہ عنقریب تم اُن سے وہان جاکر ملوگے"۔

حماد۔ "میری تو دلی آرزو یہی ہے۔ کاش! مین اتنا خوش نصیب ہوتا!!! (کسیقدر غور کرکے) اور یہ توقع فرمایئے کہ ہم بلقاء سے کبتک روانہ ہونگے؟"

سعدی۔ "جب تمہارا جی چاہے۔ ع در کار خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست"۔

حماد۔ "میری تمنا ہے کہ مین سفر شروع کرنے سے پہلے ملک جبلہ کی بھی دست بوس ہو کر اُن سے دعائے خیر کا طالب ہوؤن۔ بزرگون کی دعا سے ہر ایک مصیبت آسان ہو جاتی ہے"۔

سعدی۔ "یہ بات تمہاری خوشی پر منحصر ہے۔ اگرچہ اُنکو جو کچھ کہنا تھا وہ میری معرفت کہلا چکے ہین تاہم تم اُن سے مل لوگے تو اُنہین اور بھی زائد مسرت ہوگی"۔

سلہ دیکھو جلد پنجم الھلال۔ اسلام سے قبل اہل عرب کے مذاہب ۱۲ مولف سلہ تاریخ الانبیاء ۱۲ منہ

ہند نظرین نیچی کیئے ہوئے یہ تمام باتین سن رہی تہی - اور اگر خانہ کعبہ کا ذکر اسکی توجہ اپنی طرف نہ بانٹ لیتا تو اسمین شک نہین تہا کہ وہ ابتک رونے لگی ہوتی - مگر جسوقت اُسکے باپ کا ذکر ہوا تو اُسے حماد کی یہ رائے کہ وہ اُس سے ملاقات کر لے نہایت پسند آئی - کیونکہ اسصورت مین اُسے امید کی دلخوش کن جھلک نظر آتی تہی اور وہ امید یہ تہی کہ شاید اسکا باپ اس شرط کے جھگڑے کو الگ کر دے - لہذا وہ بول اُٹھی -

"ضرور - ضرور بہتر ہوگا کہ سفر سے پہلے ابا جان سے مل لو"۔

حماد کو ہند کے کہنے سے اور بہی خواہش پیدا ہوگئی اور وہ کہنے لگا کہ "کل صبح انشاء اللہ مین شاہی دربار مین حاضر ہونگا - آنکے حضور مین قدمبوس ہونگا" (سلمان سے) "سلمان ! تمکو بلقار کا راستہ معلوم ہے ؟"۔

سعدی "مین خود اپنے آدمی ساتھ کر دونگی گہبراتے کیون ہو"۔

اگرچہ سلمان کا دل اس مہم کے خطرناک اور باعث ہلاکت ہونیسے ڈر رہا تہا لیکن وہ کیا کر سکتا تہا جبکہ اسکا آقا بمسرت اس بلا کو اپنے اوپر لینے کو تیار تہا - بیچارہ خدا کی کارسازی پر اعتماد کر کے سکوت کر گیا اور خون جگر پیتا رہا -

حماد اور سلمان نے آجکا باقی دن صحن غدیر مین بسر کیا - ابتداً ہند کو بہت جلد پھر فراق نصیب ہونیکے خیال مین زیارت محبوب کا پورا لطف نہین محسوس ہوا تہا - مگر جبکہ ان دونون مین باتونکا سلسلہ چھڑا اور ایکدوسرے کی صورت دیکھنے سے آنکھین سینکنے لگی پھر تو اسدن کی برابر کوئی مبارک دن اُنکے نزدیک حاصل نہین ہو سکتا تہا اور انکی دلی تمنا تہی کہ یہ دن اُنکی تمام زندگی کے برابر بڑا ہو - تاکہ ہجر کا دھڑکا باقی نہ رہے - حماد کا سرور کعبہ جانے اور وہان اپنے باپ سے ملنے کی آرزو رکھنے کیوجہ سے اور بہی دوبالا تہا ۔

انتالیسوان باب ۳۹

روتا ہے باغبان در گلشن پہ زار زار ۔ شاید چمن سے ہوتی ہے رخصت بہار آج

صبح کا وقت آیا اور خورشید عالمتاب کا عمل دخل ہوتے ہی ہر شخص کاروبار مین مصروف ہو گیا - اگرچہ کاروباری دنیا کے لیئے یہ وقت صبح مسرت کہا جاتا ہے لیکن اُن ناکامان وصل یار کے حق مین صبح الم کا حکم رکھتا ہے جنہین ہزارون حسرتون کے بعد ایک شب کے لئے معشوق باوفا کی زیارت کا موقعہ ملا ہو - اور نہین معلوم کن آرزوؤن کے بعد چند گھنٹون کیلیئے بات چیت کرنیکا مزہ نصیب ہوا ہو - آہ - دلدادگان یار اور مبتلا کشان کوئے محبت کیلیئے یہ صبح

صبح قیامت سے کم نہیں ہوتی۔ اور انکی سراپا حسرت و یاس صورت اسوقت دیکھنے کے قابل ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے دلبر کو وداع کر رہے ہوں۔ بعینہ یہی حالت ہند کی اس صبح کو تھی جبکہ وہ یہ دل آزار خیال اپنے دماغ میں لیکر اٹھی کہ آہ۔ آج پیارے حماد سے یکروزہ ملاقات کے بعد پھر جدائی ہونیوالی ہے۔ اور جدائی بھی کیسی؟ جسکے بعد پھر ملاقات ہونیمیں مایوسی ہے۔ اُف کون بتا سکتا ہے کہ ہند کے دل کی اسوقت کیا کیفیت تھی۔ وہ سخت غمزدہ اور ملول بستر خواب سے اٹھتے ہی ایسی سراسیمگی اور اضطراب میں مبتلا ہوگئی کہ اس سے پہلے کبھی اسے ایسی حالت کا احساس تک نہیں ہوا تھا۔ اسکا دل خود بخود دبیٹھا جاتا تھا۔ آنکھوں میں آنسو امڈے آتے تھے۔ زبان و حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ اور ہونٹوں پر خشکی کیوجہ سے پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ اور اسکو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی زبردست چنگل اُسکے محبوب مطلوب کو اسکے آغوش سے کھینچے لئے جاتا ہے جسکے ساتھ اسکا دل بھی پہلو سے جدا ہو کر مشائعیت میں جا رہا ہے۔ یہ تصور کیا آیا کہ تمام دنیا اسکی آنکھوں میں تاریک ہوگئی۔ اور ایکبار اسکے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ آویزہ کی شرط کو نامنظور کر دے لیکن خودداری اور عزت نفس نے اسے روکدیا۔ اور وہ پھر کسی امید کی دھندلی روشنی کے دل میں آجانے سے صبر و سکون کی جانب مائل ہوگئی۔

آفتاب کا بلند ہونا تھا کہ حماد اور سلمان کے گھوڑے تیار کر کے سواری کیلئے محل کے دروازے پر لگادئے گئے۔ اور قصر کے محافظ سواروں میں سے چند سوار بھی اُنکے ہمرکاب جانیکے واسطے تیار ہوگئے۔ حماد ہند کی والدہ اور خود ہند سے رخصت ہونیکے لئے اٹھا۔ جو مہانداری کے مکان میں اسکی منتظر بیٹھی تھیں۔ حماد سفری لباس پہنے ہوئے کمرہ میں داخل ہوا۔ ہند اسے دیکھکر کھڑی ہوگئی۔ مگر اسکے گھٹنے شدت غم سے تھرا رہے تھے۔ حماد نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ ہند نے اپنا ہاتھ کسیقدر آگے کر دیا۔ جسکو حماد نے چھوتے ہی محسوس کیا کہ وہ برف کیطرح سرد ہو رہا ہے۔ اور اسکے چہرے پر نگاہ ڈالکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بالکل زرد پڑ گئی ہے۔ حماد نے رخصت طلب کی تو ہند کے تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں سے صبر کا دامن چھوٹ گیا اور گرم گرم آنسو اسکی آنکھوں سے نکل نکل کر اسکے پیارے پیارے گالوں پر بہ بہ کر تسلی دینے لگے کہ حماد جاتا ہے تو جانے دے تیرے ماں باپ سنگدل ہوگئے تو ہو جائیں مگر ہم تیرا ساتھ نہ چھوڑینگے ہند نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ مگر کچھ منہ سے نہ کہا۔ حماد سمجھ گیا کہ ہند کی یہ حالت میرے اس سفر کے خطرناک ہونیکے تصور سے ہوئی ہے۔ لہذا مسکرا کر کہنے لگا کہ :-

"ہند یہ کیا بات ہے! میں دیکھتا ہوں کہ وہی ہند جو بڑے بڑے جوانمردوں اور شہسواروں کو اپنے سامنے ہیچ تصور کرتی تھی۔ وہ اسوقت چھوٹے بچوں کیطرح آزردہ ہے"؟

ہند نے بکن آنکھوں سے حماد کیصورت دیکھکر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور خاموش ہوگئی۔ اگرچہ وہ زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ "شہسواروں کا مقابلہ شئے دیگر ہے۔ اور دوستوں کی جدائی دوسری چیز"۔

حماد اُسکی مراد سمجھگیا تھا لیکن اس خوف سے کہ اگر زیادہ دیر تک وہ اسی طرح کھڑا رہا تو ممکن ہے کہ جوش محبت اُسے بیخود بناکر موقع اور مقام کے لحاظ سے کسی نامناسب حرکت کا مرتکب بنادے. وہ ہند کیجانب مسکرا اسکی آنسے دست بوس ہوا۔ اور دعائے خیر کا طالب بنکر سفر کی اجازت طلب کی۔ سعدی نے خدا حافظ سعد ہارو کہکر رخصت کیا حماد اُدہر سے پھر کر دوبارہ ہند سے مخاطب ہوا جسنے بادل ناشاد سفر کی اجازت دی۔ اور ہنسکر کہنے لگی کہ ؎

بسفر رفتنت مبارکباد بسلامت روی و باز آئی

حماد۔ "بخیر و خوبی واپسی کیلئے دعا فرمائیے گا۔ اگر مین حسب مراد کامیاب ہوکر واپس آیا تو بلاشبہہ یہی حماد ہند کے ساتھ الفت رکھنے کے قابل ہے ورنہ ہند اُسکی محبت کو دل مین جگہ دینے سے عار کریگی لیکن اگر . . . .

ہند جلدی سے بات کاٹکر لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے) اگر مگر کچھ نہیں۔ تم انشاء اللہ صحیح و سلامت آؤ گے۔" . . . یہ کہتے کہتے زبان رک گئی۔ دل بھر آیا اور رونے لگی لیکن اپنی والدہ کی موجودگی سے ڈر کر منہ پھیر لیا

سعدی (ہند کی بیتابی معلوم کرکے موجودہ صحبت کو دیر تک قائم رکھنا خلاف مصلحت سمجھکر حماد سے مخاطب ہوکر کہنے لگی) "بیٹا! تمکو خدا کے سپرد کیا۔ اب سفر شروع کرو۔ وہی پاک ذات نہیں نہایت آسانی کے ساتھ تمہارے مدعا مین کامیاب کرے گی۔ اور تم اپنے والد سے ملکر صحیح و سلامت ہم سے آملوگے۔"

حماد اُسکی مہربانی کا شکریہ ادا کرکے دست بوس ہوکر باغکی طرف چلا۔ اور سلمان کے قریب پہونچا جو گھوڑونکو تھامے ہوئے منتظر کھڑا تھا۔ سلمان نے اپنے آقا کو آتے دیکھکر اسکیطرف رخ کیا۔ اور سعدی اور ہند سے جو حماد کی مشایعت کو آئی تہین پژمردہ دلی کے ساتھ دست بوس ہوا۔ اسوقت سلمان کے چہرے سے نہ وہ مسرت کے آثار عیاں تھے۔ جو کل صبح کو دیکھے گئے تھے۔ اور نہ اسکی وہ ظرافت باقی تھی جو اُس نے پہلی ملاقات کے موقعہ پر ظاہر کی تھی لیکن اُسنے چار و ناچار بتکلف برت کر شکر گذاری کا اظہار کیا۔ اور اپنے آپ کو شگفتہ رو بنائے رکھا اسکے بعد سب لوگ سوار ہوکر بلقا کیطرف روانہ ہوگئے۔ ادہر حماد نے گھوڑے کی باگ موڑی اور روانہ ہوا ادہر ہند کے دل پر مایوسی طاری ہو چلی اور اُسے اپنے والدین کی حکمت عملی سے اُسکی نسبت سامان مصیبت مہیا کرنیکا تصور بندہا۔ وہ اپنے کمرہ مین جاکر بستر پر گر پڑی اور اپنی بدقسمتی پر آنسو بہانے لگی۔ ہند کی ماں تہوڑی دیر کے بعد وہان آئی تو بیٹی کے ناقابل دید حالت دیکھکر اُسے سمجھانے اور تسکین دینے لگی۔ اور ہند نے آہ سرد بھر کر کہا۔ "آہ . . . اماجان آپ مجھے میری حالت پر چھوڑ دیجئے۔ اب تو تیر کمان سے نکل گیا ہے۔ اور جو بات ہونا تھی وہ ہو چکی۔ حماد اس سفر سے زندہ واپس آئے - یہ معلوم . . . آپ کو زیبا تھا کہ بجائے اسکے کہ ایسے خطرناک کام کی انجام دہی کیلئے بھیجین اُسکی درخواست کو مسترد کردیتین۔ آہ . . . آہ !!!" یہ کہا اور ہچکیان لیکر رونے لگی۔

سعدی۔ "بیٹی تو ان بیہودہ توہمات کو دل سے دور کر دے۔ حماد بڑا جری اور دلیر ہے۔ اور اسکا خادم سلمان

بھی ہر ایک معاملہ سے واقفکار اور نہایت سمجھدار ہے۔ ان دونون کی متفقہ قوت بلکہ ہر ایک اہم سے اہم کام انجام دے سکتی ہے۔ تو دیکھ لیگی کہ عنقریب حماد اور یزید نکا جوڑ لاتا ہوگا جسکی وجہ سے ہم علاوہ فخر و مباہات کرنیکے ثعلبہ اور اُسکے باپ کے ہاتھون سے بھی نجات پا جائینگے اور اتنی ہی بات کیا کم ہے۔

ہند نے ثعلبہ کا نام سنکر اُسکی ایذا رسانی کو یاد کیا اور اب اُسکے دل کو کسیقدر اطمینان ہو چلا کیونکہ اس ظالم شخص کے چنگل سے بچانیکے بارہ مین کوشش کرتے ہوئے حماد کو جتنی دقتون کا سامنا کرنا پڑتا وہ سب ہند کی نگاہون مین آسان معلوم ہونے لگین اور وہ اپنی دلی کاوشون کو دبا کر خاموش ہو رہی۔

اُدہر حماد بلقار پہونچا۔ جبلہ کو اُسکے آنیکی اطلاع ہو چکی تھی۔ لہٰذا اُس نے خلوت مین حماد سے ملاقات کی اور لوگ تو یہ سمجھتے رہے کہ یہ شخص کوئی امیر ہے اور جنگ کے متعلق کمک وغیرہ دینے کیلئے گفتگو کرنے آیا ہے کیونکہ روم والون نے آس پاس کے تمام قبائل سے کمک طلب کی تھی اور اہل حماد سے جنگ کرنے مین اُن سے امداد کے خواہان ہوئے تھے۔

حماد نے خلوت مین حاضر ہو کر جبلہ کی دست بوسی کو جھکا اور جبلہ نے اُسے بغلگیر کر کے اُسکی پیشانی چوکر مزاج پرسی کی۔ جسکے جواب مین حماد نے کہا۔ "چچا جان! مین آپکی بزرگانہ نوازشون کا شکریہ ادا کرنے اور ایک کٹھن سفر کرنیکی بابت دعائے خیر کا طلبگار ہو کر حاضر ہوا ہون۔ کیونکہ اب مین بہت جلد اُسطرف روانہ ہونگا۔"

جبلہ۔ "خداوند پاک تمہین بخیر و خوبی اپنی حفظ و حمایت مین لیجائے اور واپس لائے۔ اور تمہارا یہ سفر مبارک کرے تاکہ تم اپنے حصول مدعا مین کامیاب ہو۔ مگر بیٹا! اسکا لحاظ رکھنا کہ تم سے اور ہم سے ہند کے بارہ مین جو گفتگو آئی ہے وہ ایک قابل حفاظت راز رہے۔ ورنہ جو کوشش کیجاتی ہے اُسکی کامیابی مین خلل آ جائیگا"

حماد۔ (جبلہ کے مدعا سے آگاہ ہو کر اور اخفائے راز کا وعدہ کر کے) "میرا ایک خادم بلکہ رفیق ہے اور وہ بھی آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ میرے ساتھ جائیگا۔ اور میرا قابل قدر مددگار ہوگا۔ کیا آپ اُسے اپنے روبرو حاضری کا حکم دیسکتے ہین؟"

جبلہ۔ "مناسب ہے۔ بلا لو۔"

حماد باہر آ کر سلمان کو بھی لیگیا۔ اور وہ بھی ملک جبلہ بن ایہم سے دست بوس ہو لیا۔ اسکے بعد کچھ دیر تک انمین باہم گفتگو ہوتی رہی۔ اور جبلہ ہر بات مین کوئی نہ کوئی ایسا لفظ کہدیتا جس سے حماد کو تشفی دینا مقصود ہوتی تھی۔

آخر کار یہ دونون اُس سے رخصت ہو کر قصر شاہی سے باہر نکلے اور اپنے گھوڑون پر سوار ہو کر بڈھے بنطی کے خیمے کی راہ لی۔

راستے میں سلمان و حماد دونوں اپنی اپنی فکروں میں مستغرق رہے۔ سلمان کو حماد کی باتیں بالکل ناپسند نہیں مگر چونکہ وہ اُسے اپنے مقصد پر مستحکم اور اس شرط کی بجاآوری کے لئے تیار پاتا تھا۔ اسلئے اسکا دل توڑنے سے بچنے کے لئے کوئی بات خلاف زبان سے نہیں نکالتا تھا۔ اور دل میں آخر وقت تک اپنے آقا کی مدد کا خیال قائم کرلیا تھا ۔

چالیسوان باب

حجاز کا سفر

شام کے قریب حماد اور سلمان بنطی بڈھے کے خیمے میں پہونچ گئے۔ اُنکے دو دن کامل تک غائب رہنے سے بڈھا سخت تردد میں تھا۔ مگر اب اُنکو واپس آتے دیکھکر خوش ہوگیا۔ حماد نے گھوڑے سے اُترکر بڈھے کو سلام کیا اور اپنی غیر حاضری کا کوئی ایسا سبب بیان کردیا جس سے وہ سادہ دل کسان مطمئن ہوگیا۔ سلمان نے سفر کا سامان کرنا شروع کردیا۔ جملہ ضروریات کی باربرداری کیلئے دو اونٹ خرید لئے۔ اور بنطی بڈھے سے کہنے لگے "ہمیں کوئی ہوشیار آدمی بلاد وجہ مکہ تک ہمارے ساتھ بدرقہ کا کام دے۔ ہم اُسے حسب خواہ اُجرت دینگے"۔ (بڈھے کو ان کے اس دور دراز سفر اختیار کرلے پر سخت حیرت ہوئی۔ مگر ان لوگوں نے کچھ جواب دیکر ٹالدیا۔)

بڈھا۔ "میں تمکو ایسا بدرقہ دونگا جو خاص مدینے کا باشندہ ہے۔ جہاں سے یہ حجازی لوگوں کی فوج غسانیوں کی سرکوبی کو آئی ہے۔ وہ شخص میرے پاس کل اُسی فوج کے کسی امیر کا بھیجا ہوا آیا تھا۔ میں نے اُسکو چند ایسی جگہیں بتادی ہیں جہاں سے اُنکو رسد کا سامان کافی طور پر ملسکیگا۔ وہ شخص عنقریب اپنے وطن جانیوالا ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ چلنے پر راضی ہوگیا تو اُس سے بہتر ساتھی ملنا دشوار ہے۔ اور تم مدینے پہونچگئے تو وہاں سے مکہ کا رستہ صاف اور سیدھا ہے"۔

سلمان۔ "بظاہر تمہارا دوست جسکا تم ذکر کرتے ہو پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پیروؤں میں سے معلوم ہوتا ہے جنکا مقام مدینے میں ہے"۔

بڈھا۔ "ہاں وہ مسلمان ہے۔ اور اُنہی مسلمانوں کے ساتھ آیا تھا جو عمان کو آگئے تھے۔ مگر ایک خاص ضرورت سے بہت جلد واپسی کا ارادہ رکھتا ہے۔ کہو تو اُسے یہاں بلاؤں؟"

سلمان۔ "ضرور بلاؤ"۔

نبطی بڈھے نے خیمہ سے باہر نکلکر ابا سعید کہکر آواز دی، جسکے جواب میں "لبیک یا اخا العرب" کی آواز آئی۔

بڈھا۔ "یہان آؤ"

چند منٹ کے بعد ایک طویل القامت چوڑے سینہ اور لمبی داڑھی والا بدوی آیا جسکے خط و خال سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بیس برس کا ہوگا۔ وہ برہنہ پا ایک شملہ سفید کپڑے کا اوڑھے ہوئے جو اسکے جسم کو ڈھانکے ہوئے تھا۔ اسکے زرد لمبے لمبے بالوں پر ایک سیاہ چادر رکھا گیا تھا۔ تاکہ دھوپ کی تیزی میں سر پر ڈال لیا جائے۔ اور اسلحہ کی قسم سے صرف ایک نیزہ اور تیر و کمان اسکے پاس تھے۔

سلمان اسکی صورت دیکھکر اسکے چہرہ کی ساخت اور لباس کی وضع قطع سے پہچان گیا کہ یہ شخص ملک حجاز کا رہنے والا اور مدینہ کا متوطن ہے۔ اور جب وہ دیکھ چکا کہ وہ قریب آگیا تو اسکے شاندار لباس کو دیکھکر سمجھ گیا کہ وہ کوئی امیر ہے۔ اگرچہ کہ اسے گمان ہوا کہ یہ قبیلہ غسان کا امیر ہے لیکن اس نے حقارت کی طرف توجہ کی نگاہ سے نہ دیکھا۔ بڈھا نبطی اسکے تیور پہچان کر کہنے لگا کہ "ابو سعید! یہ امیر غسان کے قبیلہ سے نہیں ہے۔ بلکہ ملک عراق کے رہنے والے ہیں تم انہیں دیکھکر ناخوش نہ ہو۔"

ابو سعید۔ (لاپروائی سے) "اوہ۔ یہ غسانی بھی ہو تو کیا مضائقہ ہو سکتا ہے۔ اب تو ہم سب تمہارے مکان میں رہنے کیوجہ سے حق جوار حاصل کر چکے ہیں اور سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں"۔

سلمان۔ "بارک فیک (شاباش، عربی برادر! تم کس قبیلہ سے ہو؟"۔

ابو سعید۔ "یثرب کا باشندہ ہوں"۔

سلمان۔ "یثرب والے اکثر یہودی ہی تو ہیں"

ابو سعید۔ "ہان۔ وہان بہت سے یہودی تھے۔ کیا تم وہان کبھی اس سے پہلے بھی گئے ہو؟"۔

سلمان۔ "جی ہان۔ دس برس ہوئے ہونگے جب جانا ہوا تھا"

ابو سعید۔ "اوہ ... اب اسوقت کی حالت سے کیا مناسبت ہے۔ اسوقت وہ شہر اسلام کے نور کی چمک سے جگمگا رہا ہے" (یہ کہتے کہتے اسکے چہرے پر مسرت کی سرخی جھلک آئی)

سلمان۔ "پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہارے ہم قبیلہ ہیں یا مکہ کے مشہور قبیلہ قریش میں سے ہیں؟"۔

ابو سعید۔ "نہیں وہ ہمارے قبیلہ سے نہیں ہیں مگر ہم انکی مدد کرنے پر قائم ہوئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے دلون اور مکانون کے دروازے انکی جلوہ افروزی کیلئے کھولدیئے ہیں۔ وہ ہمارے شہر میں جلوہ فرما ہیں۔ اور انہون نے اپنی مبارک زبان سے ہمیں انصار کا لقب عطا فرمایا ہے"۔

سلمان۔ "تو آپ اسوقت مدینہ جارہے ہیں؟"۔

ابوسعید۔ "جی ہان۔ اور آپ لوگ کہان جائینگے"؟۔

سلمان۔ "ہم مکہ جانا چاہتے ہین۔ کیا آپ ہمارا ساتھ دینگے اور وہانتک ہمین پہونچا دینگے"؟۔

ابوسعید۔ (متاسف ہوکر) "اگر ممکن ہوتا تو عین مسرت تہی۔ لیکن ۔ ۔ ۔"

سلمان۔ "آپکے نہ چل سکنے کیوجہ بُعدِ مسافت کا خیال ہے یا کسی خاص کام کی انجام دہی کی عجلت"؟۔

ابوسعید۔ "جی ہان مین ایک خدمت کے جلد انجام دینے کیواسطے بیقرار ہون۔ مگر اسبات سے میرے مکہ جانے کیلئے کوئی رُکاوٹ نہین پیش آسکتی۔ بلکہ وہان دشمنونکی ایذا رسانی کا کھٹکا ہے"۔

سلمان۔ "کیسے دشمن"؟۔

ابوسعید۔ "جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبیلے والے۔ ۔ ۔ اب تک جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کے تشنۂ خون ہو رہے ہین۔ حالانکہ اُنہون نے وطن چہوڑکر مدینے مین قیام اختیار فرمالیا ہے۔ انکے چند قرابت والے جو شرفِ اسلام حاصل کر چکے ہین وہ بہی اُنکے ساتھ جاملے ہین۔ مگر اُنکے باقیماندہ عزیز و رشتہ دار ابتک مکے ہین بدستور شرک مین مبتلا ہین۔ اور انکی عداوت پر آمادہ۔ ان دشمنان صداقت کا سرغنہ مشہور تاجر اور امیر ابوسفیان ہے"۔

سلمان کو سخت پشیمانی لاحق ہوئی۔ کیونکہ وہ سمجہتا تہا کہ موجودہ حالت مین مدینہ ہوکر مکہ جانیکا راستہ پُرخطر ہوگا۔ لیکن اسبات کا صحیح حال دریافت کرنیکی غرض سے وہ پہر ابوسعید کیطرف متوجہ ہوکر کہنے لگا کہ:۔

"اچہا اگر ہم آپ کو مدینے مین چہوڑ دین اور خود مکہ کیجانب سفر کرین تو ہمین راہ مین کوئی خطرہ تو نہ ہوگا"؟

ابوسعید۔ "نہین۔ اگر تم مشہور اور عام راہ سے جاؤگے تو تمہین کسی خطرہ کا سامنا نہ ہوگا۔ البتہ اگر تم ہماری طرح مسلمان ہوتے تو بیشک خوف کی بات ہوتی۔ تم مسافر پردیسی اپنے کسی کام سے جا رہے ہو تمہین کوئی نہ چہیڑیگا ہان بہتر یہ ہوگا کہ قافلہ کے ہمراہ سفر کرو۔ اور بہت سے آدمیونکے ہمراہ ہونیسے تم بالکل امن و امان مین سفر کرسکوگے"۔

یہ کہکر سر جہکا لیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ یکایک کسی خیال مین آجانیوالی بات پر غور کرنے لگا ہے۔

سلمان نے حماد پر جواب طلب نگاہ ڈالی گویا وہ اُس یثربی (مدنی) رفیق کی گفتگو سن لینے کے بعد سفر کے بارہ مین اُسکی رائے معلوم کرنیکا خواہان تہا جسکو دیکہکر حماد کہنے لگا کہ: "بہتر ہوگا کہ ہم مدینہ تک اس شخص کے ساتھ چلین اور اُسکے بعد آگے کا سفر اپنی رائے سے اختیار کرین"۔ اسکے بعد یہ دونون پہر اُس یثربی جوان کیطرف متوجہ ہوئے جو سر جہکائے کسی امر پر غور کر رہا تہا۔ اور شغل کے طور اپنے پیر کے انگوٹہے سے زمین کہود رہا تہا۔ سلمان نے اُس سے دریافت کیا۔ "عربی بہائی! آپ اسقدر متفکر کیون ہین۔ کیا کوئی نئی بات آپکے ذہن مین آئی ہے"؟۔

ابوسعید۔ "نہین۔ کوئی تازہ بات میرے ذہن مین نہین آئی ہے۔ البتہ ایک قابل توجہ بات ہے جسکی بابت امید ہے کہ تم

بھی اُسے ضرور ہی خیال کروگے۔
سلمان (گردن اٹھا کر اشتیاق سے) "وہ کیا بات ہے"؟۔
ابوسعید۔ "ابھی چند روز ہوئے ہیں کہ میں نے عمان کے مقام میں اپنے کیپٹن کی زبانی ایک ایسی بات سنی ہے کہ اگر وہ سچ ہے تو ہم لوگ عنقریب، مکہ جا پہنچینگے اور اُس وقت تم دونوں وہاں اطمینان کے ساتھ بلاخوف وخطر جا سکوگے"۔
سلمان۔ (جو ابوسعید کی کلام کا مطلب پوری طرح نہیں سمجھ سکا تھا حیرت زدہ ہوکر) "تمہاری مکہ جانے سے کیا مراد ہے؟"۔
ابوسعید۔ "میری مراد یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جان نثاروں کی پوری قوت کے ساتھ عنقریب مکے پر حملہ فرمائینگے۔ اور اُسے فتح کرکے وہاں کے بتوں کو توڑ ڈالینگے۔ اُس وقت شہر مکہ ہمارے قبضہ اقتدار میں آجائیگا۔ اور تم دونوں صاحب وہاں بلا کسی خوف وخطر کے داخل ہو سکوگے"۔
سلمان۔ "آپکو اس خبر کے صحیح ہونیکا یقین ہے؟ کیا آپ عنقریب اُدھر جانیوالے ہیں؟"۔
ابوسعید۔ "مجھکو خبر کی صحت کا وثوق ہے۔ مگر وہ وقت پوری طرح معلوم نہیں ہوا جسوقت اور جس زمانہ میں یہ فوجکشی ہونیوالی ہے۔ بہرحال اب جسوقت ہم لوگ مدینے میں پہونچ جائینگے خود تمام حالات منکشف ہوجائینگے آپ چلنے کی تیاری کریں"۔ یہ کہکر اپنے سفر کا سامان کرنے چلا گیا۔
سلمان نے ابوسعید کے چلے جانیکے بعد حماد کیطرف متوجہ ہوکر کہا "۔ میں اس خبر کو سنکر خوش نہیں ہوا۔ جو اس بشیر پی رفیق نے بیان کی ہے۔ کیونکہ کعبہ میں داخل ہوکر آویزہ کی تلاش کرنا اس فتح سے پہلے آسان ہے لیکن اُسکے بعد نہایت دشواری کا سامنا ہوگا"۔
حماد۔ "میں اسبارہ میں تم سے متفق الرای نہیں ہوں۔ میری دانست میں فتح اسلامی کے بعد ہمکو آویزہ کی تلاش میں آسانی اور کامیابی ہوگی۔ خیر اب اس بات سے بحث کرنا فضول ہے۔ تم سفر کا سامان درست کرو"۔
رات کو سلمان نے تمام سامان سفر کا مہیا کرلیا۔ اور صبح ہوتے ہی ان لوگوں نے کوچ کردیا۔ سلمان نے سفر کی ضرورتوں پر لحاظ کرکے دو ملازم بھی نوکر رکھ لئے تھے۔ اور سامان وغیرہ بار کرنیکے واسطے دو اونٹ خرید لئے تھے۔ بلقا کی حد سے نکلتے ہی حماد کے دل پر دہشت کا دورہ ہوا۔ اور آسے اس سفر کی خطرناک حالت کا احساس ہونے سے سلمان کے قول کی درستی کا دل میں قائل ہوگیا۔ گو اُس نے اپنے دل کو مضبوط کرکے ان خطرات کو دور کیا اور خدا پر بھروسہ کرکے زبان سے کچھ نہ کہا لیکن اُسکے چہرے سے تردد اور ندامت کے آثار عیاں ہو چلے تھے
چند دنوں تک پیہم سفر کرنیکے بعد مدینہ کے پہاڑ انکو نظر آنے لگے اور انکا بشیر پی رفیق وطن کی سواد سے

خوش ہوکر کہنے لگا کہ "لیجئے! اب ہم مدینے کے قریب آگئے۔ اور ان پہاڑونکی بلندی پر چڑھتے ہی شہر کا سواد ہی ہمارے پیش نظر ہوجائیگا"۔

سلمان۔ "مین مدینہ کے گلی کوچون تک سے واقف ہون کئی برس ہوئے جب مین یہان آیا تہا"۔

یثربی۔ "اوہ اُس زمانہ کی حالت اور موجودہ صورت مین زمین و آسمان کا فرق ہی۔ سواد شہر پیش نگاہ ہونیپر تمکو خود معلوم ہوجائیگا کہ یہ وہ مدینہ نہین جو تم دیکھ گئے تھے صدہا نئے مکان تعمیر ہوگئے ہین۔ اور آبادی بڑھگئی ہے۔ جب سے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہان قیام فرمایا ہے بہت سے لوگ انکی محبت سے فیضیاب ہونیکی تمنا مین ترک وطن کرکے یہان آرہے ہین اور کاروباری لوگونکی جماعت بہی بڑہگئی ہے"۔

ابہی انکی گفتگو کا سلسلہ تمام نہین ہوا تھا کہ شہر یثرب کا پُرلطف سواد نظر آنے لگا۔ پیچیدہ آبادی اور دیوار و نظر سرسبز باغات کا سلسلہ ایک ہموار اور کشادہ زمین کے قطعہ مین واقع تہا۔ یثربی شخص وطن کی صورت دیکھتے ہی مسرت کے لہجہ مین اپنے ہمراہیون سے کہنے لگا کہ "یثرب کا شہر آگیا۔ وہ دیکھو آبادی نظر آتی ہے۔ کیا آپ لوگ یہان چلکر قیام فرمائینگے ممکن ہے کہ وہان سے آپکو مکہ تک جانیکے لئے کوئی ہمسفر ملجائے یا آگے سفر کرنیکی بابت آپ کوئی دوسری رائے قائم کرین"۔

حماد۔ "بیشک مین چند روز تک یہان قیام کرکے اس شہر کی سیر دیکھونگا۔ اور خاصکر مجھے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور انکے دوستونکی حالت دیکھنا بہی منظور ہے کیونکہ مین نے انکے اوصاف بکثرت سُنے ہین"۔

اب یہ لوگ پہاڑ کی بلندی سے اُترکر شہر پناہ کیطرف جارہے تھے۔ اور مدینہ کے لوگ جوان تازہ وارد مسافرون کو دیکھتے تھے انپر بہ توجہ کوئی شبہہ نہین کرسکتے تھے کہ انکے ساتھ ایک انصاری شخص تہا۔ اور بہت سے لوگون کو گمان ہوا ہوگا کہ جسطرح تمام قبائل کے لوگ اسلام قبول کرنیکی نیت سے آجکل مدینہ آیا کرتے ہین اُسیطرح یہ لوگ بھی آئے ہونگے۔

شہر پناہ کے قریب پہونچکر سلمان کہنے لگا "میری رائے ہے کہ ہم اپنے خیمہ کو یہین استادہ کرکے تہوڑی دیر آرام کرلین اور اسکے بعد غلامونکو اسباب کی حفاظت کے لئے چھوڑکر پاپیادہ شہر کی سیر کو چلین"۔ جسپر اسکا یثربی رفیق کہنے لگا۔ "مین رُک نہین سکتا۔ مجھکو ایک ضرورت کیوجہ سے شہر مین فوراً جانا چاہئے اسلئے معذور ہون۔ اور آپ کو وہین شہر مین ملونگا"۔

سلمان و حماد نے اپنے رفیق کو "خدا حافظ" کہکر رخصت کیا اور وہ ان سے جدا ہوکر شہر مین داخل ہوگیا اور اُسکے چلے جانیکے بعد سلمان اور حماد مین یون گفتگو شروع ہوئی:۔

سلمان۔ "مین دیکھتا ہون کہ آپ شہر کی سیر کے شائق ہین"۔

حماد۔ "بیشک۔ بات ایسی ہی ہے"۔

سلمان۔ "میری رائے نہین کہ آپ شہر مین جائیں"۔

حماد۔ "کیون ؟"۔

سلمان۔ "ہم بلقا چھوڑکر اتنی مصیبتین سفر کی جھیلتے ہوئے مدینہ کی سیر کو نہین آئے ہین۔ ہمارا قصد مکہ جانیکا ہے اور یہان ٹھیرنیسے ہمکو سخت خطرہ کا مقابلہ کرنا پڑیگا"۔

حماد۔ "خطرہ کیسا۔ ہمکو کس بات کا ڈر ہے ؟"۔

سلمان۔ "اگر ابوسفیان کے کسی جاسوس نے ہمکو یہان دیکھ پایا اور پھر مکہ مین دیکھا تو ضرور ہے کہ ہم مسلمان سمجھے جائینگے اور ہماری تمام کوششین بے سود ہو جائینگی"۔

حماد۔ "اوہ۔ ابوسفیان سے ملاقات ہوگی تو ہم ان سے بیان کر دینگے کہ عبداللہ ہمارے ساتھ جا رہا ہے۔ یا ممکن ہو کہ والد ماجد ہمکو وہان خود ملجائین"۔

سلمان۔ "اگر ہمین اسبات کا یقین ہوتا کہ آپکے والد ماجد وہان ہین تو کوئی دقت نہ تھی لیکن ابتک تو ہمین اسبات کے کہنے مین گمان کے سوا یقین کا مرتبہ حاصل نہین ہوا"۔

حماد۔ (کسیقدر غور کے بعد) "تم ٹھیک کہتے ہو بہتر ہے کہ ہم مکہ چلے چلین۔ اور اپنی مہم کو انجام دینے کی فکر کرین"۔

حماد نے یہ سوچکر سلمان سے موافقت کی تھی کہ مبادا دیر ہونیسے کام بگڑ جائے۔ اسکے بعد سلمان نے ایک خادم کو کھانے پینے کے سامان اور جانورونکا چارہ خریدنیکے لئے شہر مین بھیجا۔ شام کا وقت قریب ہو چکا تھا اسلئے آگے سفر کرنیکا قصد ملتوی کرکے وہین شب باش ہوئے اور صبح ہونیسے قبل مکہ کیطرف روانہ ہوگئے۔ سلمان کو راستہ معلوم نہ تھا۔ یا شاید وہ بھول گیا تھا۔ لیکن اتنا یاد تھا کہ بدر کے کنوؤن کیطرف سے ہوکر ایک راہ مکہ کو گئی ہے جو مدینہ کی مغربی سمت مین واقع ہین۔ اس خیال سے وہ انہی کنوؤنکیطرف چلا تاکہ وہان رات کو قیام کرے۔ دوسرے دن آگے روانہ ہو۔ حماد کی یہ حالت تھی کہ اُسے سلمان پر اعتماد تھا۔ اور اسی کی رائے پر تمام باتون کو اس نے چھوڑ رکھا تھا۔ اور وہ خود راستے سے محض ناواقف تھا۔

دن بھر یہ لوگ سفر کرتے رہے اور آہستہ آہستہ قطع مسافت کرتے چلے گئے۔ کیونکہ انہین خیال تھا کہ بدر کے کنوئین مدینے سے بہت قریب ہین۔ اور ہمکو وہان رات کے وقت قیام کرنا ہوگا۔ دوپہر ہوتے ہی یہ لوگ آرام لینے کو ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ اسباب اتروا دیا اور اونٹونکو چھوڑ دیا گیا۔ کچھ کھا پی کر ایک درخت کے نیچے سلمان اور حماد قیلولہ کرنے لگے اور خادم اسباب اور اونٹونکی حفاظت مین مصروف ہوگئے۔

عصر کے قریب حماد کی آنکھ کھلی۔ تو وہ سلمان کو گھبرا کر جگا کر کہنے لگا کہ "سلمان اٹھو ہم بہت دیر تک سوتے رہے منزل کھوٹی ہوتی ہے"۔ سلمان آنکھین ملتا ہوا اٹھا تو دیکھا اسکے ہوش جاتے رہے کیونکہ دونون خادم معہ اونٹون کے غائب تھے پہلے تو اس نے آنکھین پھاڑ پھاڑ کر چارون طرف دیکھا اور ہر چیز پر غور کی نگاہ ڈالی۔ سامان سب بدستور موجود تھا

اور جو چیز جسطرح اور جسجگہ رکھی گئی تہی اُسیطرح رکھی ہوئی تہی۔ گھبرایا ہوا اونچے اونچے ٹیلون کی چوٹیون پر چڑہکر اِدہر اُدہر نگاہ دوڑانے لگا تاکہ شاید کہین اونٹونکی صورت نظر آجائے لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر مین کھوج دریافت کرکے حماد کہنے لگا کہ "آپ یہین ٹھہرے رہین۔ مین اونٹون اور نمارونکی تلاش مین جاتا ہون"۔ یہ کہکر پیرون کے نشان دیکھتا ہوا ایک سمت کو چلا۔ یہانتک کہ حماد کی نگاہون سے غائب ہوگیا۔ آفتاب غروب ہونیکے قریب آگیا۔ مگر سلمان واپس نہ آیا۔ حماد پر وحشت کا غلبہ تہا اور وہ بار بار گردن اُٹہا اُٹہاکر چارونطرف دیکھ رہا تھا کبھی اُٹھکر ٹہلتا اور کبھی پھر بیٹھ جاتا تھا۔ اسی اثنا مین دور سے کچھ صورتین نظر آئین۔ غور سے دیکھا تو وہ تین اونٹ تھے اور دونون خادم اور سلمان جو اسیطرف آرہے تھے۔ حماد ایک زائد اونٹ دیکھکر حیرت مین مبتلا تہا اور اُن لوگون کے قریب آتے ہی پوچھنے لگا کہ "یہ تیسرا اونٹ کیسا ہے اور یہ لوگ کہان چلے گئے تہے؟"

سلمان۔ "آپنے اس ناقہ کی صورت پر بھی کچھ خیال فرمایا ہے؟"۔

حماد۔ (جسنے اتنک اونٹ کیصورت غور سے نہ دیکھی تہی اُسے دیکھکر اور اُسکے کانونکو پھٹے ہوئے پاکر دریافت کرنے لگا) "یہ کیا بات ہے۔ اسکے کان کیسے پھٹے ہین؟"۔

سلمان۔ "اسی اونٹنی کو جاہلیت کے لوگ بحیرہ کہا کرتے ہین۔ اُن کے مراسم اور عادتون مین سے بہت سی باتین ظہور اسلام کے بعد ترک اور بے نشان ہوگئی ہین۔ اسی قسم کی عادات مین سے ایک عادت یہ بہی تہی کہ جب کسی شخص کی اونٹنی کے چار یا زیادہ بچے پیدا ہوچکتے تہے اور پانچوان نر پیدا ہوتا تھا تو وہ شخص اونٹنی کا کان چیر کر اُسے آزاد کر دیتا تہا اور سانڈ کیطرح چھوڑ دیا کرتا تہا۔ یہ اونٹنی کسی چراگاہ مین چرنے اور کسی چشمہ پر پانی پینے سے روکی نہین جاتی تہی۔ ہمارے دونون خادم یہان بیٹھے تھے۔ اتفاقاً انکی نگاہین اس ناقہ پر جا پڑین جو اسی صحرا مین ماری ماری پھرتی تہی۔ اُنہون نے اسکے پکڑنے کا ارادہ کیا ایک شخص اُٹھکر اُسکے پاس جانے لگا مگر وہ بھڑک کر بہاگنے پر آمادہ ہوئی تو اُسے خیال آیا کہ اگر وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر اِسے پکڑنا چاہیگا تو پالیگا۔ وہ اس ترکیب کو عمل مین لایا۔ اور ناکام رہا۔ اُسے دیر ہوئی تو دوسرا خادم اُسکی تلاش مین چلا گیا۔ رہی یہ دونون ملکر اس ناقہ کو پکڑ ہی چکے تہے کہ مین اتنی دیر مین جا پہونچا۔ اور سب کو لاکر حاضر خدمت کر دیا ہے۔ اِن دونون نے بڑی دقت سے یہ اونٹنی پکڑ پائی ہے اور مین نے انکو سمجھا دیا ہے کہ پھر کبھی ایسی لغو حرکت نہ کرین جسکے لیئے یہ وعدہ کر چکے ہین۔ اب اسوقت انہین معافی دیدیجیئے۔"

اکتالیسوان باب ۴۱

"بدر" کے کنوئین

حماد کو بحیرہ کا قصہ سنکر حیرت ہوئی اور بیفائدہ وقت ضائع ہونے پر تاسف کرکے کہنے لگا "سلمان! اس ناقہ کو چھوڑ دو ہمین اسکی کوئی ضرورت نہین۔ اور نہ ہمارے پاس اتنا چارہ ہے کہ اسکو کھلائینگے۔ اب چلنے کی فکر کرو تاکہ ہم کنوؤن کے پاس پہونچ جائین اور آرام سے شب کو قیام کرین کیا ابھی وہ جگہ دور ہے؟"۔

سلمان "جی نہین۔ بہت نزدیک۔ یہان سے پاس ہی اُس پہاڑ کے پیچھے ہے۔ چلئے اب روانہ ہون"۔ یہ کہکر ناقہ بار کسا یا گیا اور سب لوگ آگے کو چلے۔ وادیون اور میدانون کو طے کرتے جاتے تھے یہانتک کہ شام ہوگئی۔ اور اندھیرا غالب ہوا۔ انکے پاس کا پانی بھی ختم ہوچکا تھا۔ اور ہنوز یہ لوگ کنوؤن پر نہین پہونچے تھے کہ سلمان کو راستہ بھول جانیکا خوف اور رنج تھا۔ اسلئے اُس نے اپنے گھوڑے کو بلند ٹیلونکی طرف بڑھایا اور وہان سے نشیب کیطرف دیکھنے لگا۔ گرد و پیش کے پہاڑی حلقہ نے اُسپر ثابت کردیا کہ منزل مقصود وہی ہے مگر اندھیرا اور جگہ دور ہونیکی وجہسے وہ پوری طرح تحقیق نکرسکا اسلئے وہ حماد کے پاس پلٹ آیا۔ اور اُسسے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ ان دونون کی رائے اسبات پر قرار پائی کہ دونون ملازم مع اسباب کے اسی مقام پر چھوڑ دئے جائین۔ اور یہ دونون گھوڑون پر سوار ہوکر منزل کی جستجو مین روان ہون۔ اگر وہ مقام ملجائے تو خود بھی پانی پی لین اور گھوڑونکو بھی سیراب کرین کیونکہ گھوڑے پیاس کی شدت برداشت نہین کرسکتے۔ اور اسکے بعد دونون خادمونکو بھی آواز دیکر بلالینگے۔ چنانچہ حماد اور سلمان نے گھوڑون کو ایڑ بتائی اور سرپٹ چلاتے ہوئے ایک سمت کو روانہ ہوئے راستہ نہایت دشوار گذار اور ناہموار تھا۔ اور فضائے عالم مین سناٹا چھایا تھا۔ سوا گھوڑونکی سمونکی آواز کے کوئی صدا نہین سنائی دیتی تھی جو راستہ کے پتھرون پر زور سے پڑتے تھے۔ اندھیرا زیادہ ہوتا جاتا تھا مگر مسافر شب یا ماہتاب نے اپنی آمد آمد کی خوشخبری دینے کیلئے ہلکی ہلکی شعاعین زمین پر ڈالنا شروع کردی تھین۔ گو ابھی اُسکا ضیا بار چہرہ سکان ارض کو نظر نہین آیا تھا لیکن پھر بھی ایک قسم کی روشنی ہوچلی تھی جسوقت یہ دونون پہاڑ کی بلند چوٹیون تک پہونچے اور اُس وادی مین اُترنے لگے جسمین آبار واقع تھے۔ انکو ماہتاب کے طلوع ہونیکا انتظار بیچین بنارہا تھا تاکہ واقعی جگہ کی تعین کرسکین۔ یہ وادی کے ہموار حصہ مین پہونچکر اپنے گرد و پیش کی چیزون پر نظر ڈالنے لگے۔ حماد نے دیکھا کہ ہم اسوقت ایک ایسی جگہ مین کھڑے ہین جسکو اونچے اونچے پہاڑ چارون طرف سے گھیرے ہوئے ہین۔ اور گو

ماہتاب کو طلوع ہوئے دیر گذر چکی ہے تاہم اُسکی روشنی اس تاریک مقام تک ابھی نہین آسکی ہے۔ وہان نہ تو کسی قسم کی صدا سنائی دیتی ہے اور نہ ہوا کا گذر ہوتا ہے۔ سلمان کو یقین ہوگیا تہا کہ بدر کے مشہور کنوئین یہین ہین کیونکہ اس نے روشنی بہر جانے پر بخوبی پہچان لیا تہا۔ اُسے وہ تمام مقامات رفتہ رفتہ نظر آتے گئے جہان بازار لگا کرتا تہا۔ اور قبائل کے لوگ بیع و شرا کیلئے وہان آیا کرتے تہے۔ مگر اُسے اس بات سے نہایت حیرت تہی کہ اسجگہ کا سناٹا اور وحشت ایک نئی بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تہا کہ برسون سے اس مقام پر انسان کا گذر ہی نہین ہوا ہے۔ پہر اُسکے دل مین خیال آیا کہ شاید رات کے سناٹے مین اُسے یہ بات معلوم ہوتی ہو۔ اسلئے وہ کنوؤن کی تلاش مین مصروف ہوگیا۔ حماد چپ چاپ سکتہ کے عالم مین ایک جگہ بُت بنا کہڑا رہا۔ اُس نے یہ بہی نہین دیکہا کہ سلمان کیا کر رہا ہے۔

آخر دونون گہوڑون سے اُتر کر پیدل چلنے لگے۔ دلونپر ہیبت طاری تہی۔ اور خواہ مخواہ اپنی جانونکو خطرہ مین ڈالنے سے نادم تھے۔ سلمان کی ندامت بڑہی ہوئی تہی اسلئے کہ اُس نے بیکار اپنے آقا کو بہی مبتلائے آفت کر دیا تہا۔ مگر دل کڑا کرکے اُس نے قدم بڑہایا۔ حماد اُسکے برابر چلتا جاتا تہا۔ اور دونون پر سکوت طاری تہا یہانتک کہ یہ ایک ایسے مقام پر پہونچگئے جہان متفرق مقامات پر کنوؤن کے کہدنیکا نشان موجود تہا۔ اور وہ پٹ گئے تھے۔ سلمان اِن علامات کو دیکھتے ہی چلا کر کہنے لگا کہ ”بدر کے کنوئین یہی ہین“۔ پانی نکالنے کا سامان یعنے ڈول رسی انکے پاس موجود تہا۔ لہذا سلمان نے فوراً ڈول کنوئین مین ڈالدیا۔ مگر اُسے حیرت ہوئی جبکہ اُسے یہ معلوم ہوا کہ خالی ڈول کنوئین کی تہ مین کہڑک رہا ہے اور اسپر طرہ یہ ہوا کہ اُسے کوئی آہٹ محسوس ہوئی ساتھ کنوئین کے اندر سے کسی جانور کے نکلکر بہاگنے کا پتہ چلا۔ اور غور کرنیسے معلوم ہوا کہ وہ کوئی لومڑی یا کتا تھا۔ سلمان اسی حیرت مین کہڑا تہا کہ حماد نے جہجہک کر اُس سے دریافت کیا ”سلمان! این یہ کیا معاملہ ہے کنوئے مین سے لومڑیان نکلتی ہین؟“۔

سلمان۔ حضور مجہے خود بیحد حیرت ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے جگہ تو بالکل وہی ہے جسمین کئی برس ہوئے مین ٹہرا تھا اور یہان کا پانی بہی پیا تہا لوگون کو انہی کنوؤن سے پانی بہرتے بچشم خود دیکھا گیا تہا۔ خدا جانے اب کیا ہوگیا۔ مین دیکھتا ہون کہ یہ کنوئین زیادہ گہرے نہین ہین اسلئے مناسب ہے کہ انکے اندر اُتر کر یہان کی اصلیت معلوم کرون“۔ یہ کہکر کنوئین کے اندر اُتر گیا اور زینون پر سے ہوتا ہوا تہ مین پہونچگیا۔ اُسوقت اُسے محسوس ہوا کہ گویا وہ ہڈیون کے ایک ڈہیر پر کہڑا ہے۔ ہاتھ بڑہا کر ایک ہڈی کو پکڑنے سے معلوم کرلیا کہ وہ کسقدر زمین مین گڑی ہوئی ہے زور سے اُٹہانے لگا تو مٹی کے اُٹھنے سے سخت بدبو نکلکر دماغ کو پراگندہ کرنے لگی۔ گہبرا کر چہوڑ دیا۔ اور ہاتھون سے چارون طرف ٹٹولنے لگا۔ اُسے محسوس ہوا کہ اس جگہ بہت سی لمبی چوڑی اور گول ہڈیان پڑی ہین۔ یہ حالت دیکھکر

اُسکے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ کیونکہ ہڈیونکی شکل سے اُسے علم ہوگیا تہا کہ یہ آدمیونکی ہڈیان ہین وہ گھبراکر فوراً باہر نکل آیا۔ اگرچہ سلمان کے دلپر اسوقت نہایت ہیبت طاری تہی۔ تاہم اُس نے اس خیال سے کہ کوئی واقعہ بیان کرونگا تو میرے آقا کو بہی وحشت ہوگی کچھ نہ کہا۔ اور حماد سے واپس چلنے کا اشارہ کیا۔ حماد کو انتظار تہا کہ سلمان کوئی نئی خبر سنائیگا۔ لیکن سلمان بالکل سکوت کئے ہوئے حماد کے ساتھ ساتھ اُسی بستی مین جاتا رہا سلمان کی مہر سکوت کسیطرح نہین ٹوٹتی تہی۔ اور حماد گھبراکر اُس سے کوئی بات دریافت ہی کرنیوالا تہا کہ یکایک قریب کے کسی مقام ایک اونٹ کے بلبلانیکی آواز نے آکر دونون کو چونکا دیا۔ اور وہ ٹھٹک کر کان لگا کے آواز کی سمت پر بنظر غور تاکنے لگے۔ اُنہون نے دیکھا کہ ایک شتر سوار پہاڑ کی بلندی پر سے سرعت کیساتھ اترا انکیطرف آرہا ہے پہلے تو انہین گمان ہوا کہ دونون ملازمون مین سے کوئی ملازم ہے جو کوئی خبر سنانے کو آرہا ہے۔ اسلئے یہ ٹھہرکر اسکا انتظار دیکھتے رہے۔ مگر جب وہ شتر سوار قریب آگیا تو انہین یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ وہ انکا بڈہا رفیق تہا جو بلقا سے مدینہ تک انکا رہبر رہچکا تہا۔ جسوقت وہ شخص انکے قریب پہونچا تو اس نے ان دونون کا نام لیکر آواز دی اور آواز پہچانتے ہی سلمان نے اُسے جواب دیا جسکی وجہ سے وہ بہی انہین پہچانکر انکے پاس آیا۔

ابوسعید (قریب آکر) "تم یہان کیا کرنے آئے تھے ؟"۔

سلمان۔ "پانی کی تلاش مین"۔

ابوسعید۔ "بہلا اسجگہ تمکو پانی کیونکر ملیگا۔ یہان تو لاشین ہی لاشین پڑی ہین"۔

سلمان۔ "مجھے کیا خبر تہی۔ مین تو اس مقام کو شیرین پانی کی جگہ سمجہتا تہا۔ آپکے بیان سے مجھے حیرت ہوئی ہے۔ اور خصوصاً اس حالت مین کہ مَین خود اپنے ہاتھون سے ہڈیون کو مَس کرچکا ہون"۔

حماد (حیرت سے چونک کر) "این۔ کیا تم سچ کہتے ہو ؟ سلمان !"۔

سلمان۔ "ہان حضور ! مین نے اپنے ہاتھون سے کھوپڑیون۔ کلائیون۔ ٹانگون اور ہاتھون کی ہڈیان ٹٹولی تھین۔ آپسے اسلئے نہین کہہ سکا کہ آپکے ڈرجانیکا خیال تھا"۔

حماد۔ "اچھا آپکے سکوت کی یہ وجہ تہی ! مین اسی انتظار مین تہا کہ تم کنوئین کے اندر سے نکلکر مجھسے کوئی بات کہوگے۔ اور تم نے مُہر سکوت لگالی تہی" (ابوسعید سے مخاطب ہوکر) "یہ تو بتائیے کہ اس پانی کے ہڈیون اور لاشون سے بدل جانیکی کیا وجہ ہوئی ؟"۔

ابوسعید۔ اسکا قصہ طول طویل ہے۔ آرام سے بیٹھکر سُننا۔ چلو مَین تمہارے لئے پانی لایا ہون۔ اور تمہارے ملازمون کے پاس رکھ آیا ہون۔ اب وہین چلے چلو۔ تمکو اس بات سے بہی سخت حیرت ہوگی کہ مَین اسوقت یہان کیونکر آگیا۔ حالانکہ تم سے ملنے کا کوئی وعدہ بہی نہ تہا۔ اسکا سبب بہی سنائے دیتا ہون۔ مدینہ کے

شہر مین دیر تک تمہارے آنیکا منتظر رہا لیکن تم نہین آئے تو جس مقام پر تم نے قیام کیا تہا وہان جاکر پتہ لگایا اور تمہیں موجود نہ پاکر بعض قرینون سے سمجھ گیا کہ تم جلد ئے اور ان کنوؤن کیطرف گئے ہوگے۔ بس یہ خیال آتے ہی چونکہ مجھے انکے خشک ہوجانیکا علم تہا فوراً ایک مشک پانی ساتھ لیتا ہوا چلا آیا۔ اور راستہ مین آپکے ملازمون سے آپکے یہان ہونیکا حال معلوم کرکے اِدہر آگیا"۔ یہ کہکر حماد اور سلمان دونون سے اپنے ساتھ آنیکا اشارہ کیا۔ اور بہت جلد یہ سب اسجگہ ہو نچگئے جہان انکے ملازم منتظر بیٹھے تہے۔ سواریون پر سے اُترکر بآرام بیٹھے۔ اور کسیقدر کھانا کہایا۔ پانی پی کر پیاس کی شدت مٹائی۔ گہوڑون اور اونٹون کوبھی سیر کیا۔ اور سلمان و حماد نہایت بیتابی کے ساتھ بدر کا قصہ سننے کے منتظر ہوگئے۔

جس وقت آرام سے بیٹھ چکے تو حماد ابوسعید سے کہنے لگا کہ "مجھکو اسوقت نہایت بیچینی ہے کیا مہربانی فرماکر آپ ان کنوؤن کا کچھ حال بیان کرینگے"؟۔

ابوسعید۔ "انکا قصہ طول طویل ہے اگر آپ لوگ اُسکے سننے کیلئے تیار ہون تو اسی وقت کہہ ڈالون۔ ورنہ کل سن لیجئے گا"۔

حماد اور سلمان (یکزبان ہوکر) "نہین نہین۔ ہم سے اب صبر نہین ہوسکتا۔ دیکھئے چودہوین شب کا روشن چاند دنیا کو جگمگا رہا ہے اور ہمارے دل اسوقت افسانہ سننے کے خواہشمند ہین۔ البتہ اگر آپکو کچھ ناگوار ہے تو رہنے دیجئے"۔

ابوسعید۔ "واہ! مجھے خود ہی اس قصہ کے بیان کرنیکی بیحد خواہش ہے اس سے ہمارے حضور سرور کائنات فخر موجودات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی واضح ہوتی ہے۔ اور مسلمان لوگ اس واقعہ پر فخر و مباہات کیا کرتے ہیں تم سنوگے تو خود اسبات کا اندازہ کرلوگے"۔

اسکے بعد سب لوگ ٹھیک بغور سننے کیلئے آمادہ ہوگئے اور ابوسعید نے یون کہنا شروع کیا۔

بیالیسوان باب ۴۲

غزوات کا سبب

ابوسعید۔ "سنئے! مین آپسے اسوقت جس واقعہ کا ذکر کرونگا وہ اسلام کا سبسے بڑا واقعہ ہے۔ پانچ برس کے قریب اس جنگ کو گذر گئے ہین اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بذات خاص اس جنگ مین شریک تھے۔ مین بھی جنگجو مسلمانون کے زمرہ مین تہا اور وہان کے تمام خوفناک منظر دیکھ چکا ہون۔ جسکا نقشہ اسوقت تک

میری نگاہوں میں پھر رہا ہے"۔

سلمان۔ "تم وہان کن لوگون سے جنگ آزما ہوئے تھے"؟

ابو سعید۔ "وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت والے تو قریش تھے لیکن وہ سب آپکے عدو جان تھے"۔

سلمان۔ "عزیز ہوکر مدد نہ کرین اور اُلٹے اُنکے دشمن بنین یہ کیسے لوگ تھے"؟

ابو سعید۔ "اسکا بہت بڑا قصہ ہے۔ آج رات مین اُسکا بیان کرنا ممکن نہین لیکن مین خلاصہ کے طور پر کچھ کہتا ہون۔ کیونکہ بدر کا واقعہ جسکا مین ذکر کرنیوالا ہون اُسکی تمہید مین کسیقدر اُن حالات کا بیان کرنا ضروری ہے"۔

سلمان۔ "فرمائیے! ہم نہایت شوق سے سنین گے"۔

ابو سعید۔ "ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جسوقت لوگون کو دعوت اسلام دینا شروع کی تو چند شخصون کے سوا اُنکے گھرانیکے تمام لوگ اور اُنکے اکثر عزیز و اقارب اُنکے مخالف ہوگئے اور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنے کیلئے مصر رہے۔ انہین سے اکثر لوگون نے محض اس خوف سے یہ راست اور حق مذہب اختیار نہین کیا تھا کہ ہماری تجارت لوٹ جائیگی۔ کیونکہ اسلام کے قوی ہونے پر بتونکی حقارت عام ہوگی جسکی وجہ سے خانہ کعبہ کی قدر و عظمت مین فرق آئیگا اور اسکی زیارت کو آنیوالونکی تعداد کم ہوجائیگی۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قریش کے لوگ اور تمام مکہ والونکی گذر اوقات کا ذریعہ تجارت جو صرف حاجیونکے آنے پر منحصر ہے لوٹ جائیگی۔ اور اسکے ماسوا خانہ کعبہ کے وجود سے قریشیونکو جس قسم کا اقتدار اور افسری حاصل تھی وہ جاتی رہیگی۔ کیونکہ وہ لوگ خانہ کعبہ کے حاجیاو رعہدہ دار تھے اور اسی کیوجہ سے تمام ملک عرب انہین اپنا سردار مانتا تھا۔ اسی قسم کی بعض دوسری وجہون نے بلکہ بنی قریش کو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر کمربستہ کردیا۔ تاہم پیغمبر خدا بالکل بے یار و مددگار نہین رہے بلکہ چند انہی کے عزیز و رشتہ دار اُنکی دعوت کو قبول کرکے اُنکی امداد پر جان و مال سے تیار ہوگئے۔ ان تصدیق کرنیوالون مین قریش کے سربرآوردہ اور چیدہ لوگونکی ایک خاصی جماعت تھی لیکن بوجہ کمی تعداد کے ان لوگون کو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرنے اور اُنکے عزیزون کی ایذارسانی کو اُن سے باز رکھنے کی قوت نہ تھی اسلئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ترک وطن کیا۔ اور اُنکے اصحاب بھی اُنہی کے ساتھ ساتھ ہمارے شہر یثرب مین چلے آئے۔ ہم لوگون نے نہایت عزت و اکرام سے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکے مہاجر اصحاب کی خاطر و مدارات کی۔ اور بہت امن و آسائش سے اُنہین اپنے یہان جگہ دی۔ اس عظیم الشان شرف کے حصول سے ہمین جسقدر سرور حاصل ہوا اسکا اندازہ تم اسی بات سے کرسکتے ہو کہ ہم لوگ اُنکے جان نثار بنگئے ہین۔

تمکو اسبات کا بھی علم ہوگا کہ مدینہ مکے اور ملک شام کی راہ مین واقع ہے۔ جو شخص تجارت یا سفر کی نیت سے ملک شام سے مکے آنا چاہے یا مکے سے ملک شام جانا چاہے وہ ضرور ہے کہ مدینہ کے قریب ہوکر گذرے"۔

چنانچہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانیکے بعد ہی اپنے اصحاب اور متبعین کو فراہم کرنا شروع کیا جو کہ مہاجرین یعنے اُنکے ساتھ ترک وطن کر کے آنیوالے اور مدنی جو اُنکے معین و ناصر بنے تھے اور انصار کے لقب سے ملقب ہوئے تھے اس جماعت کو ہمراہ لیکر جہاد کے لئے نکلا کرتے یا خود مدینہ میں رہتے اور کسیکو جماعت پر سردار بنا کر کسیطرف روانہ کر دیتے چنانچہ جب وقت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملتی کہ قریش والوں کا کوئی قافلہ ملک شام سے واپس آرہا ہے اور اُسکے ساتھ مال و اسباب تجارت ہے تو وہ اپنے لوگوں کے ساتھ اُس قافلہ کو لوٹ لینے کیلئے نکلتے تھے۔ اور اسطرح جسقدر مال و متاع حاصل ہوتا اُسے اپنے ہمراہیوں پر بحصہ رسد تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

تینتالیسواں باب ۴۳

غزوۂ بدر کبرٰی[1]

ہجرت کے دوسرے سال بدر کبرٰی کا واقعہ ہوا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ ابوسفیان بن حرب خاندان قریش کا نامور شخص اور اُنکا اعلیٰ سردار ملک شام سے مال تجارت لئے ہوئے آرہا تھا۔ اُسکے ساتھ تیس یا چالیس قریشی جوان تھے جو سب دشمنان اسلام تھے منجملہ اُنکے عمرو بن العاص بھی تھے۔ یہ بدر کے کنوئیں ایک منزل (پڑاو) پر تھے۔ جہاں ملک شام سے آنیوالے قافلے پانی پینے اور آرام کرنیکو ٹھہرا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ابوسفیان کے اس مقام سے ہوکر گذرنیکی خبر سنی تو ہم لوگوں سے اُنپر چھاپہ مارنیکے لئے نکلنے کا مشورہ کیا۔ ابوسفیان نے اس بات کی خبر پاکر اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو مکہ روانہ کر دیا تاکہ وہ قریش کے لوگوں کو اپنے مال و متاع کی حفاظت کیلئے بدر کے کنوؤں پر لے آئے۔ چنانچہ وہ شخص مکہ پہونچا اور فریادیوں کی صورت بنا کر (اونٹ کی کونچیں کاٹ کر اور اُسکے ساز کو اُلٹا رکھ کے اپنے کپڑوں کی دھجیاں اُڑا کر منہ پیٹتے ہوئے) چیخنے لگا۔ "قریش والو فریاد ہے!

[1] سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ گویا اچھا خاصہ لوٹیروں کا گروہ تھا۔ یہاں پر ہمارے مہربان" علامہ جرجی زیدان" مصنف فتاۃ غسان نے یورپ کے مصنفوں کا وتیرہ اختیار کیا ہے۔ یعنی "افترا پردازی"۔ تاریخ کے بوسیدہ اوراق اس امر کا ہرگز پتہ نہیں دیتے کہ جناب سرور کائنات (روحی فداہ) نے کبھی لوٹ مار کی غرض سے ملک شام سے آنیوالے یا وہاں جانیوالے مکے کے قافلوں پر حملہ کیا ہو۔ یہ امر شان نبوت کے خلاف تھا۔ جب کبھی قریش برسر پرخاش اور خود لڑائی پر آمادہ ہوکر نکلا کرتے تھے تو مسلمان بھی ڈیفینس (مدافعت) کو نکلا کرتے تھے۔ اور فتح پانے کیصورت میں مال غنیمت رفقاء پر تقسیم کرتے تھے۔ اِن عیسائی مصنفین کی ماخذ کتابیں اور تاریخیں ہماری ہمکلامی کر رہی ہیں۔ ہمارا اعلانیہ دعویٰ ہے کہ عیسائی مصنف فتاۃ غسان" اپنے دعوی کا ثبوت نہیں دیسکتا۔ اسکے لئے ہر اسلامی تاریخ کھولکر دیکھی جاسکتی ہے۔ (مترجم)

دہائی ہے !! ابوسفیان تمہارا مال ومتاع لئے آرہا ہے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مع اپنے ساتھیوں کے اسے روکنے کو چلے ہیں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اب ابوسفیان کس آفت میں ہوگا۔ شاید دشمنوں نے اسے گھیر لیا ہو۔ فریاد ہے! فریاد ہے!!" قریش کے تمام لوگ یہ فریاد سنکر بہت تیزی کے ساتھ تیار ہوگئے انکے معزز لوگون مین سے سوا اُن لوگون کے جو چلنے سے عاجز تھے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جو باوجود قوت اس جنگ مین شرکت کو نہ گیا ہو۔ جسقدر آدمی لڑائی کیواسطے چلے تھے اُنکی تعداد ایک ہزار تھی۔ جنکے پاس سو گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے۔ اس کثیر التعداد غنیم کی جماعت کا مقابلہ کرنیکے لئے ہمارے (مسلمانون کے) پاس صرف تین سو سے کچھ زائد جنگ آور تھے۔ اور سامان مین محض ستر اونٹ اور دو گھوڑے۔ ہماری جماعت مدینہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشروی مین روانہ ہوئی۔ یہانتک کہ ہم لوگ ایک مقام پر پہونچے جسکا نام صفرا تھا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام سے چند لوگون کو روانہ کیا تاکہ وہ جاکر ابوسفیان کے حالات کی جستجو کرین۔ اُنہون نے آکر خبر دی کہ وہ بدر کے قریب آگیا ہے یہ بات معلوم کرکے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کو اکٹھا کیا اور مشورہ کرنیکا ارادہ ظاہر کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غنیم کی قوت کا اندازہ کرلیا تھا اور ہمین اس سے خبردار کرکے فرمایا:- "تم لوگ کیا کہتے ہو۔ آیا ہم دشمنون سے لڑین؟ یا واپس جائین؟"۔ ہم لوگون نے ایک زبان ہوکر جواب دیا "جس ذات نے آپکو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اُسی کی قسم کھاکر ہم عرض کرتے ہین کہ اگر آپ ہمین دریا مین گھس پڑنے کا حکم دین تو ہم اسمین کود پڑینگے۔ اور آپکا ساتھ دینے سے باز نہ رہینگے۔ ہم اس بات سے ذرا بھی نہین ڈرتے کہ کل ہم سے اور غنیم سے جنگ ہوگی ہونے دیجئے۔ شاید خداوند پاک ہماری جان نثاری کے جوہر آپکے روبرو عیان فرمائے۔ اور آپ ہماری سرفروشی دیکھکر شادمان ہوجائین۔ بہرحال ہم لوگ جان بازی کو آمادہ ہین۔ آپ خدا کا نام لے کر آگے بڑھین"۔

چنانچہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کی یہ گفتگو سنکر نہایت مسرت ظاہر کی اور انکی تعریف فرماکر آگے بڑھے۔ ہم سب لوگ حضور کے ساتھ ساتھ تھے۔ ابوسفیان کو اس اثنا مین فریب و رچالبازی کا موقعہ ہاتھ آگیا تھا۔ اسلئے وہ کنوؤن کے پاس داہنی جانب سے ہوکر آگے بڑھ گیا۔ اور تمام قافلے کو صاف بچا لیگیا۔ ابوسفیان قریش کے جنگ آورون سے جحفہ کے مقام مین ملا اور اُنکے اشراف (سردارون) سے کہنے لگا کہ:- "قافلہ اور تمام سامان تمہارے سامنے موجود ہے۔ یہ اب خطرہ سے بچ آیا ہے اسلئے بہتر ہوگا کہ تم لوگ مکہ کو واپس چلے چلو"۔ قریش کے ممتاز لوگون مین ایک شخص ابوجہل (لعنۃ اللہ علیہ) نامی تھا اُس نے واپس جانیسے انکار کیا اور کہا کہ "ہم لوگون کو بدر کے کنوؤن پر چلنا ضرور ہے"۔ آخر وہ لوگ آگے بڑھے اور اس وادی کے نزدیک آ گئے۔ ہم لوگ کنوؤن تک پہونچنے کا قصد کرکے پہلے ہی چل چکے تھے۔ اور وہان پہونچکر اپنے خیمے لگا چکے تھے تاکہ

دشمنون کو پانی پر قابو نہ پانے دین۔ جب ہم سب قیام کر چکے تو انصار کے سردار سعد ابن معاذ نے حضور انور[ص] کے روبرو جاکر عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم آپکے لئے کھجور کی شاخون سے ایک سائبان (مچان) بنا دین آپ اُسکے سایہ مین آرام فرمائین۔ اور آپکی سواریان بھی اسی جگہ موجود رہین۔ پھر ہم غنیم کے مقابل ہون۔ اگر خدائے پاک ہمکو عزت و نصرت بخشے اور ہم اُسپر فتحیاب ہون تو یہ ہماری عین تمنا ہے ورنہ دوسری صورت پیش آنے پر آپ سوار ہوکر مدینے مین ہماری قوم والون سے جا ملینگے جو ہم سے پیچھے رہ گئے ہین۔ وہ بہ نسبت ہمارے آپکے زیادہ جان نثار ہین۔ اگر انہین یہ گمان ہوتا کہ آپ کو ایسی سخت جنگ کا سامنا کرنا ہوگا تو وہ بغیر ساتھ آئے نہین رہ سکتے تھے۔ خداوند پاک انہین آپکا دست و بازو بنائے۔ وہ آپکے دلی ہوا خواہ رہین۔ اور آپکے ساتھ ہوکر خدا کے دشمنون سے لڑنے پر کمربستہ رہین" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سعدؓ کی ہمت و اخلاص کی تعریف فرمائی اور سعدؓ نے سائبان تیار کر دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نے قریش والونکی آمد آمد کا حال اُس اُٹھتی ہوئی گرد سے معلوم کیا جو دامن صحرا سے اُڑتی آتی تھی۔ قریب آنے پر اُنکے پیاہی اور شہسوار ہمارے سامنے تھے جو سامان حرب و ضرب سے خوب آراستہ اور بھی بنے ہوئے آ رہے تھے۔ اُنکے امیر خوق البطرک اور اعلیٰ درجے کے لباس پہنے ہوئے آگے آگے آتے تھے۔ یہ لوگ بڑے مالدار اور نشۂ دولت مین چور تھے۔ ہمارے مقابل صف بستہ ہونیکے بعد اُنہون نے اپنی جماعت مین سے ایک شخص کو ہماری قوت کا اندازہ کرنیکی نیت سے بھیجا۔ وہ آدمی ہماری صفون کے روبرو تھوڑی دیر تک گھوڑا دوڑا کر واپس گیا۔ اور اُنہین ہماری تعداد کی کمی سے آگاہ کیا۔ پھر وہ لوگ دیر تک باہم مشورہ کرتے رہے بعضون کی رائے واپسی کی تھی۔ اور چند لوگ جنگ و پیکار کے خواہشمند تھے۔ وہ اسی تذبذب مین دیر تک مبتلا رہے۔ کہ آیا حملہ کرین یا مکے کو واپس جائین کیونکہ پانی پر ہمارا قبضہ تھا۔ اگر وہ دیر لگاتے تو پیاسے مرتے لیکن چونکہ اُنکی تعداد کثیر تھی اسلئے اُنہین واپس جانا ناگوار ہوا۔ اور وہ حملہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ چند آدمیون نے ایک ایک کرکے مبارز طلبی کی۔ ہم نے اُنکا بہت خوبی کے ساتھ مقابلہ کرکے اُنکے معزز لوگون مین سے کئی شخصونکو قتل کر ڈالا۔ جس سے وہ لوگ جوش مین آکر جنگ مغلوبہ پر آمادہ ہوئے۔ اور ایکبارگی ہماری صفون پر ٹوٹ پڑے ہم لوگون نے یہ ہوشیاری کی کہ صرف دو چار صفونکو جنگ مین اُلجھایا اور باقی لوگون کو اپنی جگہ پر قائم رکھا تاکہ جب یہ لڑنیوالے تھک جائینگے تو تازہ دم صفونکو لے کر حملہ کرینگے۔ دونون جانب کے لوگ باہم ملگئے تھے اور قتل و خون کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ اُس دن کی سختی ہمکو کبھی فراموش نہین ہو سکتی کیونکہ مسلمان اپنی کمی کے سبب سے ڈر رہے تھے۔ مین نے خونریزی کا بازار گرم ہونیکی حالت مین اپنے کانون سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے سُنا تھا کہ "خدایا! اگر یہ چھوٹی سی اسلامی جماعت ہلاک ہو گئی تو روئے زمین پر تیری خالص عبادت کرنیوالا کوئی نہ رہیگا۔ خدایا! تو نے مجھسے جو امداد کا وعدہ فرمایا ہے اُسے پورا کر" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے جاتے تھے اور اپنے ساتھیون کیجانب بنگاہ غور دیکھ رہے تھے۔ مین نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دعا کے الفاظ کا ادا ہونا اپنے کانون سنا

اور اسکی وجہ یہ تہی کہ مین سعد بن معاذ کے ساتھ انصار کے اُس گروہ مین موجود تھا جو حضور انور (روحی فداہ) کی حفاظت کر رہا تھا۔ اور سائبان کے دروازہ پر تیغ بکف استادہ تہا۔ مسلمانون کی قوت بازو اور اُنکے مشرکون کو قتل و اسیر کرنیکی حالت دیکھکر ہمارا دل باغ باغ ہوا جاتا تہا۔ اور خصوصاً قریش والون کے اعلی سردار ابو جہل کو خاک و خون میں غلطان دیکھکر ہماری مسرت کی کوئی حد نہ رہی تہی۔ یہ شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا بڑا سخت دشمن تہا۔ اُسکے علاوہ قبیلہ قریش کے دوسرے امرا کو بہی مقتول دیکہا گیا جنمین حنظلہ بن ابی سفیان۔ شیبہ۔ عتبہ۔ اور امیہ بن ابی خلف وغیرہ مشرکین کے بڑے بڑے سرگروہ شامل تھے۔ اس میدان میں مسلمانون مین سے حمزہ بن عبد المطلب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا نے خوب خوب جوہر جوانمردی دکھائے۔ وہ دشمنو کی صفون مین گہس گہس کر انہین درہم و برہم کر رہے تھے اور اپنے سینہ مین بطور امتیازی نشان کے ایک شتر مرغ کا پر ٹانکے ہوئے تہے۔

مسلمانون کی جرأت و مردانگی کے جیسے جیسے تماشے اُسدن دیکھنے مین آئے پھر اُس قسم کی باتون کے دیکھنے کا بمشکل موقعہ ملیگا۔ منجملہ اُن واقعات کے سب سے بڑھکر دردناک واقعہ یہ تھا کہ "معاذ بن عمرو بن جموح نے مذکورہ بالا ابی جہل پر حملہ کیا جو بہت سے لوگون کے حلقہ مین کہڑا تہا اور تمام صفونکو چیرتے ہوئے اُسکے پاس پہونچکر تلوار کا ایک وار کیا جو ابی جہل کی پنڈلی پر پڑا۔ اس حالت کو دیکھکر عکرمہ بن ابی جہل نے معاذؓ پر حملہ کیا اور اُنکے شانہ پر ایسی کاری تلوار ماری کہ انکا ایک ہاتھ بالکل جہول گیا صرف ایک کھال کا تسمہ لگا رہگیا تہا اور وہ ہاتھ اُسی طرح بدن سے لٹکا ہوا تھا۔ معاذؓ تمام دن اسی حالت مین کفار سے لڑتے رہے۔ انکا ہاتھ لٹکتا جاتا تہا اور وہ بے پروائی کے انداز سے اُسکا کچھ خیال نہین کرتے تہے۔ ہم دیکھنے والونکو رقت ہوتی تہی اور ایسا معلوم ہوتا تہا کہ گویا خود ہمارا ہاتھ جہول رہا ہے۔ مگر اُنہیں کوئی اسکا احساس تک نہ تہا بلکہ پہلے سے زیادہ سختی کے ساتھ مشرکین پر حملہ کرتے جاتے تہے۔ آخر جب اُنہین لٹکتے ہوئے ہاتھ کیوجہ سے لڑنے مین تکلف ہونے لگا تو انہون نے اُسے اپنے پیر کے نیچے دباکر زور کر کے علیحدہ کر دیا اور پھر لڑنے مین مصروف ہو گئے۔ اس لڑائی مین جو مشرک آئے تہے منجملہ اُنکے عباسؓ بن عبد المطلب بہی تہے جنکو اسوقت تک قبول اسلام مین تردد تہا۔ اور مجبوراً قریش والون کے ساتھ بیدلی سے شریک جنگ ہوئے تہے جنگی قیدیونکو ضمن مین وہ بہی پکڑ لئے گئے۔ مگر بہت جلد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکے رہا کر دینے کا حکم صادر فرما دیا۔

یہ خونریزی کا منظر بہت دیر تک قائم نہ رہ سکا اسلئے کہ مشرکون نے ہزیمت اُٹھائی۔ اُنکے قدم اُکھڑ گئے اور وہ مسلمانون کے مقابلے سے جان بچا کر بہاگ نکلے اس ہزیمت کی حالت مین ہم نے اُنکے بہت سے آدمی گرفتار کر لئے۔ اور جنگ کا خاتمہ ہمارے موافق رہا۔ فتح و نصرت مسلمانون کے شامل حال ہوئی۔ تو حضور اطہر صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مقتول مشرکون کی لاشین حاضر کیجائین۔ مسلمان کفار کی لاشین کھینچ کھینچکر لے آئے۔ اور چشم زدن مین لاشون کا ایک انبار لگا دیا۔ جسمین چیدہ چیدہ امرائے قریش کی لاشین بہی تہین اور انہی لاشونکا باقیماندہ حصہ تم نے

آجکی رات کنوؤن کے اندر دیکھا ہے۔ اِن مراتب سے فراغت کر کے مال غنیمت جمع کیا گیا اور تمام مسلمانوں مین تقسیم ہوا۔ فتح وظفر کی خوشخبریان مدینہ کو اور تباہی وبربادی کی خبرین مکہ کو گئین۔ یہ معرکہ ایسا سخت ہوا کہ اس نے مشرکین قریش کی کمر توڑدی۔ اس معرکہ مین اسلام کے بہت سے سخت دشمن مارے گئے جنکی قوت وشوکت سے مشرکین بازو قوی رہتے تھے منجملہ اُن دشمنان دین کے ایک شخص ابولہب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چچا بھی تہا یہ شخص بوجہ پیرانہ سالی لڑائی مین شریک نہین ہوسکا تہا لیکن جب اُسے قریش والوں کی تباہی اور بربادی کی خبر ملی اسکو نہایت صدمہ گذرا اور اُسکے دل پر ایسی سخت چوٹ ہوئی کہ صرف نو دن مین مرگیا۔

اس معرکہ کے بعد سے قریش کا سردار ابوسفیان ہوا۔ جسکا مین نے ابھی ذکر کیا ہے۔ یہ بہت نامور تاجر اور مالدار شخص ہے اور اکثر ملک شام کو جایا کرتا ہے۔ شاید تم نے بھی اُسے دیکھا ہوگا"۔

سلمان "جی ہان۔ مین نے اُسے کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ وہ نہایت نامی آدمی ہے"۔

ابوسعید۔ "اور اب تم مکہ ہوتے اُسے پھر دیکھو گے۔ کیونکہ ابھی چند ہفتہ ہوئے وہ مکہ مین واپس آگیا ہے"۔ ابوسفیان کا نام سُنکر حماد اور سلمان کو امیر عبداللہ کے اُسکے پاس موجود ہونیکا خیال گذرا۔ مگر انہون نے اپنے شیر بی دوست پر اس امر کا ظاہر کرنا مناسب نہ سمجہا۔

ابوسعید (سلسلہ کلام جاری رکہکر) "اور اس معرکہ کے بعد اسے بدر کے کنوئین لوگون نے چہوڑ دیئے۔ کیونکہ انہین لاشین ڈالدی گئی تہین جنکے سڑ جانیکے باعث اُنکا پانی پینے کے قابل نہین رہا تہا۔ پھر رفتہ رفتہ بالکل پٹ گئے اور وہان کا سالانہ میلہ بھی اُسی وقت سے بند ہوگیا۔

اِن کنوؤن کا قصہ یہ تہا جو مین نے تمکو سنادیا۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہین وہان کسی درندہ جانور سے سابقہ نہین پڑا۔ خدا نے بڑی خیر کی۔ اب تم آج رات کو یہین آرام کر کے کل سویرے میرے ساتھ مدینہ چلو اور ایکدن وہان قیام کر کے ایک قافلہ کے ساتھ جو مکے جانیوالا ہے روانہ ہوجانا۔ آئندہ تمہاری مرضی ہے۔ مین نے دوستانہ صلاح دیدی"۔

حماد کو اس چند روز کے رفیق کی اسقدر مہربانی اور خلق ومروت دیکھکر نہایت حیرت ہوئی اور وہ تہ دل سے اسکا مشکور ہوکر کہنے لگا کہ "ہم آپکی عنایتوں کا جسقدر شکریہ ادا کرین وہ کم ہے۔ خداوند پاک آپکو جزائے خیر دے آپکے عمدہ برتاؤ کا مقتضا تو یہ تہا کہ ہم آپکے بندۂ بے دام بنجاتے اور آپکے حکم کو بسر وچشم بجالاتے لیکن ہمین مکے جانیکی عجلت ہے تاکہ ہم ابوسفیان سے جا کر مل سکین اور وہ ہمارے پہونچنے سے پیشتر کہین اور نہ چلے جائین اسلئے مجبوری ہے"۔

ابوسعید "شاید تم اُسکے ساتھ تجارت کے معاملات مین کوئی تعلق رکھتے ہو۔ بیشک ملک شام کے تاجرون سے

اسکے وسیع تعلقات کا علم مجھے بھی ہے"۔
سلمان۔"جی نہیں۔تجارت کے معاملات سے ہمیں کیا سروکار۔ہم تو اپنے ایک دوست کی تلاش میں جاتے ہیں جو بیت المقدس سے ابوسفیان کے ساتھ مکہ آیا ہے"۔
ابوسعید۔"خیر کچھ بھی سہی۔میں تمہیں ایک اور نصیحت کرتا ہوں اسپر عمل کرنیسے تم بہت امن و امان میں رہوگے"۔
سلمان۔"بہت بہتر۔آپ کی عنایت کا ہم کہاں تک شکریہ ادا کریں"۔
ابوسعید۔"سنو! تم لوگ کسی سلمان کے سامنے ابوسفیان کا نام کبھی نہ لینا ورنہ سخت آفت میں پڑجاؤگے۔ اور اگر کہیں اسکے ساتھ کسی قسم کے تعلقات کا اظہار کردیا تو تمہاری جان بچنا مشکل ہوجائیگی۔
حماد اور سلمان نے اسکی اس مخلصانہ نصیحت پر شکرگزاری کے ساتھ عمل کرنیکا وعدہ کیا اور اسکے بعد دونوں سونیکے ارادے سے لیٹ رہے۔

چوالیسواں باب

بکر اور خزاعہ

شام کا وقت بھی کیسا پیارا وقت ہوتا ہے جب آفتاب کی سنہری کرنیں ہر چیز پر پڑکر ایک دلفریب نظارہ پیش کردیتی ہیں۔اور ہرے ہرے درختوں کی چوٹیاں اور سرسبز پہاڑوں کی بلندیاں سنہرے رنگ میں نظر آتی ہیں مرغان خوش الحان ادھر ادھر آب و دانہ کی تلاش میں پھرکر اپنا پیٹ بھر لینے کے بعد سیر کرنیکے لئے اڑتے پھرتے ہیں اور اپنی دلکش بولیاں بولکر قوت سامعہ کو اپنی جانب متوجہ کرلیتے ہیں۔تھکے ماندے مسافروں پر قطع مسافت کرنیکے بعد منزل پر پہونچتے اور کمریں کھولکر شب باشی اور آرام لینے کی فکر میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ٹھیک ایسا ہی وقت ہے کہ ایک پہاڑ کے خوشنما دامن میں دور تک سبزہ زار لہلہا رہا ہے۔وسط مرغزار میں ایک عظیم الشان تناور درخت کھڑا ہے۔جسکے نیچے شیریں پانی کا چشمہ منزل کے تھکے ہوئے مسافروں اور پیاسوں کو اپنی روانی دکھا کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔جو لوگ مدینہ سے مکے کو جایا کرتے ہیں انکے واسطے یہ منزل جنت کا نمونہ ہے۔غروب آفتاب کے قریب چند مسافر اس درخت کے نیچے آتے اور کمریں کھولکر قیام کا انتظام کرتے ہیں۔یہ کون ہیں؟ وہی حماد اور سلمان اور انکے دونوں ملازم۔
نوکروں نے جلد جلد لکڑیاں چنکر آگ روشن کی اور کھانا پکاکر اپنے آقا کو کھلایا۔کھانیکے بعد سلمان اور حماد نیند کے

انتظار مین باہم اِدہر اُدہر کی باتین کرنے مین مصروف ہوگئے۔ رات کا ایک چوتھائی حصہ گذرگیا لیکن انکو نیند نہ آنا تہی نہ آئی۔ اب اُنہون نے ارادہ کیا کہ لیٹ رہین تو شائد نیند آجائے۔ اِس قصد سے دونون خادمونکو باری باری جاگتے رہنے اور حفاظت کرنیکی ہدایت کرکے سونیکے ارادہ سے بستروں پر لیٹ گئے۔ اور آنکھین بند کرلین۔ قاعدہ ہو کہ جب نیند اُچٹ جاتی ہے تو ہزار بن بن کر لیٹئے مگر نیند نہین آتی ہے۔ خیر مشکل سے دوچار کروٹین لینے پر اُنہین نیند آئی تہی کہ سلمان پہر چونک پڑا۔ اور دور سے کچھ شور وغل کی آوازین سنکر زمین سے کان لگا کے آہٹ لینے لگا۔ اُسے معلوم ہوا کہ مکے کیطرف سے چند سوار تیزی کے ساتھہ اِدہر آرہے ہین جنکے گھوڑونکی سمونکی آواز محسوس ہورہی ہے۔ سلمان کو اسبات کا علم ہوگیا کہ یہ آنیوالے ضرور اسی چشمہ پر آکر قیام کرینگے۔ اور ممکن ہے کہ انکو آنے سے ہمین دقت کا سامنا ہو۔ اس خیال کے دل مین آتے ہی اُس نے حماد کیطرف دیکہا۔ مگر وہ جوانی کی نیند کے مزے لے رہا تہا۔ سلمان سوچنے لگا کہ کیا کرے۔ آیا حماد کو جگادے یا سوتا رہنے دے۔ ابہی وہ کوئی قطعی فیصلا سبات کی متعلق نہین کرچکا تہا کہ حماد کی آنکہ خودبخود کھل گئی۔ اور سلمان کو بیٹہا دیکہکر گہبراکر اُٹھ بیٹہا اور پوچہنے لگا کہ:۔ "سلمان! کیا بات ہے؟"۔

سلمان۔ "مین آپ کو جگانا چاہتا تہا لیکن اب آپ خود اُٹھ بیٹھے ہین"۔

حماد۔ "کیون؟"۔

سلمان۔ "مکے کیطرف سے چند آدمیون اور گہوڑونکے آنیکی آہٹ آرہی ہے۔ مجھکو یہ ڈر ہے کہ کہین یہ لوگ کسی جنگ کیلئے نہ جاتے ہون۔ اور ہمین بہی ضرر پہونچائین"۔

حماد۔ "پہر تمہاری کیا رائے ہے؟"۔

سلمان۔ "رائے یہ ہے کہ ہم اُن سے کوئی ایسی بات کہین جسکے سبب سے ہمکو پناہ اور نجات مِل سکے آپ کا کیا خیال ہے؟"۔

حماد۔ "تمہاری کیا رائے ہے؟"۔

سلمان۔ "گمان غالب ہے کہ یہ لوگ جو مکے سے آرہے ہین جدید نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانیوالون مین سے نہین ہونگے۔ وہ کسی جنگ یا مخبری کی غرض سے مدینہ جارہے ہونگے۔ اسلئے چونکہ وہ مسلمانون کے دشمن ہونگے ہمین لازم ہے کہ ہم اسلام کے معاملہ سے بالکل انجان بنکر یہ کہدین کہ ہم خانہ کعبہ کی زیارت کو جارہے ہین"۔

حماد۔ "کعبہ کی زیارت! اسکے کیا معنے؟! ہمارے مذہب مین اسکا کہین نام ونشان بہی نہین ہے"۔

سلمان۔ "کعبہ کے سفر کو اسکی زیارت کی ارادہ سے اختیار کرتے ہین۔ اور مختلف مذہبون اور مشربونکے آدمی اطراف عالم سے وہان آتے رہتے ہین۔ اگر ہم بیان کرینگے کہ ہم مسافر ہین اور خانہ کعبہ کی زیارت کو جاتے ہین تو وہ لوگ

ہم سے بدظن نہ ہو نگے "۔
حماد - " جو مناسب سمجھو کرو - اور تم ہی بات چیت کرنا - میں ہان میں ہان ملا دونگا "۔ انکی گفتگو ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ انکے نوکروں میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر انہیں اطلاع دی کہ " آنیوالوں کی جماعت پاس آگئی ہے اور اسی چشمہ کیطرف آرہی ہے "۔ سلمان اور حماد اسیطرح اپنے مقام پر بیٹھے رہے اور آنیوالوں کے منتظر ہو گئے - انہوں نے اپنے الاؤ کو اور بھی بھڑکا دیا جسکا اُجالا دور دور تک پھیل گیا - تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک نقاب پوش سوار چشمہ کے کنارہ پر آپہونچا اور اُس مقام پر آگ روشن دیکھکر اُسکے قریب آکر حماد و سلمان سے پکار کر کہنے لگا کہ :- " یہان کون لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں ؟ "۔
سلمان - " بنی لخم کے عرب - اور تم کون ہو ؟ "۔
سوار - " ہم بنی خزاعہ کے عرب ہیں - تم اسجگہ کیوں آئے ہو ؟ "۔
سلمان - " بیت الحرام کی زیارت کے لئے آئے ہیں "۔
سوار - " تمہارا گذر مدینہ میں بھی ہوا ہو گا ؟ "۔
سلمان - " بیشک - مگر ہم شہر کے اندر نہیں گئے "۔
سلمان کی بات پوری بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ اُس سوار کے ساتھی بھی آپہونچے - جنمیں چند سوار تھے اور بعض پیدل - اور یہ جماعت پانی کے نزدیک آگئی تھی - سلمان نے غور سے اُنکی تعداد معلوم کرنیکے لئے نگاہ کی تو اُسے معلوم ہوا کہ یہ جماعت تقریباً چالیس آدمیوں کی ہے - جنکے آگے آگے ایک شخص عمدہ اور بیش قیمت لباس پہنے آرہا ہے - اندھیرے میں سلمان اُس شخص کو پہچان نہ سکا - مگر قرینے سے سمجھ گیا کہ ان لوگوں کا افسر وہی ہے کیونکہ اس شخص نے اپنے ہمراہیوں کو اُسی درخت کے قریب اپنا خیمہ نصب کرنیکا حکم دیا تھا جسکی تعمیل ہو رہی تھی سلمان کو خیال آیا کہ اِن لوگوں کی حالت انکے سردار سے دریافت کرنا مناسب ہو گا - اس خیال سے اس نے اُسکے قریب جاکر سلام کیا - سردار قوم حیرت سے جواب دیکر پوچھنے لگا کہ " ہمارے بدرقہ نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ تم لوگ لخمی عرب ہو - کیا تم ملک عراق سے آرہے ہو ؟ "۔
سلمان - " ہان جناب ! "۔
سردار قوم - " میرا تو خیال ہے کہ عراق کے لخمی عرب مسیحی مذہب کے پیرو ہیں ؟ "۔
سلمان - " صحیح ! اور ہم بھی عیسائی ہیں "۔
سردار قوم - " پھر تم یہ کیونکر بیان کرتے ہو کہ ہم بیت الحرام کی زیارت کو آئے ہیں - نصاریٰ تو بیت المقدس کی زیارت کو جاتے ہیں "۔

سلمان۔ (حیرت سے ششدر ہو کر کسی قدر سکوت کے بعد) "مگر کیا اگر ہمارے خانہ کعبہ کی زیارت کرنا چاہیں تو انہیں روکا جاتا ہے؟"

سردار قوم "نہیں میرا یہہ مقصد نہیں تہا سوہان تو تمام دنیا کے لوگ مختلف مذہب وملت کے آتے ہین لیکن نصاریٰ کو بہت کم آتے دیکہا ہے۔ اور اس سے زیادہ یہ کہ اب تو حج کا وقت بہی نہین ہے تم سچ بتاؤ یہان کیون آئے ہو؟"

سلمان۔ (دل کو مضبوط کر کے) "ہماری حالت مین کوئی ایسی بات نہیں ہے جسکے بیان کرنے سے ہم ڈرتے ہون۔ البتہ چونکہ مین نے تمہاری تعداد زیادہ دیکہی۔ اور مجہکو تمہاری طرف سے اندیشہ ہوا اسلئے جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ تم کون ہو ہم اپنی سچی حالت بیان کرنے سے ڈرتے ہین"

سلمان اور خزاعی سردار سے یہ باتین ہو رہی تہین کہ اسی اثنا مین اُس سردار کے ایک ساتہی نے آکر اسکے خیمہ کے نصب ہو جانے کی اطلاع دی۔ جسکو سُنکر سردار سلمان سے کہنے لگا کہ "آپ کا دل چاہے تو ہمارے ساتہ کہانے مین شریک ہو جئے۔ اور وہین ہم پوری طرح گفتگو کرینگے۔ مین سفر کی تکان سے چور ہو رہا ہون اور آرام لینے کا خواہشمند ہون"

سلمان "خیر کیا مضایقہ ہے کل صبح کو پہر باتین ہونگی"

خزاعی سردار "بہتر ہے" یہہ کہکر وہ تو خیمہ کی طرف چلا گیا۔ اور سلمان اپنے آقا کے پاس واپس آیا جو اسکے انتظار مین بستر پر بیٹہا ہوا تہا۔ اور سلمان کی صورت دیکہتے ہی کہنے لگا۔ "کہو کیا خبر لائے ہو؟" سلمان ساری باتین سُنا کر کہنے لگا کہ "اب کل صبح کو پوری کیفیت دریافت کرونگا"

اسکے بعد یہہ سب لوگ سو رہے مگر دلون سے کہٹکا دور نہین ہوا تہا اسلئے سونے کا لُطف نہ آیا صبح ہوتے ہی سلمان ان لوگون کے خیمہ کے قریب گیا اور انکی حالت کو بہ نگاہِ تامل دیکہکر معلوم کر لیا کہ ان مین بہ نسبت پیدلون کے سوارون کی تعداد زیادہ ہے اور انکی حالت اور پوشاک سے جان گیا کہ وہ سب ملک حجاز کے رہنے والے ہین۔

تہوڑی دیر تک ان کے بارہ مین غور کر کے اُس نے یہہ رائے قایم کی کہ کل شام کو جس شخص سے باتیں کر رہا تہا اُسی کے پاس پہر چلنا چاہئیے۔ اور اس مرتبہ اپنے آقا حماد کو بہی اس سے ملانیکے لئے ساتہ لے لینا چاہئیے چنانچہ وہ حماد کو لیکر اُس طرف روانہ ہوا خیمہ کے قریب پہونچکر صاحب خانہ سے حاضری کی اجازت طلب کی جسکے حاصل ہونے پر دونون اندر چلے گئے۔ حماد اور سلمان خیمہ مین داخل ہوئے تو انہون نے دیکہا کہ صاحب خانہ ایک مسند پر بیٹہا ہوا سر جہکائے کسی معاملہ مین غور کر رہا ہے۔ وہ سلمان کو دیکہتے ہی کہڑے ہو کر مزاج پرسی کرنے لگا۔ سلمان اسکا شکریہ ادا کر کے کہنے لگا کہ "ہم نے اس وقت آپ کو بہت تکلیف دی۔ اور آپ کے اوقات مین مخل ہوئے۔ مگر مین

اپنے آقا کو آپ سے ملانے لایا ہون " یہ کہکر وہ حماد سے ذرا پیچھے ہٹکر بیٹھہ گیا۔ صاحب خانہ نے یہ معلوم کرکے کہ حماد اُسکے دوست کا آقا ہے خاص اعزاز کے ساتھہ اُسے اپنے برابر مسند پر بٹھالیا اور سلمان سے متوجہ ہوکر کہنے لگا کہ " یہ صاحب بھی عراق کے رہنے والے معلوم ہوتے ہین "۔

سلمان " صحیح - یہ ملک عراق کے ایک نامی امیر ہین۔ اور مین انکا خادم ہون۔ کیا مین آپ کا نام معلوم کرنے کی عزت حاصل کرسکتا ہون "؟۔

صاحب خانہ " میرا نام عمرو بن سالم خزاعی ہے۔ مین بنی کعب کے خاندان سے ہون۔ اور قبیلہ خزاعہ[۱] کی ایک جماعت کے ساتھہ مدینہ جارہا ہون "۔

سلمان " شاید جناب کا دولت خانہ شہر مکہ مین ہے "؟۔

عمرو بن سالم " جی غریب خانہ مکے مین ہے۔ اور اسوقت ہم سب ایک ضرورت سے مدینہ کو جارہے ہین۔ کیا آپ لوگ بھی وہین سے آتے ہین "؟۔

سلمان " جی نہین۔ ہم مدینے مین داخل نہین ہوئے لیکن اسکے پاس ہوکر ضرور گذرے ہین "۔

عمرو " کیا اچھا ہوتا کہ آپ لوگ اس شہر مین بھی گئے ہوتے "۔

سلمان کو اُسکے جدید شناسا کی اس آرزو نے حیرت مین ڈالدیا۔ اُسکا خیال تھا کہ مکے کے رہنے والے مدینہ والون کے جانی دشمن ہین۔ اور جب سے جدید نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کے ساتھہ مدینہ مین آرہے ہین ان دونون مقامون کے باشندون مین کشمکش پیدا ہوگئی ہے۔ چنانچہ اسی حیرت کی بنیاد پر وہ کہنے لگا کہ " کیا جناب مجھکو ایک بات دریافت کرنیکی اجازت دینگے جس سے مین اپنا شبہ رفع کرسکون "۔

عمرو " شوق سے فرمائیے "۔

سلمان " آپنے ابھی بیان فرمایا تھا کہ ہم اہل مکہ ہین اور مدینہ کو جاتے ہین۔ مجھے اس بات کی خبر مل چکی ہے کہ مکے اور مدینہ والون مین گہری دشمنی ہے۔ پھر آپکے مدینہ جانیکی وجہ کیا ہے "؟۔

عمرو " آپ صحیح فرماتے ہین۔ مگر یہ بات اور بتائے دیتا ہون کہ مکے کے شہر مین ایک بہت بڑی جماعت مدینہ والون کے طرفدار دلکی بھی موجود ہے۔ یعنے وہ لوگ مسلمان ہین۔ لیکن چونکہ کمزور ہین اسلئے قریش کے بڑے بڑے لوگون کے ڈر سے اپنا اسلام ظاہر نہین کرسکتے۔ کیونکہ اُنہین ڈر رہتا ہے کہ مبادا یہ قریشی کوئی نقصان نہ پہونچائین[۲]۔ اسکے علاوہ چونکہ مین نے آپ سے آپکے صحیح اور اصلی حالات دریافت کئے اور آپنے نہین بتائے۔ اسلئے کیا اب آپ بتائینگے کہ آیا آپ درحقیقت حج کرنے جاتے ہین یا کسی اور نیت سے

[۱] سیرت حلبیہ ۱۲ مصنف۔ [۲] سیرت حلبیہ ۱۲ منہ

مکہ جانیکا ارادہ کیا ہے؟"۔

سلمان۔ "آپکی عنایتون اور مسافر نوازیون نے ہمین اپنا بندہ بنالیا ہے۔ اس لحاظ سے ہمکو اپنا اصلی اور صاف حال آپ سے عرض کرنیمین تامل نہین رہا۔ بلکہ ہمین توقع ہے کہ اگر آپ اسبارہ مین کسی قسم کی مدد دیسکتے ہونگے تو دریغ نہ فرمائینگے"۔

عمرو۔ "فرمایئے۔ میرے جو کچھ امکان مین ہوگا عذر نہ کرونگا"۔

سلمان۔ "جناب جیسا مین نے آپسے بیان کیا ہم لوگ عراق کے رہنے والے ہین۔ یہ میرے آقا (حماد کیطرف اشارہ کرکے) امیر حماد ہین ہم دونون اس غرض سے مکہ جاتے ہین تاکہ انکے والد ماجد امیر عبداللہ کی تلاش کرین جو چند مہینے ہوئے ابوسفیان کے ساتھ ملک حجاز مین آئے ہین۔ کیا آپکو انکا کچھ حال معلوم ہے؟"۔

عمرو۔ "مجھے یاد آتا ہے کہ مین نے ابوسفیان کو اسکے اس سال ملک شام سے واپس آنیکے بعد ضرور دیکھا ہے مگر امیر عبداللہ کی بابت مجھے کچھ علم نہین۔ ممکن ہے کہ وہ ابوسفیان کے ساتھ آئے ہون اور مینے انکو نہ دیکھا ہو"۔

سلمان۔ "کیا اب جناب والا مجھکو اپنے مدینے جانیکی وجہ بتائینگے۔ حالانکہ آپ شہر مکے کے معزز باشندون مین سے ہین۔ مجھے ڈر ہے کہ آپکی اس آمد کے بعد کوئی اس قسم کی جنگ نہ چھڑ جائے جسکی وجہ ہم لوگون کا مکہ مین داخل ہونا ممنوع ہوجائے"۔

عمرو بن سالم۔ "ہمارے مدینے آنیکا اصلی باعث یہ ہے جو مین آپکو بتا چکا ہون کہ ہم لوگ خزاعہ کے قبیلہ مین سے ہین۔ ہمارا قبیلہ ایک دوسرے قبیلہ بنو بکر نامی سے پرخاش رکھتا تھا۔ اور یہ عداوت کبھی کم نہین ہوتی تھی جسکی وجہ سے سلسلہ کشت خون طرفین مین ہوتا رہتا تھا۔ یہانتک کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ اور غزوات کی بنیاد پڑی۔ دو سال کا عرصہ ہوتا ہے اسوقت مسلمان اپنے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مکے کے قریب حدیبیہ نامی ایک مقام مین آئے اور انکا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور حج سے مشرف ہون۔ مکہ والون کو ڈر پیدا ہوا کہ کہین یہ لوگ لڑنیکی نیت سے نہ آئے ہون اسلئے انھون نے مسلمانون کو شہر مین داخل ہونیسے روکدیا۔ جھگڑا ایکبار تو بہت ہوا لیکن آخرکار مسلمانون اور بنو قریش مین ایک صلح و امن کا معاہدہ ہوگیا۔ اور اس عہدنامہ کی رو سے بنو بکر قریش کی طرفداری مین اور ہم بنو خزاعہ مسلمانونکی موافقت مین شمار ہوئے۔ مسلمان تو مدینہ کو واپس چلے گئے اور ہم لوگ اطمینان سے رہنے لگے جبسے یہ سال شروع ہوا ہے ہمکو بنو بکر کے تیور بدلے نظر آرہے ہین انھون نے پھر شرارت شروع کردی ہے۔ ہم لوگون کو ستاتے رہتے ہین۔ اور ہمارے قبیلے کے چند شخصون کو جان سے بھی مار ڈالا ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بنو قریش اپنے حلیف بنو بکر کی مدد کرتے ہین۔ اور انہین شوخی و شرارت کی ترغیب دیتے رہتے ہین۔ ہم نے ان باتون کو عہدنامہ کے توڑنیکا پیش خیمہ سمجھ رکھا ہے اور جو معاہدہ انمین اور مسلمانون مین ہوا تھا اسکے توڑنے کا جرم انپر عاید ہوچکا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ بنو قریش اپنے ہاتھون اپنے پانون مین کلہاڑی مار رہے ہین۔ اب انکی شامت آئی ہے۔ اسوقت تک شہر مکہ امن و امان کی جگہ

رہا ہے۔ لیکن اب قریش والے اُسے مسلمانون کے ترکتاز کا مرکز بنانا چاہتے ہین۔ کیونکہ جس وقت ہمکو اپنے لئے سخت دقتون کا سامنا ہوتا نظر آیا۔ اور قریشی لوگون کو ہم نے بنوبکر کا معاون پایا تو ہم بہی یہ جماعت ساتھ لیکر جناب پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کیخدمت مین ان امور کی اطلاع کرنے چلے ہین اور اُن سے چارہ جوئی کرنے مدینہ جاتے ہین "۔

سلمان "۔ پہر آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ باتین سُننے کے بعد پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا کرینگے؟"۔

عمر بن سالم "۔ وہ اپنے جان نثار وفدائی جماعت کو ساتھ لیکر مکہ پر حملہ کر دینگے اور بزور شمشیر اُسے فتح کر لینگے۔ کیونکہ مکہ کے فتح کر لینے مین مسلمانون کی عزت بڑہے گی "۔

سلمان "۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو سچا مانتے ہین۔ کیون۔ ہے نا؟"

عمر بن سالم "۔ خیر مین تو بہت سی باتون کو چھپائے رکھنا چاہتا تھا لیکن جب بات چھڑ گئی ہے تو اب کہنا ہی پڑا۔ اصل یہ ہے کہ میرے خیال مین یہ سچے پیغمبر ہین۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنی تمام لڑائیون مین فتحمند رہتے ہین اور جدہر اُنکی توجہ ہوتی ہے اُدہر فتح وظفر اُن کے ساتھ ساتھ چلتی ہے "۔

سلمان کو چونکہ اپنے کام کی فکر لگی ہوئی تہی اِس لئے اُس نے اس موقع سے کچھہ فائدہ حاصل کرنا چاہا۔ اور عمر بن سالم سے کہنے لگا "۔ آپ کی مروت اور جوانمردی دیکھکر مجھے آپ سے ایک درخواست کرنیکی جرأت پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ استدعا یہ ہے کہ کیا آپ ہمین کوئی ایسا طریقہ بتا سکتے ہین جس سے ہم ابوسفیان رضی سے ملکر اپنے آقا کی تلاش کرسکین؟"۔

عمر بن سالم "۔ آپ ہی فرمائیے۔ اس قسم کی کونسی بات ہے جو مین اسبارے مین کر سکتا ہون"۔

سلمان "۔ آپ اپنے خاص لوگون مین سے کسی شخص کو ہدایت فرمادین کہ وہ شہر مکہ مین ہماری رہبری کرے اور ہمین وہان کے تمام مقامات دکھادے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ پردیسی شخص شل اندہے کی ہوتا ہے "۔

عمر بن سالم (تہوڑی دیر تامل کرکے) "وہان میرے ایک چچا صاحب ہین جو دن بہر خانہ کعبہ کے حرم مین رہا کرتے ہین اُن کی معلومات ابوسفیان رضی کے معاملات مین بہت بڑہی ہوئی ہین۔ اور ابوسفیان رضی اُنہین مانا بہی بہت ہے۔ اُن سے اسبارے مین آپ گفتگو کرینگے تو وہ ضرور آپ کو کوئی مناسب تدبیر بتادینگے اُنکا اسم سامی حرب خزاعی ہے۔ آپ مکے مین پہونچکر خانہ کعبہ مین داخل ہون تو حرب خزاعی کا نام لیکر اُنہین دریافت کیجیے گا۔ آپ اُن سے ملینگے تو اُنہین بہت کبیرالسن پائینگے۔ اُن سے کہدیجیے کہ آپکے بہتیجے عمر بن سالم خزاعی نے آپ کو سلام کہا ہے۔ اور ہمارا سب حال بیان کر دیجیے گا تو وہ آپ کی گفتگو سنکر آپ کو بہت خوبی کے ساتھ ہر بات کے لئے عمدہ ہدایت کر دینگے۔

حماد۔ عمر بن سالم کا شکریہ ادا کرکے اپنے مقام پر واپس چلا گیا۔ اور اسکے تہوڑی ہی دیر کے بعد خزاعہ کی جماعت مدینہ کو روانہ ہوگئی۔ سلمان کو اس حسنِ اتفاق کی وجہ سے بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ اُسے اپنے آقا کی تلاش مین ایک طرح کی آسانی پیدا ہونے کا ذریعہ ہاتھ آگیا تہا۔ +

پینتالیسوان باب (۴۵)

مکۂ معظمہ

حماد اور سلمان دو دن کا سفر طے کر کے تہامۂ مکہ مین داخل ہو گئے ہین۔ وہ دیکھتے جاتے ہین کہ اس شہر کے لوگ کسی قدر پریشان نظر آتے ہین اور جسکو باتین کرتے ہوئے سُنا جاتا ہے اُسکی زبان پر بحیرا اور خزاعہ کا ذکر جاری ہے۔ یہہ دونو نووارد برابر شہر کے گلی کوچون مین پہرتے رہے لیکن کسی نے انکی جانب شبہ کی نگاہ سے بہی نہ دیکہا جسکی وجہ یہ تہی کہ شہر مکے مین ہمیشہ باہر کے مسافرون کا گذر ہوا کرتا تھا۔ اور مکے کے لوگ اس بات کے عادی ہو چکے تہے کہ کسی نئے آدمی کو دیکہکر تنگ نہ کرین۔ اگرچہ انکا قصد تہا کہ اسی دن خانہ کعبہ کو دیکہنے سے اپنی دیرینہ آرزو پوری کردین لیکن سلمان کہنے لگا کہ پہلے ہم کسی سرائے مین چلکر اونٹون کو جگہ دلادین اور اسباب اوتار کر رکہدین اسکے بعد اطمینان سے خانہ کعبہ کی سیر کو چلین گے۔ یا پہلے تنہا مین خبر لینے کیلئے جاکر تمام باتون کا پتہ لگا ونگا۔ اور پہر آپ کو ساتہہ لیجا کر تمام مقامون کی سیر دکہلا دونگا۔" حماد نے اس رائے کو پسند کیا اور یہہ لوگ خانہ کعبہ کے قریب ہی ایک سرائے مین جاکر ٹہہر گئے۔ نہا دہو کر کپڑے بدلے اور کہانے سے فارغ ہو کر باقیماندہ دن اور اُسکے بعد رات بہر آرام لینے اور سفر کی تکان دور کرنے مین مصروف رہے۔ دوسرے دن صبح کو سلمان اپنے آقا حماد سے کہنے لگا "حضور! آپ یہین بیٹہے رہئے۔ مین اپنے مقصد کا پتہ لگانے جاتا ہون۔ جو باتین معلوم ہونگی وہ سب آپسے واپس آکر عرض کرونگا۔ آپ میرے دیر لگانیسے گہبرا نہ جائیے گا۔"

یہہ کہکر سلمان نے اہل حجاز کا سا لباس پہن لیا اور سرائے سے نکلکر چلدیا۔ اس تبدیل لباس سے اُسکا ارادہ بہیس بدلنے کا نہ تہا۔ بلکہ مقصود یہہ تہا کہ اُسکی اجنبی پوشاک پر خواہ مخواہ لوگون کی نگاہین پڑینگی اور اونہین دریافت حال کی خواہش پیدا ہوگی لہذا بہتر یہہ ہے کہ وہ بہی اُسی وضع کا لباس پہن لے جسکو تمام مکے والے یا ملک حجاز کے لوگ پہنتے ہین اور سمت مین کوئی اسکی طرف سے کسی قسم کا خیال دلمین نہ لاسکیگا۔ غرضکہ سلیمان سرائے سے نکلکر بازار مین ہوتا ہوا مسجد حرام مین داخل ہوا اور ایک کونے مین کہڑا ہو کر غور سے دیکہنے لگا تو اُسے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کے صحن مین ایک جماعت اور زنا دنگون کی طواف مین مصروف ہے[۱] جنمین کچہہ لوگ سیدہے کہڑے ہین بعض بیٹہے ہوئے ہین۔ اور چند شخص رکوع مین جہکے کہڑے ہین بعض کونون مین بہت سے لوگ جا بجا بیٹہے ہوئے باہم باتین کر رہے ہین اور یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی خاص مباحث پر بحث کر رہے ہین سلمان کسیقدر اور آگے بڑہا تو اُسنے دیکہا کہ صحن حرم کے وسط مین ایک مربع عمارت بہت بلند بنی ہوئی ہے جسکی دیوار پر

[۱] سیرت حلبیہ ۱۲ مصنف۔

قباطی کی بڑی بڑی چادرین لٹک رہی ہین۔ لوگون کے اُسکے گرد طواف کرنیسے سلمان سمجھ گیا کہ خانہ کعبہ یہی ہے جسپر پردے پڑے ہوئے ہین سلمان کو اسقدر جرأت نہ ہوسکی کہ وہ بہی طواف مین شریک ہوکر بیت کے نزدیک جائے لیکن دور سے اسکی اندرونی حالت پر ایک غائر نگاہ ڈالنے سے اُس نے اتنا معلوم کر لیا کہ اُسکے اندر بہت سے پتہر کہڑے ہوئے ہین جنہین لوگ انصاب کہتے ہین اور خانہ کعبہ کی چارونطرف بڑے بڑے قوی ہیکل اور مختلف ہولناک صورتونکے بُت رکھے ہوئے ہین اور اسکی چہت پر بہی بہت سے بُت موجود ہین۔ کچہ لوگ خانہ کعبہ کے گرد سر منڈاتے اور غسل کرتے ہوے دیکھے غرضکہ وہان کی مجموعی حالت نے اُسکے دل پر ایسا رُعب جمایا کہ وہ دل ہی دل مین کہنے لگا کہ اگر اسلام کی وجہ سے ان بتونکی عبادت محو ہونیکے سوا اور کوئی کام نہ نکل سکے تو بہی اُسکی خوبی مین کسیکو کلام کا موقع نہین ہوسکتا۔

اسکے بعد سلمان نے کعبے کی عمارت کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اور اسبات کو جانچنے لگا کہ آخر اسمین وہ دونون آویزے کہان لگے ہونگے اور کسطرح دستیاب ہوسکینگے لیکن اُسکی عقل خبط ہوتی گئی اور وہ کچہ بہی صحیح نتیجہ نہ نکال سکا اور آخر کار یاس کی لہرین لینے والے دریا مین اُچہلنے ڈوبنے لگا۔

اب سلمان نے لوگون کے ہجوم مین داخل ہوکر خزاعی بُدہے کو تلاش کرنا شروع کیا۔ اور لوگون سے اُسکا نام لیلیکر دریافت کرنے لگا کہ وہ کہان اور کسطرف ہے جسکا جواب اُسے یہ ملا کہ وہ کل شام کو ایک مرض مین مبتلا ہوجانیکے باعث سے اپنے گہر چلا گیا ہے۔ اور مکان کا پتہ پوچہنے پر معلوم ہوا کہ وہ مکے کے مضافات مین مرّ الظہران نامی ایک محلے مین رہتا ہے[1]۔

سلمان رستہ پوچہتا ہوا مرّ الظہران کیطرف چلا۔ رستے مین اُس نے دیکہا کہ شہر مکہ کے رہنےوالے چارونطرف گہبرائے ہوئے پہرتے ہین کہین پر کچہ لوگ جمع ہوگئے ہین اور پہر منتشر ہوکر اپنی اپنی طرف چلے جاتے ہین۔ گویا وہ کسی اہم معاملے کے پیش آنے سے ڈر رہے ہین۔ اُسے معلوم ہوگیا کہ یہ لوگ مدینہ والونکی بابت گفتگو اور مشورہ کر رہے ہین۔ اسی اثنا مین اسکا ایک ایسے مقام پر گذر ہوا کہ وہان ایک شاندار مکان کے روبرو بہت سے لوگ جمع تہے اور اُسجگہ بہت سے گہوڑے بہی بندہے ہوئے تہے۔ سلمان کو اسبات کا تصور آیا کہ کسی بڑے امیر کا مکان ہے۔ اور وہ لوگون سے صاحبخانہ کا نام دریافت کرنے لگا۔ اور یہ معلوم کرکے کہ وہ ابوسفیان کی محلسرا ہے وہان اپنے بلا تردد پہونچ جانے پر خدا کا شکر بجا لایا سلمان چارونطرف غور سے اپنے آقا امیر عبداللہ کو دیکہنے لگا۔ مگر جب اُسے وہ کہین نہین نظر آئے تو بالآخر اُس نے وہان کے لوگون سے اُنکی بابت استفسار شروع کیا سلمان کو اُن لوگون کیطرف سے سخت مایوس کردینے والا جواب ملا یعنے اُن مین سے چند آدمیون نے یہ جواب دیا کہ "ہم نے امیر عبداللہ کو عمان کے قریب چہوڑ دیا تہا۔ اسکے بعد پہر ہمین اُنکی صورت نظر نہین آئی۔ اور نہ ہمکو اُنکی حالت کا کچہ علم ہوا۔ اسبات کے معلوم ہونے سے سلمان کی جو حالت

[1] سیرت شامیہ ۱۲ مصنف۔

ہوئی۔ اسکا صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اُسکے دماغ میں چکر آگیا۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھاگیا اور قریب تہا کہ وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے لیکن مقتضائے وقت دیکھکر سنبہلا اور دل کو روک کر مرالظہران کیطرف چلاگیا۔ اگرچہ اسوقت سلمان کا دل بار الم سے دباجاتا تہا اور شدت یاس نے اُسے بیقابو کردیا تہا تاہم دانشمندی سے وہ اپنے جوش حزن وملال کو فرو کرتا ہوا لوگوں سے حرب خزاعی کے مکان کا پتہ دریافت کرتا عصر کے بعد وہاں پہونچ ہی گیا اور نا امیدی کیحالت میں اُسکے مکان پر جاکر ملاقات کی درخواست کرنے لگا۔

گہر میں سے کسی نے جواب دیا کہ "خزاعی بڈہا سخت علیل ہے اور کسی سے ملنے کے قابل نہیں"۔

سلمان شکستہ اور غمزدہ وہاں سے اپنا سا مُنہ لئے ہوئے واپس آیا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آتا تہا کہ میں حماد کو کیونکر مُنہ دکھاؤں اور اُس سے کیا کہوں کسیقدر رات گذرنیکے بعد سرائے میں پہونچا جہاں حماد اُسکے انتظار میں سخت بے چین ہورہا تہا۔ سلمان نے کمال ہوشیاری کے ساتہ اپنی شکل شگفتہ بناکر حماد کا سامنا کیا اور اُس سے اُسکے والد کی کچھ خبر نہ بیان کی۔ صرف حرب خزاعی کی بیماری اور اُس سے ملاقات نہ ہونیکا حال بیان کردیا۔ اور وعدہ کیا کہ جسوقت وہ اچھا ہوجائیگا میں پھر اُس سے بلکر استفسار حال کرونگا۔ حالانکہ سلمان کو امید نہیں تہی کہ وہ بڈہا صحتیاب ہوسکیگا بلکہ اُسکی اس مرض کو وہ مرض الموت خیال کیا کرتا تہا۔

چنانچہ پورے ایک ماہ تک سلمان حرب خزاعی کے دروازے کی خاک چہانتا رہا اور ہر روز اسکی صحت کی دعائیں مانگتا رہا لیکن بڈہا اسطرح کا بیمار نہیں ہوا تہا کہ جلد اچھا ہوسکتا۔ خدا خدا کرکے پورا مہینہ گذرنیکے بعد وہ رو بصحت ہوچلا اور جسطرح اسکی طبیعت سنبہلتی گئی۔ اُسیطرح حماد اور سلمان کی امیدوں پر بحالی آتی گئی۔

ایک دن سلمان بڈہے خزاعی کی مزاج پرسی اور اُس سے کچھ دریافت کرنیکے لئے مرالظہران کو جارہا تہا راستہ میں اُسنے دیکہا کہ مکے کے رہنے والونکے چہروں پر ہوائیاں چہوٹ رہی ہیں اور وہ لوگ نہایت مضطرب الحال ہوئے رہے ہیں یہ حالت وہ بہت دنوں سے دیکہتا آتا تہا اسلئے اُسے اسکی چنداں پروا نہ ہوئی لیکن جسوقت وہ ابوسفیان کے مکان پر پہونچا تو اُسے بالکل سنسان پاکر نہایت متحیر ہوا اور لوگوں سے اسکی وجہ دریافت کرنے لگا کہ یہ مکان ایسا ویران اور رہنے والوں سے بالکل خالی کیوں ہوگیا۔ جس پر ایک شخص کہنے لگا۔ کہ "ابوسفیان مسلمانوں کے حملہ آور ہونیکی خبر پاکر اُنکے پاس ملنے گیا ہے اور شاید وہ مذہب اسلام اختیار کرلیگا کیونکہ ڈرا ہوا گیا ہے"۔ سلمان نے اُسی شخص سے دریافت کیا کہ "مسلمانوں کی فوج کہاں ہے"۔ جسکا جواب اُسے یہ ملا کہ "مکہ کے قریب آپہونچی ہے۔ دو ایکدن میں شہر میں داخل ہونیوالی ہے"۔

سلمان نے اہل مکہ کے چہروں کو فراست کی نگاہ سے تاڑنا شروع کیا تاکہ دیکھے کہ اُن لوگوں کے کیا ارادے ہیں اُسنے دیکہا کہ اُنکے چہروں پر سیدہی اور ہزیمت کے آثار برس رہے ہیں کچھ لوگ اسلام کی مدح سرائی اور بعض ابوسفیان کی مذمت

اور بہت سے لوگ قریش والون کو انکی عہد شکنی اور بنو خزاعہ کو مضرت پہنچانیکی وجہ سے برا بھلا کہہ رہے ہین۔ انکی مجموعی حالت دیکھکر سلمان کو یقین کامل ہو گیا کہ مسلمان ضرور شہر مکہ کو فتح کر لینگے اور یہان کے باشندے مدافعت نہین کر سکین گے۔ سلمان ان کیفیتون کو دیکھتا ہوا مر الظہران تک پہونچ گیا۔ اور حرب کی حالت دریافت کرنے کے ارادہ سے اُسکے گہر کو جانے والا ہی تہا کہ یکایک یہ بات دیکھکر رک گیا کہ بہت سے مرد اور عورتین گہبراہٹ کے عالم مین شور و فریاد مچاتے ہوئے شہر مکہ کی طرف بہاگے جاتے ہین۔ سلمان نے منہ موڑ کر آنکی طرف دیکہا تو اُسے دور سے ایک کثیف غبار اُٹہتا ہوا نظر آیا جس کو دیکھتے ہی وہ حیرت کے دریا مین غوطہ زن ہو گیا۔ اور تہوڑی دیر کے بعد طبیعت کو قابو مین لا کر شہر مکہ کی بیرونی سمت کی پہاڑیون پر چڑہ گیا۔ اور دیکھنے لگا کہ کیا ہوتا ہے۔ یکایک دامن گرد چاک ہوا اور اسکے پیچہے سے ایک جرار لشکر سوار اور پیدلون کا پہریرے اُڑاتا ہوا ظاہر ہوا۔ ہر ایک نشان کے نیچے مسلمانون کا ایک ایک قبیلہ جوش جوانمردی اور سر فروشی مین مست چلا آرہا تہا۔ آخر کار یہہ فوج قاہرہ شہر مکہ سے باہر کسی قدر فاصلہ پر ٹھہر گئی۔ اور قیام کا انتظام ہونے لگا۔ وہ مہینہ رمضان المبارک کا تہا جس مین یہہ حملہ ہوا۔ اسلئے مسلمان لوگ روزے سے تہے۔ افطار اور نماز مغرب کا فوری انتظام ہونے لگا۔ سلمان کو چونکہ اپنے آقا کی بابت اس فتح کے انجام مین کسی مصیبت کے پیش آنے کا کہٹکا لگا ہوا تہا۔ اسلئے وہ مسلمانون کی نماز کی کیفیت دیکھنے کا انتظار نہ کر سکا اور دوڑتا ہوا اپنے قیام گاہ کی طرف واپس چلا گیا ابہی وہ راستہ ہی مین تہا کہ اُس نے سوارون کی ایک شاندار جماعت کے ساتھ ساتھ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو شہر مین واپس آتے دیکہا جو تمام لوگون کو اسلام قبول کرنے کی تاکید کرتے جاتے تہے۔ اور انہین اس مذہب کی حقانیت اور خوبیون کا وعظ سناتے جاتے تہے۔ لیکن چونکہ مکہ کے اکثر باشندے اُنکی طرف سے بددل ہو رہے تہے اسلئے کوئی شخص اُنکی باتون کو توجہ اور قبول کے انداز سے نہین سنتا تہا۔ ابو سفیان رض کے ساتھ والے باواز بلند پکار پکار کر کہہ رہے تہے کہ "جو شخص ابو سفیان رض یا عباس رض بن عبد المطلب کے مکان مین آجائیگا اُسے مسلمانون کی تلوار سے پناہ ملجائیگی۔ اور جو شخص مسجد حرام مین بیٹہہ رہیگا وہ بہی امن مین رہیگا۔ یا اپنے گہر مین بیٹہکر دروازہ بند کر لیگا اُسے بہی امن دیا جائیگا" اس ندا کو سنکر سلمان کو کسی قدر تسکین ہو گئی اور اُس نے دوڑنا موقوف کر دیا۔ لیکن عجلت کے ساتھ قدم بڑہاتا ہوا چلا۔

وہ مسلمانون کے ہجوم کو چیرتا پہاڑتا بازارون مین گذرتا ہوا جا رہا تہا۔ اُس نے یہہ بہی دیکہا کہ قریش والون کی ایک مختصر جماعت مسلمانون کے مقابلہ کی تیاریان کر رہی ہے جس مین سوارون کے بہی دستے ہین اور پیدلونکا بہی گروہ۔ اس حالت کو دیکھکر سلمان بہت گہبرا گیا۔ اور پہر بہاگتا ہوا سرائے تک پہونچا۔

سلمان ہانپتا ہوا سرائے مین داخل ہو کر کیا دیکھتا ہے کہ حماد کپڑے پہنکر باہر نکلنے کا ارادہ کر رہا ہے جسکی وجہ سے وہ سخت متحیر ہوا اور گہبرا کر کہنے لگا کہ "جناب! آپ کیا کر رہے ہین؟"

حماد (سلمان کو دیکھکر پریشانی کے انداز سے) "تمہین دیر ہوئی۔ اور مین نے یہ دیکھا کہ لوگون مین ایک تلاطم مچا ہوا ہے۔ اسلئے چاہتا تہا کہ خود باہر نکلکر دیکھون کیا ہو رہا ہے اور تم کدہر ہو"؟۔

سلمان "جلدی نہ کیجئے۔ مجہہ جن باتون کا علم ہوا ہے آپ اُن سے بالکل بیخبر ہین بیٹھ جائیے مین آپکو تمام قصہ سُنائے دیتا ہون"۔

حماد اطمینان سے بیٹھ گیا اور سلمان دم راست کر لینے کے بعد اُس سے یون بیان کرنے لگا کہ "خزاعہ والونکا معاملہ اور قریش کی عہد شکنی آپکو معلوم ہو چکی ہے ہم پہلے ہی سے خیال کر رہے تہے کہ مسلمان اس واقعہ کی اطلاع پاتے ہی فوراً مکہ پر چڑہائی کرینگے۔ چنانچہ ہمارا خیال صحیح اترا۔ مسلمانون کا بہاری لشکر آ گیا اور مکے کے باہر مقیم ہے۔ غالباً کل صبحکو وہ لوگ شہر پر حملہ بہی کرینگے آپکو اسکی خبر بہی نہین ہے۔ مجہہ معلوم ہوا ہے کہ ابو سفیانؓ جو مسلمانون کے جانی دشمن تہے وہ بہی جا کر اُنکے مطیع ہو گئے اور وہان سے واپس آکر لوگون کو اسلام قبول کرنیکی ہدایت کر رہے ہین اور انکے ساتہ والے پکار رہے جاتے ہین کہ جو شخص انکے یا حضرت عباسؓ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے گہر مین یا مسجد حرام مین بیٹھ رہیگا اُسے امان ملیگی۔ اور جو شخص اپنے ہی گہر مین دروازہ بند کر کے بیٹھے گا وہ بہی بیخطر رہیگا۔ اسلئے اگر ہم اپنا دروازہ بند کر کے یہین بیٹھ رہین تو تمام آفتون سے بچے رہینگے۔ ورنہ مسجد حرام کو چلے چلینگے۔ وہ بہت امن کی جگہ ہے۔ آپکی کیا رائے ہے"۔

حماد "ہم اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہین تو اچھا ہے (کچھ تامل کر کے) مگر اسصورت مین یہ اندیشہ باقی رہیگا کہ شاید کوئی شخص غلطی سے ہمکو آزار پہونچائے تو ہم کیا کر سکینگے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ مسجد حرام مین چلین۔ مگر سلمان یہ تو بتاؤ کہ کیا کل مسلمان لوگ شہر پر ضرور حملہ کرینگے۔ تم نے اسکی خوب تحقیق کر لی ہے"؟۔

سلمان "حضور مجہہ تحقیق تو نہین لیکن کل سویرے ٹھیک بات کا پتہ لگا لاؤنگا"۔

چھیالیسوان باب

فتح مکہ

مکے کے رہنے والون مین رات کے وقت نہایت کہلبلی مچی رہی جن لوگون نے اسلام قبول کر لیا تہا یا جو لوگ اُسکے منظور کرنے پر آمادہ تہے انہین فی الجملہ تسکین خاطر تہی لیکن جو لوگ ابتک مدافعت پر تیار تہے اور اپنی قسمت مسلمانون کے حوالے نہین کرنا چاہتے تہے وہ جنگ کی تیاریون مین مصروف رہے۔ اگرچہ ان لوگون کی جماعت بہت کم تہی اور ابتدا ہی سے اپنی ہزیمت اور ناکامی کا یقین کر چکی تہی تاہم دنیا بامید قائم ہے اس توقع پر کہ شاید ہمین تیغ بکف غنیم کی مدافعت کرتے دیکھکر اور لوگونکو بہی جوش حمیت آجائے اور وہ بہی ہمارے شریک ہو کر دشمن کو پامال کر دین انہون نے ہمت نہین ہاری۔

صبح کی روشنی کا نمودار ہونا تھا کہ اسلامی کیمپ میں اللہ اکبر کی دل ہلا دینے والی صدائیں بلند ہوئیں۔ بہت سے تقدس مآب (صحابہؓ) تہجد ہی کے وقت سے عبادت اور ذکر میں مصروف تھے۔ اور کچھ لوگ جو خواب راحت کے مزے لوٹ رہے تھے آذان کی آواز سنکر اٹھ بیٹھے۔ حوائج ضروری سے فارغ ہوئے اور وضو اور طہارت کامل کرکے ایک میدان میں جمع ہونے لگے جو خاص عبادت الٰہی کی غرض سے کیمپ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ قرن اولے کے مسلمانوں کے پاس ایسا زرق برق سامان کہاں تھا کہ جانمازیں اور فرش بچھائے جاتے۔ کسی نے چادر بچھا دی جس پر دس پندرہ آدمی کھڑے ہوگئے اور کسی نے چٹائی۔ غرضکہ تمام صفیں مرتب ہوگئیں اور لوگوں نے سنتیں پڑھکر فرض ادا کرنیکی تیاری کر دی۔ دس ہزار سے زائد آدمیوں کی جماعت کا صفیں باندھکر کھڑا ہونا اور امام کے اشارہ پر کام کرنا ایک ایسا پرشوکت منظر تھا جس نے کفار مکہ کے ہوش گم کر دیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی اور نماز فجر ادا کیگئی۔ سلام پھیرنیکے بعد حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ اور جان نثار خادموں (صحابہ کرام) نے آمین کی صدائیں بلند کیں۔ اللہ اللہ۔ اسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دعائیں مانگنا اور دس ہزار صحابہ کا آپکی دعا پر آمین کہنا۔ جیسا سماں رکھتا ہوگا وہ ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ البتہ ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اسوقت جو جو دعا کیگئی ہوگی وہ سیدھی بارگاہ مجیب الدعوات تک پہنچکر ضرور مستجاب ہوئی ہوگی۔

نماز اور دعا سے فراغت کرکے مسلمانوں نے جنگ کیلئے کمربندی شروع کر دی اور آفتاب نکلنے سے پیشتر ہر ایک قبیلہ کے لوگ اپنے اپنے جھنڈے کے نشان کے نیچے جمع ہوکر صفیں مرتب کرکے شہر مکہ پر چڑھے۔ آگے آگے سواروں اور علمبرداروں کے غول تھے اور پیچھے پیچھے پیدلوں کے گروہ۔ اسلم۔ غفار۔ اشجع اور سلیم وغیرہ کے قبائل ہر ایک اپنا اپنا غول علیحدہ باندھے ہوئے جوق جوق بڑھ رہے تھے اور سب ہی کے بیچ میں ایک پرشوکت موکب آ رہا تھا جسکے درمیان ایک تیز دم اونٹ پر دو شخص آگے پیچھے سوار تھے۔ اگلے سوار کے کندھوں پر سرخ کپڑا پڑا تھا[1] سر پر سیاہ سرمئی عمامہ تھا اور وہ اپنے سر کو تواضع اور انکسار کے انداز سے کاٹھی کے اگلے سرے پر سجدہ میں رکھے ہوئے تھا۔ اور اسکے پیچھے ایک دوسرے صاحب سوار تھے۔ سلمان جو کسی پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا ہوا اسلامی فوج کی نقل و حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ یہ صورت دیکھکر سخت متحیر ہوا۔ اور اپنے ساتھی تماشائیوں سے دریافت کرنے لگا "یہ کون صاحب ہیں جو ایسے جلوس کے ساتھ اتنی فروتنی دکھلاتے آ رہے ہیں"؟ کسی شخص نے جو اسلامی کیمپ کیطرف سے آ رہا تھا اسے جواب دیا کہ "یہ خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے، اور اگلے سوار خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو انتہائے انکسار سے اپنا سر مبارک سجدہ شکر میں جھکائے ہوئے ہیں اور انکے پیچھے انکے خادم اسامہ ابن زید بیٹھے ہیں"[2]۔ سلمان یہ دلکش نظارہ دیکھکر اور اصلی حالت معلوم کرکے مسرت سے مملو ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا جس شخص کی عادتیں ایسی پاکیزہ ہوں اگر فتح و نصرت اسکی فرمانبردار رہیں تو کچھ بھی تعجب کی جگہ نہیں ہے۔ اسکے بعد سلمان نے اسی شخص سے دریافت کیا

---

[1] بخاری شریف ۱۲ مصنف۔ [2] سیرت شامیہ ۱۲ منہ

جسنے ابھی اسکو رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا پتہ بتلایا تھا کہ "آخر شہر پر دہاوا کرنیکے لئے ان مسلمانون نے کیا صورت اختیار کی ہے" اُس شخص نے جواب دیا جو سپاہ تمہارے روبرو آرہی ہے یہ بالائی سمت سے شہر پر حملہ کریگی اور نشیبی جانب سے ایک دوسرا کالم خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی ماتحتی مین حملہ آور ہوگا جو اس سے بہت کم تعداد مین ہے" سلمان نے اسقدر حالات دیکھنے اور معلوم کرنیکے بعد زیادہ دیر تک تماشا دیکھنا پسند نہ کیا اور سر پر پانون رکھکر بھاگتا ہوا اپنے آقا حماد کو تمام امور کی خبر دینے چلا۔ رستہ مین اس نے ایک دوسرا نظارہ دیکھا یعنے قریش والون کو مسلمانونکی مدافعت کیلئے آمادہ ہوکر بڑہتے دیکھا جنمین سوار اور پیدل دونون قسم کے لوگ تھے۔ مگر اسکے ساتھہ ہی اُنکے چہرونپر بددلی کے آثار برس رہے تھے اور خوف نے اُنھین بیکار کردیا تھا۔ اُنکی عورتین بال کھولے ہوئے اور ہاتھون مین اوڑہنیان لئے ہوئے پیچھے پیچھے پیادہ پا جارہی تہین جوش دلانیوالے جنگی گیت گاگا کر مردونکو غیرت دلاتی اور لڑائی پر اکساتی تہین۔ اور لکڑیون اور چہڑیون سے گھوڑونکو چہیڑ کر انکو زخمی بناتی تہین تاکہ وہ پسپا نہ ہون اور اپنے سوارونکو میدان جنگ سے لیکر بھاگنے نہ پائین۔ سلمان اس منظر کو دیکھکر اور بھی خائف ہوا اور اُسے یقین ہوگیا کہ مسلمان ضرور اس شہر کو فتح کرلینگے۔ چنانچہ وہ سرا مین داخل ہوتے ہی اپنے آقا سے کہنے لگا کہ "حضور! جلد مسجد حرام کو تشریف لیچلین اُس سے عمدہ پناہ کی جگہہ نہین ملسکتی"۔ اسکے بعد اسی کوٹھری مین قفل لگاکر اور خادمونکو نگرانی اور خاموش بیٹھے رہنے کی ہدایت کرکے یہ دونون حرم کیجانب چلے۔ اور مسجد مین داخل ہوکر کسی گوشے مین بیٹھ رہے۔ اُنھون نے دیکھا کہ تمام مسجد آدمیون سے بھری ہوئی ہے۔ جدہر نگاہ جاتی ہے آدمی ہی آدمی نظر آتا ہے۔ اور سب کے چہرے خوف کیوجہ سے زرد پڑگئے ہین۔

چند گھنٹون تک حرم مین آنیوالون کا سلسلہ جاری رہا اور آخرکار مسجد کے تمام لوگ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آگئے" کہکر غل مچانے لگے سلمان اس بات کو سنتے ہی سمجھہ گیا کہ مسلمانونکی فتح ہوگئی۔ اور انہون نے شہر مین داخل ہوکر قبضہ کرلیا۔ حماد اور سلمان دونون ایک ایسی بلند جگہ پر کھڑے ہوگئے جہان سے حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا مسجد مین داخل ہونا بخوبی نظر آسکتا تھا۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد انھون نے لوگون کی تکبیر کہنے کی آواز سنی اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو پیادہ پا مسجد مین داخل ہوتے دیکھا۔ آپکے پیچھے ایک صحابی حضور کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے آرہے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحن حرم مین آکر خانہ کعبہ کے گرد سات بار طواف کیا اور ہر بار آپ اپنی ڈنال کی مدد سے حجر اسود کا بوسہ لیتے جاتے تھے اور جسوقت حضور اقدس حجر کو بوسہ دیتے تھے تمام اہل اسلام زور سے تکبیر کہتے تھے مگر جب غل و شور زیادہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا اور سب لوگ ساکت ہوگئے[1]۔

مسجد حرام مین تین سو ساٹھہ بت رکھے تھے۔ یعنے ملک عرب کے ہر قبیلہ کا ایک جداگانہ بُت تہا۔ اور اُن بتون کے پیر مضبوطی کے ساتھہ سیسے کے ذریعہ سے زمین مین جڑدیئے گئے تھے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایک پتلی چہڑی

---

[1] سیرت حلبیہ۔ ۱۲ مصنف۔

دست مبارک مین لئے ہوئے آئے اور اُسکے سرسے ہر ایک بُت کیطرف اشارہ فرماکر یہ آیت پاک پڑہتے گئے :۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا[1] بس اُن بتون کی یہ حالت ہوئی کہ ادہر آپنے چھڑی کا اشارہ فرمایا اور ادہر وہ بت مُنہ کے بل یا چت گر گیا[2]

حماد اور سلمان اس تمام کیفیت کو دیکہتے جاتے تہے اور حیرت سے انگشت بدندان ہو رہے تہے پہر انہون نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بڑے بُت کے قریب پہونچے جو خانہ کعبہ کے پہلو مین کہڑا تہا اور جسکو یہ دونون پہچان چکے تہے کہ اسکا نام ہبل اکبر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس بت کو توڑ دیا اور خانہ کعبہ کے اندر بہت سے نبیون کی تصویرین رنگ آمیز سے بنی ہوئی تہین جنمین حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل اور حضرت عیسٰے اور بی بی مریم وغیرہ کی صورتین بہی تہین۔ انکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی سے دہلوا دیا[3] اور انکا نشان بہی باقی نہ رکہا۔

بتون کے توڑنے اور تصویرون کے مٹانیکے بعد پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ مین بیٹھ گئے اور آپکی پشت کے پیچہے ایک صاحب قامتین شخص کہڑے ہوئے تہے جنکی بابت بعد مین معلوم ہوا کہ وہ ابوبکر صدیق رضؓ تہے خانہ کعبہ کا دروازہ کہولا گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے۔ تمام لوگ ٹکٹکی باندہے آپکی حرکات وسکنات کو دیکہہ رہے تہے حضور اقدس نے خانہ کعبہ کے اندر دو رکعت نماز ادا کی اور اسکے بعد خانہ کعبہ کے دروازہ پر کہڑے ہو گئے اسوقت جتنے لوگ مسلم اور غیر مسلم وہان موجود تہے سب ساکت وصامت کہڑے ہوئے تہے اور کان لگائے تہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم زبان فیض ترجمان سے کیا فرماتے ہین۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی چوکھٹ پر کہڑے ہوکر فرمایا "لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ صدق اللہ وعدہٗ ونصر عبدہٗ وہزم الاحزاب وحدہٗ" اسکے بعد ایک لمبی چوڑی اسپیچ دی جسمین لوگون کو بہت سے دینی احکام بتائے۔ منجملہ اُن پاکیزہ احکام کے چند امور یہ تہے کہ "کوئی مسلمان کافر کے ہاتہہ سے قتل نہو گا دو مختلف مذہب کے لوگ ایکدوسرے کے وارث نہین ہوسکینگے کسی عورت سے اسکی پہوپہی اور خالہ کے نکاح مین ہوتے ہوئے نکاح نہ کیا جائیگا۔ گواہی اور ثبوت بہم پہونچانا مدعی کے ذمہ ہے اور انکار کرنیوالیکو قسم کھانا ہوگی۔ کوئی عورت سوا اپنے محرم کے اور کسی کے ساتہہ تین دن تک سفر نہ کرے۔ عصر اور فجر کی نمازونکے بعد کوئی نماز نہین پڑہنا چاہئے۔ عید الضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔" اسکے بعد ارشاد فرمایا۔ "یا معشر القریش! خداوند کریم نے تمہاری اُس نخوت کو دور کر دیا جو تم نے جاہلیت کے زمانہ مین برتی تہی۔ اور تمہاری باپ دادونپر فخر کرنیکی عادت کو مٹا دیا گیا بنی نوع انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہین اور خاک کے پُتلے" اور فرمایا "تم کیا کہتے ہو اور کیا خیال کرتے ہو کہ مین تمہارے ساتہہ کیا برتاؤ کرونگا"۔ اسکے جواب مین سب کے سب یکزبان ہوکر کہنے لگے کہ "مہربان اور کریم بہائی اور بہتیجے کا برتاؤ خصوصًا جبکہ آپ قدرت پا چکے ہین"۔ اسکے جواب پر حضور اقدس نے ارشاد فرمایا۔ "مین وہی کہتا ہون جیساکہ میرے بہائی یوسفؑ نے کہا تہا کہ "آج تمپر کوئی الزام اور بازپرس

---

[1] حق آیا اور باطل مٹ گیا اسمین شک نہین کہ باطل مٹنے کے قابل تہا ۱۲ [2] سیرت شامیہ ۱۲ مصنف [3] سیرت حلبیہ ۱۲ منہ

نہین ہے۔ خداوند پاک تہین معاف فرمائے اور وہ بڑا رحم فرمانیوالا ہے"۔ جاؤ اب تم آزاد ہو[1]۔ اسکے علاوہ اور بہت سی باتین فرمائین جنہون نے حماد اور سلمان کو مبہوت بنا دیا۔ اور یہ دونون اُن اقوال کے حکمت و پند سے مملو ہونیکو دیکھکر حیرت مین رہگئے۔ آخر سلمان نے حماد کیطرف دیکھکر کہا۔ "واللہ مجھے اُن لوگون کی حالت سے سخت تعجب آتا ہے جنہون نے ایسی پاکیزہ تعلیم دینے والے نبی کے ساتھ مقابلہ کیا اور اُنہین ایذائین دین۔ میری رائے مین بیشک انکی حکومت اور سلطنت اسقدر وسیع ہوگی کہ عنقریب روم اور فارس کی عظیم الشان سلطنتون کا چراغ گل ہوجائیگا۔

پھر حماد نے دیکھا کہ قریش کے لوگ جوق جوق اسلام قبول کرتے اور رنا نڈے ہٹتے جاتے ہین۔ وہ دن اُنکے لئے گویا عید کا دن تہا۔ مسلمان ہو ہو کر ایک دوسرے سے گلے ملتے اور مبارکباد دیتے جاتے تہے۔ مکے مین چارونطرف امن و امان ہوگیا تہا۔ اور لوگ اطمینان و سکون خاطر کے عالم مین اپنے اپنے گہرون کو واپس جانے اور کاروبار مین مشغول ہونے لگے تہے۔ سلمان اور حماد بہی امن و اطمینان کیحالت دیکھکر سرائے کو واپس چلے گئے۔

جسوقت یہ دونون آرام اپنی جگہ پر بیٹھے تو حماد نے سلمان کیطرف متوجہ ہوکر اُس سے کہا۔

حماد۔ "سلمان! ہم جس کام کیلئے اس شہر مین آئے تہے اُسے بالکل بہولکر ان پریشانیون مین مبتلا ہوگئے اور دوسرے مشاغل نے ہمارا مقصود بہلا دیا۔ مین مصروف رہے۔ آج خانہ کعبہ مین جاکر مین نے غور کیا کہ آخر جن آویزون کو حاصل کرنیکے واسطے مین نے اتنے دور کا سفر گوارا کیا ہے وہ دستیاب بہی ہوسکتے ہین یا نہین! لیکن سچ تو یہ ہے کہ میری سمجھ مین اتنا بہی نہین آیا کہ وہ خانہ کعبہ مین کس جگہ لگے ہین۔ اور میری رسائی اُن تک کسطرح ہوسکتی ہے خاصکر اس جنگ کے بعد جبکہ مکہ کا شہر جدید مسلمان فاتحون کے ہاتھ مین جاچکا ہے"۔

سلمان۔ "حضور! مینے تو پہلے ہی آپ سے عرض کردیا تہا کہ خدا سمجھے آپکے خسر کو جنہون نے آپکے سامنے ایک ناممکن العمل شرط پیش کی ہے۔ مگر خیر۔ اب ہم خزاعی بڈہے سے ملکر اسبارہ مین مشورہ کرینگے۔ البتہ کوشش کرنے پر بہی کام نہ نکلا تو پہر ہماری کوئی تدبیر چل نہین سکیگی"۔

حماد۔ "اور ہم ابوسفیان سے والد ماجد کا حال دریافت کرنا تو بالکل بہول گئے"۔ جسکے جواب مین سلمان آہ سرد بہر کر چپ ہوگیا۔

حماد۔ (سلمان کے چپ ہوجانے سے حیرت مین آکر) "این! تم جواب کیون نہین دیتے؟"۔

سلمان۔ (افسوس کے لہجہ مین) "کیا جواب دون۔ جواب سے کوئی فائدہ نہین"۔

حماد۔ "شاید تم نے والد ماجد کا حال دریافت کیا لیکن تمہین پتا نہین لگا"۔

سلمان۔ "حضور! امیر عبداللہ ابوسفیانؓ کے ساتھ نہین آئے۔ بلکہ مجھے معلوم ہوا کہ وہ عمان کے قریب راستہ ہی مین

---

[1] سیرت حلبیہ ۱۲ مصنف۔

علیحدہ ہو گئے۔ پھر اسکے بعد ابوسفیان نے اُنہیں کہین نہین دیکھا۔"

اس خبر کو سُنکر تھوڑی دیر تک حماد پر سناٹا چھایا رہا اور آخر کار وہ آنکھوں مین آنسو ڈبڈبا کر کہنے لگا۔ "سلمان! مین دیکھتا ہون کہ پاک خدا نے میری بدقسمتی کا زمانہ غیر محدود رکھا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس دن مین ملقا سے نکلا ہون اُسی روز میری قسمت کا ستارہ ڈوب گیا تھا" یہ کہا اور بے اختیار رونے لگا۔

سلمان (سمجھانے اور تسلی دینے کے انداز سے) جناب عالی! خدا کی رحمت سے مایوس نہین ہونا چاہیے۔ دل کو سنبھالئے اور ہمت نہ ہارئیے۔ رحمت الٰہی آپکی معین و ناصر ہوگی۔ اور انشاءاللہ آپ کو ہر طرف مسرت ہی کے سامان نظر آئینگے اسوقت تو آپ محض اسبات کی کوشش کرین کہ جس ذی مرتبہ خاتون سے آپکو محبت ہے اور وہ بھی آپ کی شیدائی ہے اُسکی نظرون مین آپکا رتبہ بلند ہو۔" آہ! آہ!! اس گفتگو نے اسوقت ستم ہی ڈھا دیا سلمان نے تو تسلی دینے کے لئے یہ سب کچھ کہا تھا مگر ہان دل مین ایک درد ٹیس لگی (جذب لکھنوی شاگرد جناب شمشاد لکھنوی) ؎

دی تسلی جو اُنہوں نے تو بڑھا جوشِ جنون   دلنوازی سے تڑپ دل کی سوا اور ہوئی

ناز کے دُشمن معشوقہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ دل مین چوٹ لگی۔ دل مین چوٹ لگی تو آہ کر کے بیٹھ گیا۔ اور بچونکیطرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ خوب رویا۔ خوب رویا۔ یہانتک کہ ہچکیون سے سسکیون پر نوبت پہونچگئی۔ سلمان نے کچھ تو اس خیال سے کہ رونے سے دل کی بھڑاس نکل جائیگی۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ اُسے تسکین دینے اور سمجھانے کا کوئی موثر طریقہ نظر نہین پڑا۔ اسلئے دیر تک کوئی لفظ نہ کہہ سکا۔ لیکن جب یہ دیکھا کہ حماد کی حالت متغیر ہو رہی ہے تو مجبوراً اُسے کہنا پڑا کہ:-

"رونا دھونا عورتون کی عادت ہے۔ آپ تو بڑے دانا۔ دلیر۔ اور مستقل مزاج تھے۔ یہ کیا بات ہے کہ ذرا سی تکلیف مین روتے ہین؟ صبر سے کام لیجئے۔ خداوند کریم صبر کا نیک نتیجہ دیتا ہے ؎

صبر کن حافظ بسختی روز و شب   آخرش روزے بیابی کام را

حماد۔ (ہچکیان لے لے) "سلمان بیشک مرد و نکے لئے رونا باعث شرم ہے۔ مگر آہ ؎

عشق نے غالب نکما کر دیا   ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر زبان نے یاری نہ کی اور وہ چپ ہو گیا۔

سلمان نے دیر تک حماد کو اسبات کی امید دلا کر تسکین دی کہ وہ خزاعی بڈھے کی باتون سے ضرور اپنے مقصود کا سراغ پا جائیگا۔ ان باتون سے حماد کی قدرے تسکین ہوئی۔ اور وہ آنسو پونچھکر اور کامون مین لگ گیا۔

لازمی ہے بلکہ اسکا ماننا انسانی فطرت مین ودیعت ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا عقلی دلایل سے ثابت کیا ہے
ف مذہب والون کو بہی سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہین ۔ قیمت ۳؍

ۃ الاسلام ۔ یعنی رونمائے کیفیت بہار و خزان اسلام ۔ مولوی عبید اللہ صاحب بسمل نے فارسی نظم مین ایسا لکہا ہے کہ گویا
نہ پر رکہدیا ہے کلیجہ نکال کے ۔ مولانا حالی نے مد و جزر اسلام ۔ ایک بینظیر مسدس لکہا ہے ۔ مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است
ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت مرآۃ الاسلام اسلام کے گذشتہ زمانہ کی روز افزون ترقیون کا آئینہ حیرت ہے اور
دہ خزان دیدہ بہار کا مرقعہ عبرت تاریخ کی تاریخ ہے اور اپنے حیرت مجسم خیالات کا البم ۔ قیمت ۴؍

نامہ ابن بطوطہ جلد اول و دوم ۔ ابن بطوطہ اسلامی سیاحون مین بہت بڑا مستند اور معتبر سیاح گذرا ہے ۔ ایسے زمانہ مین جبکہ
لی سفر اس قدر آسان نہ تہے جیسے آجکل ہین اس فاضل سیاح کا تمام بلاد شرقیہ مین سفر کرنا اسکے علو ہمت کی بین دلیل ہے کتاب
ت و بصیرت کا خزینہ ہے جسکو ملاحظہ سے زمانہ کے انقلابات کا فوٹو قومون کے عروج و زوال کا نقشہ اور تعزمین تشا رو تذل من تشا کا
آنکہون کے سامنے پہر جاتا ہے ترجمہ بالکل اصل عربی کتاب کے موافق ہے قیمت ہر دو حصہ علاوہ محصولڈاک للعہ ۱۲ آنہ

بی بول چال حصہ اول مین ابتدائی سبقون کے مفردات لکہکر پہر ان سے کثیر الاستعمال جملے مرتب کئے ہیں اور ہر جملے کے مقابل
با محاورہ اردو ترجمہ لکہا ہے ۔ بول چال کے علاوہ اسمین دو خصوصیتین اور ہین (۱) مصر و شام کے علما و تاجرون کے
وط (۲) بارہ سو لفظون کی فرہنگ معہ ترجمہ اردو انگریزی طبع سوم قیمت مجلد ۸؍

حصہ دوم مین ضرب الامثال ۔ نوادر ۔ مرادفات ۔ اضداد ۔ اسمائے مشتقہ جملونکی ترکیب ۔ عربی عبارات کے مطالب عربی کے
یرا ادا کرنا مختلف عبارتون کو بہ تغیر و تبدل لکہنے کا طریق معہ ترجمہ درج ہے اسکے علاوہ مضامین ذیل شامل ہین (۱) مصر و شام
اخبارون کے انتخاب ۔ (۲) ایک ہزار الفاظ جدیدہ کی فرہنگ معہ ترجمہ اردو ۱۹۱۰ء مین بار اول طبع ہوئی قیمت مجلد ۸؍

نامہ بلاد اسلامیہ ۔ یہ دلچسپ سفرنامہ حافظ عبد الرحمن صاحب مشہور سیاح امرتسری نے ملک مصر ۔ روم اور شام مین ایک عرصہ قیام کرنے
بعد مرتب کیا ہے ۔ اسمین مصریون اور ترکون کی عادات و اطوار ۔ طریق معاشرت ۔ طرز تعلیم ۔ مقامات قابل سیر خصوصاً ملکی انتظام
جی حالت ۔ اور سلطان المعظم کے عہد کی ترقیات مفصل طور پر بیان کیگئی ہین ۔ ہماری معلومات کے مطابق اس قسم کا کوئی سفرنامہ بلاد اسلامیہ
ات تک شایع نہین ہوا طرز بیان اور چہپائی کی خوبی دیکہنے سے تعلق رکہتی ہے قیمت کاغذ ولایتی مجلد عہ کاغذ دیسی عہ ۔

سیرۃ النعمان یعنی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری حصہ اول و دوم ۔ اس کتاب کے پہلے حصہ مین امام ابو حنیفہ کا نام و نسب ولادت
ن رشد تعلیم و تربیت شیوخ حدیث ۔ درس و افتا ۔ بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات ۔ وفات ۔ عام اخلاق و عادات مناظرات و قصد و
نت و طباعی ۔ اس قسم کے حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہین دوسرے حصے مین امام صاحب کے اصول و مسائل سے جو علم کلام اور فن حدیث
سے متعلق ہین تفصیلی بحث ہے اور واقعات اور اسانید کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ فن حدیث مین انکا کیا پایہ تہا ۔ فن فقہ پر تفصیلی ریویو
جسمین تدوین فقہ کی تاریخی حالات کے ساتھ وہ تمام خصوصیتین تفصیلاً بیان کی گئی ہین جنکی وجہ سے فقہ حنفی کو اور ائمہ کے فقہ پر ترجیح حاصل ہے ۔
خاتمہ مین امام صاحب کے نامور اور ممتاز شاگردون کے مختصر حالات ہین قیمت ہر دو حصہ عہ ۔ +

ارمانوسہ - ناظرین! یہ بات آپنے شاذونادر ہی کسی کتاب مین دیکھی ہوگی کہ وہ ناول ہو اور پہر تاریخی حیثیت سے بہی اتنا ہی محققانہ
اور قابل وثوق ہو جتنا کہ ایک افسانہ یا قصہ ہونیکی لحاظ سے دلکش بےنظیر پُرتاثیر اور درد انگیز ہو۔ اسکا پلاٹ ہی ویسا ہی دلچسپ اور حیرت خیز ہو جتنا کہ
اسکا حسن بیان قابل داد اور لطافت آمیز۔ اسمین بطریق قصہ معاملات تو نہایت اہم اور معرکہ کے بیان کئے گئے ہون مگر ادائے مطالب کا ڈہنگ
ایسا سہل عام فہم اور بچگانہ ہے کہ بوڑہے سے بچے تک ہر ایک اسے بخوبی سمجہ سکے - یہ بات ہم دعوے سے کہتے ہین کہ "ارمانوسہ" مین بہت کچہہ
پائی جاتی ہے - یہ ایسی عجیب و لطیف عربی ناول کا ترجمہ ہے جو مصر مین تہوڑی ہی عرصہ کے اندر کئی بار ہزارون چہپ چکا ہے اسکی اردو
مین خوبی یہ ہے کہ ترجمہ ترجمہ نہین بلکہ اوریجنل ناول معلوم ہوتا ہے - اسکی مقبولیت کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ ابہی مطبع سے چہپکر نہ
بہی نہ تہا کہ صدہا درخواستین صرف اس بنا پر پہونچ گئین کہ روز بازار پریس مین ایک ناول اس رنگ ڈہنگ کا چہپا ہے پہر تیار ہونے
بعد تو بفضلہ فرمائشون کا یہ عالم ہوا کہ اب تک سب کی تعمیل نہین کیجا سکی - ہم بلامبالغہ کہتے ہین کہ اردو مین ایسا اور کوئی ناول شاید ہو
حتی کہ جو صاحب پڑہنے کے بعد حلفیہ ہمین یہ لکہہ بہیجین کہ اسکے تمام مطالعہ سے کچہہ لطف اور دلچسپی حاصل نہین ہوئی - ہم وعدہ کرتے ہیں
کہ انکی قیمت بلا تامل واپس کر دینگے - اس سے زیادہ کتاب کی خوبی و عمدگی کی اور کیا گارنٹی ہو سکتی ہے قیمت باینہمہ اوصاف صرف عا؍

تذکرہ خواتین تیموریہ - جس مین دنیا کے نامور و مشہور خاندان تیموریہ کی پاکدامن اور عفت مآب شاہی بیگمات
کے علاوہ بہت سی اون عفت کی دیویون اور شریف خاتونون کے نہایت دلچسپ و ندرت مآب تاریخی واقعات اور
حیرت انگیز حالات بسط و شرح کے ساتہ سلسلہ وار بترتیب حروف تہجی اردو کی مقبول طرز اور مرغوب پیرایہ مین
لکہے گئے ہین جو اس عظیم الشان خاندان کے سلسلہ سے تعلق رکہتے ہین - قیمت فی جلد عہ -

اخبار وکیل ہفتہ مین تین بار سہ شنبہ دوشنبہ اور چارشنبہ کو روز بازار پریس امرتسر سے شائع ہوتا ہے
اسکے پُر زور آرٹیکلون نے ملک کے نامی گرامی قدردانون اور مشہور معاملہ فہم ناظرین کو اپنا گرویدہ
بنا لیا ہے - دنیا کی بہر کی ضروری اور دلچسپ خبرون کے نہایت جلد اور سب سے پہلے بہم پہنچانے مین اپنا نظیر
نہین رکہتا - قومی انجمنون تعلیم گاہون اور کارخانون پر آزادی سے ریویو کرتا اور انکی ہمت بندہاتا ہے - اسلامی دنیا
کے حالات معلوم کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہین - اسکی طرز تحریر - آزادی - سچی ہمدردی - اعلی
درجہ کے لٹریچر نے ثابت کر دیا ہے کہ یہی ایک اخبار ہے جسکو اردو اخباری دنیا مین لاثانی ہونے کا فخر حاصل ہے
پیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر جاری نہین کیا جاتا - نمونے کا پرچہ آدہ آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے
قیمت رؤسا سے [illegible] عام سے [illegible]

مینیجر مطبع روز بازار و اخبار وکیل امرتسر